قال رسول الله ﷺ: مَن یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ

(صحيح البخاري ١٦/١ رقم: ٧١، صحيح مسلم ٣٣٣/١ رقم: ١٠٣٧)

کتاب النّوازل

منتخب فتاویٰ

مولانا مفتی محمد سلمان منصورپوری

نائب مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

ترتیب وتحقیق

مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

دارالاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان

Marfat.com

قال رسول اللہ ﷺ: مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ
(صحيح البخاري ١٦/١ رقم: ٧١، صحيح مسلم ٣٣٣/١ رقم: ١٠٣٧)

کتاب النوازل

جلد ثالث

کتاب الطہارت، کتاب الصلوۃ

منتخب فتاویٰ: مولانا مفتی محمد سلمان منصورپوری
نائب مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

ترتیب وتحقیق: مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

دارالاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان

Marfat.com

الحمدللہ پاکستان میں حضرت مرتب مدظلہم کی اجازت سے طبع شدہ

تنبیہ: یہ کتاب مرتب کی اجازت کے بغیر ہرگز شائع نہ کی جائے۔

297-35
89 س ک
140644
144894
جلد ۳

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : جون ۲۰۱۶ء

صفحات : 648 جلد (3)

﴿......... ملنے کے پتے ....﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی

بیت القرآن اردو بازار کراچی

بیت القلم اردو بازار کراچی

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی و (مال روڈ) لاہور واردو بازار کراچی

مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور

مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسائل کی پوچھ تاچھ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

[الأنبیآء: ۷]

ترجمہ: پس پوچھ لو جانکار لوگوں سے اگر تم نہ جانتے ہو۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ.

(سنن أبي داؤد ۱/ ۴۹ رقم: ۳۳۶، سنن ابن ماجة ۱/ ۴۳ رقم: ۵۷۲)

ترجمہ: عاجز (ناواقف) شخص کے لئے اطمینانِ قلب کا ذریعہ (معتبر اور جانکار لوگوں سے مسئلہ کے بارے میں) سوال کر لینا ہے۔

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

حوصلہ افزاء کلمات وتأثرات

از: مخدوم محترم، نمونۂ سلف، حضرت اقدس

مولانا مفتی احمد صاحب خان پوری مدظلہ العالی

مفتی اعظم گجرات وشیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل

وخلیفۂ اجل فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ ورکن شوریٰ دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین. والصلوٰۃ والسلام علی من أنزل علیہ کتاب المبین. فیہ أحکام النوازل إلی یوم الدین.

زیر نظر "کتاب النوازل" از قلم محترم ومکرم مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری زید مجدہم کے مضامین وفتاوی پر سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بڑی کاوش اور ذمہ داری کے ساتھ لکھے گئے ہیں، عرصۂ دراز سے موصوف کے ایسے مضامین اور تحقیقی فتاویٰ سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے، عصرِ حاضر کے سلگتے مسائل میں موصوف کی اہم تصانیف ہیں ان کی تحریر میں چاشنی بھی ہے اور رارتکاز بھی، فکری گہرائی اور عمیق نظر نے ان کے فتاویٰ کو اعتبار واعتماد کا مقام عطا کیا ہے۔

اور کیوں نہ ہوتا! جب کہ موصوف کی شخصیت کی تعمیر اور تربیت میں اکابر علماء کا ہاتھ رہا ہے، ان ہی انفاسِ قدسیہ میں سیدی وسندی فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی ذاتِ بابرکت بھی ہے۔

موصوف گاہے گاہے اپنے والد ماجد حضرتؒ مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم کی معیت میں حضرتِ فقیہ الامتؒ کی خدمتِ بابرکت میں حاضری کی سعادت

Marfat.com

حاصل کرتے، کبھی ساتھ نہ ہوتے تو حضرتؒ ازراہِ شفقت وعنایت خود دریافت فرماتے: ''ہمارے دوست کا کیا حال ہے''؟ کبھی امتحان کے لئے حضرت زبانی سوالات بھی فرماتے رہتے، ایک مرتبہ حضرتؒ نے مفتی محمد سلمان صاحب سے پوچھا کہ:

''فقہاء لکھتے ہیں کہ جمعہ وعیدین کی نماز میں اگر امام سے سہو ہوجائے تو سجدۂ سہو واجب نہیں، تو کیا جمعہ وعیدین کے علاوہ اگر کثیر مجمع ہو تو بھی یہی حکم ہوگا؟ موصوف نے جواب دیا: کہ اس حکم کی علت یہ لکھی ہے کہ لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ اس تعلیل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں بھی فتنہ کا خطرہ ہو وہاں یہی حکم رہنا چاہئے، اور یہ حکم جمعہ وعیدین تک محدود نہ ہونا چاہئے''۔ حضرت یہ جواب سن کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ ''ہاں! جب کسی مسئلہ کے متعلق صریح جزئیہ نہ ملے تو اسی طرح جواب دینا چاہئے''۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ موصوف ابھی طالب علم تھے، مفتی کا کورس بھی پورا نہیں کیا تھا۔ لیجئے! حضرت فقیہ الامت نے مفتی بننے سے قبل ہی ان کے جواب پر ''صاد'' کی نشانی لگادی۔

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

''کتاب النوازل'' میں فتاویٰ نویسی کے اصول کا خاص طور پر لحاظ کیا گیا ہے، احقر کو سرسری نظر سے اس کی چند خوبیاں نظر آئیں:

(۱) فتویٰ لکھنے میں اس بات کا خاص لحاظ کرنا پڑتا ہے کہ اصول وکلیات سے جواب نہ لکھا جائے؛ بلکہ کتبِ فقہ سے صریح جزئیہ لکھا جائے، صریح جزئیہ ہوتے ہوئے کلیات سے استدلال کرنا اصولِ افتاء کے خلاف ہے، خود صاحبِ ''کتاب النوازل'' کو ایک موقع پر حضرت فقیہ الامتؒ نے نصیحت فرمائی تھی کہ: ''ہمیشہ جزئیہ فقہی کتابوں سے تلاش کرنا چاہئے''۔

موصوف نے اس نصیحت پر پورے طور پر عمل کیا، جگہ جگہ سوال کے جواب میں صریح جزئیات نقل کئے ہیں، کتاب میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں، بعض جگہ استفتاء کے مطابق ایسا جزئیہ لکھا کہ خیال ہوتا ہے کہ مصنف نے خاص اسی سوال کے جواب کے لئے یہ جزئیہ لکھا ہوگا، اسی

Marfat.com

کو نگینہ کی طرح جڑنا کہتے ہیں۔

(۲) اس پر آشوب دور میں ایک گروہ ایسا پیدا ہوا ہے کہ ان کی نظر میں فقہ اور کتب فقہ کی عبارتیں مستدل و مستند نہیں، وہ ہر مسئلہ کی دلیل صریح نص سے چاہتے ہیں۔

''کتاب النوازل'' میں فقہی عبارات و جزئیات کے علاوہ احادیث و آثار کا بڑا ذخیرہ ہے، جن سے مسائل کا مستخرج یکجا ہو گیا ہے، یہ طریقہ سلفیت کا دم بھرنے والوں اور احادیث ہی پر چلنے والوں کے لئے علماء دیوبند کی احادیث و آثار سے واقفیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

(۳) موجودہ دور کے مفتیانِ کرام کی حیثیت ناقلِ فتاویٰ کی سی ہے، فارسی کی مثل ''چوں گفتی دلیلش بیار'' کی تعبیریوں کی جا سکتی ہے ''چوں مفتی دلیلش بیار''۔

''کتاب النوازل'' حوالہ جات سے پُر ہے، فقہ و فتاویٰ کی معروف و متداول کتب کے علاوہ، تفاسیر، شروحِ احادیث، تواریخ اور دیگر مذاہب کی بیسیوں کتابوں کے حوالوں سے مرصع ہے، حوالہ جات میں بھی اکثر جگہ کتاب، باب، فصل، حدیث نمبر اور مطبع کا لحاظ کیا ہے، اس سے قاری؛ مجیب کی وسعتِ معلومات اور امانت داری کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۴) موصوف ماہر مفتی ہونے کے ساتھ ہی اچھے خطیب اور شستہ قلم کے مالک ہیں، ایک تجربہ کار قلم کار کی روانی اور ہوتی ہے، اور خطیب کی زبان اور؛ جب کہ فتاویٰ نویسی کے لئے مسائل کی زبان اور قانون کی بولی اختیار کرنی پڑتی ہے، ذرا سے فرق سے مسئلہ بدل جاتا ہے، مذکورہ تینوں صفتوں کے حامل شخص کے لئے ان کی سرحدوں اور حدود کی رعایت بڑی مشکل ہوتی ہے۔

کمال ہے کہ زیرِ نظر فتاویٰ میں اندازِ خطابت اور صاحبِ قلم کی نزاکت کی بو تک محسوس نہیں ہوتی، جو کچھ لکھا ہے فتوے کی زبان میں لکھا ہے۔

الحاصل موصوف نے اپنے منتخب فتاویٰ کا نام عام روش سے ہٹ کر ''کتاب النوازل'' رکھا، یہ اسم بامسمیٰ ہے، ''نوازل'' نازلۃ کی جمع ہے، جس کے معنی ''جدید اور قابلِ توجہ'' کے ہیں، واقعہ یہی ہے کہ متداول فتاویٰ میں ''کتاب النوازل'' خود قابلِ توجہ اور درخورِ اعتناء ہے۔

امید ہے کہ تیرہ چودہ جلدوں میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے گا، یہ ذخیرہ اگر اسی آن و شان سے

Marfat.com

مدلّل ہوکر منصۂ شہود پر آگیا اور ان شاء اللہ ضرور آئے گا، تو اُردو فتاوی میں اس کی انفرادیت ثابت ہوگی۔

عربی میں فقیہ ابو اللیث السمرقندی، حنفی (م: ۳۷۳ھ) کی ''کتاب النوازل'' کو اولیت کا مقام حاصل ہے: ''وأوّلُ كتاب جُمِعَ في فتواهم فيما بلغنا "كتاب النوازل" للفقيه أبي اللّيث السّمرقندي''۔

اردو میں فتاویٰ کا یہ شاہکار اوّلیت وانفرادیت کا مقام پائے گا، ان شاء اللہ۔

دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ فتاویٰ کی عمر میں برکت نصیب فرمائے، اور اُن کا یہ عظیم الشان کارنامہ جلد از جلد منظرِ عام پر آجائے، خداوندِ کریم اس کو قبولِ عام فرما کر عوام وخواص کے حق میں مفید تر بنائے۔ آمين بحرمة سيد المرسلين ﷺ۔

املاہ: العبد احمد خان پوری عفی عنہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

Marfat.com

اِجمالی فہرست

کتاب الطہارت

☐ پاکی اور ناپاکی کے مسائل ---------- ۳۸-۶۲
☐ پانی کے مسائل ---------- ۶۴-۷۹
☐ وضو کے مسائل ---------- ۸۰-۱۳۹
☐ نواقضِ وضو ---------- ۱۱۲-۱۲۶
☐ مسح علی الخفین کے مسائل ---------- ۱۲۷-۱۳۹
☐ غسل سے متعلق مسائل ---------- ۱۴۰-۱۵۵
☐ تیمّم کے مسائل ---------- ۱۵۶-۱۶۴
☐ معذورین کے احکام ---------- ۱۶۵-۱۶۸
☐ حیض ونفاس کے مسائل ---------- ۱۶۹-۲۰۸

کتاب الصلوٰة

☐ اوقاتِ نماز ---------- ۲۱۰-۲۷۱
☐ اذان سے متعلق مسائل ---------- ۲۷۲-۳۱۷
☐ اذان واقامت میں غلطی کرنا ---------- ۳۱۸-۳۲۴
☐ مکروہاتِ اذان واقامت ---------- ۳۲۵-۳۴۴
☐ اِقامت سے متعلق مسائل ---------- ۳۴۵-۳۷۷
☐ اَذان واقامت کا جواب دینا ---------- ۳۷۸-۳۹۴
☐ شرائطِ نماز ---------- ۳۹۵-۴۰۸

Marfat.com

□ ستر کے احکام ---------- ۴۰۹-۴۲۶
□ استقبالِ قبلہ ---------- ۴۲۷-۴۴۸
□ نیت کے مسائل ---------- ۴۴۹-۴۶۸
□ فرائض نماز ---------- ۴۶۹-۵۰۸
□ قرأت کے مسائل ---------- ۵۰۹-۵۷۶
□ قرأت میں غلطی ---------- ۵۷۷-۵۹۰
□ نماز کے واجبات ---------- ۵۹۱-۶۰۴
□ سجدۂ سہو کے مسائل ---------- ۶۰۵-۶۴۸

Marfat.com

تفصیلی فہرست

☐ حوصلہ افزاء کلمات وتأثرات، از: مفتی اعظم گجرات حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خان پوری مدت فیوضہم شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل ---------- ۴

کتاب الطہارۃ

پاکی اور ناپاکی کے مسائل ۳۸

○ نیا کپڑا دھوئے بغیر پہننا ---------- ۳۸
○ واشنگ مشین سے کپڑے دھونا؟ ---------- ۳۹
○ ڈرائی کلین میں دھلائی ---------- ۳۹
○ ٹنکی کے نل سے وضو کرتے ہوئے زمین کی چھینٹوں کا کپڑوں پر اُڑنا ---------- ۴۱
○ جس حصہ میں منی لگی ہو صرف اس حصہ کو دھونے سے کپڑا پاک ہو جائے گا ---------- ۴۲
○ مقدار درہم سے زیادہ نجاست کپڑے پر لگ گئی ---------- ۴۴
○ ناپاک مہندی لگالی تو پاکی کیسے ہو؟ ---------- ۴۴
○ لیکوریا اگر کپڑے پر لگ جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ ---------- ۴۵
○ جس برتن میں کتے نے منہ ڈال دیا ہو اس کی پاکی کیسے ہو؟ ---------- ۴۶
○ پسے ہوئے آٹے بیسن، سوجی وغیرہ میں چھپکلی کی بیٹ نکل آئی؟ ---------- ۴۶
○ سڑکوں پر بہنے والی کیچڑ کا حکم ---------- ۴۷
○ کیا انڈے کی تری پاک ہے؟ ---------- ۴۸
○ انڈے کو بغیر دھوئے استعمال کرنا ---------- ۴۹

Marfat.com

○ استنجاء میں استعمال شدہ ڈھیلہ خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ ---------- ۵۰
○ اینٹ کے ڈھیلے پر پانی بہا کر پاک کر کے دوبارہ استنجاء کرنا ---------- ۵۱
○ سیمنٹیڈ فرش کی پاکی ---------- ۵۲
○ منی، مذی اور ودی کی تعریف ---------- ۵۳
○ کتنی مقدار ''مذی'' معاف ہے؟ ---------- ۵۴
○ کیا خروجِ ریح کے بعد مخرج کا دھونا ضروری ہے؟ ---------- ۵۵
○ مچھر، کھٹمل کا خون؟ ---------- ۵۶
○ شیر خوار بچہ کے پیشاب کا حکم؟ ---------- ۵۷
○ شیر خوار بچہ کے پیشاب کو پاک کرنے کا طریقہ؟ ---------- ۵۸
○ بچہ کا پیشاب خشک ہو جانے کے بعد اس زمین پر نماز پڑھنا؟ ---------- ۵۹
○ بچے نے موبائل پر پیشاب کر دیا؟ ---------- ۶۰
○ سرسبز گھاس والی زمین پیشاب کرنے کے بعد خشک ہو گئی؟ ---------- ۶۱
○ کیا بے نمازی کا جھوٹا خنزیر کی طرح ناپاک ہے؟ ---------- ۶۲

پانی کے مسائل ۶۴

○ کیا ناپاک پانی مشین کے ذریعہ فلٹر کرنے سے پاک ہو سکتا ہے؟ ---------- ۶۴
○ سقاوے میں چوہا گر کر پھول پھٹ گیا؟ ---------- ۶۵
○ ''کچھوا'' قلیل پانی میں گر کر پھول پھٹ گیا؟ ---------- ۶۶
○ پانی کی ٹنکی میں دو گلہریاں گر کر مر گئیں اور پھول پھٹ گئیں؟ ---------- ۶۷
○ کنویں میں بچہ نے پیشاب کر دیا؟ ---------- ۷۰
○ کنویں میں بچہ کے پیشاب کر دینے سے اتنا پانی نکالنا کہ تین فٹ رہ جائے؟ ---------- ۷۰
○ کنویں میں چوہا گر کر مر گیا اور پھول گیا؟ ---------- ۷۲
○ کنویں میں بکری گر کر مر گئی؟ ---------- ۷۳

Marfat.com

○ کیا کتے کے گرجانے کے بعد کنویں سے بیک وقت سارا پانی نکالنا شرط ہے؟ ------- ۷۴
○ بڑے تالاب میں پندرہ بیس لاشیں پھولی ہوئی ملیں؟ ------------------ ۷۵
○ کالی ندی کا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ ------------------ ۷۷
○ دودھ کی بالٹی میں گوبر کا پایا جانا؟ ------------------ ۷۸
○ سیمنٹیڈ پکی ٹنکی کی صفائی کرنا ------------------ ۷۹

وضو کے مسائل

۸۰

○ وضو کی فرضیت کب ہوئی؟ ------------------ ۸۰
○ قرآن سے وضو کے فرائض اور اعضاءِ مغسولہ کی تحدید کا ثبوت ------------------ ۸۱
○ وضو میں کلی کرنے کا طریقہ ------------------ ۸۲
○ وضو میں تین مرتبہ سے زیادہ کلی کرنا ------------------ ۸۴
○ کیا ٹوتھ برش کرنے سے مسواک کا ثواب ملے گا؟ ------------------ ۸۵
○ وضو کرتے وقت آنکھوں کے اندر پانی پہنچانا فرض نہیں ------------------ ۸۶
○ مسح کرتے وقت دو انگلیوں سے سر پر ٹوپی پکڑنا؟ ------------------ ۸۶
○ وضو کرتے وقت صابن سے منہ اور ہاتھ پیر دھونا؟ ------------------ ۸۷
○ وضو اور غسل میں کتنا پانی استعمال کرنا چاہئے؟ ------------------ ۸۸
○ کیا مسجد و مدرسہ کے پانی سے اعضاء وضو تین مرتبہ سے زائد دھونا حرام ہے؟ ------- ۹۱
○ جس پانی میں نیل گھول دیا گیا ہو اس سے وضو کرنا؟ ------------------ ۹۱
○ حقہ کے پانی سے وضو کا حکم ------------------ ۹۲
○ پاؤں کی پھٹن میں موم بھر کر وضو و غسل کرنا؟ ------------------ ۹۳
○ ووٹ کے نشان سے وضو کا حکم؟ ------------------ ۹۴
○ ہاتھ پیروں پر پکا پینٹ لگا ہونے کی حالت میں وضو کرنا؟ ------------------ ۹۵
○ ناخن پالش ------------------ ۹۶

Marfat.com

○ بالوں اور ناخون پر رنگ سے نماز کا حکم؟ ---------- ۹۷
○ لیپی ہوئی مہندی پر مسح؟ ---------- ۹۸
○ ناخن پالش کو گھنی داڑھی پر قیاس نہ کیا جائے ---------- ۹۸
○ لپ اِسٹک لگا کر وضو ---------- ۱۰۰
○ مہندی اور خضاب لگا کر وضو کرنا؟ ---------- ۱۰۱
○ وضو کے بعد چہرہ پونچھنا ممنوع نہیں ---------- ۱۰۱
○ اعضاء وضو سے ٹپکنے والا پانی ناپاک نہیں ---------- ۱۰۳
○ وضو کے بعد آسمان کی طرف شہادت کی انگلی اٹھا کر دعا پڑھنا ---------- ۱۰۳
○ غسل کے وضو سے نماز ادا کرنا؟ ---------- ۱۰۵
○ ڈیجیٹل قرآنِ کریم کی اسکرین کو بغیر وضو کے چھونا ---------- ۱۰۵
○ بغیر وضو اسکرین پر آیتِ قرآن کو چھونا؟ ---------- ۱۰۷
○ موبائل کی اِسکرین پر نظر آنے والے قرآنی حروف کو بلا وضو چھونا ---------- ۱۰۷
○ جس موبائل کی اِسکرین پر قرآن یا حدیث چلائی جارہی ہو اس کو بے وضو چھونا ---------- ۱۱۰

نواقضِ وضو ۱۱۲

○ زخم یا پھوڑے کو دبا کر خون نکالنے سے وضو کا حکم ---------- ۱۱۲
○ مسواک کرتے ہوئے خون نکل آنا؟ ---------- ۱۱۳
○ وضو کے بعد دانتوں سے خون آنا؟ ---------- ۱۱۴
○ مسوڑھوں سے خون نکلنا؟ ---------- ۱۱۵
○ آنکھ کی پتلی میں خون ناقض وضو نہیں ---------- ۱۱۶
○ وضو کے دوران ریاح خارج ہوگئی؟ ---------- ۱۱۷
○ پیشاب کا قطرہ شرم گاہ سے باہر نہیں نکلا؟ ---------- ۱۱۸
○ مذی کا نکل جانا ناقضِ وضو ہے ---------- ۱۱۹

Marfat.com

○ صف میں بیٹھے ہوئے سونا؟ ---------- ۱۲۰
○ پالتی مار کر بیٹھے ہوئے سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ---------- ۱۲۱
○ عورت کے لئے محض کہنی کھلنا ناقضِ وضو نہیں ---------- ۱۲۱
○ غسل کے بعد پیشاب کی جگہ ہاتھ لگنے سے وضو کا حکم؟ ---------- ۱۲۲
○ غیر محرم پر نظر پڑنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ---------- ۱۲۳
○ گالی بکنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ---------- ۱۲۴
○ دودھ پلانا ناقضِ وضو نہیں ---------- ۱۲۴
○ کیا اونٹ کا گوشت کھانا ناقضِ وضو ہے؟ ---------- ۱۲۵

مسح علی الخفین کے مسائل ۱۲۷

○ مسح علی الخفین کی مشروعیت ---------- ۱۲۷
○ مسح علی الخفین اہلِ سنت والجماعت کا امتیازی عقیدہ ہے ---------- ۱۲۹
○ مسح علی الخفین کا ثبوت اور اس کا انکار کرنے والے کا حکم ---------- ۱۳۰
○ موزوں پر مسح صحیح ہونے کی شرطیں ---------- ۱۳۱
○ نرم چمڑے کے موزوں پر مسح کی اجازت ---------- ۱۳۳
○ مسح کی مدت کب سے شروع ہوتی ہے؟ ---------- ۱۳۴
○ مسح کرنے کا طریقہ ---------- ۱۳۵
○ باریک موزوں پر مسح جائز نہیں ---------- ۱۳۶
○ نائلون کے باریک موزوں پر مسح؟ ---------- ۱۳۸

غسل سے متعلق مسائل ۱۴۰

○ کن باتوں سے غسل واجب ہوتا ہے؟ ---------- ۱۴۰
○ منی کا نکلنا کب موجبِ غسل ہے؟ ---------- ۱۴۱

Marfat.com

○ منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہونا موجبِ غسل ہے ---------- ۱۴۲
○ ہنسی مذاق کے دوران اگر منی نکل جائے تو کیا غسل واجب ہوگا؟ ---------- ۱۴۳
○ بیوی کو شہوت کے ساتھ چھونے سے انزال ہو گیا تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ ---------- ۱۴۴
○ سوتے ہوئے پیشاب کرنے والے پر غسل واجب نہیں ---------- ۱۴۵
○ جریان کے مریض کو آنے والے قطرات پر غسل کا حکم ---------- ۱۴۶
○ غسل کا مسنون طریقہ ---------- ۱۴۷
○ غسل میں کلی کرتے وقت غرارہ کرنا؟ ---------- ۱۴۹
○ کیا عورت کیلئے غسل کرتے وقت شرم گاہ میں انگلی ڈال کر صفائی کرنا ضروری ہے؟ ---------- ۱۵۰
○ غسلِ جنابت میں صابن کا استعمال؟ ---------- ۱۵۱
○ ناپاک لنگی پہنے پہنے غسل کرنا؟ ---------- ۱۵۱
○ غسل میں مسح کیوں نہیں؟ ---------- ۱۵۲
○ حالتِ جنابت کا پسینہ؟ ---------- ۱۵۲
○ حالتِ جنابت میں قرآنی آیت والا لاکٹ چھونا؟ ---------- ۱۵۳
○ جنابت کی حالت میں قرآن کی تلاوت اور ذکر و دعا کرنا؟ ---------- ۱۵۴

تیمّم کے مسائل ۱۵۶

○ تیمّم کن حالات میں جائز ہے؟ ---------- ۱۵۶
○ ٹھنڈک یا شدتِ مرض کی وجہ سے تیمّم کرنا؟ ---------- ۱۵۷
○ محض سردی سے بچاؤ کے لئے تیمّم کر کے نماز پڑھنا؟ ---------- ۱۵۸
○ تیمّم کر کے نماز پڑھنے والے کو پورا ثواب ملے گا یا آدھا؟ ---------- ۱۶۰
○ تیمّم کا مسنون طریقہ ---------- ۱۶۰
○ سیمنٹیڈ فرش کے نجاست سے خشک ہونے کے بعد اس پر تیمّم اور نماز کا حکم ---------- ۱۶۱
○ ٹائل پر تیمّم کرنا؟ ---------- ۱۶۲

Marfat.com

○ پتھر کے کوئلہ پر تیمم کرنا؟ ---------- ١٦٣
○ سرمہ والے پتھر پر تیمم؟ ---------- ١٦٣
○ چونے کی کلی والی دیوار پر تیمم کرنا؟ ---------- ١٦٤

معذورین کے احکام ١٦٥

○ جس کو پیشاب کے قطرے آتے ہوں اس کی پاکی کا حکم ---------- ١٦٥
○ قطرہ کا مریض پیشاب گاہ میں روئی کس طرح رکھے؟ ---------- ١٦٦
○ پیشاب نکل جانے پر ٹیشو پیپر استعمال کرنا؟ ---------- ١٦٦
○ معذور کے لئے پیشاب کی چھینٹیں ڈھیلے سے صاف کرنا؟ ---------- ١٦٧
○ حشفہ کے تین چوتھائی حصہ پر پیشاب لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ ---------- ١٦٨

حیض ونفاس کے مسائل ١٦٩

○ بیماری کی وجہ سے ایامِ حیض میں صرف دو دن خون آنا؟ ---------- ١٦٩
○ صبح خون بند ہوجائے تو شام تک غسل کا انتظار کرنا؟ ---------- ١٧١
○ غسل کے بعد ایک دن نماز پڑھ لی پھر خون آ گیا؟ ---------- ١٧٢
○ دینی کتابوں کا بستہ ہاتھ میں پکڑنے کی حالت میں ماہواری شروع ہوگئی؟ ---------- ١٧٣
○ اذان کے بعد عورت کو حیض آ گیا؟ ---------- ١٧٤
○ طہرِ متخلل کا حکم ---------- ١٧٤
○ پندرہ دن سے کم پاکی رہنا؟ ---------- ١٧٦
○ عادت سے پہلے خون بند ہوگیا؟ ---------- ١٧٨
○ ایامِ عادت کے بعد خون کے قطرات کئی دنوں تک دکھائی دینا؟ ---------- ١٧٨
○ ماہواری کے خون کو دوا سے روکنے پر نماز کا حکم ---------- ١٧٩
○ دوا کے ذریعہ دمِ حیض روک کر روزہ اور جماع کا حکم ---------- ١٨٠
○ حالتِ حیض میں کون کون سی عبادت ممنوع ہے؟ ---------- ١٨١

Marfat.com

○ عورت ناپاکی کی حالت میں درود شریف یا دیگر اذکار پڑھ سکتی ہے؟ ---------- ۱۸۲
○ ناپاکی کے ایام میں عورت کا قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا؟ ---------- ۱۸۳
○ ناپاکی کے دنوں میں قرآنی آیت بطور تسبیح کے پڑھنا؟ ---------- ۱۸۴
○ حالتِ حیض میں تفسیر ''معارف القرآن'' چھونا؟ ---------- ۱۸۵
○ حائضہ عورت کا ذکر و دعاء اور دینی کتابیں پڑھنا؟ ---------- ۱۸۶
○ قرآن کی معلّمہ حالتِ حیض میں کس طرح سبق دے؟ ---------- ۱۸۷
○ ایامِ حیض میں معلمات کا درس دینا؟ ---------- ۱۸۷
○ طالباتِ حدیث کا ایامِ مخصوصہ میں درسِ تفسیر میں شرکت کرنا؟ ---------- ۱۸۸
○ ناپاکی کے دنوں میں حدیث وتفسیر کی عبارت پڑھنا؟ ---------- ۱۸۹
○ کیا حائضہ عورت نورانی قاعدہ پڑھا سکتی ہے؟ ---------- ۱۹۰
○ حالتِ حیض میں اذان کا جواب دینا؟ ---------- ۱۹۱
○ ایام حیض میں ہری مہندی لگانا؟ ---------- ۱۹۲
○ حیض کے دنوں میں سر پر مہندی لگانا؟ ---------- ۱۹۳
○ ناپاکی کے دنوں میں ہاتھ پیر اور سر پر مہندی لگانا؟ ---------- ۱۹۳
○ ناپاکی کے دنوں میں ناخن کاٹنا؟ ---------- ۱۹۴
○ حالتِ حیض ونفاس میں ران یا پیٹ سے استمتاع کرنا؟ ---------- ۱۹۵
○ بیوی سے حالتِ حیض میں جماع کرلیا تو کیا کرے؟ ---------- ۱۹۶
○ حالتِ حیض میں جماع پر جبر؟ ---------- ۱۹۶
○ نفاس کے خون میں عادت کا اعتبار کس سے ہوگا؟ ---------- ۱۹۷
○ آپریشن سے بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے ۱۵/دن سے پہلے ہی خون بند ہوگیا؟ ---------- ۱۹۸
○ نفاس کے ۴۰/دن یا پندرہ دن سے پہلے آنے والا خون کیسا ہے؟ ---------- ۱۹۹
○ بچہ دانی نکالنے کے بعد ہر ماہ حیض آئے گا یا نہیں؟ ---------- ۲۰۰
○ بچہ دانی نکالنے کے بعد عورت نفاس والی شمار ہوگی یا نہیں؟ ---------- ۲۰۰

Marfat.com

○ بچہ دانی نکلوانے کے بعد متعینہ وقت پر خون کے دھبے دیکھنا؟ ---------- ۲۰۱
○ ولادت کے بعد نفاس والی عورت نماز کب سے شروع کرے؟ ---------- ۲۰۲
○ نفاس کے بارے میں ایک غلط فہمی ---------- ۲۰۳
○ استحاضہ کسے کہتے ہیں؟ ---------- ۲۰۴
○ سیلان الرحم (لیکوریا) کا کیا حکم ہے؟ ---------- ۲۰۴
○ لیکوریا کا حکم ---------- ۲۰۶
○ لیکوریا کی مریضہ کیا کرے؟ ---------- ۲۰۶
○ جس عورت کو سفید پانی آرہا ہو اس کا قرآن پڑھنا؟ ---------- ۲۰۷

کتاب الصلوٰۃ

اَوقاتِ نماز

۲۱۰
○ جب شہر کی دو دائمی جنتریوں کے اوقات میں اختلاف ہو تو کس پر عمل کریں؟ ---------- ۲۱۰
○ دائمی اوقات الصلوٰۃ کی معتبر جنتری کون سی ہے؟ ---------- ۲۱۲
○ اورنگ آباد میں اوقاتِ صلوٰۃ وسحر کے مسئلہ میں جنتریوں کے اختلاف کو کیسے دور کریں؟ -- ۲۱۴
○ فجر کا مستحب وقت ---------- ۲۱۵
○ کیا صبح صادق اور فجر کے وقت کے درمیان مشتبہ وقت ہوتا ہے؟ ---------- ۲۱۶
○ فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ ---------- ۲۱۷
○ صبح صادق اور صبح کاذب کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا ہے ---------- ۲۱۹
○ نماز فجر طلوعِ آفتاب سے کتنی دیر پہلے ادا کی جائے؟ ---------- ۲۲۰
○ نماز فجر سورج نکلنے سے پہلے تک پڑھنا؟ ---------- ۲۲۰
○ ۱۵ر شعبان کو شب بیداری کر کے اول وقت فجر ادا کرنا؟ ---------- ۲۲۲
○ رمضان میں نماز فجر کے لئے کب کھڑے ہوں؟ ---------- ۲۲۳

Marfat.com

- نماز فجر میں قعدہ اخیرہ کے درمیان سورج نکل آیا؟ ---------- ۲۲۴
- طلوعِ آفتاب کے وقت فجر کی نماز ادا کرنا؟ ---------- ۲۲۴
- سورج نکلتے وقت اعلان کو منع کرنے کی علت؟ ---------- ۲۲۵
- مسجدوں میں طلوعِ آفتاب کا اعلان کرنا؟ ---------- ۲۲۷
- طلوعِ آفتاب کا اعلان کرنا یا لال اور ہری بتی جلانا؟ ---------- ۲۲۹
- فرض نماز کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے فجر کی فوت شدہ سنتیں ادا کرنا؟ ---------- ۲۳۰
- فجر کا وقت گزرنے پر آنکھ کھلی تو نماز فجر کس وقت ادا کرے؟ ---------- ۲۳۲
- نماز اشراق کا وقت ---------- ۲۳۳
- اشراق کی نماز کا وقت، رکعات اور مشروعیت ---------- ۲۳۴
- نمازِ چاشت کا وقت ---------- ۲۳۶
- چاشت کی نماز کا وقت ---------- ۲۳۶
- نماز عیدین کا وقت ---------- ۲۳۷
- ظہر کا مستحب وقت ---------- ۲۳۸
- جمعہ کی ادائیگی کا مستحب وقت ---------- ۲۳۹
- زوال کا وقت کب تک ہے؟ اور اس میں نماز کا کیا حکم ہے؟ ---------- ۲۴۰
- زوال کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟ ---------- ۲۴۱
- جمعہ کے دن استواءِ شمس کے وقت نفل پڑھنا؟ ---------- ۲۴۲
- عصر کا مستحب وقت ---------- ۲۴۳
- مثلِ اول پر عصر کی اذان و نماز کا معمول بنانا؟ ---------- ۲۴۴
- مثلِ ثانی شروع ہونے سے پہلے عصر کی سنت پڑھنا؟ ---------- ۲۴۵
- شافعی دائمی جنتری کے حساب سے ساڑھے تین بجے حنفی شخص کا عصر کی نماز پڑھنا؟ ---- ۲۴۷
- سجدۂ تلاوت، نماز جنازہ اور قضا نماز عصر کے بعد پڑھنا کیسا ہے؟ ---------- ۲۴۸
- حنفی شخص کا حرمین شریفین میں مثلِ اول پر نماز عصر پڑھنا؟ ---------- ۲۴۹

Marfat.com

○ مغرب کا وقت ---------- ۲۵۰
○ مغرب کا وقت انگریزی گھنٹہ کے حساب سے کب تک رہتا ہے؟ ---------- ۲۵۱
○ مغرب کا آخری وقت کب تک رہتا ہے؟ ---------- ۲۵۲
○ رمضان میں مغرب کی اذان ونماز کے درمیان فاصلہ کتنا ہو؟ ---------- ۲۵۳
○ رمضان میں مغرب کی نماز قدرے تاخیر سے ادا کرنا؟ ---------- ۲۵۵
○ مغرب کی اذان ونماز میں کتنا فاصلہ ہو؟ ---------- ۲۵۶
○ نماز مغرب میں کتنی تعجیل کی جائے؟ ---------- ۲۵۶
○ عشاء کا مستحب وقت ---------- ۲۵۷
○ وتر کا مستحب وقت ---------- ۲۵۹
○ وقت سے پہلے عشاء پڑھنا ---------- ۲۶۰
○ صبح صادق سے پہلے عشاء کی نماز پڑھنا؟ ---------- ۲۶۰
○ کن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؟ ---------- ۲۶۱
○ عصر کے بعد نفل نماز ادا کرنا؟ ---------- ۲۶۲
○ غروب شمس کے وقت یا اس سے کچھ پہلے اُسی دن کی عصر کی نماز؟ ---------- ۲۶۴
○ طلوعِ آفتاب کے وقت سجدۂ تلاوت؟ ---------- ۲۶۴
○ صبح صادق اور فجر اور عصر کی نماز کے بعد قضا نماز پڑھنا؟ ---------- ۲۶۵
○ اذان دیر سے ہونے کی وجہ سے جماعت میں وقت مقررہ سے تاخیر کرنا؟ ---------- ۲۶۶
○ جن علاقوں میں چھ مہینہ کا دن اور چھ مہینہ کی رات ہو، وہاں نماز کا وقت کیسے پہچانیں؟ ---------- ۲۶۸
○ اوقاتِ مکروہہ میں پڑھی گئی نماز کا حکم؟ ---------- ۲۷۰

اذان سے متعلق مسائل

۲۷۲
○ اذان کی ابتداء ---------- ۲۷۲
○ اذان پڑھنے کا اجر وثواب ---------- ۲۷۴
○ اذان کے وقت دعا کی قبولیت ---------- ۲۷۷

Marfat.com

○ مؤذن کسے بنایا جائے؟ ---------- ۲۷۹
○ اذان کا مسنون طریقہ ---------- ۲۸۰
○ اذان؛ واجب ہے یا سنت؟ ---------- ۲۸۱
○ اذان کا مقصد ---------- ۲۸۲
○ کیا حضور اکرم ﷺ سے اذان پڑھنا ثابت ہے؟ ---------- ۲۸۳
○ اذان کے بعد لوگوں کو جگانے کے لئے گشت کرنا؟ ---------- ۲۸۵
○ اذانِ فجر کے بعد لوگوں کو گھر گھر جا کر جگانا؟ ---------- ۲۸۶
○ کلماتِ اذان میں بے ترتیبی ہو جانے پر اذان دہرانا؟ ---------- ۲۸۶
○ اذان میں ’’الصلوٰۃ خیر النوم‘‘ چھوٹ گیا؟ ---------- ۲۸۷
○ وقت سے پہلے اذان پڑھنے پر لوٹانا؟ ---------- ۲۸۹
○ اذان میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال؟ ---------- ۲۸۹
○ حدودِ مسجد سے باہر اذان پڑھنا ---------- ۲۹۱
○ مدرسہ میں جماعت کی نماز کے لئے اذان دینے سے وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوگا؟ ---------- ۲۹۲
○ مسجد کی حد میں اذان دینا؟ ---------- ۲۹۴
○ خارجِ مسجد مائک رکھ کر اذان دینا؟ ---------- ۲۹۵
○ کیا اذان دیتے وقت کانوں میں انگلیاں ڈالنا لازم ہے؟ ---------- ۲۹۵
○ اگر مؤذن اذان کے وقت کان میں انگلیاں نہ ڈالے تو اذان درست ہوگی یا نہیں؟ ---------- ۲۹۶
○ ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان پڑھنا؟ ---------- ۲۹۷
○ اکیلے نماز پڑھنے والے کے لئے اذان و اقامت کا حکم ---------- ۲۹۸
○ گھر میں جماعت کرتے وقت اذان و اقامت کا حکم ---------- ۲۹۹
○ سفر میں اذان کہنا؟ ---------- ۳۰۰
○ منفرد آدمی کا بیٹھ کر اذان دینا؟ ---------- ۳۰۲
○ بیٹھ کر اذان کہنا؟ ---------- ۳۰۲

Marfat.com

○ عام نمازوں میں اَذان اور اِقامت کے درمیان فصل ---------- ۳۰۳
○ مغرب کی اذان اور اقامت میں کتنی تاخیر کی جائے؟ ---------- ۳۰۴
○ نومولود بچہ کے کان میں اذان دینے کا طریقہ؟ ---------- ۳۰۵
○ نومولود کے کان میں موبائل کے ذریعہ اَذان واِقامت؟ ---------- ۳۰۶
○ شہر کی سب مسجدوں میں بذریعہ ریڈیو ایک ہی اذان دینا؟ ---------- ۳۰۷
○ ٹیپ ریکارڈ کی اذان معتبر نہیں ---------- ۳۰۹
○ اقامت کا مسنون طریقہ ---------- ۳۰۹
○ نماز کے علاوہ دیگر مقاصد کے لئے اذان ---------- ۳۱۱
○ زلزلہ کے وقت اذان دینا ---------- ۳۱۲
○ خوف ودہشت کے وقت اذان دینا؟ ---------- ۳۱۳
○ جوتے پہن کر اذان دینا؟ ---------- ۳۱۳
○ ختم سحری کے فوراً بعد اذان دینا؟ ---------- ۳۱۴
○ اذان میں آواز کی بلندی کے لئے "ECCO" لگانا ---------- ۳۱۵
○ ۱۶؍ سال کے بچہ کی اذان کا حکم ---------- ۳۱۶
○ شیعوں کی اذان حضرت بلالؓ کی اذان نہیں ہے ---------- ۳۱۷

اَذان اور اِقامت میں غلطی کرنا ۳۱۸

○ کلماتِ اذان میں بے محل مد کرنا؟ ---------- ۳۱۸
○ کلماتِ اذان کو بگاڑ کر ادا کرنا ---------- ۳۱۹
○ اذان میں ''اللہ'' کے الف کو ایک الف سے زیادہ کھینچنا؟ ---------- ۳۲۰
○ اذان میں ''أشهد أنا محمدً'' اور ''حي ل السلاة'' پڑھنا ---------- ۳۲۱
○ اَذان واِقامت میں کسی کلمہ کا چھوٹ جانا؟ ---------- ۳۲۲
○ اذان میں زیر وزبر کی غلطی کرنا؟ ---------- ۳۲۳

۱۴۲۸۹۴

Marfat.com

مکروہاتِ اذان واقامت ۳۲۵

○ ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی اذان واقامت؟ ---------- ۳۲۵
○ شرعی داڑھی والا مؤذن نہ ہونے کی وجہ سے امام کا خود ہی اذان وتکبیر کہنا؟ ---------- ۳۲۶
○ کیا مقطوع اللحیہ کی اذان واقامت کو لوٹانا ضروری ہے؟ ---------- ۳۲۷
○ داڑھی والے کی موجودگی میں بے داڑھی والے کا اذان وتکبیر پڑھنا؟ ---------- ۳۲۸
○ خش خشی داڑھی رکھنے والے کی اذان وامامت؟ ---------- ۳۲۸
○ حالتِ جنابت میں اذان دینا؟ ---------- ۳۳۰
○ بغیر وضو کے اذان دینا؟ ---------- ۳۳۱
○ امام کا بغیر وضو اذان دینا؟ ---------- ۳۳۲
○ کیا بلا وضو اذان کہنے سے وبا پھیلتی ہے؟ ---------- ۳۳۲
○ نسبندی کرانے والے کی اذان؟ ---------- ۳۳۳
○ بدنظری کرنے والے کا اذان دینا؟ ---------- ۳۳۵
○ فلم دیکھنے والے کا اذان دینا؟ ---------- ۳۳۶
○ جس شخص پر تہمت لگائی گئی ہو اس کا اذان وتکبیر پڑھنا؟ ---------- ۳۳۷
○ جس کے زخموں سے خون رستا ہو اس کا اذان دینا اور مسجد میں قیام کرنا؟ ---------- ۳۳۸
○ دوسرے محلہ کی مسجد میں باجماعت نماز پڑھ کر اپنے محلہ کی مسجد میں اذان دینا؟ ---------- ۳۳۹
○ بے نمازی کی اذان وتکبیر سے پڑھی گئی نماز کو لوٹانا؟ ---------- ۳۴۱
○ اذان دے کر مسجد سے گھر جانا؟ ---------- ۳۴۱
○ اذان دے کر مؤذن کا مسجد سے نکلنا؟ ---------- ۳۴۳

اقامت سے متعلق مسائل ۳۴۵

○ مسجد میں تنہا نماز پڑھنے والے کا اقامت کہنا؟ ---------- ۳۴۵

Marfat.com

○ کیا مؤذن کے علاوہ دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے؟ ---------- ۳۴۶

○ مؤذن کے علاوہ دوسرے شخص کا تکبیر کہنا؟ ---------- ۳۴۶

○ مؤذن کو چھوٹا بتا کر اس کی اجازت و مرضی کے بغیر دوسرے کا تکبیر کہنا؟ ---------- ۳۴۷

○ اقامت کس جگہ کھڑے ہو کر کہنا چاہئے؟ ---------- ۳۴۹

○ امام کے کس طرف کھڑے ہو کر اِقامت کہنی چاہئے؟ ---------- ۳۴۹

○ دوسری تیسری صف سے تکبیر کہنا ---------- ۳۵۰

○ تکبیر میں حیعلتین پر چہرہ گھمانا؟ ---------- ۳۵۰

○ اقامت کے دوران حیعلتین پر دائیں بائیں چہرہ پھیرنا؟ ---------- ۳۵۱

○ حیعلتین کے وقت دائیں بائیں جانب منہ پھیرنا؟ ---------- ۳۵۲

○ دورانِ تکبیر امام مصلیٰ پر کھڑا ہو یا بیٹھے؟ ---------- ۳۵۳

○ امام کا حجرے سے نکل کر مصلیٰ پر بیٹھنا؟ ---------- ۳۵۴

○ تکبیر کے وقت امام کا مصلیٰ پر بیٹھنا؟ ---------- ۳۵۵

○ مصلیٰ پر امام کے جانے کے بعد تکبیر کہنا؟ ---------- ۳۵۶

○ تکبیراتِ اقامت بیٹھ کر سننا مستحب ہے یا کھڑے ہو کر؟ ---------- ۳۵۷

○ تکبیر بیٹھ کر سننی چاہئے یا کھڑے ہو کر؟ ---------- ۳۵۷

○ اِقامت کھڑے ہو کر سننی چاہئے یا بیٹھ کر؟ ---------- ۳۵۸

○ کیا کھڑے ہو کر اقامت سننی مکروہ ہے؟ ---------- ۳۵۹

○ مقتدی نماز کے لئے کب کھڑے ہوں؟ ---------- ۳۶۰

○ امام اور مقتدی جماعت میں کب کھڑے ہوں؟ ---------- ۳۶۱

○ امام محراب کے قریب ہو تو مقتدی کب کھڑے ہوں؟ ---------- ۳۶۳

○ تکبیر کے وقت مقتدی حضرات کب کھڑے ہوں؟ ---------- ۳۶۴

○ کیا ابتداءِ اقامت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے؟ ---------- ۳۶۵

○ ابتداءِ تکبیر سے کھڑا ہونے والوں کو خلافِ سنت کہنا؟ ---------- ۳۷۰

Marfat.com

○ اقامت کے وقت ''حی علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا؟ ---------- ۳۷۲
○ حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کے سلسلہ میں امام محمدؒ کے قول کا مطلب؟ ---------- ۳۷۳
○ اگر بریلوی مسجد میں نماز پڑھانے کا اتفاق ہوتو کیا ان کے طریقوں پر عمل کیا جائے گا؟ - ۳۷۵
○ اقامت سے پہلے صفیں درست کرنا ---------- ۳۷۶
○ صفوں کی درستگی کے لئے ابتداء اقامت سے کھڑا ہونا؟ ---------- ۳۷۷

اَذان واِقامت کا جواب دینا

○ اَذان کا جواب دینا باعثِ ثواب ہے ---------- ۳۷۸
○ اذان پوری ہونے کے بعد ایک ساتھ جواب دینا ---------- ۳۸۱
○ کن حالتوں میں اذان کا جواب دینا منع ہے؟ ---------- ۳۸۱
○ دورانِ تلاوت اَذان شروع ہو جائے تو کیا کرے؟ ---------- ۳۸۲
○ وضو کے درمیان اذان کا جواب دینا؟ ---------- ۳۸۳
○ کھانے کے دوران اَذان کا جواب دینا؟ ---------- ۳۸۴
○ دورانِ اذان دعا میں مشغول رہنا؟ ---------- ۳۸۵
○ اذان سننے والے کو سلام کرنا؟ ---------- ۳۸۵
○ اَذان کے دوران وظیفہ پڑھنا اور دعا مانگنا؟ ---------- ۳۸۷
○ اقامت کا جواب دینا؟ ---------- ۳۸۷
○ اَذان واِقامت میں شہادتین کے بعد جواب میں درود شریف پڑھنا؟ ---------- ۳۸۸
○ اذان میں ''اشہد ان محمد رسول اللہ'' کے جواب میں درود شریف پڑھنا ثابت نہیں ---------- ۳۸۹
○ حیعلتین کے جواب میں ''لاحول ولاقوۃ'' پڑھنا؟ ---------- ۳۹۰
○ ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کا جواب؟ ---------- ۳۹۱
○ اذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا ---------- ۳۹۲
○ اَذان کی دعا کی فضیلت ---------- ۳۹۳

Marfat.com

شرائطِ نماز ۳۹۵

○ نماز صحیح ہونے کے لئے کتنی شرطیں ہیں؟ ---------- ۳۹۵

○ بدن پر معمولی سی نجاستِ غلیظہ لگے رہنے کے ساتھ نماز پڑھنا؟ ---------- ۳۹۸

○ نجاستِ خفیفہ کے ساتھ نماز ---------- ۳۹۹

○ جیب میں گندہ انڈا رکھ کر نماز پڑھنا؟ ---------- ۴۰۰

○ ناپاک بدن والے بچہ کا نمازی پر چڑھ جانا ---------- ۴۰۱

○ ایسی جائے نماز پر نماز پڑھنا جس کا ایک حصہ ناپاک ہو؟ ---------- ۴۰۲

○ ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا جس کا ایک کونہ ناپاک ہو؟ ---------- ۴۰۲

○ خشک ناپاک زمین پر نماز پڑھنا؟ ---------- ۴۰۳

○ گٹر کے اوپر نماز پڑھنا ---------- ۴۰۳

○ ناپاک زمین پر کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھنا؟ ---------- ۴۰۴

○ اَخبار بچھا کر نماز پڑھنا؟ ---------- ۴۰۵

○ گوبر سے لپی ہوئی زمین پر نماز پڑھنا؟ ---------- ۴۰۵

○ مٹی اور گوبر سے لیپنے کے بعد گیلی زمین پر کپڑا بچھا کر نماز پڑھنا؟ ---------- ۴۰۶

○ پرال یا گھاس پر نماز پڑھنا ---------- ۴۰۷

ستر کے اَحکام ۴۰۹

○ نماز میں مرد کو کن اعضاء کو چھپانا ضروری ہے؟ ---------- ۴۰۹

○ نماز میں عورت کے اعضاءِ مستورہ ---------- ۴۱۰

○ عورت کا آدھی آستین پہن کر دوپٹے سے چھپا کر نماز پڑھنا؟ ---------- ۴۱۲

○ عورت کا گیلے بال باندھے بغیر نماز پڑھنا؟ ---------- ۴۱۳

○ کتنا حصہ ستر کھلنا مانع نماز ہے؟ ---------- ۴۱۴

Marfat.com

○ دورانِ نماز پیٹھ کی جانب سے ناف کے نیچے کا حصہ کھل جانا؟ ---------- ۴۱۵
○ نماز میں جان بوجھ کر ستر کھولنا؟ ---------- ۴۱۶
○ اندھیرے کمرے میں بھی ستر ضروری ہے ---------- ۴۱۶
○ اگر ستر کے لئے کوئی چیز دستیاب نہ ہو تو نماز کیسے پڑھے؟ ---------- ۴۱۷
○ اگر پورے ستر کو چھپانے کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو کیا کرے؟ ---------- ۴۱۸
○ ستر کے لئے صرف ریشم کا کپڑا مہیا ہو؟ ---------- ۴۱۹
○ انتہائی باریک کپڑے پہن کر نماز پڑھنا ---------- ۴۱۹
○ نماز میں باریک دوپٹہ کا استعمال ---------- ۴۲۰
○ عورت کی چٹیا بھی ستر ہے ---------- ۴۲۱
○ ساڑی پہن کر نماز پڑھنا ---------- ۴۲۲
○ دھوتی باندھ کر نماز پڑھنا؟ ---------- ۴۲۳
○ جارجٹ کا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنا؟ ---------- ۴۲۴
○ عورت کا آدھی آستین پہن کر نماز پڑھنا؟ ---------- ۴۲۵

مسائل استقبالِ قبلہ ۴۲۷

○ استقبالِ قبلہ کی شرعی حیثیت ---------- ۴۲۷
○ قبلہ؛ عمارتِ کعبہ کا نام نہیں ---------- ۴۳۰
○ قبلہ کی سمت جاننے کے ذرائع ---------- ۴۳۱
○ برصغیر ہندو پاک میں قبلہ کا صحیح رخ جاننے کا آسان طریقہ ---------- ۴۳۲
○ کیا قبلہ کی تعیین میں غیر مسلم کا قول معتبر ہے؟ ---------- ۴۳۲
○ سمتِ قبلہ معلوم نہ ہو تو کیا کرے؟ ---------- ۴۳۳
○ فرض نمازوں میں استقبالِ قبلہ سے عاجز رہ جانے والے کا حکم ---------- ۴۳۴
○ بغیر تحری کے نماز پڑھنا؟ ---------- ۴۳۵

Marfat.com

○ دورانِ نماز معلوم ہوا کہ قبلہ دوسری طرف ہے ---------- ۴۳۶
○ نماز کے بعد قبلہ کی غلطی کا علم ہوا؟ ---------- ۴۳۷
○ قبلہ سے معمولی انحراف مضر نہیں ---------- ۴۳۷
○ نماز کے دوران سینہ قبلہ سے پھر جانا ---------- ۴۳۸
○ نماز کے دوران چہرہ قبلہ سے پھر جانا ---------- ۴۳۹
○ کس طرح کی سواری پر نفل نماز پڑھتے وقت استقبالِ قبلہ نہ کرنے کی رخصت ہے؟ ---------- ۴۳۹
○ ریل اور جہاز میں استقبالِ قبلہ ---------- ۴۴۰
○ ہوائی جہاز میں سمت قبلہ ---------- ۴۴۱
○ دورانِ نماز ریل اور جہاز کا گھوم جانا؟ ---------- ۴۴۲
○ مکہ مکرمہ میں رہنے والوں کا قبلہ کیا ہے؟ ---------- ۴۴۳
○ مسجدِ حرام میں امام سے آگے اسی رخ میں نماز پڑھنا؟ ---------- ۴۴۵
○ کعبہ کے اندر یا چھت پر نماز پڑھنے والے کا قبلہ؟ ---------- ۴۴۶
○ کعبہ کے اندر نماز با جماعت میں صفوں کی ترتیب ---------- ۴۴۶

نیت سے متعلق مسائل

۴۴۹

○ نیت کی تعریف ---------- ۴۴۹
○ نیت کیوں کی جاتی ہے؟ ---------- ۴۵۰
○ کیا زبان سے نیت کرنا ضروری ہے؟ ---------- ۴۵۰
○ عربی زبان میں نیت کو ضروری سمجھنا؟ ---------- ۴۵۱
○ کیا نماز شروع کرنے کے بعد کی جانے والی نیت معتبر ہے؟ ---------- ۴۵۲
○ نیت کے مستحضر ہونے کی کیا علامت ہے؟ ---------- ۴۵۳
○ سنتوں میں رسول اللہ ﷺ اور فرائض میں اللہ کے لئے نیت کر کے ہاتھ باندھنا؟ ---------- ۴۵۵
○ اکیلا نماز پڑھنے والا نیت کیسے کرے گا؟ ---------- ۴۵۶

Marfat.com

○ امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا کس طرح نیت کرے گا؟ ---------- ۴۵۷
○ کیا امام نماز پڑھاتے ہوئے اپنی نماز کے ساتھ امامت کی نیت کرسکتا ہے؟ ---------- ۴۵۸
○ کیا امام کے لئے امامت کی نیت لازم ہے؟ ---------- ۴۵۹
○ کیا امام کے لئے عورتوں کی اقتداء کی بھی نیت کرنا ضروری ہے؟ ---------- ۴۶۰
○ قضاء عمری کی نیت کیسے کی جائے گی؟ ---------- ۴۶۱
○ واجب الاعادہ نماز کی نیت ---------- ۴۶۲
○ نماز وتر کی نیت ---------- ۴۶۳
○ کیا سننِ مؤکدہ میں تعیین نیت شرط ہے؟ ---------- ۴۶۳
○ نماز تراویح کی نیت کس طرح کی جائے گی؟ ---------- ۴۶۴
○ نوافل کی نیت ---------- ۴۶۵
○ نمازِ جنازہ کی نیت ---------- ۴۶۶
○ سجدۂ تلاوت کی نیت ---------- ۴۶۶
○ نیت کرتے وقت رکعات کی تعداد میں غلطی ہوگئی؟ ---------- ۴۶۷
○ اداء اور قضاء کی نیت میں اُلٹ پلٹ ---------- ۴۶۸

نماز کے فرائض ۴۶۹

○ جس عمر میں احتلام ہوتا ہے اس عمر میں نماز چھوڑنا؟ ---------- ۴۶۹
○ فرائضِ نماز ---------- ۴۷۰
○ اللہ اکبر کے ساتھ تکبیرِ تحریمہ فرض ہے یا واجب؟ ---------- ۴۷۲
○ تکبیرِ تحریمہ کا مصداق ''اللہ اکبر'' ہے ---------- ۴۷۴
○ امام تکبیرِ تحریمہ میں آواز کتنی بلند کرے؟ ---------- ۴۷۵
○ کیا پوری تکبیرِ تحریمہ کا زور سے تلفظ ضروری ہے؟ ---------- ۴۷۶
○ تکبیرِ تحریمہ میں لفظ ''اللہ'' زور سے کہہ کر ''اکبر'' آہستہ سے کہا؟ ---------- ۴۷۷

Marfat.com

○ اَن پڑھ اور گونگا آدمی نماز کیسے شروع کرے؟ ---------- ۴۷۹
○ اگر امام سے پہلے مقتدی کی تکبیر ختم ہوگئی؟ ---------- ۴۷۹
○ رکوع کی حالت میں تکبیرِ تحریمہ معتبر نہیں ---------- ۴۸۰
○ آدھی تکبیر قیام میں اور آدھی رکوع کی حالت میں کہی ---------- ۴۸۱
○ نماز میں کتنی مقدار قیام فرض ہے؟ ---------- ۴۸۲
○ رکوع میں شریک ہونے کیلئے تکبیرِ تحریمہ کے بعد قیام فرض نہیں ---------- ۴۸۴
○ بلا عذر بیٹھ کر نماز فرض جائز نہیں ---------- ۴۸۵
○ ایک پیر پر وزن ڈال کر نماز پڑھنا ---------- ۴۸۶
○ کُبڑے شخص کا قیام و رکوع ---------- ۴۸۶
○ اگر سہارے سے کھڑے ہونے پر قادر ہو تو کیا کرے؟ ---------- ۴۸۷
○ فرض رکوع کی حد ---------- ۴۸۸
○ مقتدی کا امام سے پہلے رکوع میں چلے جانا ---------- ۴۸۹
○ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص رکوع کس طرح کرے؟ ---------- ۴۹۰
○ سورت ملائے بغیر رکوع کے لئے ہاتھ چھوڑنا ---------- ۴۹۱
○ اگر سورت ملائے بغیر بھول سے رکوع میں چلا جائے تو کیا کرے؟ ---------- ۴۹۱
○ سورت ملائے بغیر رکوع سجدہ کر کے سجدۂ سہو کے ساتھ نماز پوری کرنا؟ ---------- ۴۹۴
○ سجدہ کی تعریف ---------- ۴۹۵
○ صرف پیشانی یا ناک پر سجدہ کرنا؟ ---------- ۴۹۶
○ اگر صرف رخسار یا ٹھوڑی زمین پر رکھی تو سجدہ صحیح نہ ہوگا ---------- ۴۹۷
○ ہتھیلی پر پیشانی رکھ کر سجدہ کرنا ---------- ۴۹۸
○ بھیڑ کے وقت اپنی ران پر سجدہ کرنا ---------- ۴۹۹
○ نمازی کا دوسرے نمازی کی پیٹھ پر سجدہ کرنا ---------- ۵۰۰

Marfat.com

- کھڑے ہونے کی جگہ سے اونچی جگہ سجدہ کرنا ---------- ۵۰۱
- مسجد کے گدوں اور فوم پر سجدہ کرنا ---------- ۵۰۱
- ہر رکعت میں دونوں سجدے فرض ہیں، اور انہیں پے در پے کرنا واجب ہے ---------- ۵۰۲
- مائک خراب ہوجانے کی وجہ سے بعض مقتدیوں کا پہلی رکعت کا ایک سجدہ چھوٹ گیا؟ -- ۵۰۴
- قیام، رکوع اور سجدہ میں ترتیب لازم ہے ---------- ۵۰۵
- قعدۂ اخیرہ میں فرض کی مقدار ---------- ۵۰۵
- سونے کی حالت میں ارکانِ نماز ادا کرنا ---------- ۵۰۶
- رکوع یا سجدہ کی حالت میں سوجانا؟ ---------- ۵۰۷
- قعدہ اخیرہ میں حدث لاحق ہوگیا؟ ---------- ۵۰۸

قرأت کے مسائل ۵۰۹

- قرأت کی اصطلاحی تعریف ---------- ۵۰۹
- زبان سے تلفظ کے بغیر دل میں قرأت کرنا ---------- ۵۱۰
- جو شخص قرآن پڑھا ہوا نہ ہو وہ نماز کیسے پڑھے؟ ---------- ۵۱۱
- گونگا شخص نماز کیسے پڑھے؟ ---------- ۵۱۱
- نماز میں قرأت سبعہ وعشرہ تلاوت کرنا ---------- ۵۱۲
- نماز کی کن کن رکعات میں قرأت فرض ہے؟ ---------- ۵۱۳
- نماز میں کتنی مقدار قرأت فرض ہے؟ ---------- ۵۱۴
- نماز میں تلاوت کے کتنے درجے ہیں؟ ---------- ۵۱۵
- قرأت کے درجات، اور ''ما یجوز به الصلوٰة'' کی مقدار ---------- ۵۱۶
- ''ما یجوز به الصلوٰة'' قرأت کی واجبی مقدار کیا ہے؟ ---------- ۵۱۹
- نماز میں قرأت کی مستحب مقدار ---------- ۵۲۰
- نماز میں قرأت مسنونہ کی اہمیت ---------- ۵۲۲
- بلا عذر نماز میں قرأتِ مسنونہ کو ترک کرنا؟ ---------- ۵۲۳

Marfat.com

○ قرأتِ مسنونہ کو چھوڑ کر امام کا کہنا کہ ترکِ سنت گناہ نہیں ---------- ۵۲۳
○ نماز میں جہری اور سری قرأت کی حکمت ---------- ۵۲۴
○ دن کی نماز میں سری قرأت اور رات کی نماز میں جہری قرأت کی وجہ؟ ---------- ۵۲۶
○ ظہر اور عصر میں جہری قرأت نہ ہونے کی وجہ ---------- ۵۲۷
○ سر کی ادنیٰ مقدار کیا ہے؟ ---------- ۵۲۸
○ قرأت میں سر کا درجہ کتنا ہے؟ ---------- ۵۲۹
○ چار رکعت والی نماز میں دو میں سورت ملانے اور دو میں نہ ملانے کی وجہ کیا ہے؟ ---------- ۵۳۰
○ جس شخص کو کوئی سورت یاد نہ ہو وہ نماز کس طرح پڑھے؟ ---------- ۵۳۱
○ فرض کی آخری دو رکعتوں میں اگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟ ---------- ۵۳۲
○ ظہر اور عصر کی تیسری چوتھی رکعت پر ضم سورت کا حکم ---------- ۵۳۳
○ نماز میں کوئی سورت شروع کر کے پھر دوسری سورت پڑھنا؟ ---------- ۵۳۴
○ دورانِ نماز ایک سورت شروع کر کے بھول جانے پر دوسری شروع کرنا؟ ---------- ۵۳۵
○ کیا نماز میں واجب قرأت کی ادائیگی کے لئے ایک ہی جگہ سے پڑھنا ضروری ہے؟ -- ۵۳۶
○ دورانِ نماز قرأت میں آیت چھوٹ گئی؟ ---------- ۵۳۸
○ آیت میں ایک کلمہ چھوڑ دیا ---------- ۵۳۹
○ امام نے ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ چھوڑ دیا؟ ---------- ۵۳۹
○ نماز میں درمیان سورت یا آخر سورت سے قرأت کرنا؟ ---------- ۵۴۰
○ نماز میں صرف دو آیت کی تلاوت کرنا؟ ---------- ۵۴۱
○ فرض نماز میں آیت کو دُہرانا ---------- ۵۴۲
○ جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کی دو آیت آہستہ پڑھنا؟ ---------- ۵۴۳
○ فرض جہری نماز میں امام کو لقمہ دینا؟ ---------- ۵۴۵
○ سری نمازوں میں جہری قرأت کرنا؟ ---------- ۵۴۵
○ تین آیتوں پر بھولنے کی وجہ سے رکوع کرنے والا؟ ---------- ۵۴۷

Marfat.com

○ دو آیت پڑھ کر رکوع کرنے سے نماز کا حکم ---------- ۵۴۸
○ نماز کی قرأت میں چھوٹی سورت کا فصل کرنا؟ ---------- ۵۴۹
○ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا کھڑے ہو کر قرأت کرنا؟ ---------- ۵۴۹
○ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں حنفیہ کا موقف اور اسکے دلائل ---------- ۵۵۱
○ کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟ ---------- ۵۶۶
○ اگر حنفی مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرلے تو کیا حکم ہے؟ ---------- ۵۶۸
○ امام کا فاتحہ اور سورت کے درمیان دیر تک سکوت کرنا؟ ---------- ۵۶۹
○ منفرد کا رات کی نماز میں زور سے تکبیر اور قرأت کرنا؟ ---------- ۵۷۱
○ پہلی رکعت میں سورۂ فیل اور دوسری میں سورۂ فلق پڑھنا؟ ---------- ۵۷۱
○ طوالِ مفصل میں سورت کا فصل کرکے پڑھنا ---------- ۵۷۲
○ مسافر کا مقیم امام کو نماز میں لقمہ دینا؟ ---------- ۵۷۳
○ فجر کی پہلی رکعت میں ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾ کا رکوع اور دوسری میں ''سورۂ شمس'' پڑھنا -- ۵۷۳
○ پہلی رکعت میں ﴿اِذَا جَآءَ﴾ اور دوسری میں ﴿تَبَّتْ یَدَآ﴾ پڑھنا؟ ---------- ۵۷۴
○ شبِ جمعہ کو نماز مغرب میں سورہ الکافرون اور سورہ اخلاص پڑھنا ---------- ۵۷۵
○ فرض نماز میں رکوع کا جز پڑھنے سے نماز کا حکم ---------- ۵۷۶

قرأت میں غلطی ۵۷۷

○ قرأت میں فحش غلطی ---------- ۵۷۷
○ نماز میں غلط قرأت کرنا؟ ---------- ۵۷۸
○ دوران نماز ش، ص، ض، ث، ط، کی ادائیگی میں غلطی کرنا؟ ---------- ۵۷۸
○ نماز میں ﴿اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کے بجائے ﴿اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ پڑھنا--- ۵۷۹
○ نماز میں ﴿اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ کے بجائے ﴿عِبَادَ شُكُوْرًا﴾ پڑھنا ---------- ۵۸۰
○ الم کی جگہ ''حم'' پڑھنے سے نماز کا حکم ---------- ۵۸۱

Marfat.com

○ نماز میں ﴿لا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ﴾ کو لوٹاتے وقت ﴿یَعْصُوْنَ اللّٰہَ﴾ پڑھنا ---------- ۵۸۲

○ نماز میں تین آیت کے بعد ﴿ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا امْرَأَۃَ فِرْعَوْنَ﴾ کے بجائے ﴿کَفَرُوْا امْرَأَۃَ فِرْعَوْنَ﴾ پڑھ دیا ---------- ۵۸۳

○ نماز میں ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، بِاللّٰہُ الصَّمَدُ﴾ پڑھنا ---------- ۵۸۴

○ ﴿اِلاَّ مَنْ تَوَلّٰی وَکَفَرَ﴾ پر سانس توڑنے سے نماز کا حکم ---------- ۵۸۴

○ نماز میں ﴿فَاَکْرَمَہٗ وَنَعَّمَہٗ﴾ کے بجائے ﴿فَقَدَرَ عَلَیْہِ رِزْقَہٗ﴾ پڑھ دیا؟ ---------- ۵۸۵

○ نماز میں ﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ﴾ کے بعد ﴿فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ﴾ پڑھنا؟ ---------- ۵۸۶

○ ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ کے بجائے "ما تعبد" پڑھنا؟ ---------- ۵۸۷

○ دورانِ قرأت "از واجا" کی جگہ "اجواجا" اور "سرابا" کی جگہ "ثرابا" پڑھ دیا؟ ---------- ۵۸۸

○ خارجِ نماز قرأت میں لحن کرنے والے کی امامت؟ ---------- ۵۸۹

نماز کے واجبات ۵۹۱

○ واجب کا حکم اور اس کی شرعی حیثیت ---------- ۵۹۱

○ واجب اور شرط میں کیا فرق ہے؟ ---------- ۵۹۲

○ نماز کے واجبات کتنے ہیں ---------- ۵۹۳

○ واجباتِ نماز ---------- ۵۹۵

سجدۂ سہو کے مسائل ۶۰۵

○ ایک جانب سلام پھیر کر سجدۂ سہو کا ثبوت ---------- ۶۰۵

○ دو واجب کے چھوٹنے پر ایک سجدۂ سہو کافی ہے؟ ---------- ۶۰۶

○ نماز میں سجدہ سہو کے لئے سلام کب پھیرے؟ ---------- ۶۰۷

○ "سبحانک اللھم" کی جگہ دعاءِ قنوت پڑھ دیا؟ ---------- ۶۰۹

○ فاتحہ کے بعد سورت ملانے میں تاخیر کرنا؟ ---------- ۶۱۰

Marfat.com

○ محض جھک کر سجدہ کرنے سے رکوع ثانی کا حکم لگانا ---------- ۶۱۰
○ دوسری رکعت میں سورت ملانا بھول گیا، پھر قومہ میں یاد آیا؟ ---------- ۶۱۱
○ سری اور جہری نمازوں میں علی العکس کتنی قرأت سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؟ ---------- ۶۱۳
○ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنے کے بعد بھولے سے آخری رکعتوں میں قرأت کرنا -- ۶۱۳
○ سجدہ میں دونوں پاؤں کا زمین سے اٹھ جانا ---------- ۶۱۴
○ تیسری رکعت کے لئے سیدھا کھڑا ہونے کے بعد تشہد کی طرف لوٹنا؟ ---------- ۶۱۵
○ تعدادِ رکعات میں شک ہو جانے پر سجدۂ سہو کرنا؟ ---------- ۶۱۶
○ دورانِ نماز کسی رکن کی کمی زیادتی میں شک ہو جائے تو کیا کرے؟ ---------- ۶۱۷
○ تعداد رکعات میں شک ہو جائے تو غالب گمان پر عمل کر کے سجدۂ سہو کرے ---------- ۶۱۸
○ دو رکعت پر بھول سے کھڑا ہو گیا پھر یاد آنے پر بیٹھ گیا؟ ---------- ۶۱۹
○ سہواً دو یا تین رکعت پر سلام پھیر دینا؟ ---------- ۶۲۰
○ امام نے تین رکعت پر سلام پھیر دیا، پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پوری کی؟ ---------- ۶۲۱
○ غفلت کی وجہ سے امام سے قبل سلام پھیر کر بعد میں امام کے ساتھ شریک ہو کر دوبارہ سلام پھیرنا؟ -- ۶۲۲
○ قعدۂ اولیٰ میں بھول سے ''السلام'' کہہ دیا؟ ---------- ۶۲۳
○ دعا قنوت سے قبل ''سبحانک اللّٰھم'' پڑھنا؟ ---------- ۶۲۴
○ وتر میں دعائے قنوت چھوٹ گئی؟ ---------- ۶۲۵
○ فرض نماز میں قعدۂ اولیٰ میں ''اللّٰہم صل علی محمد'' تک پڑھ دیا؟ ---------- ۶۲۶
○ قعدۂ اخیرہ چھوڑ کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہونا؟ ---------- ۶۲۶
○ امام کا قعدۂ اول چھوڑ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو کر بیٹھنا اور مقتدیوں کا کھڑے رہنا؟ - ۶۲۷
○ تین رکعت پر سلام پھیر کر بات کرنے سے پہلے یاد آیا کہ ایک رکعت باقی ہے؟ ---------- ۶۲۸
○ مغرب کی نماز میں قعدہ نہ کر کے بھولے سے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا؟ ---------- ۶۲۹

Marfat.com

○ دورانِ نماز گفتگو کرنے والی حدیث منسوخ ہے ---------- ۶۳۱
○ قعدۂ اولیٰ کئے بغیر کھڑا ہوگیا؟ ---------- ۶۳۱
○ نماز میں فساد واقع ہوجانے پر نماز توڑنا؟ ---------- ۶۳۲
○ دوران نماز امام کو حدیث لاحق ہوگیا، جب کہ اس پر سجدۂ سہو واجب تھا؟ ---------- ۶۳۳
○ مسبوق نے بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا؟ ---------- ۶۳۴
○ مسبوق کا امام کے ساتھ سجدۂ سہو پر سلام پھیرنا؟ ---------- ۶۳۵
○ مسافر نے چار رکعت پڑھا دی اور سجدۂ سہو نہ کیا؟ ---------- ۶۳۶
○ قعدۂ اولیٰ میں بار بار تشہد پڑھنا؟ ---------- ۶۳۷
○ اگر سجدۂ سہو میں سہو ہوجائے تو کیا حکم ہے؟ ---------- ۶۳۸
○ سجدۂ سہو کے وجوب کے بغیر سجدۂ سہو کرنے سے نماز کا حکم؟ ---------- ۶۳۹
○ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا سجدہ سے اٹھ کر نیت باندھنے کے بجائے رانوں پر ہاتھ رکھنا؟ -- ۶۴۰
○ دوسری رکعت میں سورت کے بجائے التحیات یا درود شریف پڑھنا ---------- ۶۴۱
○ قعدۂ اخیرہ میں التحیات اور درود شریف پڑھنے کے بعد دیر تک خاموش رہنا؟ ---------- ۶۴۲
○ قعدۂ اخیرہ میں سلام سے پہلے تین تسبیحات کے بقدر خاموش رہنا ---------- ۶۴۴
○ قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھ کر بھول سے اٹھا اور پورا کھڑا ہونے سے پہلے بیٹھ گیا؟ --- ۶۴۴
○ چار یا تین رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دینا؟ ---------- ۶۴۵
○ چار رکعت والی نماز میں امام نے تیسری پر سلام پھیر دیا؟ ---------- ۶۴۶
○ چار رکعت پر قعدہ کر کے بھولے سے پانچویں کے ساتھ چھ رکعت پوری کرلی؟ ---------- ۶۴۷

Marfat.com

کتابُ الطہارۃ

Marfat.com

پاکی اور ناپاکی کے مسائل

نیا کپڑا دھوئے بغیر پہننا

سوال (۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا نیا سلا ہوا بغیر دھلا کپڑا پہن کر عبادت کی جاسکتی ہے؟ جب کہ وہ نیا سلا ہوا لباس ظاہری طور پر صاف ستھرا اور گندگی وغلاظت سے پاک وصاف ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نئے کپڑے کے بارے میں کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نیا سلا ہوا کپڑا جب کہ اس پر کوئی ظاہری نجاست نہ لگی ہوئی ہو بغیر دھوئے ہوئے پہننا بلا شبہ درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱/۳۴۴)

من شک في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر ما لم يستيقن. (شامي ۱/۲۸۳ زکریا)

اور نیا لباس پہنتے وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ السلام کی سنت یہ ہے کہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ دعاء پڑھی جائے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهٖ عَوْرَتِي، وَأَتَجَمَّلُ بِهٖ فِي حَيَاتِي. (سنن الترمذي عن عمر بن الخطاب رقم: ۳۵٦۰، مسند أحمد ۱/٤٤) (یعنی ہر طرح کا شکر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے مجھے ایسا لباس پہنایا جس سے میں اپنا ستر چھپا سکوں اور اپنی زندگی میں خوبصورتی پیدا کرسکوں) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۱/۱۴۲٦ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

واشنگ مشین سے کپڑے دھونا؟

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کپڑے دھونے والی مشین کا تین مرتبہ سے کم دھلا کپڑا پاک اور قابلِ نماز سمجھا جائے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: واشنگ مشین میں کپڑا دھونے سے اگر نجاست زائل ہوگئی اور کپڑے سے صاف پانی نکلنے لگا تو کپڑا شرعاً پاک ہوجائے گا، اگر چہ اسے تین بار نچوڑا نہ گیا ہو۔ پھر بھی بہتر ہے کہ اطمینانِ قلب کے لئے تین مرتبہ مشین میں نچوڑ لیا جائے۔

ويجوز دفع نجاسة حقيقية عن محلها ولو إناء أو ماكولاً علم محلها أو لا بماء ولو مستعملاً، به يفتى. (درمختار مع الشامي ۳۰۹ كراچی، ۱/ ۵۰۹ زكريا)

ويطهر غيرها أي غير مرئية بغلبة ظن غاسل طهارة محلها بلا عدد به يفتى. (درمختار مع الشامي، كتاب الطهارة / باب الأنجاس، مطلب في حكم الوشم ۱/ ۵۳۹ زكريا)

فعلم بهذا أن المذهب اعتبار غلبة الظن وإنها مقدرة بالثلاث لحصولها به في الغالب وقطعًا للوسواس. (شامي، كتاب الطهارة / باب الأنجاس ۱/ ۵٤۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۹/ ۱۰/ ۱۴۱۳ھ

ڈرائی کلین میں دھلائی

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کے ترقی پذیر اور مسابقتی دور میں چونکہ ہر شخص مصروف ہوتا جارہا ہے نیز زمانہ کی نئی ایجادات اور سہولیات سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اسی سہولیات میں سے ایک ڈرائی کلین کے ذریعہ دھلائی ہے ڈرائی کلین مشین میں ہر طرح کے پاک ناپاک کپڑے ایک ساتھ پٹرول سے دھوئے

Marfat.com

جاتے ہیں، تو اس طرح دھلے ہوئے کپڑے پاک ہو جاتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ڈرائی کلین یعنی مشین میں پٹرول ڈال کر دھونے کا عمل ایسا طریقۂ تطہیر ہے جس کا تصور پہلے زمانہ میں نہ تھا، جب یہ طریقہ سامنے آیا اور اکابر مفتیانِ کرام نے اس پر غور کیا، تو دو رائیں سامنے آئیں:

(۱) ڈرائی کلین مشین میں جو پاک کپڑے دھلوائے جائیں وہ پاک رہتے ہیں، اور جو ناپاک کپڑے دھلوائے جاتے ہیں وہ ناپاک ہی رہتے ہیں، اس لئے جن کپڑوں میں ناپاکی لگی ہو ان کو گھر میں پاک کر کے ڈرائی کلین میں دینا چاہئے، یا واپسی کے بعد ان کو دھونا چاہئے۔

اس رائے کے قائلین نے درج ذیل اصول کو بنیاد بنایا ہے: **اليقين لا يرتفع إلا بيقين.** اور: **ما ثبت بيقين لا يرتفع إلا بيقين.** (الأشباه والنظائر ۱۰۶، أحسن الفتاوىٰ ۸۳/۲)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی صاحبؒ وغیرہ حضرات نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ (دیکھئے: احسن الفتاویٰ ۸۳/۲)

(۲) اس بارے میں دوسری رائے یہ ہے کہ پٹرول پانی سے زیادہ قالع نجاست ہے، اور وہ نہ صرف یہ کہ کپڑے کو صاف کرتا ہے؛ بلکہ داغ دھبوں کو بھی زائل کر کے خود اُڑ جاتا ہے، اور اس سے ازالۂ نجاست یقینی طور پر ہو جاتا ہے، اس لئے ڈرائی کلین میں اگرچہ ناپاک کپڑا ہی کیوں نہ دیا گیا ہو؟ اگر پٹرول سے اس کی نجاست زائل ہو جائے، تو از روئے فتویٰ اس کپڑے پر ناپاکی کا حکم نہیں لگے گا، باقی اگر کوئی شخص احتیاطاً پاک کر لے تو الگ بات ہے۔

حضرت الاستاذ مولانا مفتی نظام الدین صاحبؒ سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند کا رجحان اسی رائے کی جانب ہے، حضرت کے الفاظ یہ ہیں:

''یہیں سے یہ بات بھی نکل آئی کہ جب پٹرول میں کپڑوں کی گردش کرانے اور جھنجھوڑنے سے کپڑوں کے داغ دھبے (خواہ وہ ناپاکی ہی کے داغ دھبے ہوں) زائل ہو جاتے ہیں، اور کپڑا صاف ستھرا ہو جاتا ہے، تو جب کپڑوں میں پٹرول جذب نہ ہو کر اُڑ جاتا ہے، اور اس کے اُڑ جانے

Marfat.com

کے بعد بھی اثر نجاست (رنگ، بو، مزہ وغیرہ) باقی نہیں رہتا ہے، تو کہنا پڑے گا کہ پٹرول ہی سے ازالہ ہوا ہے، اور تطہیر نام ہے اسی ازالۂ نجاست کا، خواہ قلب ماہیت کی وجہ سے ہو، جیسے شراب کا سرکہ بن جانا، اور سرکہ کا پاک شمار کیا جانا، یا محض اڑ جانے سے ہو، جیسے ناپاک روئی کے دھننے سے روئی کا پاک ہو جانا، یا غسل بالماء کے ذریعہ سے، یا کسی بھی سیال طاہر شیٔ سے غسل کے ذریعہ سے، اور یہ صورت یہاں بھی حاصل ہے؛ لہٰذا اس بنا پر بھی دوبارہ تطہیر کا حکم دینے کی ضرورت نہ ہوگی الخ"۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ۱/۱۲۰-۱۲۱)

حضرت موصوف کے مذکورہ بالا فتویٰ پر فقیہ الامت حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے تائیدی دستخط بھی ہیں، نیز "فتاویٰ محمودیہ" میں بھی کئی فتوؤں سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے، چناں چہ یقیناً ناپاک کپڑے کے پٹرول سے دھلائی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں:

"ناپاکی کا اثر اس میں باقی نہیں رہا، تو اس کو پاک کہا جائے گا؛ کیوں کہ پٹرول زیادہ قاطع ہے پانی سے"۔ (فتاویٰ محمودیہ ۸/۲۸۹ میرٹھ)

موجودہ دور میں چوں کہ اونی کپڑوں کی حفاظت کے لئے ڈرائی کلین کئے بغیر چارہ نہیں، اور ایسے کپڑوں کو پانی سے دھونے میں سخت نقصان کا اندیشہ ہے، اور ہر ایک کے لئے اس پر عمل بھی مشکل ہے؛ اس لئے اس معاملہ میں فتویٰ دینے کے اندر توسع کی ضرورت ہے؛ لہٰذا از روئے فتویٰ ڈرائی کلین میں دھلے ہوئے کپڑوں کو ناپاک نہیں کہنا چاہئے، بشرطیکہ ان میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۸/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹنکی کے نل سے وضو کرتے ہوئے زمین کی چھینٹوں کا کپڑوں پر اُڑنا

سوال (۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: عام طور پر لوگ ٹنکی کے نل سے وضو کرتے ہیں، مسجد کے علاوہ اپنے گھر پر اگر کوئی وضو کرتا ہے تو دورانِ وضو زمین کی چھینٹیں اس کے کپڑوں پر آجاتی ہیں، وہ جگہ ایسی ہے کہ سب اہل خانہ جوتے پہن کر اس پر چلتے ہیں اور اس جگہ پر گندگی کا امکان بھی رہتا ہے، اس طرح کی چھینٹوں سے کپڑے پاک رہتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح کی چھینٹوں سے کپڑے کی نجاست کا حکم نہیں دیا جائے گا؛ البتہ اگر نجاست بالکل واضح ہو تو اس کی چھینٹیں ناپاک ہوں گی۔

شک في وجود النجس فالأصل بقاء الطهارة، ولذا قال محمدؒ: حوض تملأ منه الصغار والعبيد بالأيدي الدنسة والجرار الوسخة يجوز الوضوء منه ما لم يعلم به نجاسة. (الأشباه ١٠٣/١)

أما غسالة النجاسة الحكميه: وهي الماء المستعمل فهو في ظاهر الرواية طاهر غير مطهر، أي لايجوز التوضوء به، لكن في الراجح يجوز إزالة النجاسة الحقيقية به. (الفقه الاسلامي وأدلته ٣٤١/١، شامي، كتاب الطهارة / بحث الماء المستعمل ٢٠١/١ كراچى، كذا في الفتاوى الهندية، كتاب الطهارة / الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضوء ٢٢/١ كوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۸/۵ھ

جس حصہ میں منی لگی ہو صرف اس حصہ کو دھونے سے کپڑا پاک ہو جائے گا

سوال (۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی کپڑے میں منی لگ جائے تو صرف وہ حصہ دھولینے سے جہاں منی لگی ہوئی ہے کپڑا

Marfat.com

پاک ہو جائے گا اور پھر اس کپڑے میں نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ ایک صاحب نے بتایا ہے کہ حالتِ جنابت میں جو کپڑے بدن سے لگے ہوئے ہوں گے سب کی تبدیلی لازمی ہے، تو کیا ان صاحب کی بات درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صرف جس حصہ میں منی لگی ہے اس حصہ کو دھونے سے کپڑا پاک ہو جائے گا اور اس میں نماز درست ہو جائے گی، یہ بات غلط ہے کہ حالتِ جنابت کا پہنا ہوا پورا کپڑا ناپاک ہوتا ہے؛ البتہ اگر نجاست لگنے کا یقین ہو؛ لیکن نجاست کی جگہ متعین کرنے میں دشواری ہو رہی ہو تو پھر پورا کپڑا دھونا ضروری ہوگا؛ تاکہ کوئی شبہ نہ رہے۔

مستفاد: عن همام بن الحارث قال: ضاف عائشة رضي الله عنها ضيف فأمرت له بملحفة صفراء فنام فيها فاحتلم فاستحيى أن يرسل إليها وبها أثر الإحتلام فغمسها في الماء ثم أرسل بها فقالت عائشة رضي الله عنها: لم أفسد علينا ثوبنا إنما كان يكفيه أن يفركه بأصابعه، وربما فركته من ثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم بأصابعي. (سنن الترمذي ١/٣١)

عن جابر بن سمرة رضي الله عنه قال: سأل رجل النبي ﷺ أصلي في الثوب الذي آتي فيه أهلي: قال نعم! إلا أن ترى فيه شيئا فتغسله. (موارد الظمآن ١/٨٢)

عن عائشة رضي الله عنها أنها كانت تغسل المنى من ثوب رسول الله ﷺ، قالت: ثم أراه فيه بقعة أو بقعاً. (سنن أبي داؤد ١/٥٣، صحيح مسلم ١/١٤٠)

ولو أن ثوبا أصابته النجاسة وهي كثيرة فجفت وذهب أثرها وخفي مكانها، غسل جميع الثوب. (بدائع الصنائع ١/٢٣٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۱۱/۱۴۲۶ھ

Marfat.com

مقدار درہم سے زیادہ نجاست کپڑے پر لگ گئی

سوال (٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص موٹر سائیکل سے ایک جگہ جارہا ہے، گاڑی کے نجاست کے اوپر سے گذرتے وقت چھینٹیں اڑیں اور روپئے سے زیادہ مقدار میں نجاست لگ گئی؛ لیکن چلتے چلتے نجاست خشک ہوکر مقدار میں روپئے سے کم ہوگئی تو کیا اس کپڑے میں بغیر دھوئے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چونکہ ابتداء میں مقدار درہم سے زیادہ نجاست لگی ہے؛ اس لئے اسے پاک کئے بغیر اس میں نماز درست نہیں ہے، اگرچہ خشک ہونے کے بعد اس کی مقدار کم رہ گئی ہو۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تعاد الصلاة من قدر الدرهم من الدم. (سنن الدار قطني ۱/۳۸۵ رقم: ۱۴۷۹)

وإن كانت أكثر من قدر الدرهم منعت جواز الصلاة. (الفتاوى التاتارخانية ۱/۴۴۰ زكريا، درمختار مع الشامي ۱/۵۲۰ زكريا)

لو كانت أزيد من الدرهم وقت الإصابة ثم جفت فخفت فصارت أقل منعت. (شامي ۱/۵۲۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۵/۶/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناپاک مہندی لگالی تو پاکی کیسے ہو؟

سوال (۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مٹی کے تیل میں چھپکلی گرگئی تھی تو ہم نے وہ تیل مہندی میں ملالیا، اور پھر وہ مہندی ہاتھوں میں رچالی، تو کیا اب مہندی کے رنگ کو ہاتھوں سے ختم کئے بغیر نماز پڑھی جائے، تو کیا نماز ہوجائے گی؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب اصل مہندی ہاتھ سے چھٹالی جائے اور ہاتھ کو اچھی طرح پاک کرلیا جائے تو نماز پڑھنا درست ہوجائے گا، مہندی کا رنگ مٹانا ضروری نہیں ہے۔

والمعنى في ذلك الحرج، بيانه: أن المرأة إذا اختضبت يدها أو رأسها بحناء نجسة لو شرطنا زوال الأثر لثبوت الطهارة لتقاعدت عن الصلاة زماناً كثيراً وفيه من الحرج ما لا يخفى. (الفتاوى التاتارخانية ٤٤٩/١ رقم: ١١٧١ زكريا)

ويطهر متنجس بنجاسة مرئية بزوال عينها ولو بمرة على الصحيح ولا يضر بقاء أثر كلون أوريح. (طحطاوي على المراقي ١٦٠، نور الإيضاح ٥٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۶/۲۲ھ

لیکوریا اگر کپڑے پر لگ جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

سوال (۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لیکوریا اگر کپڑے لگ جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر لیکوریا کی بیماری بہت زیادہ ہو جس کی وجہ سے بار بار کپڑے کو دھونے میں پریشانی ہو تو اس کپڑے کے ساتھ نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اتفاقاً اگر کپڑے پر لیکوریا لگ جائے اور اس کی مقدار درہم سے زیادہ ہو، تو اس کے کپڑے پر لگے رہنے کی حالت میں نماز نہیں ہوگی؛ لیکن اگر کسی عورت کو لیکوریا کی بیماری اتنی بڑھ گئی ہو کہ وہ معذور کے درجہ میں آ گئی ہو، یعنی مسلسل لیکوریا جاری ہو تو اس کے حق میں یہ لیکوریا ناپاک نہیں سمجھا جائے گا اور وہ انہی کپڑوں میں نماز ادا کرسکتی ہے۔

وإن كانت أكثر من قدر الدرهم منعت جواز الصلاة. (الفتاوى التاتارخانية ٤٤٠/١، شامي ٥٣٠/١ زكريا)

Marfat.com

مـريـض تحته ثياب نجسة و كلما بسط شيئا تنجس من ساعته صلى على حالـه و كـذا لو لم يتنجس إلا أنه يلحقه مشقة بتحريكه. (البحر الرائق ۲/۱۱۴، کتاب المسائل ۲۱/۲۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱۱/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس برتن میں کتے نے منہ ڈال دیا ہو اس کی پاکی کیسے ہو؟

سوال (۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس برتن کو مٹی سے یا پانی سے پاک کرنا چاہئے، کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس برتن میں کتا منہ ڈال دے وہ تین مرتبہ اچھی طرح دھونے سے شرعاً پاک ہوجاتا ہے۔

عن أبي هريره ﷺ قال: إذا ولغ الكلب في الإناء فأهرقه، ثم اغسله ثلاث مرات. (سنن دار قطني ۱/۶۶ رقم: ۱۹۳، نصب الراية ۱/۱۳۱، عمدة القاري ۱/۸۷۴، معارف السنن ۱/۳۲۵، درس ترمذي ۱/۳۲۲) قال النيموى: إسناده صحيح. (آثار السنن ۱۱)

ويغسل الإناء بعد ولوغه ثلاثاً. (هداية ۱/۴۵)

و كذلك سور الكلب نجس. (الفتاوى التاتارخانية ۱/۳۵۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۲/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پسے ہوئے آٹے بیسن، سوجی وغیرہ میں چھپکلی کی بیٹ نکل آئی؟

سوال (۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بازار کے پسے ہوئے آٹے، شکر، سوجی، بیسن یا چائے کی پتیلی میں چوہے کی یا چھپکلی کی بیٹ نکل آئے، تو کیا آٹا بیسن اور شکر وغیرہ یہ سب استعمال میں لاسکتے ہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوہے اور چھپکلی کی مینگنی نکال کر مذکورہ چیزوں کے استعمال میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بعرة الفأرة وقعت في وقر حنطة فطبخت والبقرة فيها أو وقعت فی وقر دهن لم يفسد الدقيق والدهن ما لم يتغير طعمها. قال الفقيه أبو الليث: وبه نأخذ. (الفتاوى الهندية، كتاب الطهارة / الفصل الثاني في الأعيان النجسة ٤٦/١)

خبز وجد في خلاله خرء فارةٍ فإن كان الخرء صلباً رمى به وأكل الخبز، ولا يفسد خرء الفارةِ الدهن والماء والحنطة للضرورة إلا إذا ظهر طعمه أو لونه في الدهن ونحوهِ لفحشه وإمكان التحرز منه حينئذٍ. (الدر المختار مع رد المحتار ٧٣٢/٦ كراچی، ٤٣٥/١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۹/۵ھ

سڑکوں پر بہنے والی کیچڑ کا حکم

سوال (۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سڑکوں پر جب نجاست دیکھنے میں آئے، یا بارش کے وقت نالیوں کا گندہ پانی سڑکوں پر چلتا ہے، یا سڑکوں پر بعد میں گندگی چھوڑ جاتا ہے، اس وقت بارش کی چھینٹیں جو کپڑوں پر آئیں وہ پاک ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ نجاست آمیز کیچڑ ناپاک ہے، اگر یہ کپڑوں پر لگ جائے تو اسے دھونا لازم ہے، اس کے بغیر نماز درست نہ ہوگی؛ البتہ جس شخص کو کثرت سے ایسی حالت میں سڑکوں پر آنے جانے کی ضرورت درپیش ہو اور اس کے لئے بار بار چھینٹوں کا دھونا باعث حرج ہو، تو ایسے شخص کے لئے یہ چھینٹیں معاف قرار دی جائیں گی۔

Marfat.com

وطين الشوارع عفو وإن ملأ الثوب للضرورة، ولو مختلطاً بالعذرات وتجوز الصلوٰة معه ...... بل الأشبه المنع بالقدر الفاحش منه إلا لمن ابتلي به بحيث يجيء ويذهب في أيام الأوحال في بلادنا الشامية لعدم انفكاک طرقها من النجاسة غالباً مع عسر الاحتراز، بخلاف من لا يمر بها أصلاً في هٰذه الحالة فلا يعفى في حقه، حتى أن هٰذا لا يصلي في ثوب ذاک ...... والحاصل أن الذي ينبغي أنه حيث كان العفو للضرورة وعدم إمكان الاحتراز، أن يقال بالعفو وإن غلبت النجاسة مالم ير عينها، لو أصابه بلا قصد، وكان ممن يذهب ويجيئ وإلا فلا ضرورة. (شامي، كتاب الطهارة / باب الأنجاس، مطلب في العفو عن طين الشارع ۱/ ۵۳۱ زكريا، ۱/ ۳۲٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۵/۷/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا انڈے کی تری پاک ہے؟

سوال (۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرغی جب انڈا دیتی ہے گیلا ہوتا ہے، پھر موسم کے لحاظ سے کچھ وقت میں سوکھتا ہے۔ بعض وقت بیٹ بھی لگی ہوتی ہے، بعض وقت خون بھی لگتا ہے، اگر بیٹ اور خون نہ لگا ہو اور اس انڈے کو ایسے ہی کسی پانی کے برتن میں ڈال دیا جائے تو وہ برتن اور پانی پاک رہے گا یا نہیں؟ اگر ایسے ہی اس انڈے کو ابالا جائے اور وہ پھٹ جائے، پھٹنے پر وہ پانی بھی اندر جائے گا تو انڈا پاک رہے گا یا ناپاک؟ انڈے کو جب توڑتے ہیں تو اس کے چھلکے انڈے کی زردی اور سفیدی میں لگتے ہیں تو وہ زردی وسفیدی پاک رہے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرغی کے انڈا دیتے وقت اس کے چھلکے پر جو تری ہوتی

Marfat.com

ہے وہ حنفیہ کے نزدیک پاک ہے؛ لہٰذا اگر انڈا اسی وقت کسی پانی کے برتن میں ڈال دیا جائے تو وہ برتن اور پانی ناپاک نہیں ہوگا، اور یہ انڈا اگر ابالتے ہوئے پھٹ جائے اور پانی اندر چلا جائے تو بھی انڈا ناپاک نہیں ہوگا۔ اسی طرح ان انڈوں کو ملا جلا کر توڑنا سب جائز ہے اور زردی وسفیدی سب پاک ہے، تاہم فقہاء نے احتیاطاً اس پانی سے وضو اور غسل کرنے کو مکروہ کہا ہے۔

البتہ اگر انڈے کے چھلکے پر خون یا بیٹ لگی ہو تو ظاہر ہے کہ وہ ناپاک ہوگا اگر اسے پانی میں ڈالا جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔

وكذا البيضة فلا يتنجس بها الثوب ولا الماء إذا وقعت فيه، لكن يكره التوضؤ به للاختلاف. (شامي ١/٥٦٤ زكريا)

البيضة إذا وقعت من الدجاجة في الماء أو في المرقة لا تفسده. (حلبي كبير ١٥٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۷/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انڈے کو بغیر دھوئے استعمال کرنا؟

سوال (۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیکری والے بغیر دھوئے بغیر پاک کئے انڈے توڑتے ہیں اور کیک وغیرہ میں ڈالتے ہیں تو ان کا کھانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ انڈے سے بنے ہوئے کیک کا کھانا درست ہے۔

البيضة إذا وقعت من الدجاجة في الماء أو في المرقة لا تفسده. (حلبي كبير ١٥٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۷/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

استنجاء میں استعمال شدہ ڈھیلہ خشک ہوجانے سے پاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟

سوال (۱۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: استنجاء میں استعمال کردہ مٹی کا ڈھیلہ خشک ہوجانے سے پاک ہوجاتا ہے یا نہیں؟ اس کو اٹھاکر رکھ دیا جائے تو خشک ہوجانے کے بعد دوبارہ استعمال کرنا بلا کراہت درست ہوگا یا نہیں؟ درمختار اور شامی کی مندرجہ ذیل عبارت کی وجہ سے ہم اس کو پاک اور بلا کراہت جائز سمجھتے تھے، مگر ایک مفتی صاحب نے فتاویٰ محمودیہ کا فتویٰ دکھایا جس میں اس کو ممنوع کہا گیا ہے۔ عبارت یہ ہے:

وتطهر أرض بيبسها أي جفافها ولو بريح ...... فالمنفصل يغسل لا غير إلا حجراً خشنا كرحىً فكأرض. (درمختار) في الخانية ما نصه: الحجر إذا أصابته النجاسة إن كان حجرا يتشرب النجاسة كحجر الرحىٰ يكون يبسه طهارة، وإن كان لا يتشرب لا يطهر إلا بالغسل ...... ومثله في البحر، فالأولىٰ حمله على المنفصل كما هو المفهوم المتبادر من عبارة الخانية والبحر. (شامي ۱/۵۱۲-۵۱۴ زکریا) اس کے متعلق آپ حضرات کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس ڈھیلے کو ایک مرتبہ استنجاء میں استعمال کرلیا وہ ناپاک ہوگیا، اس کو دوبارہ استعمال کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر ڈھیلہ بڑا ہو تو اس کی دوسری جانب کو استعمال کیا جاسکتا ہے، اور طهر الأرض بيبسها کا تعلق زمین یا غیر منفصل ڈھیلے اور پتھر سے ہے اور جو ڈھیلا اور پتھر زمین سے الگ ہو وہ محض سوکھنے سے پاک نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا دھونا ضروری ہے جیسا کہ آپ کی ذکر کردہ عبارت سے واضح ہے۔

عن أنس بن مالك ﷺ يقول قال رسول الله ﷺ الاستنجاء بثلاثة أحجار ...... ولايستنجي بشيء قد استنجي به مرة. (السنن الكبرىٰ ۱/۱۸۰ رقم: ۵۴۱ بيروت)

Marfat.com

ولا يستنجي بالأشياء النجسة، وكذا لا يستنجي بحجر استنجى به مرة هو أو غيره إلا إذا كان حجراً له أحرف، له أن يستنجي كل مرة بطرف لم يستنج به فيجوز من غير كراهة. (الفتاوى الهندية ١/٠٥)

وكره تحريماً ...... وحجر استنجى به إلا بحرف أخر أي لم تصبه النجاسة. (الدر المختار مع الشامي ١/ ٣٤ كراچی، كذا في الفتاوى التاتارخانية ١/ ٢١٢ رقم: ٦٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۸/۱۱/۱۴۲۲ھ

اینٹ کے ڈھیلے پر پانی بہا کر پاک کر کے دوبارہ استنجاء کرنا

سوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پیشاب کے بعد طہارت کے وقت اینٹ کے ڈھیلے کا استعمال ایک بار کر کے اس ڈھیلہ پر خوب پانی ڈال کر دوسرے وقت استعمال کرنا کیسا ہے؟ جب کہ ڈھیلے پر حد سے زیادہ پانی بہہ گیا، کیا شرع میں اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی یاد رہے کہ جیسے کپڑا دھویا جاتا ہے، ایسے ہی ڈھیلہ پانی سے صاف کیا جائے تو دوبارہ سہ بارہ اس کا استعمال کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جس اینٹ کے ڈھیلے کو استنجاء کیلئے استعمال کیا گیا ہو اسے اگر پاک پانی سے اچھی طرح دھو دیا جائے تو اس سے دوبارہ استنجاء کرنا درست ہے۔

إن كانت الحجر تشربت النجاسة تطهر بالجفاف، وإن كانت ماتشربت لا تطهر إلا بالغسل. (حلبي كبير/١٨٨، البحر الرائق، كتاب الطهارة/ باب الأنجاس ١/ ٢٢٦ كوئٹه)

وفي شرح الطحاوي: إنه لا توقيت في إزالة النجاسة إذا أصابت الحجر أو الآجر ...... بل يغسله مقدار ما يقع في أكبر رأيه أنه قد طهر. (الفتاوى التاتارخانية

Marfat.com

۱/٤٥٥ رقم: ۱۱٦۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۶/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سیمنٹیڈ فرش کی پاکی

سوال (۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہو رہا ہے کہ سیمنٹیڈ ناپاک فرش خشک ہونے کے بعد پاک ہوجاتا ہے یا نہیں؟ جولوگ پاک ہونے کے قائل ہیں، ان کی دلیل فقہ کا اصولی مسئلہ ہے کہ جو اشیاء زمین میں پائیدار طور پر متصل ہوں، جیسا کہ درخت وغیرہ، وہ بھی جب خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے، تو سیمنٹیڈ فرش تو بطریق اولیٰ پاک ہوگا۔

اور جولوگ پاک نہ ہونے کے قائل ہیں، ان کی دلیل ''معارف السنن شرح ترمذی'' کی یہ عبارت ہے:

وإذا كانت مجصصة وما شاكلها فيصب عليها الماء ويدلك، ثم ينشف بالخرقة، وغيرها حتى لايبقى أثرها، هذا ملخص ما في البحر الرائق. (البحر الرائق ۲۲٦/۱، معارف السنن ۱/٤٩٨)

ہم نے ''البحر الرائق'' کے ساتھ اس کو ملایا ہے، اس میں اسی طرح ہے، علامہ شامی نے ''البحر الرائق'' پر ''منحۃ الخالق'' کے نام سے جو حاشیہ لکھا ہے، اس میں اس مسئلہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا ہے، یعنی مان لیا ہے؟ اس مسئلہ میں آپ حضرات کا فیصلہ مطلوب ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سیمنٹیڈ فرش کے بارے میں ذرا تفصیل ہے، اگر وہ ایسا ہے جس میں پانی جذب ہوجاتا ہے، یعنی وہ زیادہ چکنا نہیں ہے، تو ایسی صورت میں سوکھنے سے اس کی طہارت ہوجائے گی؛ لیکن اگر فرش بالکل چکنا ہے کہ اس میں پانی جذب نہیں ہوتا، یا مثلاً

Marfat.com

ٹائل یا چکنا پتھر فرش پر لگا ہوا ہے، تو ایسی صورت میں محض سوکھنے سے وہ پاک نہ ہوگا؛ بلکہ اسے پانی سے اچھی طرح دھونا پڑے گا۔

وأما الحجر فذكر الخجندي: أنه لايطهر بالجفاف، وقال الصيرفي: إن كان الحجر أملس فلابد من الغسل، وإن كان تشرب النجاسة كحجر الرحى فهو كالأرض. وإن كانت الأرض مجصصة قال في الواقعات: يصب عليها الماء، ثم يدلكها وينشفها بخرقة، أو صوف ثلاثا فتطهر. (البحر الرائق ۲۲۶/۱ کراچی)

قال الشامي بحثاً: إذا كان خشنا فهو في حكم الأرض؛ لأنه يتشرب النجاسة، وإن كان أملس فهو في حكم غيره؛ لأنه لايتشرب النجاسة ...... وحكم آجرٍ ونحوه كلبن وفروشٍ الخ كذلك أي كأرضٍ فيطهر بجفافٍ.

(دُرمختار مع الشامي ۵۱۳/۱-۵۱٤ زکریا)

البول إذا أصاب الأرض واحتيج إلى الغسل يصب الماء عليه ثم يدلك وينشف ذلك بصوف أو خرقةٍ فإذا فعل ذلك ثلاثاً طهر، وإن لم يفعل ذلك ولكن صب عليه ماء كثير حتى عرف أنه زالت النجاسة ولا يوجد في ذلك لون ولا ريح، ثم ترك حتى نشفته الأرض كان طاهراً. (المحيط البرهاني ۳۸۲/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۵/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منی، مذی اور ودی کی تعریف

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: منی، مذی اور بدیع (ودی) میں کیا فرق ہے؟ اور اس کی کیا شکل ہے اور کب اور کیسے نکلتی ہے؟ کس سے غسل فرض ہے؟ کس سے صرف وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: منی اس رطوبت کو کہتے ہیں جو شہوت سے آسودگی کے

Marfat.com

وقت شرم گاہ سے خارج ہوتی ہے۔ (معجم لغۃ الفقہاء ۴۶۶)

مذی اس رطوبت کا نام ہے جو بیوی سے بوس وکنار کے وقت نکلتی ہے۔ (معجم لغۃ الفقہاء ۴۱۹)

اور ودی پیشاب کے بعد ٹپکنے والے سفید پانی کو کہتے ہیں۔ (معجم لغۃ الفقہاء ۵۰۱)

المني خاثر أبيض ينكسر منه الذكر. (هداية ۱/ ۳۳، المحيط البرهاني ۱/ ۲۲۹)

والودي الغليظ من البول يتعقب الرقيق. والمذي: رقيق يضرب إلى البياض يخرج عند ملاعبة الرجل أهله. (هداية ۱/ ۳۳، الفتاوى التاتارخانية ۱/ ۲۸٤ رقم: ٤۱۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۰/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کتنی مقدار ''مذی'' معاف ہے؟

سوال (۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مذی اگر کپڑے پر لگ جائے تو کتنی مقدار پر معاف ہے؟ اور کتنی مقدار کی زیادتی پر کپڑا دھونا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذی ناپاک ہے، اگر وہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کا دھونا ضروری ہے؛ البتہ اگر وہ مقدار میں ایک درہم سے کم ہو اور کپڑے یا بدن پر لگی رہ جائے تو اس حالت میں نماز پڑھنا صحیح ہو جائے گا۔

عن سهل بن حنيف رضي الله عنه قال: كنت القى من المذي شدة وعناء فكنت أكثر منه الغسل فذكرت ذٰلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم وسألته عنه، فقال: إنما يجزئك من ذٰلك الوضوء، قلت: يا رسول الله! كيف بما يصيب ثوبي منه قال يكفيك أن تاخذ كفا من ماء فتنضح به ثوبك حيث ترى أنه أصاب منه. (سنن الترمذي ۱/ ۳۱)

Marfat.com

وعفا (الشارع) عن قدر درهم. (درمختار مع الشامي ۱/ ۵۲۰ زكريا، هداية ۱/ ۷٤،

الفتاوىٰ الهندية ۱/ ٤٥)

والأقرب إن غسل الدرهم وما دونه مستحب مع العلم به والقدرة على غسله. (شامي ۱/ ۵۲۰ زكريا)

يجب أن يعلم بأن القليل من النجاسة عفو عندنا ...... فالغليظة إذا كانت قدر الدرهم أو أقل فهي قليلة لا تمنع جواز الصلاة، وإن كانت أكثر من قدر الدرهم منعت جواز الصلاة. (الفتاوى لتاتارخانية ۱/ ٤٤٠ رقم: ۱۱۲۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱۱/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا خروجِ ریح کے بعد مخرج کا دھونا ضروری ہے؟

سوال (۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ریح کے خروج کے بعد مخرج کو دھونا ضروری ہے یا صرف وضو کرنا کافی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خروجِ ریح سے مخرج کو دھونا لازم نہیں؛ اس لئے کہ ریح کے خارج ہونے سے نہ جسم ناپاک ہوتا ہے اور نہ کپڑا ناپاک ہوتا ہے؛ بلکہ صرف حدثِ اصغر حکمی لاحق ہوتا ہے، جس کے لئے وضو کرنا کافی ہے۔

فإنها تنقض الوضوء لأنها منبعثة عن محل النجاسة لا لأن عينها نجسة؛ لأن الصحيح أن عينها طاهرة، حتى لو لبس سراويل مبتلة أو ابتل من إليتيه الموضع الذي تمر به الريح فخرج الريح لا يتنجس، وهو قول العامة. (شامي ۱/ ۱۳٦ كراچی، شامي ۱/ ۲٦۳ زكريا)

الرجل إذا استنجى بالماء ثم خرج منه ريح قبل أن ييبس البلل هل

Marfat.com

يتنجس من نتنه الموضع الذي يمر فيه الريح؟ أو كان سراويله مبتلا فأصابه هذا الريح هل يتنجس السراويل؟ اختلف المشايخ فيه، عامتهم على أنه لايتنجس.
(الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٤٤/١ رقم: ١١٤٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مچھر، کھٹمل کا خون؟

سوال (۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گرمی کے موسم میں مچھر، جوں، کھٹمل کی کثرت ہوجاتی ہے اور یہ چیزیں ہاتھ پیروں سے دب جاتی ہیں جس کی وجہ سے ان کا خون کپڑے پر لگ جاتا ہے تو کیا اس خون سے کپڑا ناپاک ہوجائے گا یا نہیں؟ اور اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مچھر، کھٹمل کے خون سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، اس میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

عن هشام بن عروة قال: صليت وفي ثوبي دم ذباب، فقلت لأبي، فقال: لا يضرك. وفي رواية عن الحسن أنه قال: كان الحسن لا يرى بدم الذباب والبعوض والبراغيث بأساً. (المصنف لابن أبي شيبة، الطهارة / في دم البراغيث والذباب ٢٨٤/٢ رقم: ٢٠٣٢-٢٠٣٣، حاشية: الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٣٢/١ زكريا)

ودم البق والبراغيث والقمل والكتان طاهر، وإن كثر. (الفتاوىٰ الهندية ٤٦/١، الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٣٢/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۳/۱۴۱۵ھ

Marfat.com

شیر خوار بچہ کے پیشاب کا حکم؟

سوال (۲۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک ہے؟ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ بچہ نے پیشاب کر دیا؛ لیکن پھر بھی اسی کپڑے سے نماز پڑھ لی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شیر خوار بچہ اور بچی کا پیشاب بالکل ناپاک ہے اگر یہ پیشاب درہم سے زیادہ مقدار میں کپڑے پر لگ جائے تو اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا درست نہ ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: استنزهوا من البول، فإن عامة عذاب القبر منه. (سنن الدار قطني، الطهارة، ١/١٣٦ رقم: ٤٥٨، وأخرج الحاكم في المستدرك معناه ١/١/٢٧ رقم: ٦٥٣)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: أتي رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بصبي يرضع، فبال في حجره فدعا بماء فصبه عليه. (صحيح مسلم ١/١٣٩)

اتفق المذاهب الأربعة على أن بول الصبى نجس. (معارف السنن ١/٢٦٨)

وبول غير مأكول ولو من صغير لم يطعم (درمختار) وفي الشامي: أي لا يأكل، فلا بد من غسله. (درمختار مع الشامي ١/٣١٨ كراچی)

بول ما يؤكل لحمه كالأدمي ولو رضيعاً. قال الطحطاوي: ولو رضيعاً: لم يطعم سواء كان ذكرًا أو أنثى. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ١٥٤ كراچی، الفتاویٰ الهندية ١/٤٦، الفتاویٰ التاتارخانية ١/٤٣٠ رقم: ١٠٦٨ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۶/۳/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

Marfat.com

شیر خوار بچہ کے پیشاب کو پاک کرنے کا طریقہ؟

سوال (۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بندہ کا ایک شیر خوار بچہ ہے اس کے پیشاب کا کیا حکم ہے، وہ کبھی گھر کے صحن میں پیشاب کردیتا ہے، اور کبھی گود میں کردیتا ہے، اگر صحن ٹائلس، پلاسٹر، کوٹا پتھر پر پیشاب کردے، تو وہ محض سوکھنے سے پاک ہوجائے گا یا اس کو پوچھنا پڑے گا؟ اور اگر گود وغیرہ میں پیشاب کردے تو اس کو دھونا ضروری ہے یا محض چھینٹے دینے سے پاک ہوجائے گا؟ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ صحن سوکھنے سے اور کپڑا وغیرہ پر چھینٹے دینے سے پاک ہوجاتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب سے درخواست ہے جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شیر خوار بچے کا پیشاب بھی اسی طرح ناپاک ہوتا ہے جیسے بڑے آدمی کا پیشاب؛ البتہ اس کے پاک کرنے کے طریقہ میں قدرے تخفیف ہے، وہ یہ ہے کہ اس کی پاکی کے لئے اوپر سے پانی بہادینا کافی ہے، بڑے آدمی کے پیشاب کو پاک کرنے کی طرح زیادہ مبالغہ کی ضرورت نہیں ہے، حنفیہ کے نزدیک بچہ کا پیشاب محض چھینٹا دینے سے پاک نہیں ہوتا۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: أتي رسول الله صلى الله عليه وسلم بصبي يرضع، فبال في حجره فدعا بماء فصبه عليه. (صحيح مسلم ١/١٣٩)

وقال العلامة العثماني في فتح الملهم: قال محمدؒ: وبهذا نأخذ تتبعه إياه غسلاً حتى تنقية، وهو قول محمدؒ. (فتح الملهم شرح الصحيح لمسلم ١/٤٥٠، كذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم ١/١٣٩، شامي ١/٥٢٣ زكريا)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أصاب النبي ﷺ، أو جلده بول صبي وهو صغير، فصب عليه من الماء بقدر البول. (رواه الدار قطني ١/١٣٨ رقم: ٤٦٥)

Marfat.com

اتفق المذاهب الأربعة على أن بول الصبي نجس، لكنهم اختلفوا في طريق التطهير...... الثالث أنه لا يكفي النضح لهما؛ بل لا بد من الغسل فيهما...... وإلى الثالث ذهب أبو حنيفة...... وحملوا النضح على الغسل الخفيف مالا يحتاج إلى العرك والدلک؛ بل يصيب الماء قليلا قليلا. (معارف السنن ۲۶۸/۱-۲۶۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۹/۲/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچہ کا پیشاب خشک ہوجانے کے بعد اس زمین پر نماز پڑھنا؟

سوال (۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پختہ چھت یا پختہ گچ ہے اس پر بچہ نے پیشاب کردیا اور پیشاب کی جگہ کو دھویا نہیں گیا اور پیشاب سوکھ گیا، جگہ بھی سوکھ گئی یہاں تک کہ اس پر لوگوں نے وضو بنا کر پاؤں رکھا اور بغیر کپڑا بچھائے اس پختہ داغ دار چھت پر نماز ادا کی، تو کیا نماز ہوگئی، اور تر پاؤں رکھنے والے کی نماز میں کچھ فرق ہوا یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ تر پاؤں رکھنے والے کو کچھ فرق نہ ہوا اور نماز پڑھنے والے کی نماز بھی ادا ہوگئی؛ لیکن دوسرے مفتی صاحب کہتے ہیں کہ یہ فتویٰ اس وقت صحیح ہوتا جب پیشاب کا داغ نظر نہیں آتا، داغ پر نہ نماز ہوگی نہ تر پاؤں رکھنا درست ہوگا؛ بلکہ پاؤں دوبارہ دھونا ہوگا، آپ صحیح مسئلہ بتائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو زمین پیشاب لگنے کے بعد خشک ہوگئی اور پیشاب کی تری باقی نہیں رہی تو وہ پاک ہوگئی ہے اور اس جگہ گیلا پیر رکھنے سے پیر ناپاک نہ ہوگا، الا یہ کہ پیشاب کا اثر پیر پر ظاہر ہوجائے اور محض پیشاب کا داغ رہ جانے سے طہارت پر فرق نہ پڑے گا، اور اس خشک جگہ پر نماز پڑھنا بھی درست رہے گا۔

عن أبي جعفر قال: زكاة الأرض يبسها. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۳۰/۱ رقم: ۶۲۴)

Marfat.com

وفي رواية عن أبي قلابة موقوفاً أنه قال: إذا جفت الأرض فقد زكت.

وعن مرحوم بن عبد العزيز عن أبيه أنه قال: رأيت الحسن جالساً على أثر بول جاف، فقلت له، فقال: إنه جاف. (المصنف في الأحاديث والآثار لابن أبي شيبة / من قال: إذا كانت جافة فهو زكاتها ١/٩٥ رقم: ٦٢٥-٦٢٧ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو وضع رجله المبلولة على أرض نجسة أو بساط نجس لا ينجس. (الفتاوى الهندية ١/٤٧)

ولا يضر بقاء أثر كلون وريح لازم. (درمختار ١/٣٢٩ كراچی، شامي ١/٥٣٧ زكريا)

نام أو مشىٰ وقدمه مبتلة على نجاسة يابسة، إن ظهر عينها تنجس وإلا لا.

(درمختار مع الشامي ١/٥٦٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۸/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچے نے موبائل پر پیشاب کردیا؟

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے موبائل پر میرے بچے نے پیشاب کردیا؛ لیکن کچھ دیر کے بعد پیشاب سوکھ گیا، موبائل پر کوئی تری وغیرہ نہیں تھی، اس موبائل کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی تو کیا نماز درست ہوگئی؟ یا باوجود سوکھ جانے کے پھر بھی موبائل کو دھونا ضروری ہے؟ اور ایسے موبائل کو گیلے ہاتھ سے چھونے پر ہاتھ تو ناپاک نہیں ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس موبائل پر بچہ کا پیشاب لگ گیا ہو وہ سوکھنے سے پاک نہ ہوگا؛ بلکہ اس کو پاک کرنے کے لئے دھونا ضروری ہے؛ لہٰذا اگر ناپاک موبائل جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی گئی، تو نماز درست نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر اس ناپاک موبائل کو گیلے ہاتھ سے چھولیا جس کی وجہ سے پیشاب کا اثر ہاتھ میں آگیا تو یہ ہاتھ بھی ناپاک ہوجائے گا۔

Marfat.com

تطهير النجاسة واجب من بدن المصلی وثوبه والمكان الذي يصلى فيه لقوله تعالى: وثيابک فطهر ويجوز التطهير بالماء، وبكل مائع طاهر يمكن إزالتها به. (هداية / باب الأنجاس وتطهيرها ۱۲۵/۱ مکتبة البشریٰ کراچی)

کل نجاسة تصيب النفس أو الثوب فإزالتها تجوز بثلاثة أشياء: بالماء المطلق، وبالماء المقيد، وبالمائعات من الطعام والشراب مثل اللبن والخل والدبس والدهن وأشباهها. (النتف في الفتاویٰ ۲.۵ بحواله: فتاویٰ محمودیه ۲۴۷/۵ ڈابھیل)

نام أو مشیٰ وقدمه مبتلة علی نجاسة يابسة، إن ظهر عينها تنجس وإلا لا.

(درمختار مع الشامي ۵۶۰/۱ زکریا)

لو حمل قارورة مضمومة فيها بول فلا تجوز صلاته؛ لأنه في غير معدنه.

(شامي ۷٤/۲ زکریا، الفتاویٰ الهندية ٦٢/١)

وإذا أصابت النجاسة الأرض فإن كانت رخوة طهرت بالصب عليها، وإن كانت صلبة فاندفع الماء عن موضع النجاسة طهر ذلک المكان ويتنجس الموضع الذی انتقل الماء إليه. (الفتاوی لتاتارخانية ۴۵۳/۱ رقم: ۱۱۸۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۳/۳/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرسبز گھاس والی زمین پیشاب کرنے کے بعد خشک ہوگئی؟

سوال (۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زمین پر سبز سبز گھاس اُگی ہوئی ہے اور زمین خشک ہے اور گھاس پر کسی طرح کی تری نہیں ہے، مگر اس پر جانور چرتے ہیں اور پیشاب بھی کرتے ہیں اور کبھی کبھی آدمی بھی پیشاب کرتے ہیں، مگر اس پر پیشاب کا داغ نہیں ہے، اس گھاس پر لوگوں نے وضو بنا کر تر پاؤں رکھا اور نماز ادا کی تو کیا تر پاؤں رکھنے والے کو کوئی فرق آیا یا نہیں؟ اور ان لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہری بھری گھاس کا حکم بھی زمین کے مانند ہے، پس اگر وہ خشک ہو اور اس پر نجاست ظاہر نہ ہو تو وہاں گیلا پیر رکھنے سے پیر ناپاک نہ ہوگا۔

عن أبي جعفر قال: ذكاة الأرض يبسها. (المصنف لابن أبي شيبة / باب الرجل يطأ الموضع القذر ۱/ ۴۳۰ رقم: ۶۲۴)

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي الله عنهما أنه قال: كنت أبيت في المسجد في عهد رسول الله – ﷺ – وكنت فتى شابا عزبا وكانت الكلاب تبول وتقبل وتدبر في المسجد فلم يكونوا يرشون شيئا من ذلك. (سنن أبي داؤد، الطهارة / باب في طهور الأرض إذا يبست ۱/ ۵۴ رقم: ۳۸۲)

وحكم أجر ونحوه كلبن مفروش وشجر وكلأ قائمين في أرض كذلك أي كأرض فيطهر بجفاف وكذا كل ما كان ثابتاً فيها لأخذه حكمها. (شامي ۱/ ۳۱۱ كراچی، شامي ۱/ ۵۱۳ زكريا)

والحشيش وما ينبت في الأرض إذا أصابتها النجاسة فجفت طهرت.
(الفتاوىٰ التاتارخانية ۱/ ۴۶۱ رقم: ۱۲۱۹ زكريا)

إذا وضع رجله على أرض نجسة أو على لبد نجس، إن كانت الرجل رطبة والأرض أو اللبد يابساً، وهو لم يقف عليه؛ بل يمشي لاتتنجس رجله.
(المحيط البرهاني ۱/ ۳۱۳ حلبي كبير ۲۰۶، فتاوىٰ قاضي خان ۱/ ۲۶) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴؍۸؍۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بے نمازی کا جھوٹا خنزیر کی طرح ناپاک ہے؟

سوال (۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ ایک پلیٹ میں کھانا نکلا ہوا ہے، اگر خنزیر نے اس کھانے میں منہ ڈال دیا تو اس کھانے کو ہٹا کر بقیہ کھانا کھانا جائز ہے اور اگر کوئی بے نمازی اس کھانے کو ہاتھ لگا دے تو اس کھانے کا کھانا حرام ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز چھوڑنا سخت گناہ ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے بے نمازی کے جھوٹے کو خنزیر کے جھوٹے سے بدتر کہنا اور اس کے جھوٹے کو حرام کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ انسان کا جھوٹا بہر حال پاک ہے، خواہ وہ بے نمازی حتیٰ کہ کافر ہی کیوں نہ ہو؟ جب کہ خنزیر کا جھوٹا ناپاک ہے۔

فسؤر آدمي مطلقاً ولو جنباً أو كافراً ...... (ظاهر الفم طاهر) طهور بلاكراهة. (وسؤر خنزير ......نجس) (الدر المختار مع الشامي ۳۸۱/۱ زكريا)

أما الطاهر الذي لا كراهة فيه فسؤر الأدمي الخ، ويستوي فيه المسلم والكافر عندنا الخ، ولذا يستوى فيه الطاهر والمحدثُ والجنبُ والحائضُ مما روي عن عائشة رضي الله عنها قالت: "إن رسول الله ﷺ كان يشرب من الإناء الذي شربت فيه وأنا حائض، وربما كان يضع فمه على موضع فمي". (المحيط البرهاني ۲۸۲/۱-۲۸۳، والحديث: أخرجه مسلم في كتاب الحيض رقم: ۴۵۳، وأبوداؤد في الطهارة رقم: ۲۲۶، وابن ماجة في الطهارة وسننها ۶۳۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

پانی کے مسائل

کیا ناپاک پانی مشین کے ذریعہ فلٹر کرنے سے پاک ہوسکتا ہے؟

سوال (۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بڑی کمپنیوں میں مستعمل پانی کی صفائی کے پلانٹ لگے ہوئے ہیں، عام مستعمل پانی مثلاً حمام، واش بیسن کے پانی کو ''ری سائیکل کیمیکل'' کے ذریعہ صاف کرنے کے بعد اسے ''گرے واٹر'' کہا جاتا ہے، اور بیت الخلاء کے مستعمل پانی کو فضلہ سے علاحدہ کر کے ری سائیکل کرنے کے بعد ''بلیک واٹر'' کہا جاتا ہے، پھر ان کا مختلف کاموں کے لئے دوبارہ استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً دفاتر کے فرش کی دھلائی اور باغات اور پودوں کے لئے، کبھی وہ پانی بدن اور کپڑوں کو لگنے کا بھی امکان رہتا ہے، اس پانی کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ پاک ہے یا ناپاک؟ براہ کرم مندرجہ بالا مسائل میں شرعی رہنمائی فرما کر ممنون فرمائیں۔ جزاکم اللّٰہ خیر الجزاء.

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ناپاک پانی کی مشین کے ذریعہ صفائی موجبِ طہارت نہیں بن سکتی؛ لہٰذا ناپاک پانی جس طرح صاف کرنے سے پہلے ناپاک تھا، اسی طرح بعد میں بھی ناپاک رہے گا، اگر وہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو حسبِ قاعدہ اسے دھونا ضروری ہے؛ البتہ اگر نجس پانی کو پاک ماء جاری میں ملا کر بہا دیا جائے اور نجاست کا کوئی اثر (رنگ، بو اور ذائقہ) پانی میں ظاہر نہ ہو تو یہ سب پانی پاک ہو جاتا ہے۔

فلو عُلم نتنه بنجاسة لم يجز. (درمختار مع الشامي ۳۳۲/۱ زکریا)

ثم المختار طهارة المتنجس بمجرد جريانه، وكذا البئر وحوض الحمام

Marfat.com

(درمختار) أي يطهران من النجاسة بمجرد جريان وكذا ما في حكمه من العرف المتدارك. (شامي ۱/ ۳٤٥ زكريا)

مما ينبغي أن ينبه له أن نجس العين ومثله المحرم أكله وشربه لا يجوز للمسلم أن يتقصد تحويله إلى مادة أخرى، فإن الله إذا حكم بنجاسة شيء يحكم بحرمة الاستفادة. (قضایا فقہیہ معاصرہ، بحوالہ: محقق ومدلل مسائل ۱۰۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/ ۱۱/ ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سقاوے میں چوہا گر کر پھول پھٹ گیا؟

سوال (۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے سقاوے کے اندر چوہا گر گیا، معلوم نہیں کہ کب گرا، جب دیکھا گیا تو مر کر پھول چکا تھا، اور بدبو بھی آرہی تھی، اب اس کے گرنے سے لے کر اس کے پھولنے کے وقت تک جو پانی استعمال کیا گیا اور جو نمازیں پڑھی گئیں کیا وہ نمازیں لوٹائی جائیں گی یا نہیں؟ اگر لوٹائی جائیں گی تو کتنی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں جب کہ چوہا گرنے کا وقت معلوم نہیں ہے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جن حضرات نے اس سقاوے کے پانی سے وضو یا غسل کیا ہے وہ چوہے کا علم ہونے سے قبل تین دن تین رات کی نمازیں لوٹائیں گے، جب کہ حضراتِ صاحبین کے نزدیک جس وقت سے علم ہوا ہے اس وقت کے بعد سے ہی سقاوے کو ناپاک قرار دیا جائے گا۔

ويحكم بنجاستها من وقت الوقوع إن علم وإلا فمذ يوم وليلة إن لم ينتفخ ولم يتفسخ ومنذ ثلاثة أيام ولياليها إن انتفخ أو تفسخ استحساناً، وقالا من وقت العلم فلا يلزمهم شيء قبله، قيل: وبه يفتىٰ (درمختار) قائله صاحب الجوهرة، وقال العلامة القاسم في تصحيح القدوري: قال في فتاوىٰ العتابي: قولهما هو المختار، قلت: لم يوافق على ذلك .. (درمختار مع الشامي، كتاب الطهارة

Marfat.com

/ فصل في البئر ١/٥١ ٣٧-٣٧٧ زكريا، ١/ ٣٣٥ بيروت، الفتاوى الهندية / الفصل الثالث ماء الآبار ١/ ٢٠، كوئٹه، تبيين الحقائق / الطهارة ١/ ١٠٢ دارالكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع/ كتاب الطهارة ١/ ٢٤٢ دارالكتب العلمية بيروت، ١/ ٢٢٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۳/۱/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''کچھوا'' قلیل پانی میں گر کر پھول پھٹ گیا؟

سوال (۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھوا قلیل پانی میں گر کر پھول پھٹ گیا تو پانی ناپاک ہوا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سمندری کچھوا جس میں دم مسفوح نہ پایا جائے اگر وہ ماء قلیل میں مرجائے یا پھول پھٹ جائے تو اس سے پانی ناپاک نہ ہوگا؛ لیکن وہ کچھوا جو خشکی میں پیدا ہوتا ہے اور خشکی میں ہی رہتا ہے اور کبھی پانی میں بھی چلا جاتا ہے تو اس میں دم مسفوح موجود ہوتا ہے، اس کا حکم خشکی کے مینڈک کے مانند ہوگا وہ اگر ماء قلیل میں گر کر مرجائے اور پھول پھٹ جائے تو پانی ناپاک ہوجائے گا۔

ثم الحيوان إذا مات في المائع القليل فلا يخلو إما إن كان له دم سائل أو لم يكن ...... وإن كان له دم سائل فإن كان بريا ينجس بالموت، وينجس المائع الذي يموت فيه، سواء كان ماء أو غيره، وسواء مات في المائع أو في غيره، ثم وقع فيه كسائر الحيوانات الدموية؛ لأن الدم السائل نجس فينجس ما يجاوره إلا الآدمي إذا كان مغسولاً، لأنه طاهر، ألا يرى أنه تجوز الصلاة عليه، وإن كان مائيا كالضفدع المائي والسرطان ونحو ذلك. فإن مات في الماء لا ينجسه في ظاهر الرواية. (بدائع الصنائع، كتاب الطهارة/ أحكام الآبار ١/ ٢٣١ زكريا، ١/ ٧٩ كراچی)

Marfat.com

ویستوي الجواب بین المتفسخ وغیرہ في طھارۃ الماء ونجاستہ. (بدائع الصنائع ۲۳۲/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۲/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پانی کی ٹنکی میں دو گلہریاں گر کر مر گئیں اور پھول پھٹ گئیں؟

سوال (۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد میں پانی کی ٹنکی کے اندر دو گلہریاں گر گئیں، جن میں ایک تو پھول گئی، جب کہ دوسری پھٹ چکی تھی، رمضان کا مہینہ تھا، امام صاحب نے ٹنکی ہی کے پانی سے وضو کر کے عشاء کی نماز پڑھائی، جب کہ حافظ صاحب تراویح پڑھانے کے لئے اپنے گھر سے وضو کر کے آئے تھے، اس کے پیش نظر ایک عالم دین نے یہ فیصلہ کیا کہ امام کی اقتداء کے باعث کسی کی نماز عشاء نہیں ہوئی، تو تراویح بھی نہیں ہوئی؛ کیوں کہ وہ فرض کے تابع ہیں، اور جب تراویح نہیں ہوئی تو ان میں پڑھا گیا قرآنِ کریم بھی نہیں ہوا؛ اس لئے انہوں نے حساب لگا کر تین یوم کی نمازوں کی قضا کرنے کا اعلان کر دیا، اور جتنا قرآن ان دنوں میں پڑھا گیا تھا دوسرے دنوں میں اس کو تراویح ہی میں لوٹایا گیا؛ لیکن تراویح نہیں دہرائیں، کچھ لوگوں نے اس مسئلہ کو غلط بتلا کر صاحبین رحمہما اللہ کے مسلک پر عمل کرنے پر زور دیا، جس میں ناپاکی کا حکم شہود وقت سے ہے، اس پر ان عالم دین نے یہ دلائل دیے:

(۱) ہدایہ میں لکھا ہے: وإن کانت قد انتفخت أو تفسخت أعادوا ثلاثۃ أیام ولیالیھا. (فصل في البئر) پھر صاحبِ ہدایہ نے امام صاحب کے قول کو راجح قرار دے کر صاحبین رحمہما اللہ کا رد کیا ہے، اور قاسم بن قطلوبغا نے اسی کو اکثر احناف کا منقول مسلک قرار دیا ہے۔
''الفقہ المیسر'' ایک جدید فقہی تالیف ہے، جس میں مؤلف نے احناف کے مفتی بہ اقوال کو درج کیا ہے، اس میں صاحبین کے قول کو ذکر ہی نہیں کیا گیا؛ اس لئے تمام اہلِ علم وفقہ کے نزدیک احتیاط تو یقیناً پہلے قول میں ہے، جب کہ قولِ ثانی کی دلیل تک مضبوط نہیں ہے۔

Marfat.com

(۲) فصل في بيان أن السنة إذا فاتت عن وقتها هي تقضي أم: کے تحت صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسائیؒ لکھتے ہے: لا خلاف بين أصحابنا في سائر السنن سوىٰ ركعتي الفجر أنها إذا فاتت عن وقتها لا تقضىٰ سواء فاتت وحدها أو مع الفريضة ۔ فجر کو چھوڑ کر دیگر تمام سنتوں کی بابت احناف میں اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کہ اگر ان کا وقت نکل جائے تو ان کی قضا نہیں کی جائے گی، خواہ تنہا یا فرض نماز کے ساتھ چھوٹیں۔ (بدائع الصنائع زکریا ۱/۲۸۷) تراویح سنت ہی ہے، اس لئے علامہ کاسانیؒ اس کی بابت لکھتے ہیں: إذا فاتت عن وقتها هل تقضى أم لا؟ فقد قيل أنها تقضى، والصحيح أنها لا تقضى؛ لأنها ليست بآكد من سنة المغرب والعشاء وتلك لا تقضى فكذلك هٰذه. اگر تراویح کا وقت نہ رہے تو ان کی قضا کی جائے گی یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ قضا کی جائے گی؛ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ان کی قضا نہیں کی جائے گی؛ کیوں کہ ان کی تاکید مغرب وعشاء کی سنتوں سے زیادہ نہیں ہے، تو جس طرح ان کی قضا نہیں کی جاتی اسی طرح تراویح کی بھی قضا نہیں ہوگی۔ (بدائع الصنائع زکریا ۱/۲۹۰ فصل فی بیان ادائہا)

مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ احسن الفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں: ”فرائض اور واجبات کا اعادہ بہر صورت فرض اور واجب ہے، سننِ مؤکدہ کا اعادہ وقت کے اندر ضروری ہے، بعد میں نہیں، اور نفل کا اعادہ وقت کے اندر بھی ضروری نہیں؛ اس لئے کہ نوافل شروع کرنے کے بعد واجب ہوتے ہیں، اور صورتِ مسئولہ میں نوافل میں شروع ہونا ہی صحیح نہیں ہوا“۔ (احسن الفتاویٰ ۳/۴۹۶)

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ”اگر کوئی شخص صبح صادق سے پہلے تراویح نہیں پڑھ سکا تو اس کی قضا نہیں ہوگی؛ کیوں کہ تراویح کی قضا نہیں ہے“۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳/۶۷)

از راہِ کرم فیصلہ فرمائیں کہ فتویٰ کس قول پر ہے؟ اور کیا تین دن کی نمازیں اور قرآن کریم کو دہرا کر ہم نے غلطی کی ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن عالم صاحب نے مسئولہ صورت میں تین دن کی فرض نمازیں دہرانے کا حکم دیا اور سنن اور تراویح کے دہرانے کا حکم نہیں دیا، ان کی بات فقہ کی رو سے باوزن اور صحیح تھی، اس پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور عالم صاحب نے جن دلائل کی طرف اشارہ کیا ہے وہ سب صحیح ہیں۔ (البتہ جہاں شدید فتنہ کا اندیشہ ہو تو وہاں اس مسئلہ میں صاحبین کے قول پر عمل کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵۹۸ میرٹھ)

وإن كانت قد انتفخت وتفسخت أعادوا صلاة ثلاثة أيام ولياليها وهٰذا عند أبي حنيفة، وقالا: ليس عليهم إعادة شيء حتى يتحققوا أنها متى وقعت؛ لأن اليقين لا يزول بالشك وصار كمن رأى في ثوبه النجاسة ولا يدري متى أصابته. (هداية ١/٤٤)

ومنذ ثلاثة أيام ولياليها إن انتفخ أو تفسخ استحساناً، وقالا من وقت العلم فلا يلزمهم شيء قبله، قيل: وبه يفتىٰ (درمختار) قائله صاحب الجوهرة، وقال العلامة القاسم في تصحيح القدوري: قال في فتاوىٰ العتابي: قولهما هو المختار، قلت: لم يوافق على ذٰلك، فقد اعتمد قول الإمام البرهاني والنسفي والموصلي وصدر الشريعة، ورجح دليله في جميع المصنفات، وصرح في البدائع بأن قولهما قياس، وقوله استحسانٌ، وهو الأحوط في العبادات. (شامي ١/٣٧٨ زكريا)

ولو رأىٰ طائراً وقع في بئر وأخرج ميتاً بعد أيام ولا يدري أنه متى مات بعد الوقوع إن كان منتفخاً تعاد صلاة ثلاثة أيام ولياليها. (قاضي خان مع الفتاوى الهندية ١/١٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۱/۱۱/۱۴۲۳ھ

Marfat.com

کنویں میں بچہ نے پیشاب کردیا؟

سوال (۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وہ کنواں جس میں بچہ نے پیشاب کردیا، اس کو پاک کرنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کنویں میں بچہ کے پیشاب کردینے سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے، کنویں کا پورا پانی نکالنا ضروری ہے، اگر کنواں چشمہ دار ہے تو نکالتے وقت کنویں میں جتنا پانی ہے اس کے بقدر نکالنا ضروری ہے۔

عن خالد بن سلمة: أن علياً سئل عن صبيٍ بال في بير؟ قال: ينزح.

(المصنف لابن أبي شيبة، باب في الفاره والدجاجة اشباهها ۱۹۷/۲ رقم: ۱۷۳۲ زكريا)

وأما ما يفسد ماء البئر فهو على نوعين: أحدهما ينزح فيه كل الماء، أما الأول إذا وقعت فيه قطرة من الخمر أو البول بول الصبي والجارية فيه سواء.

(خانية مع الفتاوى الهندية ۹/۱)

وإن تعذر نزح كلها لكونها معينا فبقدر ما فيها وقت ابتداء النزح.

(درمختار مع الشامي ۳۷۰/۱ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ۳۲۷/۱ رقم: ٥٩٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۶/۳/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کنویں میں بچہ کے پیشاب کردینے سے اتنا پانی نکالنا کہ تین فٹ رہ جائے؟

سوال (۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک کنواں میں بچہ نے پیشاب کردیا اس کو پاک کرنے کے لئے موٹر کے ذریعہ پانی نکالا گیا

Marfat.com

اور اتنا نکالا کہ تقریباً تین فٹ پانی اندر رہ گیا؛ کیوں کہ موٹر کا پائپ اسی حد تک تھا، اس لئے مجبوراً پانی نکالنا چھوڑ دیا گیا، جس کی وجہ سے نیچے کے سوت سے مزید پانی کوئیں میں بھر گیا، اور تقریباً ۱۲ ر فٹ تک ہوگیا، اس کے دو یا تین روز کے بعد پھر پانی نکالا گیا؛ لیکن پائپ کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے تین فٹ پانی اب بھی باقی رہ گیا، تو اس مقدار کے نکالنے سے کنواں پاک ہوا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق. جب بچہ نے کنویں میں پیشاب کر دیا تھا تو کنویں کا پورا پانی نکالنا ضروری تھا؛ لیکن پہلے دن پانی نکالتے وقت کنویں میں تین فٹ کے بقدر پانی رہ جانے کی وجہ سے کنواں پاک نہیں ہوا تھا؛ البتہ دو تین روز کے بعد جب مزید پانی نکالا گیا جو باقی ماندہ تین فٹ کی مقدار سے زائد ہی تھا، تو اب کنواں پاک ہوگیا ہے، اور دوسری مرتبہ میں جو نیچے تین فٹ کے بقدر پانی رہ گیا ہے، اس سے پاکی پر کچھ فرق نہیں پڑتا، اب پورا کنواں پاک ہے۔

عن خالد بن سلمة : أن علياً سئل عن صبيٍ بال في بير؟ قال : ينزح.

(المصنف لابن أبي شيبة، باب في الفارة والدجاجة اشباهها ۱۹۷/۲ رقم: ۱۷۳۲ زکریا)

عن ميسرة عن علي رضي الله عنه قال: إذا سقطت الفأرة أو الدابة في البئر فانزحها حتى يغلبك الماء. (شرح معاني الاثار / كتاب الطهارة / باب الماء تقع فيه النجاسة ۱۷/۱ رقم: ۳۰)

ولو نزح بعضه ثم زاد في الغد ينزح قدر الباقي في الصحيح، خلاصة.

(درمختار مع الشامي ۳۶۹/۱ زكريا)

ثم إذا وجب نزح جميع الماء فلم ينزح حتى زاد الماء فقد اختلف المشائخ، قال بعضهم: ينزح مقدار ما كان في البئر وقت وقوع النجاسة، وقال بعضهم: ينزح مقدار ما كان وقت النزح ...... ثم على قول من لم يشترط التوالي إذا نزح بعض الماء في اليوم ثم تركوا النزح ثم جاؤا من الغد فوجدوا الماء قد

Marfat.com

کنویں میں بچہ نے پیشاب کر دیا؟

سوال (۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وہ کنواں جس میں بچہ نے پیشاب کر دیا، اس کو پاک کرنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کنویں میں بچہ کے پیشاب کر دینے سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے، کنویں کا پورا پانی نکالنا ضروری ہے، اگر کنواں چشمہ دار ہے تو نکالتے وقت کنویں میں جتنا پانی ہے اس کے بقدر نکالنا ضروری ہے۔

عن خالد بن سلمة: أن علياً سئل عن صبيٍ بال في بير؟ قال: ينزح.

(المصنف لابن أبي شيبة، باب في الفارة والدجاجة اشباهها ۱۹۷/۲ رقم: ۱۷۳۲ زكريا)

وأما ما يفسد ماء البئر فهو على نوعين: أحدهما ينزح فيه كل الماء، أما الأول إذا وقعت فيه قطرة من الخمر أو البول بول الصبي والجارية فيه سواء.

(خانية مع الفتاوى الهندية ۹/۱)

وإن تعذر نزح كلها لكونها معينا فبقدر ما فيها وقت ابتداء النزح.

(درمختار مع الشامي ۳۷۰/۱ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ۳۲۷/۱ رقم: ۵۹٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۳/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کنویں میں بچہ کے پیشاب کر دینے سے اتنا پانی نکالنا کہ تین فٹ رہ جائے؟

سوال (۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک کنواں میں بچہ نے پیشاب کر دیا اس کو پاک کرنے کے لئے موٹر کے ذریعہ پانی نکالا گیا

Marfat.com

اور اتنا نکالا کہ تقریباً تین فٹ پانی اندر رہ گیا؛ کیوں کہ موٹر کا پائپ اسی حد تک تھا، اس لئے مجبوراً پانی نکالنا چھوڑ دیا گیا، جس کی وجہ سے نیچے کے سوت سے مزید پانی کوئیں میں بھر گیا، اور تقریباً ۱۲ رفٹ تک ہوگیا، اس کے دو یا تین روز کے بعد پھر پانی نکالا گیا؛ لیکن پائپ کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے تین فٹ پانی اب بھی باقی رہ گیا، تو اس مقدار کے نکالنے سے کنواں پاک ہوا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق. جب بچہ نے کنویں میں پیشاب کر دیا تھا تو کنویں کا پورا پانی نکالنا ضروری تھا؛ لیکن پہلے دن پانی نکالتے وقت کنویں میں تین فٹ کے بقدر پانی رہ جانے کی وجہ سے کنواں پاک نہیں ہوا تھا؛ البتہ دو تین روز کے بعد جب مزید پانی نکالا گیا جو باقی ماندہ تین فٹ کی مقدار سے زائد ہی تھا، تو اب کنواں پاک ہوگیا ہے، اور دوسری مرتبہ میں جو نیچے تین فٹ کے بقدر پانی رہ گیا ہے، اس سے پاکی پر کچھ فرق نہیں پڑتا، اب پورا کنواں پاک ہے۔

عن خالد بن سلمة : أن علياً سئل عن صبيٍ بال في بير؟ قال : ينزح.

(المصنف لابن أبي شيبة، باب في الفارة والدجاجة اشباهها ۱۹۷/۲ رقم: ۱۷۳۲ زكريا)

عن ميسرة عن علي رضي الله عنه قال: إذا سقطت الفأرة أو الدابة في البئر فانزحها حتى يغلبك الماء. (شرح معاني الاثار / كتاب الطهارة / باب الماء تقع فيه النجاسة ۱۷/۱ رقم: ۳۰)

ولو نزح بعضه ثم زاد في الغد ينزح قدر الباقي في الصحيح، خلاصة.

(درمختار مع الشامي ۳۶۹/۱ زكريا)

ثم إذا وجب نزح جميع الماء فلم ينزح حتى زاد الماء فقد اختلف المشائخ، قال بعضهم: ينزح مقدار ما كان في البئر وقت وقوع النجاسة، وقال بعضهم: ينزح مقدار ما كان وقت النزح ...... ثم على قول من لم يشترط التوالي إذا نزح بعض الماء في اليوم ثم تركوا النزح ثم جاؤا من الغد فوجدوا الماء قد

Marfat.com

از داد فعند بعضهم ينزح كل ما فيه، وعند بعضهم مقدار ما بقي عند ترك النزح من الأمس. وفي الفتاوىٰ العتابية: وهو الصحيح. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۳۲۷/۱ رقم: ٥٩٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۳/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کنویں میں چوہا گر کر مر گیا اور پھول گیا؟

سوال (۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک چوہا کنویں میں گر کر مر گیا، اور کئی روز کے بعد پانی کے اوپر آیا، جب نکالا گیا تو اس میں کیڑے پڑ گئے تھے، اور تقریباً دو ماہ گذر گئے ہیں جب سے اس کنویں کو پاک نہیں کیا گیا، یعنی اس کا پانی نہیں نکالا گیا، تو اب اس کنویں کو پاک کرنے کی کیا شکل ہے؟ یا بغیر پانی نکالے ہی اس کو استعمال کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس کنویں میں چوہا گر کر مر جائے اور پھول پھٹ جائے، تو پورے کنویں کا پانی نکالنا ضروری ہے، بغیر اس کے پاکی حاصل نہ ہوگی، خواہ کتنے ہی دن گذر جائیں۔ اور جن لوگوں نے اس کنویں سے وضو یا غسل کیا ہوگا، ان کو چوہے کے گرنے کا علم ہونے سے پہلے تین دن اور تین رات پہلے کی نمازیں بھی لوٹانی ہوں گی، نیز حسبِ تحریر سوال جب کہ ابھی تک اس کنویں کو پاک نہیں کیا گیا ہے، تو جن لوگوں نے بعد میں اس سے وضو یا غسل کیا ہے، ان کی نمازیں بھی درست نہ ہوں گی۔

عن ميسرة أن علياً رضي الله عنه قال: في بئر وقعت فيها فأرة فماتت، قال ينزح ماءها. (شرح معاني الآثار للطحاوي / الطهارة، باب الماء تقع فيه النجاسة ۱۷/۱ رقم: ۲۹)

وعن معمر قال: سألت الزهري عن فأرة وقعت في البئر، فقال: إن

Marfat.com

أخرجت مكانها فلا بأس، وإن ماتت فيها نزحت. (المصنف لعبد الرزاق / كتاب الطهارة، باب البئر تقع فيه الدابة ١/٧١ رقم: ٢٧٠)

إذا وقعت نجاسة في بئر أو مات فيها حيوان دموي وانتفخ أو تمعط أو تفسخ (درمختار) أي تفرقت أعضائه عضواً عضواً ينزح كل مائها (درمختار) وفي الشامية: ولا فرق بين الصغير والكبير كالفأرة. (تنوير الأبصار مع الدر المختار على الرد المحتار ١/٣٦٧-٣٦٨ زكريا)

ويحكم بنجاستها من وقت الوقوع إن علم وإلا فمذ يوم وليلة إن لم ينتفخ ولم يتفسخ ومذ ثلاثة أيام بلياليها إن انتفخ أو تفسخ استحساناً. (درمختار مع الشامي ١/٣٧٥-٣٧٧ زكريا، ١/٣٣٥ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۱/۱۱/۱۴۱۱ھ

کنویں میں بکری گر کر مرگئی؟

سوال (۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک کنویں میں ایک بکری گر کر مرگئی، تھوڑی دیر کے بعد ہی اس کو نکال لیا گیا، تو کیا کنویں کا پانی فوراً بکری نکال لینے کے باوجود بھی ناپاک ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس کنویں میں بکری گر کر مرجائے تو وہ کنواں ناپاک ہوجاتا ہے، اس کا پورا پانی نکالنا ضروری ہے۔

وتنزح بموت كلب أو موت شاة ...... وتنزح بانتفاخ حيوان ولو كان صغيراً. (نور الإيضاح مع المراقي ٢١)

وكذلك لو كان الواقع في البئر شاة أو كلباً ومات وانتفخ أو لم ينتفخ وجب نزح الماء كله. (المحيط البرهاني ١/٢٥٦، ومثله في الدر المختار ١/٣٦٧-٣٦٨ زكريا)

Marfat.com

إذا وقعت نجاسة في بئر أو مات فيها حيوان دموي وانتفخ أو تمعط أو تفسخ (درمختار) أي تفرقت أعضائه عضواً عضواً ينزح كل مائها (درمختار) وفي الشامية: ولا فرق بين الصغير والكبير كالفأرة. (تنویر الأبصار مع الدر المختار علی الرد المحتار ۱/۳۶۷-۳۶۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۱۱/۱۴۱۱ھ

کیا کتے کے گر جانے کے بعد کنویں سے بیک وقت سارا پانی نکالنا شرط ہے؟

سوال (۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک کنواں کتا گرنے سے ناپاک ہوگیا، اور مسئلہ سے واقفیت کے باوجود جاہلوں نے طریقہ مشروعہ سے پاک نہیں کیا، اور پانی استعمال کرتے رہے، اور روزانہ تقریباً ۲۵ رگھڑے پانی اس سے پورے ایک سال تک نکلتا رہا؛ لیکن برائے استعمال، پاک کرنے کی نیت سے نہیں، تو کیا وہ کنواں پاک سمجھا جائے گا، اور اگر برائے استعمال ایک ہی دن میں اتنا پانی نکالا گیا کہ کنوں خالی ہوگیا تو وہ کنوں پاک ہوا کہ نہیں؟ یا پاک کرنے کی نیت سے نکالنا شرط ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کتا گر جانے کی وجہ سے کنویں کا پورا پانی نکالنا ضروری ہوتا ہے؛ لیکن صحیح قول کے مطابق یہ پانی بیک وقت سارا نکالنا ضروری نہیں؛ بلکہ اگر روزانہ تھوڑا تھوڑا کر کے نکالا؛ تا آں کہ اُتنی مقدار پانی نکل گیا، جتنا کتے کے گرنے کے وقت کنویں میں موجود تھا، تو اس کے بعد کنویں کو پاک قرار دے دیا جائے گا، اور اس میں پاکی کی نیت سے پانی نکالنا ضروری نہیں ہے؛ لہٰذا آپ اندازہ کرلیں کہ اگر مذکورہ کنویں سے روزانہ استعمال کے لئے ۲۵ رگھڑے پانی نکالے جاتے رہے، تو جب وہ پورے کنویں کے پانی کی مقدار کو پہنچ جائیں گے تو کنواں پاک ہو جائے گا۔

Marfat.com

وكذا ينزح جميع الماء إن استخرج الكلب حياً. (حلبي كبير ١٥٨)

الكلب إذا وقع في الماء وأُخرجَ حياً إن أصاب فمه الماء فهو من جملة القسم الأول يجب نزح جميع الماء. (المحيط البرهاني ١/٢٥٦، كوئٹه ١/١١١)

أو مات فيها ......الخ، حيوان دموي......الخ، ينزح كل مائها الذي كان فيها وقت الوقوع......الخ. ولو نزح بعضه ثم زاد في الغد ينزح قدر الباقي في الصحيح، خلاصة. (درمختار مع الشامي ١/٣٧٧-٣٦٩ زكريا)

ثم إذا وجب نزح جميع الماء فلم ينزح حتى زاد الماء فقد اختلف المشائخ، قال بعضهم: ينزح مقدار ما كان في البئر وقت وقوع النجاسة، وقال بعضهم: ينزح مقدار ما كان وقت النزح ...... ثم على قول من لم يشترط التوالي إذا نزح بعض الماء في اليوم ثم تركوا النزح ثم جاؤا من الغد فوجدوا الماء قد ازداد فعند بعضهم ينزح كل ما فيه، وعند بعضهم مقدار ما بقي عند ترك النزح من الأمس. وفي الفتاوىٰ العتابية: وهو الصحيح. (الفتاوىٰ التاتارخانية ١/٣٢٧ رقم: ٥٩٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑے تالاب میں پندرہ بیس لاشیں پھولی ہوئی ملیں؟

سوال (۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بڑا تالاب ہے، جس کا پانی ۲۰/۲۵ گاؤں کو پہنچایا جاتا ہے اور اس تالاب میں ایک ندی کا پانی آکر ملتا ہے، ابھی ابھی کچھ دنوں پہلے اس تالاب میں پندرہ بیس لاشیں بہہ کر آئیں، جو پانی کے اوپر (پھول جانے کی وجہ سے) نظر آنے کی بناء پر نکال لی گئیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس تالاب کا پانی پاک ہے، اگر پاک نہیں ہے تو کتنی مدت میں وہ تالاب پاک سمجھا جائے گا؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں جس بڑے تالاب کا ذکر کیا گیا ہے وہ یقیناً ماء جاری ہے، اس میں لاشوں کے ملنے سے اس کے سب پانی پر ناپاکی کا حکم نہیں لگایا جائے گا؛ البتہ اگر کسی جگہ نجاست کی وجہ سے پانی سے بدبو اٹھ رہی ہو تو اس جگہ سے پانی کا استعمال درست نہ ہوگا۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الماء لاينجسه شيء إلا ماغلب على ريحه وطعمه ولونه. (سنن ابن ماجة / الطهارة، باب الحياض ۳۹/۱ رقم: ۵۲۱)

وعن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: انتهينا إلى غدير فإذا فيه جيفة حمار، قال: فكففنا عنه، حتى انتهى إلينا رسول الله ﷺ فقال: إن الماء لا ينجسه شيء، فاستقينا وأروينا وحملنا. (سنن ابن ماجة / الطهارة، باب الحياض ۳۹/۱ رقم: ۵۲۰)

ويجوز بجار وقعت فيه نجاسة. (درمختار) قال الشامي قوله: وقعت فيه نجاسة يشمل المرئية كالجيفة. (درمختار مع الشامي ۳۳۴/۱ زکریا، الفتاویٰ التاتارخانية ۲۹۳/۱ رقم: ۴۵۶ زکریا)

الماء طاهر وإن قل إذا كان جاريًا (أيضا) والجاري يجوز التوضؤ به، وعليه الفتوى. (شامي ۳۳۶/۱-۳۳۸ زکریا)

يجب أن يعلم أن الماء الراكد إذا كان كثيرا فهو بمنزلة الماء الجاري لايتنجس بوقوع النجاسة في طرف منه، إلا أن يتغير لونه أو طعمه أو ريحه، على هذا اتفق العلماء، وبه أخذ عامة المشايخ رحمهم الله. (الفتاوى التاتارخانية ۲۹۸/۱ رقم: ۴۸۴ زکریا)

الغدير العظيم كالجاري لا يتنجس إلا بالتغير. (الفتاوى الهندية ۱۸/۱، هداية ۳۶/۱، قاضی خان ۵/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۶/۸/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کالی ندی کا پانی پاک ہے یا ناپاک؟

سوال (۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرادآباد کی کالی ندی کی طرح کوئی بھی ندی ہو یعنی اس کا پانی ناپاک ہے یا نہیں؟ کیوں کہ پانی کا رنگ بھی کالا ہے اور پانی کا ذائقہ بھی بدلا ہوا ہے، اور اس کے پانی میں سے کسی کو بدبو آتی ہے اور کسی کو اس کے پانی سے بدبو نہیں آتی، تو اس سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ یہ بھی ماء جاری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پہلے یہ تحقیق ضروری ہے کہ مذکورہ کالی ندی کا رنگ کس طرح کی اشیاء ملنے سے بدلا ہے؟ اگر وہ اشیاء ناپاک ہیں اور ناپاکی کے اثر سے رنگ میں تبدیلی آئی ہے تو ظاہر ہے کہ پانی بھی یقیناً ناپاک ہی کہلائے گا؛ لیکن اگر اس پانی میں ملنے والی چیز ناپاک نہیں ہے اور ناپاکی کا بھی یقین نہیں ہے، مثلاً بعض فیکٹریوں سے نکلنے والا پانی، تو اس کے بارے میں ناپاکی کا قطعی حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إن الماء لا ينجسه شيء إلا ما غلب على ريحه وطعمه ولونه.

(سنن ابن ماجة ۳۹/۱ رقم: ۵۲۱)

وبتغيير أحد أوصافه من لون أو ريح ينجس الكثير ولو جارياً. (الدر المختار مع الشامي ۳۳۲/۱ زكريا)

وأما إذا بقي على رقته وسيلانه فإنه لا يضر أي لا يمنع جواز الوضوء به تغير أوصافه كلها بجامد خالطه بدون طبخ كزعفران وفاكهة وورق شجر.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ۲۵)

يجوز التوضي بالماء الجاري، وفي الخانية: إذا كان قوى الجرى لا

Marfat.com

يحكم بتنجسه لوقوع النجاسة فيه ما لم يتغير طعمه أو لونه أو ريحه، وفي النصاب وعليه الفتوىٰ. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۹۳/۱ رقم: ٤٥٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۷/۲/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دودھ کی بالٹی میں گوبر کا پایا جانا؟

سوال (۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں دودھ بیچنے والے اپنی بالٹی میں دودھ بیچنے آتے ہیں، جس میں اکثر وبیشتر گوبر پایا جاتا ہے، جب کہ گوبر دودھ میں گر جانے سے دودھ ناپاک ہوجاتا ہے، اور یہ عمومی حالت ہے، اور دودھ کے استعمال کی ضرورت روزمرہ کی زندگی میں ہمیشہ پڑتی رہتی ہے، اب زید پریشان ہے کہ اس سے نجات کی صورت کیا ہوگی؟ اور گنجائش اور رخصت ہو تو قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دودھ دوہتے وقت تھوڑا بہت گوبر دودھ میں گر جائے، اور اسے جلدی ہی نکال لیا جائے کہ اس کا رنگ اور اثر دودھ میں ظاہر نہ ہو تو ضرورۃً ایسا دودھ ناپاک نہیں ہے، اس کا استعمال جائز ہے؛ لیکن اگر زیادہ مقدار میں گوبر دودھ میں گر جائے، اور اس کے اثرات ظاہر ہوجائیں تو دودھ یقیناً ناپاک ہوجائے گا۔

وبعرتي إبل وغنم كما يعفي لو وقعتا في محلب وقت الحلب فرميتا فوراً قبل تفتت وتلون، قيل: القليل المعفو عنه ما يستقله الناظر والكثير بعكسه وعليه الاعتماد. (درمختار مع الشامي ۳۸۰/۱ زكريا)

وإذا حلب شاة أو ضأناً فإن وقع بعرة في المحلب حكي عن المتقدمين من المشائخ أنهم توسعوا في ذلك إذا رمى من ساعته، والمتأخرون اختلفوا فيه، وفي العتابية: اللبن طاهر، وعليه جماعة من المتقدمين، وهو المأخوذ، وإن

Marfat.com

تفتت البعرة في اللبن يصير نجساً لا يطهر بعد ذلک. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۱/ ۳۲۴ رقم: ۵۸۰ زکریا، بدائع الصنائع / کتاب الطهارة ۱/ ۲۲۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۱۱/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سیمنٹیڈ پکی ٹنکی کی صفائی کرنا

سوال (۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں پانی کی ٹنکی کو بنے ہوئے چار سال ہوگئے ہیں، اس کے پانی سے لوگ وضو کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں؛ لیکن اس ٹنکی کی آج تک صفائی نہیں ہوئی، مگر وہ ٹنکی اوپر سے بند رہتی ہے، وہ ٹنکی پکی بنی ہوئی ہے، اور اس کا پانی روز نکلتا ہے روز بھرتا ہے، کیا ایسی ٹنکی کی صفائی کرنی ضروری ہے یا نہیں؟ بغیر صفائی کے اس کے پانی سے وضو کرنا کیسا ہے؟ اور ایسی ٹنکی کی صفائی کرنا کتنے دن میں ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب ٹنکی اوپر سے بند ہے اور روزانہ اس کا پانی بھی بدلتا ہے، تو اس ٹنکی کی صفائی کرنی ضروری نہیں ہے، بغیر صفائی کے اس سے وضو کرنا درست ہے، ہاں جب ضرورت محسوس ہونے لگے تو صفائی کرنا منع بھی نہیں ہے۔

مستفاد: ولو تغير الماء المطلق بطول المكث يجوز التوضي به. (الفتاوى الهندية ۱/ ۲۰ کوئٹہ)

وبتغير أحد أوصافه، من لون أو طعم أو ريح ينجس، لا لو تغير بطول المكث أي لاينجس لو تغير. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطهارة / باب المياه ۱/ ۳۳۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۷/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

وضو کے مسائل

وضو کی فرضیت کب ہوئی؟

سوال (۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وضو کی فرضیت کب ہوئی اور کیوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وضو اور غسل کی فرضیت مکہ معظّمہ میں نماز کے ساتھ ہوئی، اس کا مقصد ظاہری اور روحانی طہارت اور پاکیزگی کا حصول ہے، نیز وضو کے ذریعہ گناہوں کی مغفرت کی بشارت بھی احادیثِ شریفہ میں وارد ہے۔

وفي الحديث الطويل: الطهور شطر الإيمان. (صحيح مسلم ۱۱۸/۱)

• عن عثمان بن عفان رضي الله عنه ...... قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يتوضأ رجل مسلم فيحسن الوضوء فيصلي صلاةً إلا غفر له ما بينه وبين الصلاة التي تليها. (صحيح مسلم ۱۲۱/۱)

أجمع أهل السير أن الوضوء والغسل فرضا بمكة مع فرض الصلاة بتعليم جبرئيل عليه السلام. (درمختار / كتاب الطهارة ۱۹۸/۱ زكريا، ۹۰/۱ كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۲/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

قرآن سے وضو کے فرائض اور اعضاءِ مغسولہ کی تحدید کا ثبوت

سوال (۴۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے مقتدیوں کو فرائض وضو کی آیت تلاوت کر کے وضو کے فرض اور واجبات بتائے، اور کہا کہ قرآن سے صرف غسل اعضاء وضو ثابت ہے، اور تحدید اعضاء کا ثبوت احادیث سے ہے؛ لہٰذا غسل اعضاء فرض اور تحدید اعضاء واجب ہے، تو کیا زید کا یہ قول صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآنِ پاک میں وضو کے چار فرض بیان کیے گئے ہیں:

(۱) چہرہ کا دھونا، جس کے لئے ﴿وُجُوهَكُمْ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے؛ لہٰذا لغت میں جس حد تک "وجہ" کا اطلاق ہوتا ہے اس کی تحدید خود قرآن کے لفظ سے معلوم ہو رہی ہے۔

(۲) کہنیوں تک ہاتھ دھونا، اس کو ﴿وَاَيْدِيَكُم اِلَى الْمَرَافِقِ﴾ سے بیان کیا گیا ہے، یہاں خود اس کی تحدید بھی قرآن سے صاف طور پر ثابت ہے۔

(۳) سر کا مسح کرنا، اس کے لئے ﴿وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ﴾ کے الفاظ آئے ہیں، اور اسے مطلق رکھا گیا ہے، جس کی تحدید کے لئے احادیثِ شریفہ سے استدلال کی ضرورت پیش آئی، اور اس بارے میں علماء کی آراء مختلف ہوگئیں، جن کی تفصیل کتبِ فقہ میں درج ہے۔

(۴) پیروں کو ٹخنوں تک دھونا، اس کے لئے ﴿اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ کے الفاظ آئے ہیں، گویا اس کی تحدید بھی خود قرآنِ کریم میں کردی گئی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صرف مسح راس کے سلسلہ میں تحدید کے لئے احادیثِ شریفہ کی طرف رجوع کیا گیا ہے، ورنہ بقیہ تین اعضاء مغسولہ کی تحدید صاف طور پر قرآن سے ثابت ہے؛ لہٰذا زید کا مذکورہ دعویٰ علی الاطلاق درست نہیں۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدۃ: ٦]

Marfat.com

عن حمران مولى عثمان أخبره أنه رأى عثمان بن عفان رضي الله عنه دعا بإناء فأفرغ على كفيه ثلاث مرار فغسلهما ثم أدخل يمينه في الإناء فمضمض واستنشق، ثم غسل وجهه ثلاثا، ويديه إلى المرفقين ثلاث مرار، (ثم) مسح برأسه ثم غسل رجليه ثلاث مرار إلى الكعبين، ثم قال: قال رسول الله ﷺ: ''من توضأ نحو وضوئي هذا، ثم صلى ركعتين لا يحدث فيهما نفسه، غفر له ما تقدم من ذنبه''. (فتح الباري / كتاب الوضوء ٣٤٤/٢ رقم: ١٥٩)

ففرض الطهارة: غسل الأعضاء الثلاثة، ومسح الراس بهذا النص، والغسل هو الإسالة، والمسح هو الإصابة، وحد الوجه من قصاص الشعر إلى أسفل الذقن، وإلى شحمتي الأذنين؛ لأن المواجهة تقع لهذه الجملة، وهو شق منها – إلى قوله – والمفروض في مسح الرأس مقدار الناصية، وهو ربع الرأس لما روى المغيرة بن شعبة أن النبي ﷺ أتى سباطة قوم، فبال وتوضأ، ومسح على ناصيته وخفيه. (هداية ١٦/١-١٧، طحطاوي على مراقي الفلاح ٣١-٣٣، الدر المختار، كتاب الطهارة / أركان الوضوء أربعة ٢١٤/١-٢٠٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وضو میں کلی کرنے کا طریقہ

سوال (۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی صاحب نے مجھ سے بتایا کہ وضو میں جب پہلی مرتبہ کلی کریں تو داہنی طرف کے دانتوں کو ملیں گے اور کلمۂ شہادت پڑھیں گے، اور دوسری کلی میں بائیں طرف کے دانتوں کو انگلی سے ملیں گے اور کلمۂ شہادت پڑھیں گے، اور تیسری کلی میں وہی کام کریں گے جو پہلی کلی میں کیا تھا۔ کیا مذکورہ صفت کے ساتھ وضو میں کلی کرنے کا ثبوت ملتا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو دلیل سے نوازیں، اور اگر جواب نفی میں ہے تو بتائیے کہ وضو میں کلی کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کلی کرتے وقت دانت ملنے کی ابتداء دائیں طرف سے کرنا مستحب ہے؛ لیکن سوال میں جو لکھا گیا ہے کہ پہلی کلی میں صرف دائیں طرف انگلی پھیری جائے اور دوسری میں صرف بائیں طرف، اور کلی کرتے وقت کلمۂ شہادت پڑھا جائے، یہ التزام بلادلیل ہے، بہتر ہے کہ کلی کرتے وقت مسواک کا اہتمام کیا جائے، اور مسواک کی ابتداء دائیں طرف سے کریں، پھر بائیں جانب۔ اور اگر مسواک نہ ملے تو اس کی جگہ انگلی استعمال کریں، اسی طرح تین مرتبہ کلی کریں اور حلق وغیرہ اچھی طرح صاف کریں۔

عن عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يعجبه التيمن في تنعله وترجله وطهوره في شأنه كله. (صحيح البخاري، كتاب الوضوء / باب التيمن في الوضوء والغسل ١/ ٢٩ رقم: ١٦٨)

عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: تجزئ من السواك الأصابع. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الطهارة / باب الاستياك بالأصابع ١/ ٦٩ رقم: ١٧٧)

إن المفاد من الأحاديث الإبتداء من جهة اليمين ...... ويستحب أن يدلك الأسنان ظاهرها وباطنها وأطرافها، والحنك وهو باطن، وأعلى الفم من داخل، والأسفل من طرف مقدم اللحيين وعند فقده يعالج بالإصبع. (الطحطاوي على المراقي ٦٨)

والسواك سنة مؤكدة. (درمختار مع الشامي ١/ ١١٣ كراچی، الفتاوى الهندية ١/ ٧)

وتقوم الإصبع أو الخرقة الخشنة مقامه عند فقده أو عدم أسنانه في تحصيل الثواب. (البحر الرائق ١/ ٢١، شامی ١/ ٢٣٦ زكريا، مرقاة المفاتيح ٢/ ٨٠ بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/ ۱۱/ ۱۴۲۶ھ

Marfat.com

وضو میں تین مرتبہ سے زیادہ کلی کرنا

سوال (۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک امام صاحب (جو تقریباً بیس سال سے امامت کررہے ہیں) نے وضو کرتے وقت تین مرتبہ کلی کے بجائے چار پانچ مرتبہ کلیاں کرلیں، ایک مقتدی نے اعتراض کیا کہ زیادہ کلیاں کرنے سے وضو نہیں ہوئی، مگر امام صاحب کا کہنا ہے کہ وضو ہوگیا، تو براہِ کرم مدلل وضاحت فرمائیں کہ وضو ہوگیا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وضو میں تین مرتبہ کلی کرنا مسنون ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص اطمینانِ قلب کے لئے اور تین سے زائد کی سنیت کا اعتقاد نہ رکھتے ہوئے ۴-۵/ مرتبہ کلی کرے، تو وضو میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

عن عمرو بن أبي حسن سأل عبد الله بن زيد رضي الله عنه عن وضوء النبي صلى الله عليه وسلم، فدعا تور من ماء فتوضأ لهم فكفاه على يديه فغسلهما ثلاثاً، ثم أدخل يده في الإناء فمضمض واستنشق واستنثر ثلاثاً بثلاث غرفات من ماء. (صحيح البخاري، كتاب الوضوء / باب مسح الرأس مرة ۳۲/۱ رقم: ۱۹۲)

وفي رواية الطبراني: يأخذ لكل واحدة ماء جديداً. (المعجم الكبير للطبراني ۱۸۱/۱ رقم: ٤۰۹)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: جاء أعرابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم فسأله عن الوضوء، فأراه ثلاثاً ثلاثاً، ثم قال: هذا الوضوء، فمن زاد على هذا فقد أساء أو تعدى أو ظلم. (سنن ابن ماجة، كتاب الطهارة / باب ما جاء في القصد في الوضوء وكراهية التعدي فيه ۱۱۹ رقم: ٤۲۲)

ويسن تثليث الغسل فمن زاد أو نقص فقد تعدى وظلم كما ورد في السنة إلا لضرورة. (مراقي الفلاح) وفي الطحطاوي: بأن زاد لطمانينة قلبه عند

Marfat.com

الشک فلا بأس به. (طحطاوي على المراقي ٤٠ کراچی)

ولو زاد لطمانية القلب أو لقصد الوضوء على الوضوء لابأس به، وحديث "فقد تعدیٰ" محمول على الاعتقاد. (درمختار، كتاب الطهارة / سننه ۱۱۹/۱ کراچی، ۲٤٠/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۱۱/۱۴۱۰ھ

کیا ٹوتھ برش کرنے سے مسواک کا ثواب ملے گا؟

سوال (۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل دانتوں کی صفائی کے لئے استعمال ہونے والے برش اور پاؤڈر وغیرہ اشیاء، کیا ثواب کے اعتبار سے مسواک کی نعم البدل ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسواک موجود ہے اس کے باوجود ٹوتھ برش کا استعمال کیا گیا، تو اس سے سنت مسواک ادا نہ ہوگی؛ لیکن اگر مسواک دستیاب نہیں ہے جس کی بناء پر دانت کی صفائی کے لئے ٹوتھ برش استعمال کیا جارہا ہے، تو یہ ٹوتھ برش مسواک کے قائم مقام ہوجائے گا۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱/۱۵۷)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تجزئ من السواك الأصابع. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الطهارة / باب الاستياك بالأصابع ٦٩/١ رقم: ١٧٧)

وتقوم الإصبع أو الخرقة الخشنة مقامه عند فقده أو عدم أسنانه في تحصيل الثواب لا عند وجوده. (البحر الرائق ۲۱/۱، درمختار ۲۳٦/۱ زكريا، مرقاة المفاتيح ۸۰/۲ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۱۱/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

وضو کرتے وقت آنکھوں کے اندر پانی پہنچانا فرض نہیں

سوال (۴۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وضو کرتے وقت آنکھوں میں پانی پہنچانا فرض ہے، وضو میں چہرہ دھوتے وقت اکثر آنکھیں بند کرلیتے ہیں، جس سے صرف پلکیں اور ظاہری آنکھیں دھلتی ہیں اندر پانی نہیں جاتا، تو کیا آنکھ کے اندرونی حصہ کو دھوئے بغیر صرف ظاہری حصہ کو دھونے سے وضو صحیح ہوجائے گا؟ یا آنکھ کے اندرونی حصہ کو بھی دھونا ضروری ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وضو میں صرف آنکھ کے ظاہری حصہ کا دھونا فرض ہے اندر پتلی تک پانی پہنچانا فرض نہیں اور پلکوں والا حصہ اور آنکھ کا وہ باہری کنارہ جو ناک سے ملا ہوا ہے، اس کا دھونا فرض ہے حتی کہ اگر اس حصے میں آنکھ کی کیچڑ نکل کر جم جائے تو اسے ہٹا کر پانی پہنچانا فرض ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱/۱۳۳)

وإيصال الماء داخل العينين ساقط فقد روى عن أبي حنيفة: لا بأس بأن يغسل الرجل الوجه وهو مغمض عينيه. (المحيط البرهاني ١/١٦١)

فيجب غسل المياقي...... لا غسل باطن العينين (درمختار) وفي البحر: لو رمدت عينه فرمصت، يجب إيصال الماء تحت الرمص، إن بقي خارجا بتغميض العين وإلا فلا. (شامي، كتاب الطهارة / أركان الوضوء أربعة ١/٢١٠ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰/٦/۱۴۳۴ھ

مسح کرتے وقت دو انگلیوں سے سر پر ٹوپی پکڑنا؟

سوال (۴٦): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید وضو کرتے وقت جب مسح کرتا ہے اس وقت سر پر ہی ہاتھ کی دونوں انگلیوں سے ٹوپی کو پکڑ

Marfat.com

لیتا ہے اور مسح کر لیتا ہے، ایسا کرنے میں سر کا مسح درست ہوجاتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اگر چوتھائی سر کا مسح ہوجاتا ہو تو مسح درست ہوگا؛ کیوں کہ مسح کرنے کے لئے پورے ہاتھ کا استعمال کرنا ضروری نہیں؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ ٹوپی الگ رکھ کر مسنون طریقہ پر مسح کیا جائے۔

عن مغيرة بن شعبة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: إن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم توضأ فمسح بناصيته. (صحيح مسلم، كتاب الطهارة / باب المسح على الناصية ١٣٤/١ رقم: ٢٧٤ زكريا)

ولو أخذ الماء بثلاث أصابع ووضع عليه وضعاً ولم يمدها أجزأه على قول من قدره بثلاث أصابع وذلك (مقدار فرض مسح الرأس مقدار الناصية) قدر ربع الرأس، وقدره بعض أصحابنا بثلاث أصابع من أصابع اليد من أصغر أصابع اليد. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٠١/١ رقم: ٢٠ زكريا)

إذا وضع ثلاث أصابع ومدها حتى بلغ القدر المفروض، قال في الفتح: لم أر فيه إلا الجواز. (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ٢٣/١ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۸/۵ھ

وضو کرتے وقت صابن سے منہ اور ہاتھ پیر دھونا؟

سوال (۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وضو میں پے درپے اعضاء کو دھونا سنت ہے کہ ایک عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا دھو ڈالے، ہمارے یہاں بعض عورتیں وضو کرتی ہیں تو چہرہ دھوتے وقت صابن سے دھونے میں بہت دیر لگا دیتی ہیں، یا پاؤں دھوتی ہیں تو صابن سے دھونے میں دیر لگا دیتی ہیں، کیا یہ طریقہ وضو کی سنت ولاء کے چھوٹنے کا سبب تو نہیں ہوگا؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صابن لگانا وضو کے اعمال سے الگ ایک عمل ہے؛ لہٰذا وضو کے دوران اگر کوئی عضو صابن سے مَل کر دھویا جانے لگے تو اس کی وجہ سے اعضاء وضو کو پے در پے دھونے کی سنت ترک ہوجائے گی، اس لئے بہتر یہ ہے کہ اولاً ترتیب وار وضو کرلیا جائے، اس کے بعد اگر ضرورت ہو تو صابن سے دھویا جائے۔

ومنها الموالاة: وهي أن لايشتغل المتوضي بين أفعال الوضوء بعمل ليس منه؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم هكذا كان يفعل. (بدائع الصنائع ۱۱۲/۱ زکریا)

ومن السنة الموالاة عندنا......، وفي التحفة: الموالاة: أن لا يشتغل بين أفعال الوضوء بعمل ليس منه. (الفتاویٰ لتاتارخانیة ۲۲۱/۱ رقم: ۱۰۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۲/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وضو اور غسل میں کتنا پانی استعمال کرنا چاہئے؟

سوال (۴۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد میں اکثر آدمی شکایت کرتے رہتے ہیں، لگاتار کئی سالوں سے میں متولی ہونے کے باوجود خاموش رہتا تھا کہ کوئی بات نہیں ہے، ہمارے یہاں مسجد میں چار غسل خانے اہل محلّہ کے لئے ہیں، سردی گرمی دونوں موسم میں اہل محلّہ اسی میں نہاتے ہیں، بعض آدمی اتنی دیر میں غسل خانہ سے نکلتے ہیں کہ اتنی دیر میں تین تین آدمی فارغ ہوجائیں، لوگوں کا خیال ہے بعض کم از کم بیس بیس لوٹوں سے نہاتے ہیں۔ پچھلے جمعہ کو جب کہ میں نے مسجد کی تولیت سے انکار کرکے استعفیٰ دے دیا ہے، جمعہ میں دعاء سے پہلے کہا، میں نے پڑھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ساڑھے تین کلو پانی کی ہے، آپ لوگ زیادہ سے زیادہ ایک بالٹی استعمال کرسکتے ہیں، اس پر ایک حافظ صاحب جو میرے خاندان ہی کے ہیں، انہوں نے مزاق اڑایا کہ تم تو سب کو ناپاک کردوگے، کہیں اتنے کم

Marfat.com

پانی میں غسل ہوسکتا ہے؟ اس سے میرا ہی نہیں سنتِ رسول کا مزاق اڑایا گیا ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ وضو اور غسل میں کم از کم کتنا پانی استعمال کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں غسل خانے اس وجہ سے بنائے جاتے ہیں کہ کسی مسافر وغیرہ کو ضرورت کے وقت دشواری نہ ہو، اب ان غسل خانوں کو اہل محلہ کا مسلسل استعمال کرنا اور اس میں بے دریغ پانی خرچ کرنا جیسا کہ سوال میں درج ہے، یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ محلہ والوں کو مسجد کے غسل خانوں کو استعمال کرنے کی عادت نہیں بنانی چاہئے؛ بلکہ اپنے گھر سے طہارت حاصل کرکے مسجد میں آنا چاہئے اور بہر حال نمازیوں کو وضو اور غسل کرتے وقت یہ پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ اسراف اور فضول خرچی نہ ہونے پائے؛ کیوں کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جو پانی موقوفہ ہو (جیسے: مساجد کا پانی) اس کا وضو اور غسل میں ضرورت سے زائد استعمال قطعاً ممنوع ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل میں ایک صاع یعنی تقریباً ساڑھے تین کلو پانی استعمال کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے، اور یہ غسل مسنون کی ادنی مقدار ہے، (کیوں کہ بعض دیگر روایات سے ایک فرق یعنی تین صاع تقریباً ساڑھے دس کلو پانی کا استعمال بھی آپ سے ثابت ہے) اور اس مقدار پر طنز کرنا یا اس کا مذاق اڑانا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے، جس شخص نے ایسا کیا اس پر توبہ واستغفار لازم ہے؛ تاہم حدیث میں بیان کردہ تحدید ایسی لازمی نہیں ہے کہ اس سے زیادہ پانی کا استعمال خلافِ سنت قرار دیا جائے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص اس سے زیادہ پانی ضرورت یا اطمینانِ قلب کے لئے غسل میں استعمال کرے گا تو وہ سنت کا تارک نہ ہوگا، ہاں اگر بلاضرورت زیادہ پانی بہائے تو وہ یقیناً تارکِ سنت ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۲۳/۸ میرٹھ، فتاویٰ رشیدیہ ۱۶/۲، مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يغتسل من إناء هو الفَرَق من الجنابة ...... قال قتيبة، قال سفيان: والفرق ثلاثة آصع. (صحيح مسلم ١٤٨/١)

Marfat.com

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضأ بالمد ويغتسل بالصاع إلى خمسة أمداد. (صحيح مسلم ١٤٩/١)

عن سفينة قال: كان رسول الله ﷺ يُغَسِّله الصاعُ من الماء من الجنابة ويوضئه المدُ. (صحيح مسلم ١٤٩/١، ومثله في سنن ابن ماجة / كتاب الطهارة وسننها رقم: ٢٦٧)

عن ابن عمر رضي الله عنه قال: رأى رسول الله رجلا يتوضأ فقال: "لاتسرف، لا تسرف". (سنن ابن ماجة / كتاب الطهارة وسننها حديث: ٤٢٤)

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما أن رسول الله مر بسعد، وهو يتوضأ، فقال: "ما هذا السرف؟" فقال: أفي الوضوء إسراف؟ قال: "نعم، وإن كنت على نهر جار". (سنن ابن ماجة / كتاب الطهارة وسننها حديث: ٤٢٥)

وما في ظاهر الرواية من أن أدنى ما يكفي في الغسل صاع، وفي الوضوء مد للحديث المتفق عليه. "كان ﷺ يتوضأ بالمد ويغتسل بالصاع إلى خمسة أمداد". ليس بتقدير لازم بل هو بيان أدنى القدر المسنون.

قال في البحر الرائق: حتى إن من أسبغ بدون ذلك أجزأه وإن لم يكفه زاد عليه لأن طباع الناس وأحوالهم مختلفة وبه جزم في الإمداد وغيره. (شامي، كتاب الطهارة / مطلب في تحرير الصاع والمد والرطل ١٥٩/١ كراچی، ٢٩٥/١ زكريا)

ويكره الإسراف فيه تحريماً لو بماء النهر أو المملوك به، أما الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام. (حاشية الطحطاوي على مراقي لفلاح ٤٥ كراچی)

ومن الأدب أن لايسرف ولايقتر، هكذا ذكر شمس الأئمة الحلواني: هذا سنة. (الفتاوى التاتارخانية ٢٢٧/١ رقم: ١١٦ زكريا) فقط والله تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۳/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کیا مسجد و مدرسہ کے پانی سے اعضاء وضو تین مرتبہ سے زائد دھونا حرام ہے؟

سوال (۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے مدرسہ کے ایک صاحب نے بتایا کہ مسجد اور مدرسہ کے پانی سے اعضاءِ وضو کو تین مرتبہ سے زائد دھونا حرام ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ بات صحیح ہے کہ اگر وقف کے پانی سے بلاضرورت تین مرتبہ سے زیادہ اعضاء دھوئے گا تو وہ ناجائز ہوگا، بشرطیکہ وہ ماء جاری نہ ہو، مثلاً بڑے حوض کا پانی نہ ہو؛ بلکہ ٹنکی یا نل وغیرہ کا پانی ہو۔

أما الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام. (درمختار) وتحته في الشامية: لأن الزيادة غير مأذون بها؛ لأنه إنما يوقف ويساق لمن يتوضأ الوضوء الشرعي ولم يقصد إباحتها لغير ذلك، وينبغي تقييده بماء ليس بجار كالذي في صهريج أو حوض أو نحو إبريق. أما الجاري كماء مدارس دمشق وجوامعها فهو من المباح كماء النهر. (شامي ۱۳۳/۱ کراچی، شامي ۲۵۹/۲ زکریا)

ويكره الإسراف فيه تحريماً لو بماء النهر أو المملوك به، أما الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ۴۵ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۳/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس پانی میں نیل گھول دیا گیا ہو اس سے وضو کرنا؟

سوال (۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: پانی میں نیل گھول دی جائے تو اس سے وضو کرنا کیوں درست ہے جب کہ وہ ماء مطلق نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پانی میں پاک چیز پڑنے سے اگر رنگ بدل جائے تو ماء مطلق ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا، جیسے پاک مٹی گرنے سے پانی گدلا ہو جائے تو یہ نہیں کہیں گے کہ یہ پانی نہیں رہا؛ البتہ اگر پاک چیز اتنی زیادہ مل گئی کہ پانی کی رقیت وسیلانی باقی نہیں رہی، مثلاً پانی میں گڑ ڈالا جس سے پانی شیرہ بن گیا، تو اب یہ ماء مطلق نہیں رہے گا؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ نیل گھولنے سے چوں کہ پانی کی سیلانیت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے؛ اس لئے نیل ملے ہوئے پانی سے وضو کرنا بلاشبہ جائز و درست ہے۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن الماء لا ينجسه شيء إلا ما غلب على ريحه وطعمه ولونه. (سنن ابن ماجة، كتاب الطهارة / باب الحياض ۱/۳۹ رقم: ۵۲۱)

ويجوز الطهارة بماء خالطه شيء طاهر فغير أحد أوصافه، كماء المد والماء الذي اختلط به الزعفران أو الصابون أو الأشنان. (هداية ۱/۳٤)

أما إذا بقي على رقته وسيلانه فإنه لا يضر أي لا يمنع جواز الوضوء به تغير أوصافه كلها بجامد خالطه بدون طبخ كزعفران وفاكهة وورق شجرة. (مراقي الفلاح ١٦، حلبي كبير، باب المياه ٩٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۵/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حقہ کے پانی سے وضو کا حکم

سوال (۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حقہ کے پانی سے کن حالات میں وضو جائز ہے؟ اور کن حالات میں وضو جائز نہیں ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حقہ کے پانی میں نجاست نہ ملی ہو اور اس کے علاوہ پانی موجود نہ ہو، تو اس سے وضو جائز ہے، اور اگر اس کے علاوہ صاف پانی موجود ہو تو بہتر یہ ہے کہ حقہ کے پانی سے وضو نہ کیا جائے؛ اس لئے کہ اس میں تمباکو کی بد بو سرایت کر جاتی ہے، اور بسا اوقات رنگ اور ذائقہ بھی بدل جاتا ہے۔

لا أي لا ينجس لو تغير بطول مكث فلو علم نتنه بنجاسة لم يجز.

(الدرمختار مع الرد المحتار ۱/۳۳۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۴/۳۰ھ

پاؤں کی پھٹن میں موم بھر کر وضو وغسل کرنا؟

سوال (۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی آدمی کے پاؤں سردی کی وجہ سے پھٹنے لگے، وہ شخص اس میں علاج کے طور پر موم وغیرہ بھر دے تو وضو کرتے وقت کیا اس موم کو نکالنا ہوگا یا بغیر نکالے وضو صحیح ہو جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وہ پھٹن اتنی گہری ہے کہ اس کے اندر پانی کا پہنچنا تکلیف اور ضرر کا باعث ہے، تو اوپر سے پانی بہالینا کافی ہے اس کو نکالنے کی ضرورت نہیں، اور اگر اندر پانی پہنچنے سے چنداں تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے، تو موم لگے رہنے سے وضو اور غسل درست نہ ہوں گے؛ بلکہ حتی الامکان موم کو نکال کر پانی بہانا ضروری ہے۔

وإذا كان برجله شقاق فجعل فيه الشحم أو المرهم إن كان لايضره إيصال الماء لايجوز غسله ووضوئه، وإن كان يضره يجوز إذا أمر الماء على ظاهر ذلك. (كبيري شرح منية المصلي ٤٩)

Marfat.com

وإن كـان برجله شقاق فجعل فيها الشحم وغسل الرجل ولم يصل الماء إلـى ما تحته ينظر إن كان يضر إيصال الماء إلى ما تحته يجوز، وإن كان لا يضره لا يجوز. (الفتاوى التاتارخانية ۲۰۷/۱ رقم: ۵۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۶/۱۴۱۱ھ

ووٹ کے نشان سے وضو کا حکم؟

سوال (۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انتخابات کے موقع پر ووٹ ڈالنے والوں کی انگلی پر کالا نشان کیمیکل لگایا جاتا ہے جو کہ جسم والا ہوتا ہے، مثل مہندی کے اس کا رنگ الگ نہیں ہے، کئی روز تک اس کا نشان باقی رہتا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس نشان کے ہوتے ہوئے وضو غسل وغیرہ ہوگا یا نہیں؟ اور اسی طرح جو نمازیں اس نشان کے ساتھ پڑھ لی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ مذکورہ مسئلہ میں ابتلاء عام اور حکومت کی طرف سے مجبوری ہے، کیا اس کی وجہ سے مسئلہ شرعی میں کچھ تخفیف ہوجائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ کیمیکل کو لگا کر تجربہ کر کے دیکھا گیا جس سے معلوم ہوا کہ اس میں اسپرٹ کافی مقدار میں ہوتا ہے اور ابتداء میں وہ اسپرٹ کی وجہ سے سیال ہوتا ہے؛ لیکن اسپرٹ کے ہوا میں تحلیل ہوجانے کے بعد کھال پر گہرا نشان پڑ جاتا ہے، پھر دھیرے دھیرے پپڑی کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جو پانی کے پہنچنے کو مانع ہوتی ہے؛ لہٰذا اولاً تو اسے لگایا ہی نہ جائے یا لگانے کے بعد فوری طور پر چھڑانے کی کوشش کی جائے اور اگر چھڑانا مشکل اور تکلیف دہ ہو جو کہ ظاہر ہے تو ایسی صورت میں وہ عفو کے درجہ میں ہوگا، وہ وضو اور غسل سے مانع نہ ہوگا؛ کیوں کہ ضرر اور حرج کی وجہ سے تخفیف آجاتی ہے۔

لا غسل باطن العينين – إلى قوله – وونيم ذباب للحرج: قال الشامي

Marfat.com

(للحرج) علة لقوله: لا غسل أي فإن هٰذه المذكورات وإن كانت داخلة في حد الوجه المذكور إلا أنها لا يجب غسلها للحرج، وعلل في الدرر بأن محل الفرض استتر بالحائل وصار بحال لا يواجه الناظر إليه فسقط الفرض عنه وتحول إلى الحائل. (شامي ۱/۲۱۱ زكريا)

ويعفى أثر شق زواله بأن يحتاج في إخراجه إلى نحو الصابون. (مجمع الأنهر ۱/۹۰)

والمراد بالأثر اللون والريح، فإن شق إزالتهما سقطت. (لبحر الرائق ۱/۲۳۷)

شرط صحته أي الوضوء زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد كشمع شحم. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ٦٢ أشرفية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۰/۱۱/۱۶ھ

ہاتھ پیروں پر پکا پینٹ لگا ہونے کی حالت میں وضو کرنا؟

سوال (۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احقر پکا پینٹ اور کلر کا کام کرتا ہے، پینٹ ہاتھ کے ناخونوں پر جم جاتا ہے، اور ہفتوں میں چھوٹتا ہے، کیا اس کے لگے رہنے سے میرا وضو وغسل ہوتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز پڑھنے سے پہلے تیل وغیرہ لگا کر ہاتھ اور بدن کے دیگر حصہ سے اچھی طرح پینٹ کو صاف کرنا لازم ہے، اگر پوری کوشش کے باوجود کچھ حصہ رہ جائے تو ضرورت اور حرج کی وجہ سے وضو اور غسل میں کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔

وفي الجامع الصغير: سئل أبو القاسم عن وافر الظفر الذي يبقى في أظفاره الدرن، أو الذي يعمل عمل الطين أو المرأة التي صبغت إصبعها بالحناء

Marfat.com

أو الصرام أو الصباغ قال: كل ذلك سواء يجزيهم وضوء هم إذ لايستطاع الامتناع عنه إلا بحرج، والفتوى على الجواز. (الفتاوى الهندية ٤/١)

وينعفى أثر شق زواله بأن يحتاج في إخراجه إلى نحو الصابون. (مجمع الأنهر ١/٠٩)

والمراد بالأثر اللون والريح، فإن شق إزالتهما سقطت. (لبحر الرائق ٢٣٧/١)

شرط صحته أي الوضوء زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد كشمع شحم. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ٦٢ أشرفية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۳/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناخن پالش

سوال (۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ناخن پالش کا استعمال کیسا ہے؟ عام طور پر یہ بات اس طرح سننے میں آتی ہے کہ اس کے لگانے سے نہ غسل ہوتا ہے اور نہ وضو کیا یہ صحیح ہے؟ شریعت میں اگر استعمال درست نہیں تو کیا ایام مخصوصہ میں اس کے لگانے کی اجازت ہے، جن ایام میں نماز وغیرہ کے لیے وضو اور غسل کی ضرورت نہیں پڑتی کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ناخن پالش لگے رہنے کی صورت میں وضو اور غسل صحیح نہیں ہوسکتا، لہٰذا اس کے بجائے زینت کے لیے مہندی کا استعمال کیا جائے جو مانع غسل و وضو نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ ناپاکی کے ایام میں بھی ناخن پالش سے احتراز کریں اس لیے کہ پالش لگا کر اس کو چھڑانا بھی ایک کارے دارد ہے، اس لئے ایسے فیشن سے دور ہی رہنا اچھا ہے جو طہارت کو مشکوک بنادے۔

Marfat.com

إن صلبا منع وهو الأصح (درمختار) لامتناع نفوذ الماء مع علم الضرورة والحرج. (شامي ۲۸۹/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۱/۲۶ھ

بالوں اور ناخون پر رنگ سے نماز کا حکم؟

سوال (۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل بالوں میں کلر اور ڈائی کرائی جاتی ہے اس سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اور ناخن پر پالش لگانے سے نماز ہو جائے گی کہ نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بالوں یا ناخونوں پر ایسا رنگ لگانے سے جو اندر تک پانی پہنچانے سے مانع نہ ہو، مثلاً مہندی اور خضاب وغیرہ، تو اس سے وضو یا نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی؛ لیکن اگر ایسی پالش ناخونوں پر لگائی جائے جس کی باقاعدہ پرت جم جاتی ہے، تو اس کے لگانے سے وضو درست نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اندر تک پانی نہیں پہنچا، اور جب وضو درست نہیں ہوگا تو نماز بھی صحیح نہ ہوگی۔

سئل أبو القاسم عن وافر الظفر الذي يبقى في أظفاره الدرن أو الذي يعمل عمل الطين أو المرأة التي صبغت إصبعها بالحناء أو الصرام إلى قوله يجز يهم وضوء هم. (الفتاوى الهندية ٤/١)

أو لزق بأصل ظفره طين يابس أو رطب لم يجز. (الفتاوى الهندية ٤/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۹/۲/۳۰ھ

Marfat.com

لپی ہوئی مہندی پر مسح؟

سوال (۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز کے سلسلے میں ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ سر پر مہندی لگی ہوئی ہے ابھی وہ پوری طرح سوکھی نہیں ہے اور نماز کا وقت ہو چکا ہے تو کیا مہندی کو سر سے الگ کئے بغیر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا یہ ضروری ہے کہ سر کو جب تک دھوئیں نہیں تو نماز نہیں ہوگی؟ صحیح صورت مسئلہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مہندی اس طرح لپی گئی کہ بالوں کا ایک چوتھائی حصہ بھی اوپر سے کھلا ہوا نہیں رہا اور مہندی اتنی سوکھ گئی ہو کہ اوپر کی تری کا اثر بالوں تک نہ پہنچ پائے تو ایسی لپی ہوئی سوکھی مہندی کے اوپر سے مسح کرنا درست نہیں، پہلے مہندی کو چھڑائیں اس کے بعد مسح کریں۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱۴۱)

ولا يمنع الطهارة وَنيم وحناء ولو جِرمه، به يفتى (الدر المختار) صرح به في المنية عن الذخيرة في مسألة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة. قال في شرحها: ولأن الماء ينفذه لتخلله وعدم لزوجته وصلابته، والمعتبر في جميع ذلك نفوذ الماء ووصوله إلى البدن. (شامي ۱/ ۲۸۸ زكريا) فقط والله تعالىٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/ ۱۱/ ۱۴۲۵ھ

ناخن پالش کو گھنی داڑھی پر قیاس نہ کیا جائے

سوال (۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس طرح گھنی داڑھی چہرے کی کھال کے حکم میں ہو جاتی ہے اور صرف داڑھی کو دھولینا ہی کافی ہوتا ہے، کھال تک پانی پہنچانے کی ضرورت نہیں ہوتی، تو کیا اسی طرح ناخن پالش بھی اسی حکم

Marfat.com

میں ہوسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: داڑھی اگر اتنی گھنی ہو کہ اندر کی کھال باہر سے دکھائی نہ دے، تو وضو میں دفع حرج کے لئے داڑھی کے بالوں کو اوپر سے دھونا کافی ہوتا ہے، یہ ایک سہولت ہے جو احادیثِ شریفہ سے ثابت ہے۔ اور غسل میں یہ سہولت نہیں، یہی وجہ ہے کہ چاہے کتنی ہی گھنی داڑھی ہو، غسل میں اندر تک پانی پہنچانا ضروری ہے، اس کے بغیر غسل درست نہ ہوگا؛ لہٰذا ناخن پالش کو وضو اور غسل میں داڑھی کے مسئلہ پر منطبق نہیں کیا جاسکتا۔

نیز یہ کہ داڑھی بڑھانا شرعاً محمود ہے اس لئے اس میں تخفیف ہوسکتی ہے، اور ناخن پالش لگانا مانع غسل ہونے کی وجہ سے شرعاً ممنوع ہے، اس لئے اس میں تخفیف کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

كما تستفاد من العبارات الآتية: لو قص الشارب لايجب تخليله وإن طال يجب تخليله وكأن وجهه أن قطعه مسنون فلا يعتبر قيامه في سقوط غسل ما تحته، بخلاف اللحية فإن إعفائها هو المسنون. (كبيري شرح منية ۱۸)

وفي الشامي: وعلل في الدرر بأن محل الفرض استتر بالحائل وصار بحال لايواجه الناظر إليه، فسقط الفرض عنه وتحول إلى الحائل. (شامی ۹۸/۱ کراچی، شامي ۲۱۱/۱ زكريا، الفتاوى الهندية ٤/١)

أما المستورة فساقط غسلها للحرج. (شامي ۲۱٦/۱ زكريا)

ثم لا خلاف أن المسترسل لا يجب غسله ولا مسحه بل يسن، وأن الخفيفة التى ترى بشرتها يجب غسل ما تحتها. (درمختار) وفى الشامى: أما المستورة فساقط غسلها للحرج. (شامي ١٩٤/١ بيروت، شامي ٢١٦/١ زكريا)

ويجب غسل ظاهر اللحية الكثة في أصح ما يفتى به (نور الإيضاح) وعلل في الطحطاوي: لقيامها مقام البشرة لتحول الفرض إليها. (مراقي الفلاح مع

Marfat.com

الطحطاوي ۲۵ بيروت)

وقيل إن صلباً منع وهو الأصح. (درمختار) وفي الشامي: صرح به في شرح المنية وقال: لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج. (شامي ۲۵۹/۱ بيروت، شامي ۲۸۹/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۵/۳۰ھ

لپ اِسٹک لگا کر وضو

سوال (۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی عورت لپ اِسٹک لگا کر وضو کرتی ہے تو اس کا وضو ہو جائے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لپ اِسٹک اگر تہہ دار ہے تو وہ کھال تک پانی کے پہنچنے سے مانع ہے؛ لہٰذا اس کو لگانے سے وضو درست نہیں ہوگا، اور اگر تہہ دار نہیں ہے محض رنگ ہے تو وہ وضو سے مانع نہیں۔

ولا يمنع الطهارة ونيم وحناء ودرن ووسخ وتراب في ظفر مطلقا ولا يمنع ما على ظفر صباغ. وقيل: إن صلبا منع وهو الأصح. (درمختار) أي إن كان ممضوغا مضغا متأكدا بحيث تداخلت أجزاؤه وصار لزوجة وعلاكة كالعجين......، وقال: الامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج. (شامي ۲۸۸/۱-۲۸۹ زكريا)

شرط صحته أي الوضوء زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد كشمع شحم. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ٦٢ أشرفية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/۱۱/۱۴۲۵ھ

مہندی اور خضاب لگا کر وضو کرنا؟

سوال (۶۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خضاب کے متعلق تحریر فرمائیں کہ اس کے استعمال سے غسل اور وضو میں کوئی کراہت ہے یا نہیں؟ آیا اس کے استعمال کے بعد غسل اور وضو ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کا استعمال یا مہندی کا استعمال درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خضاب اور مہندی کے رنگ سے غسل ووضو میں خرابی نہیں آتی؛ البتہ کالا خضاب مرد کے لئے مکروہ ہے، مہندی لگانے میں حرج نہیں ہے۔

أو المرأة التي صبغت بإصبعها بالحناء أو الصرام أو الصباغ، قال: كل ذلك سواء، يجزيهم وضوئهم إذ لا يستطاع الامتناع عنه إلا بحرج. (الفتاوى الهندية ٤/١)

ولا يضر بقاء أثر كلون وريح. (شامي ٥٣٧/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وضو کے بعد چہرہ پونچھنا ممنوع نہیں

سوال (۶۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ لوگ کہتے ہیں وضو کر کے چہرہ نہیں پونچھنا چاہئے؛ کیوں کہ وضو کے بعد چہرہ پر سے جتنا پانی جائے نماز پر گرتا ہے اتنے ہی گناہ معاف ہوتے ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وضوء کرنے کے بعد تولیہ یا رومال وغیرہ سے چہرہ

Marfat.com

پونچھنے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے، خود نبی کریم ﷺ سے بھی بعض مواقع پر پونچھنا ثابت ہے، اس لئے اس سے منع نہیں کیا جائے گا؛ تاہم یہ کوئی ضروری بھی نہیں ہے، پس اگر کوئی شخص گرمی کے موسم میں ٹھنڈک کی غرض سے وضو کے بعد تولیہ استعمال نہ کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اور یہ کہنا کہ وضو کے بعد چہرہ سے جتنا پانی جائے نماز پر گرے گا، اتنے ہی گناہ معاف ہوں گے، یہ بے دلیل بات ہے؛ کیوں کہ گناہوں کی معافی کے لئے وضو کے پانی کا جائے نماز پر گرنا شرط نہیں ہے؛ بلکہ وضو کے بعد جو بھی پانی جہاں بھی گرتا ہے اس سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كانت لرسول الله صلى الله عليه وسلم خرقة ينشف بها بعد الوضوء. (سنن الترمذي ١٨/١)

وفي حديث ميمونة رضي الله تعالىٰ عنها: فناولته ثوباً فلم يأخذه فانطلق وهو ينفض يديه. (صحيح البخاري ٤١/١، سنن أبي داؤد ٣٢/١)

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا توضأ العبد المسلم أو المؤمن فغسل وجهه خرج من وجهه كل خطيئة نظر إليها بعينيه مع الماء، أو مع آخر قطر الماء، فإذا غسل يديه خرج من يديه كل خطيئة كان بطشتها يداه مع الماء، أو مع آخر قطر الماء، فإذا غسل رجليه خرجت كل خطيئة مشتها رجلاه مع الماء، أو مع آخر قطر الماء حتى يخرج نقيا من الذنوب. (الموطا لإمام مالك ٣٢/١، صحيح مسلم رقم: ٢٤٤، سنن الترمذي رقم: ٢)

والمنقول في معراج الدراية وغيرها أنه لا بأس بالتمسح بالمنديل للمتوضي والمغتسل إلا أنه ينبغي أن لا يبالغ ويستقصي فيبقى أثر الوضوء على أعضائه. (البحر الرائق ٥١/١، شامي ١٣١/١ كراچی، المحيط البرهاني ١٧٩/١ ڈابھیل)

ومن الآداب – إلى قوله – والتمسح بمنديل. (در مختار) تحته في الشامية: روي عن رسول الله ﷺ أنه كان يفعله، ومنهم من كره ذلك. (شامي

Marfat.com

۲۵۷/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اعضاء وضو سے ٹپکنے والا پانی ناپاک نہیں

سوال (۶۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وضو کے بعد اعضاء سے ٹپکنے والا پانی کیا نجس ہوتا ہے؟ اس پانی کے کپڑوں پر ٹپکنے سے کیا کپڑے نجس ہوجاتے ہیں، یا اس پانی کے مسجد میں گرنے سے انسان گنہگار ہوتا ہے؟ جو بھی ہو وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وضو کے بعد اعضاء وضو سے ٹپکنے والا پانی نجس نہیں ہے، یہ پانی اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا بھی نجس نہیں ہوتا۔

مستفاد: عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج إلى الصلاة، فلما كبّر انصرف وأومأ إليهم أن كما كنتم، ثم خرج فاغتسل ثم جاء ورأسه يقطر، فصلى بهم. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح ۷۸/۳ رقم: ۱۰۰۹ بيروت)

ما يصيب منديل المتوضي وثيابه عفوٌ اتفاقا وإن كثر. (شامي ۳۵۲/۱ زكريا)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وضو کے بعد آسمان کی طرف شہادت کی انگلی اٹھا کر دعا پڑھنا

سوال (۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض لوگ وضو کے بعد آسمان کی طرف شہادت کی انگلی اٹھا کر ایک دعا پڑھتے ہیں، کیا یہ دعا صحیح ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وضو کے بعد کلمۂ شہادت اور دعا پڑھنا، اور دعا پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف نظر اٹھانا احادیثِ شریفہ سے ثابت ہے؛ البتہ شہادت کے وقت آسمان کی طرف انگلی اٹھانا کسی روایت میں صراحۃً نظر سے نہیں گذرا؛ لیکن فقہاء نے اسے مستحسن قرار دیا ہے، اس لئے ایسا کرنے کی ممانعت نہیں ہے، مگر اسے ضروری یا مسنون عمل نہ سمجھا جائے۔

عن عقبة بن عامر الجهني رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم حديث تناوب الرعاية – رعاية الإبل – وفيه قال: فنظرت فإذا هو عمر بن الخطاب فقلت: ما هي يا أبا حفص؟ قال: إنه قال آنفاً قبل أن تجيئ: ما منكم من أحد يتوضأ فيحسن الوضوء، ثم يقول حين يفرغ من وضوئه: أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، إلا فتحت له أبواب الجنة يدخل من أيها شاء. (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة / باب مايقول الرجل إذا توضأ ۱/۲٦ رقم: ۱٦۹)

وفي رواية عنه مرفوعاً قال: من توضأ فأحسن وضوءه ثم رفع إلى السماء، فقال: أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شريك له وأن محمداً عبده ورسوله، فتحت له ثمانية أبواب من الجنة يدخل من أيها شاء. (مسند أحمد ٤/۱٥۱، سنن أبي داؤد ۱/۲۲)

وفي رواية عنه مرفوعاً نحوه وفيه: قال عند قوله: فأحسن الوضوء، ثم رفع نظره إلى السماء. (سنن أبي داؤد ۱/۲٦ رقم: ۱۷۰)

وزاد في المنية أن يقول بعد فراغه: سبحانك اللّٰهم وبحمدك أشهد أن لا إلٰه إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك، وأشهد أن محمداً عبدك ورسولك ناظراً إلى السماء. (شامي ۱/۲٥۳ زكريا)

ذكر الغزنوي أنه يشير بسبابته حين النظر إلى السماء. (حاشية الطحطاوي ۷۷)

والإتيان بالشهادتين بعده قائماً مستقبلاً، قال الطحطاوي: ذكر الغزنوي

Marfat.com

أنـه يشيـر بسبـابته حين النظر إلى السماء. (طحطاوي على المراقي ٤٣، فتاویٰ رحیمیه ١٤٠/٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۱ ۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غسل کے وضو سے نماز ادا کرنا؟

سوال (٦٤): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غسل کے وضو سے نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ یا غسل کے بعد نماز کے لئے دوبارہ الگ سے وضو کرنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: غسل سے کامل طہارت حاصل ہوجاتی ہے؛ لہٰذا غسل کے بعد نیا وضو کئے بغیر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۲/ ۲٦۳)

عن عـائشة رضـي اللّـه عنهـا قـالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يتوضأ بعد الغسل. (سنن الترمذي ١/ ٣٠)

وقـال عـلـي الـقـاري: أي اكتـفـاء بـوضوئه الأول في الغسل وهو سنة أو بـانـدراج ارتـفـاع الحدث الأصغر تحت ارتفاع الأكبر بإيصال الماء إلى جميع أعضائه وهو رخصة. (مرقاة المفاتيح ٢/ ٣٨، كتاب المسائل ١/ ١٧٩)

ويدل عليه أنه في البدائع ذكر ركن الغسل وهو إسالة الماء على جميع ما يمكن إسالته عليه من البدن من غير حرج. (شامي ١/ ١٥١ كراچی)

ولـو انـغـمـس المغتسل في الماء الجارى، أو انغمس في ما هو في حكمه ومـكـث منغمساً قدر الوضوء والغسل أو في المطر كذلک، ولو للوضوء فقط، فقد أكمل السنة. (طحطاوى على المرقي ١٠٥ أشرفي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈیجیٹل قرآنِ کریم کی اسکرین کو بغیر وضو کے چھونا

سوال (۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے پاس موبائل نما الیکٹرونک ڈیجیٹل قرآنِ کریم ہے، اس کی پوری شکل ویسی ہی ہے جیسے ایک موبائل ہوتا ہے، مگر وہ حقیقت میں موبائل نہیں ہے، اس میں بٹن دبانے سے اوراق پلٹتے ہیں۔

اسی طرح ایک سسٹم اس میں یہ بھی ہے کہ اس موبائل کے اسکرین پر انگلی پھیرنے سے بھی اوراق پلٹ جاتے ہیں، اور کبھی کبھی خود بخود اوراق پلٹتے ہیں، نیز اس الیکٹرونک قرآنِ کریم سے تلاوتِ کلام اللہ کی آواز بھی سن سکتے ہیں اور تفاسیر کی آواز بھی بٹن اُون کرنے سے نکلتی ہے۔

تو اب مفتی صاحب سے پوچھنا یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا وضو بار بار ٹوٹتا رہتا ہو اور بار بار وضو کرنے میں وہ تکلیف محسوس کر رہا ہو، تو کیا ایسے شخص کے لئے بغیر وضو اس الیکٹرونک قرآنِ کریم کو چھونا، مثلاً اس کی اسکرین پر ہاتھ لگانا، اس میں جو تفاسیر وغیرہ ہیں، ان کو بے وضو پڑھنا یا ان دینی پروگراموں کو بے وضو ہاتھ میں لے کر سننا جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ڈیجیٹل قرآنِ کریم جس وقت کھول کر چلایا جا رہا ہو اور اس کی اسکرین پر قرآنی آیات نمایاں ہوں، تو اس کا حکم مطبوعہ قرآنِ پاک کے مانند ہے؛ لہٰذا اس حالت میں اس کو بلا وضو ہاتھ لگانا اور اسکرین پر انگلی پھیر کر اوراق پلٹنا جائز نہ ہوگا؛ البتہ کسی مخصوص قلم یا اسی مقصد سے بنائی گئی تیلی وغیرہ کے اشارہ سے اوراق پلٹتے ہوئے موبائل کو چھوئے بغیر اس میں قرآن پڑھا جائے تو اس کی گنجائش ہوگی، نیز جب اس آلہ کو اس طرح بند کر دیا جائے کہ قرآنی حروف اسکرین پر نظر نہ آئیں؛ بلکہ صرف آواز آتی رہے تو اس کا حکم ٹیپ ریکارڈ کی طرح

Marfat.com

ہوگا اور اسے بلا وضو چھونے اور اس سے قرآن سننے کی اجازت ہوگی۔

ومسه أي القرآن ولو في لوح أو درهم أو حائط. (شامي ٤٨٨/١ زكريا)

ويمنع مسه إلا بغلافه المنفصل أي كالجراب والخريطة دون المتصل، كالجلد المشرز هو الصحيح وعليه الفتوى؛ لأن الجلد تبع له. (الدر المختار مع الشامي ٤٨٨/١ زكريا)

بخلاف المصحف فلا يجوز مس الجلد وموضع البياض منه...... والمنع أقرب إلى التعظيم كما في البحر أي والصحيح المنع. (شامي ٤٨٨/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۲/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر وضو اسکرین پر آیتِ قرآن کو چھونا؟

سوال (٦٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موبائل کی اسکرین پر قرآنی آیت ہے، تو کیا بلا وضو اس اسکرین کو چھو سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس اسکرین پر قرآن کی آیت نمایاں ہو، اس اسکرین کو بلا وضو چھونا احتیاط کے خلاف ہے۔

ومسه أي القرآن ولو في لوح، أو درهم أو حائط. (شامي ٤٨٨/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۰/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

موبائل کی اِسکرین پر نظر آنے والے قرآنی حروف کو بلا وضو چھونا

سوال (۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''مسائل موبائل'' نامی ہی رسالہ جو مولانا سلمان مظاہری مدراسی کا ترتیب دادہ ہے، اور جس میں مرتب موصوف کے سوالات اور آنجناب زید مجدہ کے جوابات ہیں، ان ہی میں سے ایک سوال وجواب یہ ہے:

سوال (۱)- بغیر وضو کے اپنا موبائل چھونا جس میں قرآنِ کریم یا احادیثِ شریفہ وغیرہ کو چلایا جارہا ہو، کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب:- اگر موبائل کی اِسکرین پر قرآن یا اَحادیثِ شریفہ کے حروف دکھائی دے رہے ہیں، تو اُن حرفوں پر بلا وضو ہاتھ رکھنا درست نہیں؛ لیکن اگر یہ پروگرام بند ہو، تو ایسے موبائل کو بلا وضو چھونا منع ہیں۔

يمنع دخول مسجد – إلى قوله – ومسه أي القرآن ولو في لوح أو درهم أو حائط. (شامي ۱/۴۸۸ زکريا)

احقر کو آنجناب زید فضلہ کے مذکورہ جواب پر مکمل اطمینان ہے اور یہی قرآنِ کریم واَحادیثِ طیبہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کے ادب واحترام کا مقتضی بھی؛ لیکن ایک روز احقر ''جواہر الفقہ'' کے مطالعہ میں مشغول تھا اور دوران مطالعہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمۃ کی درج ذیل تحریر پر نظر پڑی:

''گراموفون کے جس ریکارڈ (پلیٹ) میں قرآنِ مجید کی کوئی آیت محفوظ ہو، اس کو بلا وضو چھونا جائز ہے؛ کیوں کہ وہ قرآنِ مجید کے حکم میں نہیں، اور نہ آیات وکلمات اُس میں اِس طرح لکھے ہوئے ہیں جس طرح عام طور پر لکھا جاتا ہے، اور اس کے اندر قطعہ، تو تیا پر جو کچھ حروف کے مخارج کندہ ہوتے ہیں، ان کی وجہ سے ریکارڈ کو قرآن کا حکم نہیں دیا جاسکتا''۔ (جواہر الفقہ ۷/۴۲۱)

تو ذہن میں ایک بات آئی اور وہی مستقل شبہ کی شکل اختیار کرگئی، اور وہ یہ ہے کہ جو حکم

Marfat.com

گراموفون کی ریکارڈ پلیٹ پر لکھی قرآنی آیت کے چھونے کا ہے، وہی حکم موبائل کی اسکرین پر ظاہر ہونے والی آیاتِ قرآنیہ کا بھی ہونا چاہئے؛ کیوں کہ آج کل کے کیمرے والے موبائل میں استعمال شدہ میموری کارڈ (جو کہ اس قسم کے موبائل کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت میں ہے اور یہی میموری کارڈ مذکورہ بالا سوال وجواب کا بنیادی سرچشمہ بھی ہے، اگر یہ نہ ہوتو پھر مذکورہ سوال وجواب کا تصور ہی باقی نہیں رہ جاتا) یہ درحقیقت گراموفون ہی کی ترقی یافتہ صورت ہے۔-اور بس- کلام کو محفوظ وریکارڈ کرنے کا جو کام گراموفون سے لیا جاتا ہے، اس میموری والے موبائل نے اس کام کی انجام دہی کو مزید آسان بنادیا ہے؛ لہٰذا یہ دونوں متحد فی الحکم ہونے چاہئیں اور گراموفون کا حکم تحریر سابق سے واضح ہے۔

رہا آنجناب زید مجدہ کا استدلال پر عاجز بے مایہ کا ایک طالب علمانہ شبہ یہ ہے کہ لوح، درہم، اور حائط پر کتابت شدہ قرآنی آیت توچوں کہ ایک پائیدار ومحسوس شکل میں ہے، اس لئے اس کو چھونا بالیقین ناجائز ہے اور اس میں شک وشبہ کی کوئی ادنیٰ گنجائش بھی نہیں ہے؛ لیکن بہرحال موبائل کی اسکرین پر ظاہر ہونے والی قرآنی آیت تو یہ اس کی کوئی پائیدار شکل ہے اور نہ ہی کوئی محسوس شکل؛ بلکہ یہ تو محض ایک ظل اور عکس معلوم ہوتا ہے، اور جس طرح فوٹو جب تک کیمرہ کی اسکرین پر رہے اور مشین کی مدد سے کاغذی صورت میں اس کو کیمرہ سے باہر نہ نکال دیا جائے، اس وقت وہ فوٹو ظل اور عکس ہی کے حکم میں ہے، اس کو تصویر نہیں کہا جاسکتا، اور اسی فوٹو کو اگر کاغذی شکل دے دی جائے، تو ظل وعکس نہیں؛ بلکہ تصویر کے حکم میں ہو جاتا ہے، بالفاظِ دیگر ایک ناپائیدار چیز پائیدار ہو جائے گی، ٹھیک یہی بات قرآنی آیات کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے کہ مثلاً جب تک صرف موبائل کی اسکرین پر ہے، تو محض ظل وعکس اور ایک ناپائیدار چیز کے حکم میں ہیں، اور جب ان ہی آیات کو کاغذی شکل میں برآمد کرلیا جائے تو پھر ان کے چھونے نہ چھونے کا وہی حکم ہوگا جو کہ معروف ومشہور ہے۔

اس تحریر سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب زید مجدہ نے ایک ناپائیدار چیز کو پائیدار پر

Marfat.com

قیاس فرمایا ہے، جو سمجھ سے بالاتر ہے، پھر یہ کہ موبائل پر وگرام جاری ہے یا بند ہے اور اسی کے اعتبار سے حکم کے نفاذ کے کوئی معنی احقر کی سمجھ میں اب تک نہیں آسکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

نوٹ:- اس شبہ کو تحریری شکل میں پیش کر کے احقر کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ موبائل کی اسکرین پر ظاہر ہونے والی آیات بلاوضو چھونے کا جواز نکالا جائے؛ بلکہ اپنے ذکر کردہ شبہ کا ازالہ صرف اور صرف پیشِ نظر ہے۔

حضرت والا سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ تفصیلی اور تشفی بخش جواب دے کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسائلِ موبائل میں جو مسئلہ لکھا گیا ہے وہ اپنی جگہ پر درست ہے؛ اس لئے کہ جس وقت اسکرین پر قرآنِ کریم کی آیات واضح طور پر نظر آ رہی ہیں، تو اُن کو ہاتھ لگانا عرفاً قرآنِ کریم ہی کو ہاتھ لگانا سمجھا جاتا ہے، اگرچہ ان کو کاغذ پر لکھی ہوئی تحریر کی طرح قرار حاصل نہ ہو؛ لیکن فی الجملہ قرار حاصل ہے، بایں طور کہ جب تک بٹن بند نہ کیا جائے وہ خود بخود بند نہیں ہوتا، اس کو محض ایک سایہ کے درجہ میں رکھنا صحیح نہیں، اور اس طرح کے مسائل میں زیادہ تر مدار عرف پر ہوتا ہے، پس جس کو عرف میں بے ادبی سمجھی جائے، اس کی شرعاً اجازت نہ ہوگی۔

اور آپ نے ''جواہر الفقہ'' میں ذکر کردہ جس جزئیہ سے اشکال پیش فرمایا ہے، اس کا تعلق ہمارے زیرِ بحث مسئلہ سے نہیں ہے؛ کیوں کہ گراموفون کی پلیٹ میں صرف نشانات نظر آتے ہیں، حروف نظر نہیں آتے؛ لہٰذا اس کا حکم موبائل کی اسکرین سے جداگانہ ہوگا؛ بلکہ وہ موبائل چپ کے درجہ میں ہوگی اور چپ کو بلا وضو ہاتھ لگانے میں کوئی حرج نہیں، جس میں اگرچہ پورا قرآنِ کریم محفوظ رہتا ہے؛ لیکن جب تک اسے اسکرین پر نہ چلایا جائے وہ نظر نہیں آتا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ [الواقعة: ۷۹]

الثابت بالعرف کالثابت بالنص. (رسم المفتی ۹۵ سہارنپور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۳/۱۷ھ

Marfat.com

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس موبائل کی اِسکرین پر قرآن یا حدیث چلائی جارہی ہو اس کو بے وضو چھونا

سوال (۶۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بغیر وضو کے ایسے موبائل کا چھونا جس میں قرآنِ کریم یا اَحادیثِ شریفہ وغیرہ کو چلایا جارہا ہو، کیا حکم رکھتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن یا اَحادیثِ شریفہ کے حروف دکھائی دے رہے ہوں، تو ان حروف پر بلاوضو ہاتھ رکھنا درست نہیں ہے؛ لیکن اگر یہ پروگرام بند ہو، تو ایسے موبائل کو بلاوضو چھونا منع نہیں ہے۔

ویمنع دخول مسجد – إلی قولہ – ومسہ، أي القرآن ولو في لوح أو درهم، أو حائط. (شامي ۱/۴۸۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۷/۸/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نواقضِ وضو

زخم یا پھوڑے کو دبا کر خون نکالنے سے وضو کا حکم

سوال (٦٩): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی آدمی زخم یا پھوڑا کو دبا کر خون یا پیپ اتنی مقدار میں خارج کردے جن سے سیلان متحقق ہوسکے، تو کیا اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا، جب کہ ہدایہ کی عبارت: وأما إذا عصرها فخرج بعصره فلا ينقض؛ لأنه خروج وليس بخارج. (هداية ٢٨/١) سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو نہیں ٹوٹے گا، اگر وضو ٹوٹ جائے گا تو ہدایہ کی اس عبارت کا کیا جواب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زخم یا پھوڑے کو دبا کر خون نکال دینے سے نقضِ وضو کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، صاحب ہدایہ اور علامہ عینیؒ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹے گا، ان کے علاوہ دیگر تمام فقہاء کرام متفقہ طور پر فرماتے ہیں کہ خون خود بخود نکلنے یا دبا کر نکال دینے، دونوں صورتوں کا حکم یکساں ہے، یعنی بہر صورت وضو ٹوٹ جائے گا۔ صاحبِ ہدایہ کی عبارت روایت شاذہ میں سے ہے، عام حالات میں اس پر فتویٰ نہیں ہے۔

أخرج الدار قطني بسنده عن تميم الداري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الوضوء من كل دم سائل. (سنن الدار قطني ١٦٢/١ رقم: ٥٧١)

والمخرج بعصره والخارج بنفسه سيان في حكم النقض على المختار كما في البزازية. قال: لأن في الإخراج خروجاً فصار كالفصد، وفي الفتح عن

Marfat.com

الکافي أنه الأصح، واعتمده القهستاني. وفي القنية وجامع الفتاویٰ: أنه الأشبه ومعناه أنه الأشبه بالنصوص روایة، والراجح درایة فیکون الفتوی علیه. (درمختار ۱۳٦/۱ کراچی، درمختار ۲٦٤/۱ زکریا، رسائل بن عابدین ۵۸/۱، بزازیة ۱۲/۱، الفتاویٰ التاتارخانیة ۲٤۱/۱ رقم: ۱۸۷ زکریا، هدایة، نواقض الوضوء ٤۲/۱ مکتبة البشریٰ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۴/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسواک کرتے ہوئے خون نکل آنا؟

سوال (۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص جب وضو میں مسواک کرتا ہے تو اس کے مسوڑھوں سے خون نکلتا رہتا ہے اور خون لعاب پر غالب ہوتا ہے، ایسی صورت میں جو اس نے وضو کیا ہے وہ صحیح ہوجائے گا یا نہیں؟ اگر اس کا وضو نہیں ہوگا تو اس کو کیا صورت اختیار کرنی چاہئے کہ اس کا وضو ہوجائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب کہ خون لعاب پر غالب رہتا ہے تو صورتِ مسئولہ میں اس کا وضو صحیح نہیں ہوتا، اسے چاہئے کہ مسواک نہ کرے، اس کے بجائے آہستگی کے ساتھ انگلی پھیر لیا کرے، یہ انگلی پھیرنا مسواک کے قائم مقام ہوجائے گا۔

عن أنس بن مالک رضي اللہ عنه عن النبي صلی اللہ علیه وسلم قال: تجزئ من السواک الأصابع. (السنن الکبریٰ للبیهقي، کتاب الطهارة / باب الاستیاك بالأصابع ٦۹/۱ رقم: ۱۷۷)

عن أنس بن مالک رضي اللہ عنه أن رجلاً من الأنصار عن بني عمرو بن عوف رضي اللہ عنه قال یا رسول اللہ! إنک رغبتنا في السواک، فهل دون ذلک من شيء؟ قال: إصبعاک سواک عند وضوئک تمرهما عن أسنانک.

(السنن الکبریٰ للبیهقي ٦۷/۱ رقم: ۱۷۹)

Marfat.com

وينقضه دم مائع من جوف أو فم غلب علىٰ بزاق، ولو كان الاستياك بالأصبع أو خرقة أو ساواه احتياطاً. (الدر المختار، كتاب الطهارة ۱/۲٦۷ زكريا)

خشنة عند فقده أي السواك أو فقد أسنانه أو ضرر بفمه لقوله عليه السلام: يجزئ من السواك الأصابع. (مراقي مع الطحطاوي ۳۸ كراچی)

لا ينقضه المغلوب بالبزاق (درمختار) وعلامته كون الدم غالباً أو مساوياً أن يكون البزاق أحمر وعلامة كونه مغلوباً أن يكون أصفر. (شامي ۱/۲٦۷ زكريا، شامي ۱/۲٤۰ بيروت)

ومن خشئ من السواك تحريك القيئ تركه. (الفتاوى الهندية ۱/۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱/۲۶ھ

وضو کے بعد دانتوں سے خون آنا؟

سوال (۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احمد کے دانتوں سے وضو کے بعد ہی خون نکلتا ہے، دوبارہ وضو کرنے پر پھر خون نکلنا شروع ہوجاتا ہے، تو وہ کیا کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں احمد کو چاہئے کہ خون بند ہونے کا انتظار کرے اور خون بند ہونے کے بعد احتیاط سے وضو کر کے نماز ادا کرے۔

وينقضه دم مائع من جوف أو فم غلب على بزاق حكماً للغالب أو ساواه احتياطا لا ينقضه المغلوب بالبزاق. (درمختار) وعلامة كون الدم غالباً أو مساوياً أن يكون البزاق أحمر وعلامة كونه مغلوباً أن يكون أصفر. (شامي ۱/۲٤۰ بيروت، شامي ۱/۲٦۷ زكريا)

Marfat.com

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: ولو عرض بعد دخول وقت فرض انتظر إلى آخره، فإن لم ينقطع يتوضأ ويصلي، ثم إن انقطع في أثناء الوقت الثاني يعيد تلك الصلوٰة، وإن استوعب الوقت الثاني لا يعيد لثبوت العذر حينئذٍ من وقت العروض. (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض / مطلب في أحكام المعذور ١/٥٠٥ زكريا، كذا في الفتاوى الهندية / الفصل الرابع في أحكام الحيض ١/٤١ كوئٹه، كذا في مجمع الأنهر، باب الحيض / فصل في المعذور ١/٨٤ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۴/۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسوڑھوں سے خون نکلنا؟

سوال (۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے مسوڑھوں سے کبھی کبھی خون نکلتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فجر میں وقت کم رہ گیا اور میں نے مسواک کی اور خون نکل آیا۔ میں دوبارہ وضو کر لیتی ہوں؛ لیکن اگر بعد میں جائے نماز تک پہنچنے پر بھی خون نکلے، تو کیا کروں؟ وقت بھی کم رہ گیا، کیا پھر سے وضو کروں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسوڑھوں سے اگر اتنا خون نکلے کہ تھوک پر غالب آجائے تو وضو کے ٹوٹنے کا حکم ہوگا، اور وضو دوبارہ کرنا ہوگا، اگر چہ نماز کا وقت کم رہ گیا ہو، اور اگر معمولی سی سرخی ظاہر ہو اور تھوک پر غالب نہ ہو، تو وضو نہیں ٹوٹے گا، اس صورت میں دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

عن الحسن أنه قال في رجل بزق فرأى في بزاقه دماً أنه لم ير ذلک شيئاً حتى يكون دما غليظاً يعني في البزاق. (المصنف لابن أبي شيبة ٢/٩٣ رقم: ١٣٣٩)

وينقضه دم مائع من جوف أو فم غلب على بزاق حكما للغالب أو ساواه

Marfat.com

احتياطا لا ينقضه المغلوب في البزاق، وعلامة كون الدم غالبا أو مساويا أن يكون البزاق أحمر وعلامة كونه مغلوبا أن يكون أحفر. (درمختار مع الشامي ۱/۲٦۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آنکھ کی پتلی میں خون ناقض وضو نہیں

سوال (۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کبھی آنکھ کی پتلی میں خون نکلتا ہے اور پوری آنکھ میں پھیل جاتا ہے، مگر نیچے نہیں گرتا پلکوں پر بھی خون لگ جاتا ہے، کیا ایسی حالت میں وضو باقی رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آنکھ کی پتلی سے خون نکلا اور وہ اندر اندر ہی رہا، پلکوں تک یا آنکھ کے باہری گوشے تک نہیں آیا، تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر یہ خون پتلی سے باہر آ گیا اور پلکوں میں لگ گیا، یا آنکھ کے باہر کے گوشے میں لگ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

أخرج الدار قطني بسنده عن تميم الداري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الوضوء من كل دم سائل. (سنن الدار قطني ۱/۱٦۲ رقم: ۵۷۱)

والمعاني الناقضة للوضوء كل ما خرج من السبيلين والدم والقيح والصديد إذا خرج من بدنه فتجاوز إلى موضع يلحقه حكم التطهير. (قدوري، نواقض الوضوء ٦، كذا في غنية المستملي الحلبي الكبير ۱۲۷، الفتاوىٰ التاتارخانية ۱/۲٤۳ رقم: ۱۸۸ زكريا)

قال الشامي عن البحر: الظاهر كان الخارج قيحا أو صديدا لنقض، سواء كان مع وجع أو بدونه؛ لأنهما لا يخرجان إلا عن علة. (شامي ۱/۲۷۹ زكريا)

الدم والقيح والصديد وماء الجرح والنفطة وماء البشرة والثدي والعين

Marfat.com

والأذن لعلة سواء على الأصح – إلى قوله – وظاهره أن المدار على الخروج لعلة وإن لم يكن معه وجع. (شامي ۱/ ۲۸۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۶/۱۴۳۴ھ

وضو کے دوران ریاح خارج ہوگئی؟

سوال (۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر وضو کے دوران ریاح خارج ہوجائے تو کیا وضو جاری رکھنا چاہئے یا پھر سے دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دورانِ وضو اگر خروجِ ریح یا کوئی اور ناقضِ وضو پیش آجائے، تو ایسی صورت میں ازسرِنو وضو کرنا ضروری ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵/ ۶۰ ڈابھیل)

أخرج أحمد عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا وضوء إلا من صوت أو ريح. (مسند أحمد ۲/ ٤٧٢ رقم: ١٠٠٩٥، سنن الترمذي ١/ ٢٣ رقم: ٧٥)

سُئلت عمن أحدث أثناء وضوئه هل يكفيه إتمامه لذلك الوضوء أو يلزمه الاستيناف؟ فالجواب أنه يلزمه الاستيناف كما أفتى شيخ الإسلام على الأفندي. (فتاویٰ الكاملية ١٠، بحواله حاشية: فتاویٰ محموديه ٥/ ٦٠ ڈابھیل)

لو ضرب يديه فقبل أن يمسح أحدث لا يجوز المسح بتلك الضربة كما لو أحدث في الوضوء بعد غسل بعض الأعضاء. (الفتاوى الهندية ١/ ٢٦، غنية المتملي ١٥ لاهور)

حتى لو أحدث بعد الضرب أو أصابه التراب فمسحه...... على ما اختاره شمس الأئمة لا يجوز لجعله الضرب ركناً كما لو أحدث بعد غسل عضو وهو

Marfat.com

قول السيد أبي شجاع وصححه صاحب الخلاصة. (مراقي الفلاح ۱۲۱، كذا في الأشباه والنظائر ۶/۲ إدارة القرآن كراچی)

و(ينقضه) خروج غير نجس مثل ريح. (درمختار مع الشامي ۲۶۳/۱)

الغائط يوجب الوضوء...... وكذلك الريح الخارجة من الدبر. (الفتاوی التاتارخانية ۱۳۱/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۵/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پیشاب کا قطرہ شرم گاہ سے باہر نہیں نکلا؟

سوال (۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کبھی پیشاب کا قطرہ ذکر کے اندرونی حصہ میں آکر رک جائے اور باہر نہ نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اور کبھی دوران نماز قطرہ نکلنے کے بارے میں شک ہو بعد میں پائجامہ میں سے پیشاب کی ہلکی سی بو آرہی ہو تو وہ نماز دوہرائی جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک پیشاب کا قطرہ شرم گاہ سے باہر ظاہر نہ ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا، اور دورانِ نماز قطرہ آنے میں شک تھا؛ لیکن بعد میں پیشاب کی بو آنے سے یہ شک یقین میں تبدیل ہوگیا تو اب وضو ٹوٹ گیا، بریں بنا اس نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

ثم المراد بالخروج من السبيلين مجرد الظهور (درمختار) وفي ردالمحتار: فلو نزل البول إلى قصبة الذكر لاينقض لعدم ظهوره، بخلاف القلفة؛ فإنه بنزوله إليها ينقض الوضوء. (درمختار مع الشامي ۲۶۲/۱ زکریا، وهكذا في البدائع ۱۲۱/۱ زکریا، نفع المفتي والسائل المعروف به مجموعة المسائل ۵۲)

ولو نزل البول إلى قصبة الذكر لا ينقض؛ لأنه من الباطن ولو خرج إلى

Marfat.com

!! لفة أو إلى أسكنى المرأة ينقض؛ لأنه من الظاهر. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱/۲٤۱ رقم: ۱۸۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۷/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مذی کا نکل جانا ناقضِ وضو ہے

سوال (۷٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بسا اوقات بیوی سے ہنسی مذاق کئے بغیر بلا ارادہ مذی نکل آتی ہے، یہ صورتِ حال مرض کی شکل میں ہے یا شیطانی معاملہ ہے؛ کیوں کہ ہفتہ بھر ٹھیک رہنے کے بعد جمعہ کی نماز سے پندرہ یا بیس منٹ قبل یہ سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، صرف نماز پڑھنے تک ہی یہ سلسلہ رہتا ہے اس کے بعد صحیح ہوجاتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذی اگر واقعی نکل جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا، محض شک سے وضو نہ ٹوٹے گا، اور بظاہر یہ شکل نفسیاتی کمزوری اور فطری گھبراہٹ کی وجہ سے پیش آتی ہے، اگر آپ اپنا دل مضبوط رکھیں تو شاید یہ کیفیت نہ پیدا ہو۔

عن علي رضي الله عنه قال: سألت النبي صلى الله عليه وسلم عن المذي: فقال: من المذي الوضوء. (سنن الترمذي ۱/۳۱ رقم: ۱۱٤، السنن الكبرىٰ للبيهقي ۱/۲۰۳ رقم: ٥٦٦)

لا عند مذي أي لا يجب الغسل عند خروج مذي أو ودي بل الوضوء منه ومن البول جميعاً على الظاهر أي بل يجب الوضوء منه، أي من الودي ومن البول جميعاً. (درمختار مع الشامي ۱/۳۰٤ زكريا)

والمذي ينقض......، وكذا الودي ينقض الوضوء. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱/۲۳۲ رقم: ۲۰۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/٦/۲٦ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

صف میں بیٹھے ہوئے سونا؟

سوال (۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وضوکر کے صف میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نیند آ گئی، نیند آنے کی وجہ سے وضوٹوٹا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر محض اونگھ آئی ہے اور زمین پر نہیں گرا تو وضو نہیں ٹوٹا، اور اگر سوتے ہوئے زمین پر گر پڑا اور کچھ لمحہ بعد بیدار رہا، تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يجب الوضوء على من نام جالساً أو قائماً أو ساجداً حتى يضع جنبه فإنه إذا وضع جنبه استرخت مفاصله. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ١٢/١ ٢١ رقم: ٦٠١)

عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: ليس على المحتبى النائم و لا على القائم النائم، ولا على الساجد النائم وضوء حتى يضطجع، فإن اضطجع توضأ. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الطهارة / باب ما ورد في نوم الساجد ٢١٥/١ رقم: ٦٠٦، إعلاء السنن / باب وجوب الوضوء على من نام مسترخيا مفاصله ١٣٠/١ رقم: ١٠٨)

وإن نام جالساً وهو يتمايل وربما تزول معقدته عن الأرض. قال شمس الأئمة الحلواني: ظاهر المذهب أنه لايكون حدثاً. كذا في فتاوىٰ قاضي خان. (الفتاوىٰ الهندية ١٢/١، شامي ٢٧٠/١ زكريا، شامي ٢٤٣/١ بيروت)

وقال الإمام محمد في المبسوط عن أبي حنيفة: وأما إذا نام مضطجعاً أو متكئاً فإن ذلك ينقض الوضوء. (المبسوط ٥٨/١)

وإن نام قاعداً وهو يتمايل في حال نومه ويضطرب وربما يزول مقعده عن الأرض إلا أنه لم يسقط ظاهر المذهب أنه ليس بحدث. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٥٢/١ رقم: ٢٣٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۰/۱۸ھ

Marfat.com

پالتی مار کر بیٹھے ہوئے سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال (۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آلتی پالتی مار کے بیٹھے اور پڑھتا رہے نیند بھی آتی رہے تو وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چہار زانو بیٹھے ہوئے اونگھ آنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا؛ لیکن اگر ٹیک لگا کر بے خبری کے ساتھ سویا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: ليس على المحتبى النائم ولا على القائم النائم، ولا على الساجد النائم وضوء حتى يضطجع، فإن اضطجع توضأ.

(السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الطهارة / باب ما ورد في نوم المساجد ۱/ ۲۱۵ رقم: ۶۰۶، إعلاء السنن / باب وجوب الوضوء على من نام مسترخيا مفاصله ۱/ ۱۳۰ رقم: ۱۰۸)

وتمكن المقعدة مع غاية الاسترخاء لايمنع الخروج إذ قد يكون الدافع قوياً خصوصاً في زماننا لكثرة الأكل فلايمنعه الامسكة اليقظة. (فتح القدير ۱/ ۴۷-۴۸)

وينقضه نوم يزيل مسكته وإلا لا ينقض، وإن تعمده في الصلاة أو غيرها على المختار كالنوم قاعداً...... أو متوركاً أو محتبياً ورأسه على ركبتيه......، ولو نام قاعداً يتمايل فقط، إن انتبه حين سقط فلا نقض. (الدر المختار على لرد المحتار، كتاب الطهارة ۱/ ۴۱-۱۴۲ کراچی، ۱/ ۲۷۰-۲۷۲ زکریا، هداية ۱/ ۳۹ مكتبة البشرىٰ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/ ۱۱/ ۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کے لئے محض کہنی کھلنا ناقض وضو نہیں

سوال (۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت نے وضو کیا، پھر کچھ دیر کے بعد اس عورت کی کہنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے

Marfat.com

وقت تک کھلی رہی، تو اب سوال یہ ہے کہ اس عورت کا وضو باقی ہے یا ٹوٹ گیا؟ کیا وہ عورت اس وضو سے نماز پڑھ سکتی ہے یا دوبارہ اس کو نیا وضو کرنا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض کہنی کھلنے سے عورت کا وضو نہیں ٹوٹتا؛ لہٰذا وہ اسی وضو سے نماز پڑھ سکتی ہے۔

مستفاد: سئل رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم ما الحدث؟ فقال: ما يخرج من السبيلين. (نصب الراية ۸۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۶/۲/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غسل کے بعد پیشاب کی جگہ ہاتھ لگنے سے وضو کا حکم؟

سوال (۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غسل سے فارغ ہونے کے بعد بدن تولیہ سے پونچھ رہا ہوں، اتفاقاً ہاتھ پیشاب کی جگہ میں لگ گیا، تو کیا وضو ٹوٹ جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض پیشاب کی جگہ ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔

عن قيس بن طلق الحنفي عن أبيه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن مسّ الذكر، فقال: ليس فيه وضوء إنما هو منك. (سنن ابن ماجة ۳۱/۱ رقم: ۴۸۳، سنن أبي داؤد ۲۴/۱ رقم: ۱۸۲، الفتاویٰ التاتارخانية ۲۶۵/۱ رقم: ۳۳۶ زكريا)

عشرة أشياء لاتنقض الوضوء - إلى قوله - ومنها مس ذكر، ودبر، وفرج مطلقاً، وهو مذهب كبار الصحابة. (طحطاوي على مراقي الفلاح ۹۳)

ومس الذكر لا ينقض الوضوء بحال. (المحيط البرهاني ۲۱۵/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

غیر محرم پر نظر پڑنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال (۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی گھر سے باوضو ہوکر باہر نکلے اور پھر جہاں گیا ہے وہاں نماز کا ٹائم ہو جائے، تو کیا اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے؟ کیوں کہ یہ کہا جاتا ہے کہ لوگوں پر نظر پڑنے سے وضو میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے یعنی غیر محرم پر تو پھر نماز بھی کراہت کے ساتھ ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نامحرم پر نظر پڑنے سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ لیکن قصداً نامحرم کو دیکھنا گناہ کی بات ہے، اگر قصداً دیکھا ہے تو وضو کرنا بہتر ہوگا۔

عن عبد الرحمن بن أبي سعيد الخدري عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ولا المرأة إلى عورة المرأة.

(صحيح مسلم، كتاب الحيض / باب تحريم النظر إلى العورات ۱۵۰/۱ رقم: ۳۳۸)

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم ما الحدث؟ فقال: ما يخرج من السبيلين. (نصب الراية للزيلعي ۸۳/۱)

والقسم الثالث: وضوء المندوب، بعد كلام غيبة وكذب و نميمة وبعد كل خطيئة. (طحطاوي على المراقي ۸٤، الفتاوى الهندية ۹/۱)

وقد ذكر الاستحسان فيما إذا كان إلى الرجل الأجنبي هي المرأة وفيما إذا كان الناظر إلى المرأة الأجنبية هو الرجل، قال فليجتنب بجهده. (الفتاوى التاتارخانية ۹۰/۱۸ رقم: ۲۸۱۳۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۵/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

گالی بکنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال (۸۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گالی بکنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: گالی دینا گناہ ہے، مگر اس سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ البتہ وضو کر لینا بہتر ہے۔

والكلام الفاحش لا ينقض الوضوء. (المحيط البرهاني ١/٢١٥)

والقسم الثالث: وضوء المندوب، بعد كلام غيبة وكذب ونميمة وبعد كل خطيئة. (طحطاوي على المراقي ٩٤، الفتاوى الهندية ٩/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴/۱۱/۱۴۱۹ھ

دودھ پلانا ناقضِ وضو نہیں

سوال (۸۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بچہ کو دودھ پلانے سے کیا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بچہ کو دودھ پلانے سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ اس لئے کہ بچہ کو دودھ پلانے سے جسم سے کسی نجاست کا خروج نہیں ہوتا۔ (امداد الفتاویٰ ۱/۴۱)

مستفاد: وينقضه خروج كل خارج نجس بالفتح، ويكسر منه أي من المتوضئ الحي. (درمختار مع الشامي ١/٢٦٠ زكريا)

الخارج في بدن الإنسان على نوعين: طاهر كالعرق والنخامة واللبن والدمع والريق ونجس وذاك كل ما يوجب خروجه الوضوء أو الغسل. (بزازية

Marfat.com

علی الفتاوی الهندية ۱/ ۲۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/ ۱۱/ ۱۴۱۹ھ

کیا اونٹ کا گوشت کھانا ناقضِ وضو ہے؟

سوال (۸۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا اونٹ کے گوشت کا استعمال ناقضِ وضو ہے، یعنی وضو کی حالت میں اگر کسی نے اونٹ کا گوشت کھایا تو کیا اس کا وضو ٹوٹ گیا؛ اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے:

عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الوضوء من لحوم الإبل؟ فقال: توضؤوا منها. (سنن أبي داؤد ۱۸٤)

اس حدیث شریف سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانا ناقض وضو ہے، پھر اگر آپ کے نزدیک ناقض وضو نہیں ہے تو اس حدیث کا کیا جواب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اکثر علماء کے نزدیک یہ حدیث اپنے لغوی معنی پر محمول ہے، یعنی ’’توضؤا‘‘ سے مراد صرف ہاتھ دھونا ہے، چناں چہ کھانے سے پہلے اور بعد میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی جس روایت سے ہاتھ دھونا ثابت ہوتا ہے، وہاں بھی وضو کا لفظ ہے، اور بالاتفاق وہاں وضوء سے ہاتھ دھونا ہی مراد ہے؛ لہٰذا سنن ابوداؤد کی مذکورہ حدیث میں ’’توضؤا‘‘ سے ہاتھ اور منہ کو کلی کر کے صاف کرنا مراد ہے۔ بریں بناء حضرات خلفاء اربعہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ بہت سے صحابہ اور جمہور تابعین اور ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ) کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

اور جو لوگ مثلاً امام احمد اور اسحٰق بن راہویہ وغیرہ اس حدیث کے ظاہری معنی پر محمول کر کے اونٹ کے گوشت کھانے سے نقض وضو کا حکم لگاتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ’’توضؤا‘‘ سے نماز والا وضو مراد لیا جائے تو بھی یہ حدیث منسوخ ہے؛ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

Marfat.com

آخری عمل پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو نہ فرمانے کا تھا، اور پکی ہوئی چیز میں اونٹ کا گوشت بھی داخل ہے۔

اس لئے راجح یہی ہے کہ اونٹ کے گوشت کے استعمال سے وضو نہیں ٹوٹے گا؛ البتہ نماز سے پہلے منہ کو اچھی طرح کلی کر کے صاف کر لینا بہتر ہے۔

قال ابن رسلان: الحديث يحتمل المعنى اللغوي والشرعي، وهو غسل الكفين والندب والوجوب والأكثرون ذهبوا إلى عدم النقض. (بذل المجهود ٢/٦٥)

قال الشوكاني: وقد اختلف في ذلك، فذهب الأكثرون إلى أنه لا ينقض الوضوء، قال النووي: ممن ذهب إلى ذلك الخلفاء الأربعة، وابن مسعود، وأبيّ بن كعب، وابن عباس، وأبو الدرداء، وأبو طلحة، وعامر بن ربيعة، وأبو أمامة، وجماهير من التابعين، ومالك، وأبو حنيفة، والشافعي وأصحابهم، فإنهم لايرون الوضوء بأكل لحوم الإبل ولابمسها. (نيل الأوطار ١/٢٦٠، كذافي بذل المجهود ٢/٦٦)

قال الإمام المحدث السهارنفوري: وأما القائلون بعدم النقض فاحتجوا بحديث جابر رضي الله عليه الذي أخرجه الأربعة أنه قال: "كان آخر الأمرين من رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك الوضوء مما مست النار" أي تحقق الأمران: الوضوء والترك، وكان الترك آخر الأمرين، فارتفع الوضوء أي وجوبه.

ولهذا قال الترمذي: وكأن هذا الحديث ناسخ للحديث الأول حديث الوضوء مما مست النار، ولما كانت لحوم الإبل داخلة فيما مست النار، وكانت فرداً من أفراده، ونُسِخ وجوبُ الوضوء عنه بجميع أفراده، استلزم نسخ الوجوب عن هذا الفرد أيضاً. (بذل المجهود شرح سنن أبي داوٗد، كتاب الطهارة ١/٦٥-٦٧ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي أعظم جراه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۶/۱۴۲۸ھ

Marfat.com

مسح علی الخفین کے مسائل

مسح علی الخفین کی مشروعیت

سوال (۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآن وحدیث کی روشنی میں مسح علی الخفین کا کیا ثبوت ہے؟ کیا مسح علی الخفین قرآن کی کسی آیت یا کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ یا صرف آثارِ صحابہ اور فقہی روایات سے ہی اس کا ثبوت ملتا ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآنِ پاک میں آیتِ وضو ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ﴾ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں پیروں کا دھونا ضروری ہے؛ لیکن صحیح احادیث سے شہرت کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرائط کے ساتھ خفین پر مسح کرنے کی نہ صرف اجازت دی؛ بلکہ خود عمل بھی فرمایا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر کے دوران وضو فرمایا اور میں آپ پر پانی ڈال رہا تھا، آپ نے ایسا شامی جبہ زیب تن فرما رکھا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں، جس کی بنا پر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دامن کے نیچے سے باہر نکالے اور آپ نے خفین پر مسح فرمایا، تو میں نے عرض کیا کہ کیا حضرت پیر دھونا بھول گئے؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

بَلْ أَنْتَ نَسِيْتَ، بِهٰذَا أَمَرَنِيْ رَبِّيْ. (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة / باب المسح عليه الخفين رقم: ١٥٦، وطرفه في صحيح البخاري رقم: ١٨٢، صحيح مسلم رقم: ٢٨٤، المحيط البرهاني ٣٣٩/١ إدارة القرآن كراچي) (یعنی تم ہی بھول گئے، مجھے میرے رب نے یہی حکم دیا ہے)

اسی طرح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے بھی مسح علی الخفین کی روایت مشہور ہے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے بیان پر بہت خوش ہوتے تھے؛ اس لئے کہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سورۂ مائدہ کی آیت وضو کے نزول کے بعد ہی دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔

عن جرير بن عبد الله البجلي رضي الله تعالىٰ عنه: أنه مسح على خفيه، وقال: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم فعل ذلك، فقالوا لجرير: أ بعد نزول سورة المائدة؟ عنوا به ﴿وَأَرْجُلَكُمْ﴾ على قراءة النصب الدالة على فرضية الغسل، فقال جرير رضي الله تعالىٰ عنه: وهل كان إسلامي إلا بعد نزول سورة المائدة. (المحيط البرهاني، كتاب الطهارات / الفصل السادس في المسح على الخفين ٣٣٩/١ إدارة القرآن كراچي)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے ۷۰/ ایسے صحابہ سے ملاقات کی ہے جو سب کے سب مسح علی الخفین کو جائز قرار دیتے تھے۔

وعن الحسن البصري رضي الله تعالىٰ عنه قال: أدركت سبعين نفراً من الصحابة رضوان الله تعالىٰ عليهم، كلهم يرون المسح على الخفين. (المحيط البرهاني ٣٣٩/١ إدارة القرآن كراچي، حلبي كبير ١٠٤)

امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میرے سامنے مسح علی الخفین کا جواز روزِ روشن کی طرح عیاں نہیں ہوگیا میں نے اس کے جواز کا قول نہیں کیا۔

قال أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ: ما قلت بالمسح على الخفين: حتى جاء ني مثل ضوء النهار، وفي رواية: حتى رأيت له شعاعاً كشعاع الشمس. (المحيط

Marfat.com

البرهاني ۳۳۹/۱ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۶/۲۷ھ

مسح علی الخفین اہل سنت والجماعت کا امتیازی عقیدہ ہے

سوال (۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص مسح علی الخفین کا انکار کرے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جیسا کہ شیعوں میں فرقہ امامیہ مسح علی الخفین کا قائل نہیں؟ نیز اہل سنت والجماعت کا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شیعہ فرقۂ امامیہ اور خوارج مسح علی الخفین کو نہیں مانتے؛ بلکہ وہ بلا خفین پیروں پر مسح کے قائل ہیں، اس کے برخلاف اہلِ سنت والجماعت موزے نہ ہونے کی حالت میں پیروں کو دھونا ضروری قرار دیتے ہیں، اور موزوں کی حالت میں مسح کے قائل ہیں۔

أجمع من يعتد به في الإجماع على جواز المسح على الخفين في السفر والحضر، سواء كان لحاجة أو لغيرها، وإنما أنكرته الشيعة والخوارج، ولا يعتد بخلافهم. (شرح النووي على صحيح مسلم ۱۳۲/۱ رقم: ۲٤۱)

اسی لئے مسح علی الخفین کے جواز کو اہل سنت والجماعت کی امتیازی علامتوں میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت والجماعت کی علامات کیا ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: أَنْ تُحِبَّ الشَّيْخَيْنِ وَلاَ تَطْعَنَ فِي الْخَتَنَيْنِ وَتَمْسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ. (المحيط البرهاني ۳۳۹/۱) (کہ تم شیخین (ابوبکرؓ وعمرؓ) سے محبت رکھو، دونوں دامادوں (عثمانؓ وعلیؓ پر طعن نہ کرو اور خفین پر مسح کرو)

امام کرخیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص خفین پر مسح کا قائل نہ ہو اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔

Marfat.com

وقال الكرخي رحمه الله تعالىٰ: من أنكر المسح على الخفين يخشى عليه الكفر. (المحيط البرهاني ۳۳۹/۱ إدارة القرآن كراچی)

اس لئے کہ مسح کے جواز کی روایات شہرت وتواتر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے جن کے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۶/۲۷ھ

مسح علی الخفین کا ثبوت اور اس کا انکار کرنے والے کا حکم

سوال (۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسح علی الخفین جائز ہے یا نہیں، حدیث سے ثابت ہے یا نہیں، اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صحیح اور مشہور احادیثِ شریفہ سے خفین پر مسح کا ثبوت ملتا ہے، خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین پر مسح فرمایا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے ۷۰/ ایسے صحابہ سے ملاقات کی ہے جو سب کے سب مسح علی الخفین کو جائز قرار دیتے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ جب تک میرے سامنے مسح علی الخفین کا جواز روز روشن کی طرح عیاں نہیں ہوگیا، میں نے اس کے جواز کا قول نہیں کیا، اسی وجہ سے مسح علی الخفین کے قول کو اہلِ سنت والجماعت کی خاص علامت قرار دیا گیا ہے، بریں بنا مسح علی الخفین کا انکار صریح گمراہی ہے۔

اور بعض علماء مثلاً امام کرخیؒ کا قول ہے کہ جو شخص مسح علی الخفین کو صحیح نہ سمجھے اس پر کفر کا اندیشہ ہے؛ کیوں کہ وہ صحیح احادیث کا منکر ہے۔

Marfat.com

وفي حديث المغيرة بن شعبة رضي الله عنه ...... فتوضأ ومسح على الخفين . الحديث. (صحيح البخاري ۱/ ۳۳)

عن جعفر بن عمرو بن أميه الضمري أن أباه أخبره أنه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح على الخفين. (صحيح البخاري ۱/ ۳۳)

وقال الكرخي رحمه الله تعالىٰ: من أنكر المسح على الخفين يخشى عليه الكفر. (المحيط البرهاني ۱/ ۳۳۹ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۵؍۱؍۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موزوں پر مسح صحیح ہونے کی شرطیں

سوال (۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کس قسم کے موزے پر مسح کرنا جائز ہے؟ اور موزے پر مسح کے صحیح ہونے کے لئے کن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خفین (چمڑے کے موزوں) پر مسح صحیح ہونے کی دس شرطیں ہیں:

(۱) ٹخنوں سمیت وہ پورے قدم کو چھپالیں۔

(۲) وہ قدم کی ہیئت پر بنے ہوئے اور پیر سے ملے ہوئے ہوں۔

(۳) وہ اتنے مضبوط ہوں جنہیں پہن کر جوتے کے بغیر ایک فرسخ (تین میل شرعی جس کی مسافت ۵؍کلومیٹر ۴۸۶؍میٹر ۴۰؍سینٹی میٹر ہوتی ہے) پیدل چلا جاسکتا ہو۔ (ایضاح المسائل ۷۰)

(۴) وہ پیروں پر بغیر باندھے رک سکیں۔

(۵) اتنے دبیز ہوں کہ پانی کو پیروں تک نہ پہنچنے دیں۔

Marfat.com

(٦) ان میں سے کسی موزہ میں اتنی پھٹن نہ ہو جو مسح سے مانع ہو۔

(٧) طہارتِ کاملہ پر پہنا جائے۔

(٨) وہ طہارت تیمم سے حاصل نہ کی گئی ہو۔

(٩) مسح کرنے والا جنبی نہ ہو۔

(١٠) اگر پیر کٹا ہوا شخص مسح کرنا چاہے تو یہ شرط ہے کہ کم از کم ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے بقدر اس کے قدم کا اوپری حصہ باقی ہو۔

ويشترط لجواز المسح على الخفين سبعة شرائط لبسهما بعد غسل الرجلين، والثاني: سترهما أي الخفين للكعبين من الجوانب، والثالث: إمكان متابعة المشي فيهما أي المعتاد فرسخاً فأكثر كما في حاشية الهداية أو المراد قطع مسافة السفر كما في المحيط وبالأول جزم في الدرر. والرابع: خلو كل منهما عن خرق قدر ثلاث أصابع عن أصغر أصابع القدم، والخامس: استمساكهما على الرجلين من غير شد لثخانته إذ الرقيق لا يصلح لقطع المسافة، والسادس: منعهما وصول الماء إلى الجسد فلا يشفان الماء، والسابع: أن يبقى بكل رجل من مقدم القدم قدر ثلاث أصابع من أصغر أصابع اليد. (مراقي الفلاح على حاشية الطحطاوي ٦٩-٧٠ كراچی، الفتاویٰ التاتارخانية ٤٠٤/١ رقم: ٩٥٧ زكريا)

قلت: ويزاد كون الطهارة المذكورة غير التيمم وكون الماسح غير جنب. (شامي ٣٨٥/١ بيروت، شامي ٤٣٧/١ زكريا)

والثاني كونه مشغولاً بالرجل ليمنع سراية الحدث. (درمختار ٣٨٧/١ بيروت، درمختار ٤٣٩/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/٦/۲۷ھ

Marfat.com

نرم چمڑے کے موزوں پر مسح کی اجازت

سوال (۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چمڑے کے علاوہ دیگر موزوں پر مسح کے صحیح ہونے کے لئے ثخین ہونا شرط ہے، اور ثخین اس موزے کو کہتے ہیں جس میں درج ذیل باتیں پائی جائیں:

(۱) اتنے مضبوط ہوں کہ بغیر جوتے پہنے تین میل ننگے پیر چلا جا سکے۔

(۲) اتنے سخت ہوں کہ بغیر باندھے پنڈلی پر قائم رہ سکیں۔

(۳) اتنے دبیز ہوں کہ ان میں پانی نہ چھن سکے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا چمڑے کے موزوں (خفین) پر مسح کے لئے بھی مذکورہ شرائط ضروری ہیں یا ان کا صرف چمڑے کا ہونا کافی ہے؟ عام طور پر جو خفین بنتے ہیں اور پسند کئے جاتے ہیں وہ ملائم اور نازک چمڑے کے ہوتے ہیں، چمڑے میں پانی تو نہیں چھنا کرتا؛ لیکن ان کو پہن کر نہ تو تین میل تک ننگے پیر چلا جا سکتا ہے اور نہ پنڈلی پر بغیر گیٹس کے یا بغیر تنگ ہوئے رک سکتے ہیں، تو ایسے چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جورب (ثخین) پر مسح کے سلسلہ میں فقہاء جو تفصیلات لکھتے ہیں وہ سب تو چمڑے کے بارے میں ملحوظ نہیں ہیں؛ البتہ درج ذیل تین شرائط کے ساتھ خالص چمڑے کے موزے پر مسح کی گنجائش ہے، یہ شرطیں آج کل مروجہ چمڑے کے موزوں پر عموماً پائی جاتی ہیں:

(۱) وہ ٹخنوں تک پیروں کو ڈھکنے والے ہوں۔

(۲) پیروں پر چپٹے ہوئے ہوں۔

(۳) اور ان کو پہن کر ایک فرسخ یعنی تین میل انگریزی حساب سے (تقریباً ساڑھے چار کلومیٹر) چلنا ممکن ہو، اور ثخین کی بقیہ شرطیں خالص چمڑے کے موزے میں پائی جانی ضروری نہیں ہیں۔

قال في الدر المنتقی: شرط مسحه ثلاثة أمور: کون القدم مع الکعب، أو

Marfat.com

يكون نقصانه أقل من الخرق المانع، وكونه مشغولاً بالرجل، وكونه مما يمكن المشي فيه فرسخاً فصاعداً ساتراً. (الدر المنتقىٰ مع مجمع الأنهر بيروت ٤٤/١، ومثله في حاشية شرح الوقاية ١٠٠/١)

وقال في التاتارخانية: الخف الذي يجوز المسح ما يمكن قطع السفر به وتتابع المشي عليه ويستر الكعبين وما تحتها. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٠٤/١ رقم: ٩٥٧ زكريا)

وقال في فتح القدير: والشرع على المسح بمسمىٰ الخف وهو الساتر المخصوص الذي تقطع به المسافة. (فتح القدير ١٥٠/١، ومثله في حاشية الكنز ١١/١)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۶/۴/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسح کی مدت کب سے شروع ہوتی ہے؟

سوال (۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی انسان نے مغرب کی فرض نماز ادا کرنے کے واسطے وضو کیا پھر خفین (جرابیں چمڑے کی) پہن لئے، پھر اسی وضو سے نماز عشاء ادا فرمائی، تو اب مسح کی مدت کہاں سے شروع ہوگی، بعد مغرب سے یا بعد عشاء سے؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خفین پہننے کے بعد جب پہلی مرتبہ وضو ٹوٹے اسی وقت سے مسح کے مدت کی ابتداء ہوتی ہے، مسئولہ صورت میں چوں کہ مغرب سے عشاء کے درمیان وضو نہیں ٹوٹا؛ لہٰذا عشاء کے بعد جس وقت وضو ٹوٹا ہو اسی وقت سے مدتِ مسح کی ابتداء سمجھی جائے گی۔

عن أبي عثمان النهدي قال حضرت سعداً وابن عمر يختصمان إلى عمر في المسح على الخفين، فقال عمر: يمسح عليهما إلى مثل ساعة من يومه وليلته. (مصنف عبد الرزاق، الطهارة / المسح عليهما من الحدث ٢٠٩/١ رقم: ٨٠٨ زكريا)

Marfat.com

وابتداء المدة من وقت الحدث أي لا من وقت المسح الأول كما هو رواية عن أحد، ولا من وقت اللبس كما حكي عن الحسن البصري. (شامي ۱/ ٤٥٦ زكريا)

وابتداء المدة تعتبر من وقت الحدث عند علمائنا رحمهم الله، حتى أن من توضأ في وقت الفجر وهو مقيم وصلى الفجر، ثم طلعت الشمس ثم لبس الخفين ثم زالت الشمس وصلى الظهر ثم أحدث ثم دخل وقت العصر فتوضأ، ومسح على الخفين، فعندنا مدة المسح باقية إلى الغد إلى الساعة التي أحدث فيها اليوم حتى جاز له أن يصلي الظهر في الغد بالمسح، ولا يجوز أن يصلي العصر في الغد بالمسح. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱/ ٤١٦ رقم: ۱۰۰۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۴/۲۸ھ

مسح کرنے کا طریقہ

سوال (۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خفین پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خفین پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں تر ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر موزوں کے اگلے ظاہری حصہ سے اوپر پنڈلیوں کی طرف خط کھینچ دیا جائے، اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی شامل کرلے تو بہتر ہے۔ (اگر اس کے خلاف مسح کیا مثلاً پنڈلی سے انگلیوں تک خط کھینچا یا پیر کی چوڑائی میں مسح کیا تو مسح تو ہو جائے گا؛ لیکن خلافِ سنت ہوگا)

عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بال ثم جاء حتى توضأ ومسح على خفيه ووضع يده اليمنى على خفه الأيمن ويده اليسرى على خفه الأيسر ثم مسح أعلاهما مسحة واحدة حتى

Marfat.com

كأني أنظر إلى أصابع رسول الله صلى الله عليه وسلم على الخفين. (مصنف بن أبي شيبة، الطهارة / باب من كان لا يرى المسح ٢/٢٧١)

عن الحسن قال: المسح على الخفين خطًّا بالأصابع. (مصنف بن أبي شيبة، الطهارة / باب الوضوء بالثلج ٢/٢٥٨ رقم: ١٩١٨)

والسنة أن يخط خطوطاً بأصابع يدٍ مفرّجةٍ قليلاً يبدأ من قبل أصابع رجله متوجهاً إلى أصل الساق الخ. (درمختار) وإن وضع الكفين مع الأصابع كان أحسن. (شامي ١/٣٩٢ بيروت، ١/٤٤٨ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ١/٣٣)

ولو وضع يديه من قبل الساق ومدهما إلى رؤس الأصابع جاز لحصول الفرض، وكذا لو مسح عليهما عرضاً جاز أيضاً الخ. (حلبي كبير ١٠٩-١١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۶/۲۷ھ

باریک موزوں پر مسح جائز نہیں

سوال (۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: **الف**: - بازار میں ملنے والے عام باریک موزے کیا جرابوں کے حکم میں آتے ہیں، جس پر چمڑے کے موزوں کی طرح مسح نہیں کیا جاسکے؟

ب: - کیا کسی اور مسلک میں جائز ہے؟

ج: - اکثر حج میں ملنے والی عورتیں جو دوسرے شہروں سے آئی ہوتی ہیں ان پر مسح کرتی ہیں اگر ان سے منع کیا جائے کہ ان پر مسح نہیں ہوتا تو کہتی ہیں ہمیں پتہ ہے ان پر مسح ہوجاتا ہے؟

د: - کیا جو لوگ اہلِ حدیث (غیر مقلد) ہیں ان کے یہاں جائز ہے؟ تسلی بخش جواب سے نوازیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جمہور علماء اہل سنت والجماعت اور ائمۂ اربعہ (امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) کا فتویٰ یہ ہے کہ باریک موزوں پر مسح درست نہیں؛ اس لئے کہ ان میں مسح کے جواز کی شرطیں (مثلاً: ان میں پانی کا نہ چھننا اور اتنا دبیز ہونا کہ بغیر کسی سہارے کے وہ پیر پر ٹک سکے، اور انہیں پہن کر معتد بہ فاصلہ تک چلا جاسکے) نہیں پائی جاتیں؛ کیوں کہ یہ موزے لاسٹک کے سہارے سے پیر پر ٹکتے ہیں خود بخود نہیں ٹکتے۔ بریں بنا مروجہ نائلون یا سوتی باریک موزوں پر مسح کرنے سے وضوء درست نہ ہوگا؛ بلکہ ان کو اتار کر پیروں کو دھونا لازم ہے۔

اور جمہور امت کے بالکل برخلاف قریبی زمانے کے ایک مشہور عالم علامہ ابن تیمیہؒ نے تفرد اختیار کرتے ہوئے باریک موزوں پر بھی مسح کو جائز قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ بن تیمیہ ۲۱/۲۱۳-۲۱۴)

انہیں کی تقلید جامد میں سہولت پسند لوگ اور اہل حدیث غیر مقلدین اس طرح کے موزوں پر مسح کو صحیح سمجھتے ہیں، حالاں کہ ان کا یہ موقف جمہور امت کے خلاف ہے اور دلائل کے اعتبار سے مرجوح ہے، ہمیں ان کی باتوں سے متأثر نہیں ہونا چاہئے۔

عن قتادة عن سعيد بن المسيب و الحسن أنهما قالا: يمسح على الجوربين إذا كانا صفيقين. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الطهارة / باب المسح على الجوربين ۲/۲۷٦ رقم: ۱۹۸۸)

يرى الحنفية إمكانية متابعة المشي المعتاد فيهما فرسخا فأكثر، وفي قول مدة السفر الشرعي للمسافر، فلا يجوز المسح على الخف الرقيق الذي يتخرق من متابعة المشي في هٰذه المسافة...... ويرى المالكية لجواز المسح على الخفين إمكانية متابعته المشي فيه عادة، فلا يجوز المسح على خف واسع لا يستمسک على القدم، ويرى الشافعية لجواز المسح على الخفين إمكانية

Marfat.com

التردد فيهما لقضاء الحاجات مدة المسح المقررة في الحضر والسفر سواء في ذلک المتخذ من جلد أو غيره کلبد وزجاج ونحوها، ويرى الحنابلة أن يكون الخفان من جلد أو خشب أو نحوه بشرط إمكانية متابعة المشي فيها عرفا بشرط أن يستمسک على القدم. (الموسوعة الفقهية ٣٧/٢٦٥)

أو جوربيه و لو من غزل أو شعر الثخينين بحيث يمشي فرسخا ويثبت على الساق بنفسه ولا يرىٰ ما تحته ولا يشف. (الدر المختار مع الشامي ١/٤٥٢ زكريا،

مستفاد: كتاب الفقه على المذاهب الأربعة ١/١٣٦، المغني لابن قدامة ١/١٨٢، بدائع الصنائع ١/٨٣ زكريا، فتاوىٰ دار العلوم ١/٢٦٩، امداد الفتاوىٰ ١/٧٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نائلون کے باریک موزوں پر مسح؟

سوال (۹۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں نائلون کے موزے پر مسح کرنے کا رواج ہے بعض لوگ بغیر وضو پہنے ہوئے موزں پر وضو کے وقت مسح کر لیتے ہیں اور بعض لوگ جوتوں پر بھی مسح کر لیتے ہیں اور بعض لوگ پھر ان جوتوں کو نماز کے وقت اتار بھی دیتے ہیں اور بعض لوگ قدمین پر بھی مسح کر لیتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوتی یا نائلون کے باریک موزوں (جن میں پانی سرایت کر جاتا ہے) پر مسح کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے، چاہے انہیں وضو کی حالت میں پہنا ہو یا بے وضو پہنا ہو، اسی طرح جوتوں اور کھلے ہوئے پیروں پر بھی مسح کی قطعاً اجازت نہیں ہے اگر کوئی اس طرح کے موزوں اور جوتوں پر مسح کر لے تو جمہور علماء کے نزدیک اس کا وضو مکمل نہ ہوگا۔ اور

Marfat.com

جب اس کا وضو مکمل نہیں، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱/۲۰۰، فتاویٰ عثمانی ۱/۳۳۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل جدید ۳/۴۰۲)

عن قتادة مرسلا عن سعيد بن المسيب أنهما قالا: يمسح على الجوربين إذا كانا صفيقين. (المصنف لابن أبي شيبة ٢/٢٧٦ رقم: ١٩٨٨)

منها ما يكون من غزل و صوف، ومنها ما يكون من غزل، فالأول لا يجوز المسح عندهم جميعا وأما الثاني فإن كان رقيقا لا يجوز المسح عليه بلا خلاف. (المحيط البرهاني ١/٣٤٤، الفقه الإسلامي وأدلتهم ١/٤٢٦، الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ٨٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱۱/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

غسل سے متعلق مسائل

کن باتوں سے غسل واجب ہوتا ہے؟

سوال (۹۴): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شریعت میں غسل واجب ہونے کے اسباب کیا ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: غسل واجب ہونے کے تین اسباب ہیں:

(۱) جنابت، اس کا تحقق سوتے یا جاگتے شہوت کے ساتھ منی کے خروج سے ہوتا ہے، اگر جاگتے ہوئے یہ صورت پیش آئے تو اس کو ''انزال'' کہتے ہیں، اور اگر سوتے ہوئے پیش آئے تو اسے ''احتلام'' کہتے ہیں۔ اسی طرح جماع کے وقت مرد وعورت کی شرم گاہیں مل جائیں تو اس کی وجہ سے بھی غسل واجب ہوجاتا ہے، اگرچہ منی کا خروج نہ ہوا ہو، گویا کہ یہ صورت بھی جنابت کے حکم میں داخل ہے۔

(۲) غسل کے وجوب کا دوسرا سبب حیض کا انقطاع ہے، یعنی عورت کو جب ماہواری کا خون آنا بند ہوجائے، تو طہارت کے لئے اس پر غسل ضروری ہوتا ہے۔

(۳) وجوبِ غسل کا تیسرا سبب نفاس کا انقطاع ہے، یعنی بچہ کی پیدائش پر جو خون جاری ہوتا ہے جب وہ آنا بند ہوجائے، تو طہارت کے لئے غسل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

أسباب الغسل ثلاثة: الجنابة والحيض والنفاس. وفي مختار الفتاوىٰ: المراد بقوله: والحيض والنفاس انقطاعهما. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۷۸/۱ زكريا)

وفرض الغسل عند خروج المني من العضو......الخ، بشهوة أي لذة ولو حكماً كمحتلم......الخ، وعند إيلاج حشفة هي ما فوق الختان آدمي......الخ،

Marfat.com

وإن لم ینزل منیاً بالإجماع. (درمختار ۱/۲۹۵-۲۹۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۶/۱۰/۱۸ھ

منی کا نکلنا کب موجبِ غسل ہے؟

سوال (۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر آپس میں عورتیں یا مرد مذاق کررہے ہوں، یعنی ایسی گفتگو کررہے ہوں جو عموماً شہوت کو بھڑکا دیتی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اس حالت میں منی کا خروج ہوجائے تو کیا غسل واجب ہوجائے گا؟ یا بغیر شہوت کے کسی کو چھونے سے منی نکل آئے، اس طرح کہ منی کے خروج کا پتہ بھی نہ چلے، تو کیا اس صورت میں غسل واجب ہوگا؟ یا صرف وضو کرلینا کافی ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر منی کا خروج شہوت کے ساتھ ہوا ہے تو غسل واجب ہوگا، اور اگر بغیر شہوت کے کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے منی خارج ہوئی تو اس سے غسل واجب نہیں ہوگا؛ بلکہ صرف وضو کرلینا کافی ہوگا۔

عن علي رضي اللّٰه عنه مرفوعاً قال: إنما الغسل من الماء المدافق. (السنن الكبرى للبيهقي، الطهارة / باب وجوب الغسل بخروج المني ۱/۲۸۲ رقم: ۸۱۱)

وفي رواية عنه: إذا فضخت الماء فاغتسل. (سنن لنسائي ۱/۲۳ رقم: ۱۹۳ رقم: ۱۹۳)

والمعاني الموجبة للغسل إنزال المني على وجه الدفق والشهوة. (هداية ۱/۳۱ أشرفية)

ينفصل المني لا عن شهوة ويخرج لا عن شهوة بأن ضرب على ظهره ضربا قويا أو حمل حملاً ثقيلاً فلا غسل فيه عندنا. (بدائع الصنائع ۱/۱٤۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۶/۱۰/۱۸ھ

Marfat.com

منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہونا موجبِ غسل ہے

سوال (۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''ہدایہ'' میں یہ مسئلہ ذکر کیا گیا ہے کہ "ثم المعتبر عند أبي حنيفة ومحمد انفصاله عن مكانه على وجه الشهوة، وعند أبي يوسف ظهوره أيضا''. (هداية ۱/۱ ۳ أشرفية)

اس اختلاف کے ثمرہ کو صاحب فتح القدیر نے ذکر کیا ہے کہ: وتظهر ثمرة الخلاف في صور استمنى بكفه أو جامع امرأته في غير فرجه، أو احتلم فلما انفصل أخذ إحليله حتى سكت، فأرسل فخرج بلا شهوة يجب عندهما لا عنده. (فتح القدير ۱/ ٦٦ زكريا)

فتاویٰ شامی میں مذکور ہے: وشرطه أبو يوسف وبقوله يفتي في ضيف خاف ريبة واستحى كما في المستصفى. وفي القهستاني، والتاتارخانية معزيا للنوازل: وبقول أبي يوسف نأخذ؛ لأنه أيسر على المسلمين، قلت ولا سيما في الشتاء والسفر.

اس عبارت کے حاشیہ میں مذکور ہے: فينبغي الافتاء بقوله في مواضع الضرورة فقط تأمل.

وفي شرح الشيخ اسماعيل عن المنصورية، قال الإمام قاضي خان يؤخذ بقول أبي يوسف في صلوات ماضية فلا تعاد، وفي مستقبلة لايصلي مالم يغتسل. (شامي ۱/ ۲۹۷ زكريا)

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر زید ان تین چیزوں میں سے کسی کا مرتکب ہوا جن کو صاحبِ فتح القدیر نے ذکر کیا ہے، اور بلا غسل نماز پڑھے اور پڑھائے، تو آیا اس پر ان نمازوں کا اعادہ ہوگا؟ نیز مقتدین کے لئے کیا مسئلہ ہوگا؟ زید کو یہ یاد نہیں ہے کہ وہ کتنی نمازیں تھیں، اور کون کون سی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کے نزدیک مفتی بہ یہی ہے کہ جب منی اپنی جگہ

Marfat.com

سے شہوت کے ساتھ جدا ہوجائے تو اگر چہ بعد میں اس کا خروج بلاشہوت ہو پھر بھی غسل واجب ہے؛ البتہ نہایت شدید ضرورت کے وقت امام ابو یوسفؒ کے اس قول پر فتوی دیا گیا ہے کہ اگر خروج کے وقت شہوت نہ ہو تو غسل واجب نہیں، جیسا کہ اس کے متعلق عبارات سوال میں درج ہیں، اور صورتِ مسئولہ میں حسبِ تحریر سوال چوں کہ کوئی ضرورت کسی درجہ میں بھی نہیں پائی جارہی ہے؛ لہٰذا جس امام نے امام ابو یوسفؒ کے قول پر عمل کرتے ہوئے بلا غسل نماز پڑھائی ہے اس پر ایسی سب نمازوں کا اعادہ لازم ہے، اور جہاں تک ممکن ہو مقتدیوں کو بھی اس کی اطلاع دینی ضروری ہے، ورنہ اس کا ذمہ بری نہ ہوگا، نیز اس بے احتیاطی پر دل سے توبہ اور استغفار بھی لازم ہے۔

عن علي رضي الله عنه كنت رجلاً مذاء ولما رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم الماء قد آذاني، قال: إنما الغسل من الماء الدافق. (السنن الكبرى للبيهقي، الطهارة / باب وجوب الغسل بخروج المني ۲۵۸/۱ رقم: ۷۸۹ بيروت)

والأظهر في الجواب أخذا من التعبير بالتشهي أن يقال: إن الإجماع على منع إطلاق التخيير أي بأن يختار ويتشهي مهما أراد من الأقوال في أيّ وقت أراد أما لو عمل بالضعيف في بعض الأوقات لضرورة اقتضت ذلك فلا يمنع منه، وعليه يحمل ماتقدم عن الشرنبلالي من أن مذهب الحنفية المنع بدليل أنهم أجازوا للمسافر والضيف الذي خاف الريبة أن يأخذ بقول أبي يوسف بعدم وجوب الغسل على المحتلم الذي أمسك ذكره عندما أحس بالاحتلام إلى أن فترت شهوته ثم أرسله مع أن قوله هذا خلاف الراجح في المذهب لكن أجازوا الأخذ به للضرورة. (شرح عقود رسم المفتي ۱۰۱ سعيده سهارنپور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۲/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہنسی مذاق کے دوران اگر منی نکل جائے تو کیا غسل واجب ہوگا؟

سوال (۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: اگر زید کسی عورت سے ہنسی مذاق یا شہوت انگیز باتیں کررہا ہو، جس کی وجہ سے اس کی منی خارج ہوگئی، تو اس پر غسل لازم ہے یا نہیں؟ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پیٹ کی خرابی یا کسی اور وجہ سے شہوت کے بغیر بھی منی کے قطرات نکل آتے ہیں، تو اس صورت میں اس پر غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: منی کا خروج اگر شہوت کی وجہ سے ہوا ہے تو غسل واجب ہوگا، اور اگر کسی بیماری یا عارض کی وجہ سے بلاشہوت منی نکل گئی تو غسل واجب نہیں۔

عن علي رضي الله عنه كنت رجلاً مذّاء ولما رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم الماء قد آذاني، قال: إنما الغسل من الماء الدافق. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الطهارة / باب وجوب الغسل بخروج المني ۲۵۸/۱ رقم: ۷۸۹ بيروت)

والمعاني الموجبة للغسل إنزال المني على وجه الدفق والشهوة. (هداية ۳۱/۱ دارالكتاب)

ينفصل المني لا عن شهوة، ويخرج لا عن شهوة بأن ضرب على ظهره ضربا قويا، أو حمل حملا ثقيلا فلا غسل فيه عندنا. (بدائع الصنائع ۱۴۸/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۲۲ھ

بیوی کو شہوت کے ساتھ چھونے سے انزال ہوگیا تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال (۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کو اپنی بیوی کو شہوت کے ساتھ چھونے یا بوسہ دینے یا ان کے اندر شہوت کے ساتھ جماع کرلینے سے یا کسی لڑکی کو شہوت کے ساتھ دیکھنے پر، ان تمام صورتوں میں انزال ہوجائے تو

Marfat.com

غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شہوت کے ساتھ انزال ہونے سے غسل واجب ہوجاتا ہے، خواہ انزال کسی بھی سبب سے ہو۔

عن علي رضي الله عنه كنت رجلاً مذّاء ولما رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم الماءَ قد آذاني، قال: إنما الغسل من الماء الدافق. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الطهارة / باب وجوب الغسل بخروج المني ۲۵۸/۱ رقم: ۷۸۹ بيروت)

أولها خروج المني ...... بشهوة وكان خروجه من غير جماع كاحتلام ولو باول مرة لبلوغ في الاصح وفكر ونظر وعبث بذكره. (مراقي الفلاح ۵۲)

أسباب الغسل ثلاثة: منها: انفصال المني عن شهوة. وفي الخلاصة: من الرجل والمرأة من غير إيلاج بأي طريق حصل نحو اللمس والاحتلام وغيره.

(الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۸۹/۱ رقم: ۳۸۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۷/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سوتے ہوئے پیشاب کرنے والے پر غسل واجب نہیں

سوال (۹۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر سوتے وقت کوئی پیشاب کرلے تو ناف سے پاؤں تک دھوکر پاک ہوجائے گا یا نہیں؟ یا مکمل غسل کرنا پڑے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوتے ہوئے پیشاب کرنے والے پر غسل واجب نہیں؛ البتہ جس جگہ پیشاب لگا ہے اس کا دھونا ضروری ہے۔

Marfat.com

لا عند مذي أو ودي بل الوضوء منه ومن البول جميعاً على الظاهر أي لا يفرض الغسل. (شامي ۳۰٤/۱ زكريا)

وإن كانت غير مرئية يغسلها ثلاث مرات. (الفتاوی الهندية ٤٤/۱، شامي ٥۳۹/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۵/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جریان کے مریض کو آنے والے قطرات پر غسل کا حکم

سوال (۱۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید جس کا نام نور محمد ہے اللہ کے فضل وکرم سے حافظ قرآن بھی ہے اور نابینا ہے، زید نور محمد کو مرض جریان ہے جس سے وہ ہر وقت ناپاک رہتا ہے، ہر وقت اس کو منی کے قطرے آتے رہتے ہیں، ایسی حالت میں نہ تو زید اپنی طاقت سے کپڑے صاف کر سکتا ہے اور نہ دھوبی سے دھلوا سکتا ہے، اور نہ گھر میں کوئی ایسا شخص ہے جو ہماری مدد کر سکے، ایسی حالت میں زید نماز یا قرآن کی تلاوت کیسے کرے؟ اور ایسی حالت میں غسل کر کے وہی احتلام والے کپڑے پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر پڑھ سکتا ہے تو گھر میں ادا کرے یا مسجد میں؟ ایسی حالت میں مسجد میں جانے کا حکم ہے یا نہیں؟ اور زید نماز وقرآن کی تلاوت کیسے کرے؟ مرض کی وجہ سے کئی کئی دن گذر جاتے ہیں نہ کپڑے صاف ہوتے ہیں نہ نماز ادا کر پاتے ہیں، اور نہ قرآن کی تلاوت کر پاتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: منی نکلنے سے غسل اسی وقت واجب ہوتا ہے جب کہ وہ شہوت کے ساتھ نکلے؛ لہٰذا مرض جریان کی وجہ سے گاہے بہ گاہے جو قطرہ آتا رہتا ہے، اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، صرف وضو ٹوٹتا ہے، اب اگر قطرات کا آنا اس کثرت سے ہو کہ ایک پوری نماز کا وقت اس طرح گذر جائے کہ اس میں اتنی فرصت بھی نہ ملے کہ وہ اس میں وضو کر کے فرض ادا کر سکے، تو ایسا شخص معذور کے حکم میں ہے کہ اس کے لئے ہر وقت میں ایک وضو کرنا کافی ہے، اور

Marfat.com

وہ قطرہ اس کے حق میں نجس بھی نہیں ہے؛ لیکن اگر قطرات اس کثرت سے نہیں آتے؛ بلکہ کبھی کبھار آتے ہوں اور کوشش کر کے وہ اس وقفہ میں فرض ادا کرسکتا ہو، تو معذور شرعی کے حکم میں نہیں ہے، جب بھی قطرہ آئے گا اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، اور کپڑے کا پاک کرنا ضروری ہوگا، خواہ وہ اس کا کچھ بھی انتظام کرے۔

عن علي رضي الله عنه كنت رجلاً مذّاء ولما رای رسول الله صلى الله عليه وسلم الماء قد آذاني، قال: إنما الغسل من الماء الدافق. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الطهارة / باب وجوب الغسل بخروج المني ۲۵۸/۱ رقم: ۷۸۹ بيروت)

وفرض الغسل عند خروج مني، منفصل عن مقره، بشهوة أي لذة ولو حكماً كمحتلم. (درمختار مع الشامي ۲۹۵/۱ زكريا)

وخروج المني لا عن شهوة بأن سقط من مكان مرتفع، وما أشبه ذلك، لايوجب الغسل وينقض الوضوء. (خانية على هامش الفتاوىٰ الهندية ۳۸/۱)

وصاحب عذر من به سلسل البول لايمكنه إمساكه أوا استطلاق بطن، أو انفلات ريح أو استحاضة ...... إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بأن لا يجد في جميع وقتها زمنا يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث، ولو حكماً. (درمختار مع الشامي ۵۰۴/۱ زكريا)

وحكمه الوضوء لا غسل ثوبه لكل فرض، ثم يصلي فيه فرضاً ونفلاً (درمختار مع الشامي ۵۰۵/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غسل کا مسنون طریقہ

سوال (۱۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: غسل میں وضو کرنا سنت ہے اور فرائض غسل منہ میں پانی ڈالنا، ناک میں پانی دینا، یہ کس وقت ادا کئے جائیں گے، ترتیب سے سمجھایا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غسل کا مسنون طریقہ مختصراً یہ ہے کہ اولاً ہاتھ اور شرم گاہ دھوئے، پھر پورا وضو کرے، اسی درمیان منہ اور ناک میں اچھی طرح پانی ڈالے، اس کے بعد پورے بدن پر پانی بہائے۔ اور بہتر ہے کہ اولاً دائیں کندھے پر اس کے بعد بائیں کندھے پر اور پھر سر پر پانی ڈالے اور بدن کو رگڑ کر دھوئے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما عن خالته ميمونة قالت: وضعت للنبي صلى الله عليه وسلم غسلاً يغتسل به من الجنابة، فأكفأ الإناء على يده اليمنى، فغسلها مرتين أو ثلاثاً، ثم صب على فرجه فغسل فرجه بشماله، ثم ضرب بيده الأرض فغسلها ثم تمضمض واستنشق وغسل وجهه ويديه ثم صب على رأسه وجسده، ثم تنحى ناحية فغسل رجليه. (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة / باب في الغسل من الغسل ۱/۳۲ رقم: ۲٤٥ دار الفكر بيروت، فتح الباري ۱/٤٨٦ رقم: ۲٥٧ بيروت)

عن جميع بن عمير وفيه فقالت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضأ وضوئه للصلاة ثم يفيض على رأسه ثلاث مرار. (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة / باب الغسل من الجنابة ۱/۳۲ رقم: ۲٤۱ دار الفكر بيروت)

وهي أن يغسل يديه إلى الرسغ ثلاثاً ثم فرجه ويزيل النجاسة إن كانت على بدنه ثم يتوضأ وضوئه للصلاة إلا رجليه، هكذا في الملتقط. (الفتاوىٰ الهندية ۱/۱٤)

وفرض الغسل: غسل كل فمه ويكفي الشرب عبًّا؛ لأن المج ليس بشرط في الأصح، وأنفه حتى ما تحت الدرن وباقي البدن لا دلكه. ويجب أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة كأذن وسرة وشارب وحاجب

Marfat.com

وأثناء لحية وشعر رأس ولو ملبداً وفرج خارج، به يفتى. (درمختار مع الشامي، كتاب الطهارة / مطلب في أبحاث الغسل ۱/ ۲۸۴-۲۸۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غسل میں کلی کرتے وقت غرارہ کرنا؟

سوال (۱۰۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غسل میں کلی کرنا فرض ہے، بعض حضرات بتاتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں کلی ہے اور باقی حالت میں غرارہ ہے، آپ تحریر فرمائیں کلی اور غرارہ میں کیا فرق ہے، غسل کے تین فرائض میں کلی کرنا ہے یا غرارہ کرنا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غسل میں فرض کلی کرنا ہے، اگر اچھی طرح سے کلی کرلی جائے تو فرض ادا ہوجاتا ہے، غرارہ کی ضرورت نہیں ہے، تاہم اگر روزہ نہ ہو تو غرارہ کرنا بہتر ہے، البتہ روزہ کی حالت میں غرارہ کرنا مکروہ ہے؛ اس لئے کہ اس میں حلق کے اندر پانی پہنچنے کا احتمال ہے۔

عن أبي سلمة بن عبد الرحمن قال: حدثتني عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا اغتسل من الجنابة فمضمض واستنشق ثلاثاً.

وفي رواية عن عمر رضي الله عنه قال: إذا اغتسلت من الجنابة فتمضمض ثلاثاً فإنه أبلغ. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الطهارة / باب في المضمضة والاستنشاق في الغسل ۱/ ۶۸ رقم: ۷۳۷-۷۴۰ دار الكتب العلمية بيروت).

وفرض الغسل غسل كل فمه، ويكفي الشرب عباً؛ لأن المج ليس بشرط في الأصح. (شامي ۱/ ۲۸۴ زكريا)

والمبالغة فيهما بالغرغرة لغير الصائم لاحتمال الفساد. (شامي ۱/ ۲۳۷ زكريا)

Marfat.com

غسل الفم والأنف أي بدون مبالغة فيهما فإنه سنة فيه على المعتمد.

(طحطاوي على المراقي ۸۱ مصری)

ومنها: المبالغة في المضمضة والاستنشاق إلا في حال الصوم فيرفق؛ لأن المبالغة فيهما من باب التكميل في التطهير فكانت مسنونة إلا في حال الصوم لما فيها من تعريض الصوم للفساد. (بدائع الصنائع ۱۱۲/۱ زکریا، لفتاویٰ لتاتارخانیة ۲۷۶/۱ رقم: ۳۷۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا عورت کے لئے غسل کرتے وقت شرم گاہ میں انگلی ڈال کر صفائی کرنا ضروری ہے؟

سوال (۱۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت یہ کہتی ہے کہ جب عورت کو غسل کی ضرورت ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی شرم گاہ میں انگلی ڈال کر صفائی کرے، ورنہ غسل نہیں ہوگا۔ کیا شرعاً غسل کے وقت شرم گاہ میں پانی ڈال کر صفائی کرنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے غسلِ جنابت صحیح ہونے کے لئے شرم گاہ میں انگلی ڈال کر صفائی کرنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ ظاہری حصہ کو استنجاء کر کے پاک کرنا کافی ہے، جو عورت اس کے خلاف کہتی ہے وہ غلطی پر ہے۔

وفرج خارج؛ لأنه كالفم لا داخل؛ لأنه باطن ولا تدخل إصبعها في قبلها به يفتى. (درمختار مع الشامي ۲۸۵/۱ زکریا، الفتاویٰ التاتارخانية ۲۷۵/۱ رقم: ۳۷٤ زکریا)

ويفترض غسل......، والفرج الخارج؛ لأنه كالفم لا الداخل؛ لأنه

Marfat.com

کالحلق. (مراقي الفلاح ٥٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۳/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غسلِ جنابت میں صابن کا استعمال؟

سوال (۱۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص بدن پر ناپاکی کی حالت میں صابن وغیرہ سے غسل کرتا ہے تو اس کا غسل ہوتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غسلِ جنابت میں صابن وغیرہ کا استعمال نہ صرف جائز ہے؛ بلکہ مستحسن ہے؛ تاکہ اچھی طرح نظافت حاصل ہوجائے۔

ثم يغسل رأسه ولحيته بالخطمي؛ لأن ذلك أبلغ في التنظيف، فإن لم يكن فبالصابون. (بدائع الصنائع ۲/۲٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲٦/۱/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناپاک لنگی پہنے پہنے غسل کرنا؟

سوال (۱۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا اس طرح نہانے سے پاکی حاصل ہوجائے گی یا نہیں کہ رات میں یا دن میں سوتے وقت احتلام ہوگیا اور صبح کو اٹھ کر اُسی لنگی یا پائجامہ میں جو پہن رکھا تھا غسل کرنا شروع کردیا، اس طرح کہ پہلے وہ جگہ دھوئی جہاں نجاست لگی ہوئی تھی، اس کے بعد ناف کے نیچے کا حصہ دھویا، اس کے بعد جو لنگی یا پائجامہ پہن رکھا تھا، اس کو تین مرتبہ دھویا، پھر اسے پہنے ہوئے ہی اس کے بعد وضو کیا، اور غسل کے طریقہ سے غسل کیا، آیا وہ شخص پاک ہوا یا نہیں؟ اور اب تک اسی طریقہ سے غسل کرتا ہے۔

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر بار بار دھونے کی وجہ سے نجاست کا اثر بالکل زائل ہوجائے، تو پاکی حاصل ہوجائے گی؛ لیکن اَحوط طریقہ یہ ہے کہ غسل شروع کرنے سے پہلے الگ سے نجاست کو پاک کرلیا جائے؛ تاکہ نجاست کے پھیلنے کا شبہ نہ رہے۔

وإنما يبدأ بإزالة النجاسة الحقيقية كيلا تزداد بإصابة الماء. (هداية ۱/ ۳۰)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۲۵ھ

غسل میں مسح کیوں نہیں؟

سوال (۱۰۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وضو میں مسح فرض ہے، غسل میں سر کا مسح فرض کیوں نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غسل میں چوں کہ پانی مکمل طور پر سر پر بہایا جاتا ہے، اس لئے مسح کی ضرورت نہیں، مسح کا حکم تو وہاں ہوتا ہے جہاں پانی بہانے سے رخصت ہو۔

ولنا قوله تعالىٰ: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ أمر بالإطهار وهو تطهير جميع البدن إلا ما تعذر إيصال الماء إليه. (هداية ۱/ ۲۹ أشرفي ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۷ھ

حالتِ جنابت کا پسینہ؟

سوال (۱۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک حالتِ جنابت میں جو پسینہ آتا ہے اس کے بارے میں سنا گیا ہے کہ وہ ناپاک ہے،

Marfat.com

میں ایک دیہاتی خاتون ہوں، کسی نے بتایا کہ ایسا پسینہ اگر کپڑے میں لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہوجائے گا اور دھونا ضروری ہوگا؟ میں تشویش میں ہوں اس لئے آپ واضح فرمادیں تو نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہمبستری کے دوران جو پسینہ نکلتا ہے اگر وہ پسینہ کپڑے میں لگ جائے تو محض پسینے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا؛ اس لئے کہ انسان کا پسینہ بہر حال پاک ہے، جب کہ اس کے ساتھ کوئی ظاہری نجاست شامل نہ ہو۔

وذكر الكرخي والطحاوي رحمهما الله في مختصريهما أن عرق كل شيء مثل سؤره في النجاسة والطهارة والحرمة والكراهة، وفي الهداية: وهو الأصح. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱/۳۰۵ رقم: ۷۱۷ زكريا)

فسؤر آدمي مطلقاً ولو جنباً ...... طاهرٌ ...... وحكم عرقٍ كسورهٖ. (شامي ۱/۳۸۱-۳۸۹ زکریا، فتاویٰ محمودیہ ۵/۱۱۳ ڈابھیل، إیضاح المسائل ۱۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۱۱/۲۵ھ

حالتِ جنابت میں قرآنی آیت والا لاکٹ چھونا؟

سوال (۱۰۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں حالتِ جنابت میں تھی اور میرے گلے میں ایک لاکٹ تھی، جس پر آیۃ الکرسی لکھی ہوئی تھی اور دورانِ جماع لاکٹ کا بدن سے مس ہوتا رہا۔ سوال اب یہ پوچھنا ہے کہ کیا ایسی حالت میں قرآنی آیات یا دعائیہ کلمات والی لاکٹ پہننا جائز ہے؟ اور فراغت کے بعد اس کو چھونا (یعنی لاکٹ) کو کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جنابت کی حالت میں قرآنِ کریم کو چھونا جائز

Marfat.com

نہیں ہے؛ لہٰذا جنابت کی حالت میں ایسا لاکٹ پہننا جائز نہ ہوگا جس پر قرآنی آیات لکھی ہوں، اور دعائیہ کلمات میں بھی زیادہ تر آیاتِ قرآنی اور احادیث ہوتی ہیں، اس لئے بحالتِ جنابت دعائیہ کلمات والے لاکٹ کو پہننا بھی مکروہ ہوگا۔ نیز جماع سے فراغت کے بعد غسل جنابت سے پہلے مذکورہ لاکٹ کی زنجیر کو تو چھو سکتے ہیں، جس پر کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہوتی؛ البتہ ایسے لاکٹ کو چھونا جائز نہ ہوگا۔

أخرج مالك عن عبد الله بن أبي بكر بن حزم أن في الكتاب الذي كتبه رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم لعمرو بن حزم أن لا يمس القرآن إلا طاهرا.

(الموطأ لإمام مالك، كتاب القرآن، باب الأمر بالوضوء لمن مس القرآن ١٥٣ رقم: ١)

. ويحرم به أي بالأكبر وبالأصغر مس مصحف أي ما فيه آية كدرهم وجدار. (شامي ٣١٥/١ زكريا)

لايحرم في غير المصحف إلا بالمكتوب أي موضوع الكتاب. (شامي ٣١٥/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۱۱/۱۴۲۴ھ

جنابت کی حالت میں قرآن کی تلاوت اور ذکر و دعا کرنا؟

سوال (۱۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جنابت کی حالت میں قرآن کی آیات، درود و دیگر دعاؤں کے پڑھنے کی اجازت ہے؟ اذان کا جواب دینا، سونے سے پہلے اور سو کر اٹھنے، کھانا کھانے وغیرہ کی دعاؤں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ مہربانی کر کے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالتِ جنابت میں قرآنِ کریم کی تلاوت جائز نہیں

Marfat.com

ہے؛ البتہ ذکر ودعا والی قرآنی آیات بطور ذکر ودعا پڑھی جاسکتی ہیں، اسی طرح ماثور دعائیں جن کا پڑھنا مختلف اوقات میں حدیث سے ثابت ہے، انہیں بھی بحالتِ جنابت پڑھنا درست ہے، اور اذان کا جواب دینا بھی درست ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱/۱۸۱-۲۲۲)

عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تقرء الحائض و لا الجنب شيئاً من القرآن. (سنن الترمذي ۱/۳٤ رقم: ۱۳۱، السنن الكبير للبيهقي ۱/۱٥٤ رقم: ٤٢٠)

والثالث حرمة قراء ة القرآن ولو دون آية كما صححه صاحب الهداية وقاضي خان، وهو قول الكرخي. (منهل الواردين ۱/۱۱۱)

فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئا من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به. (شامي ۱/٤٢٣ بيروت، شامي ۱/٤٨٨ زكريا، منهل الواردين ۱/۱۱۱-۱۱۲)

ولابأس بحائض وجنب بقرأة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى. (شامي ۱/٤٢٤ بيروت، شامي ۱/٤٨٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۶/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

تیمّم کے مسائل

تیمّم کن حالات میں جائز ہے؟

سوال (۱۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تیمّم کن حالات میں جائز ہے؟ آج کل تھوڑی سی کمزوری اور بیماری پر تیمّم کا رواج نوجوان مردوں وعورتوں میں پڑ گیا ہے، اس پر روشنی ڈال دیجئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تیمّم کی اجازت صرف اس وقت ہوتی ہے جب کہ پانی دستیاب نہ ہو یا دستیاب تو ہو؛ لیکن ایسا شدید عذر ہو کہ پانی کے استعمال سے جان یا اعضاء کے مفلوج ہو جانے یا مرض کے بڑھ جانے کا خطرہ ہو، بریں بنا معمولی بیماری اور تھوڑی سی کمزوری کی بنا پر تیمّم کرنا کسی بھی مرد وعورت کے لئے جائز اور معتبر نہیں ہے۔

عن الحسن وابن سيرين أنهما قالا: لا يتيمم مارجاً أن يقدر على الماء في الوقت. (مصنف لبن أبي شيبة، الطهارة / باب من قال لا يتيمم مارجاً أن يقدر على لماء ۹۱/۲ رقم: ۱۷۱۲)

عن عمرو بن العاص رضي الله عنه قال: احتلمت في ليلة باردة في غزوة ذات السلاسل فاشفقت أن أغتسل، فأهلك فتيممت ثم صليت بأصحابي الصبح فذكروا ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا عمر! صليت بأصحابك، وأنت جنب، فأخبرته بالذي منعني من الاغتسال وقلت: إني سمعت الله، يقول: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يقل شيئاً. (سنن أبي داؤد، الطهارة / باب إذا خاف

Marfat.com

الجنب البرد أ يتيمم؟ ١/٤٨ رقم: ٣٣٤)

من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلا أو لمرض يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحرك أو برد يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر......، ونقل الشامي: فصار الأصل أنه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه لا يباح له التيمم إجماعاً. (شامي ١/٣٩٥-٣٩٨ زكريا، البحر الرائق ١/٤١ ١، طحطاوي على المرقي ٩٢، الفتاوى التاتارخانية ١/٣٦٧ رقم: ٧٦٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۸/۵ھ

ٹھنڈک یا شدتِ مرض کی وجہ سے تیمّم کرنا؟

سوال (۱۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص بیماری کی وجہ سے اتنا کمزور ہوگیا ہے کہ وہ سردی کے موسم میں غسل نہیں کرسکتا، اس کے جسم کو اتنی سردی لگتی ہے کہ اس کے لئے ناقابل برداشت ہے، اگر اس عالم میں وہ گرم پانی سے بھی نہائے تو بھی بیمار پڑ جانے کا شدید خطرہ ہے، وہ غسل خانہ میں کپڑے اتار کر تھوڑی دیر بھی ٹھنڈک کو برداشت نہیں کرسکتا ہے، اس طرح وہ غالباً معذور ہوگیا، ایسی حالت میں غسلِ جنابت کرنے کے بجائے وہ پنڈول کے ڈھیلے سے غسلِ جنابت کا تیمّم کرسکتا ہے وہ اس طرح پاک ہوجائے گا؟ تیمّم کے بعد وہ نماز ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ کلامِ پاک کی تلاوت کرسکتا ہے یا نہیں؟ نیز قرآن شریف کو ہاتھ لگا سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وہ شخص واقعۃً اتنا کمزور ہے کہ کسی بھی طرح غسل کرنے میں اسے مزید بیمار ہونے کا شدید خطرہ لاحق ہے، تو ایسی صورت میں اس کے لئے تیمّم کی گنجائش ہے، اس تیمّم سے وہ نماز، تلاوت اور دیگر عبادات ادا کرسکتا ہے۔

Marfat.com

عن عمرو بن العاص رضي الله عنه قال: احتلمت في ليلة باردة في غزوة ذات السلاسل فاشفقت أن أغتسل، فأهلك فتيممت ثم صليت بأصحابي الصبح فذكروا ذٰلک لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا عمرو! صليت وأنت جنب؟ فأخبرته بالذي منعني من الاغتسال وقلت: إني سمعت الله يقول: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ فضحک رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يقل شيئاً. (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة / باب إذا خاف الجنب البرد أيتيمم؟ النسخة الهندية ١/ ٤٨ رقم: ٣٣٤ دار الفكر بيروت)

أو برد يهلک الجنب أو يمرضه ولو في المصر......، ونقل الشامي: فصار الأصل أنه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه لا يباح له التيمم إجماعاً. (شامي ١/ ٢٣٤ كراچی، ١/ ٣٩٨ زكريا، البحر الرائق ١/ ١٤١، طحطاوي على المراقي ٩٢، الفتاویٰ التاتارخانية ١/ ٣٦٧ رقم: ٧٦٧ زكريا)

ولو كان يجد الماء إلا أنه مريض يخاف إن استعمل الماء اشتد مرضه أو أبطأ برؤه يتيمم. (الفتاویٰ الهندية ١/ ٢٨)

وأما المرض فمنصوص عليه سواء خاف ازدياد المرض أو طوله باستعمال الماء. (تبيين الحقائق ١/ ٣٧ ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۸/۵ھ

محض سردی سے بچاؤ کے لئے تیمّم کر کے نماز پڑھنا؟

سوال (۱۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ جس کی عمر تقریباً چالیس سال ہے، صحت کے لحاظ سے تندرست ہے، نماز روزہ کی پابند ہے، موسم سرما میں سردی کا احساس ہندہ کو زیادہ ہوتا ہے، خاص کر نماز عشاء میں وضو کرتے وقت اور

Marfat.com

رمضان شریف میں تہجد کے لئے وضو کرتے ہوئے، ہندہ نے اس کا تذکرہ اپنے خاندان کے ایک بزرگ سے کیا جو ماشاء اللہ باشرع پابند صوم وصلوٰۃ ہیں، اور کافی وقت تبلیغی جماعت میں لگا چکے ہیں، انہوں نے ہندہ سے کہا کہ وضو کرنے کے بجائے تیمّم کرلیا کرو، اس کے بعد ہندہ نے ان کی اس بات پر عمل شروع کردیا۔

زید کا کہنا ہے کہ جن حالات میں تیمّم کی اجازت ہے، ہندہ پر وہ لاگو نہیں ہوتے، نہ تو ایسا کوئی مرض ہے جو پانی کے استعمال سے بڑھ جائے اور اس قدر کمزور یا ضعیف نہیں کہ پانی کے استعمال سے کوئی خطرہ ہو؛ لہٰذا ہندہ کو وضو کرنا چاہئے بغیر وضو نماز نہیں ہوگی۔

مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں ہندہ وضو کرکے موسم سرما میں نماز ادا کرے یا تیمّم کرتی رہے؟ ازروئے شرع تفصیل سے جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر سردی سے سخت مرض یا ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو تو وضو پر قدرت ہونے کے باوجود محض سردی کے خوف سے تیمّم کرنا صحیح نہیں ہے، مذکورہ بزرگ کی بات صحیح اور معتبر نہیں ہے؛ البتہ سردی سے بچنے کے لئے گرم پانی سے وضو کرلے، نیز مذکورہ صورت میں تیمّم سے پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ لازم ہے۔

(أو برد) يهلك الجنب أو يمرضه. قال الشامية: تحت قوله قيد بالجنب؛ لأن المحدث لا يجوز له التيمم للبرد في الصحيح. (ردالمحتار على الدر المختار ١/٣٩٨ زكريا)

ويجوز التيمم إذا خاف الجنب إذا اغتسل بالماء أن يقتله البرد أو يمرضه إذا لم يقدر على تسخين الماء. (الفتاوىٰ الهندية ١/٢٨، هداية ١/٤٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ٢٧/٢/١٤٢١ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

تیمّم کرکے نماز پڑھنے والے کو پورا ثواب ملے گا یا آدھا؟

سوال (۱۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص پانی کے حصول پر قدرت نہیں رکھتا یا پانی کے حصول پر قدرت تو رکھتا ہے یا پانی کا استعمال اس کے لئے مضر اور نقصان دہ ہے۔ شریعت نے جہاں جس انداز پر تیمّم میں اجازت دی ہے وہ وہاں رخصت پر عمل کرتے ہوئے نماز ادا کرتا ہے۔ یہاں نماز کے ثواب کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں تیمّم کرکے نماز پڑھنے والے کو پورا ثواب ملے گا؛ اس لئے کہ پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم وضو کا بدل ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ [المائدة: ٦]

عن حذيفة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: جُعلت تربتها لنا طهوراً إذا لم نجد الماء. يعني الأرض. (المصنف لابن أبي شيبة ١٤٤/١ رقم: ١٦٦٢ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي ذر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الصعيد الطيب طهور ما لم يوجد الماء ولو إلى عشر حجج، فإذا وجدت الماء فأَمِسَّهُ بَشرتَک. (المصنف لابن أبي شيبة ١٤٤/١ رقم: ١٦٦١ دار لكتب العلمية بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری ۱۴۳۵/۶/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

تیمّم کا مسنون طریقہ

سوال (۱۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تیمّم کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نیت کرکے دونوں ہتھیلیاں مٹی پر مارکر پورے چہرے پر پھیر لیا جائے، پھر اس کے بعد دوبارہ ہتھیلیاں مٹی یا غبار پر مارکر دونوں ہاتھ کہنیوں تک پھیر لئے جائیں، اگر انگوٹھی وغیرہ پہن رکھی ہو تو اس کو اتار دیا جائے یا آگے پیچھے کرلی جائے۔

عن جابر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: التيمم ضربة للوجه وضربة لليدين إلى المرفقين. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الطهارة / باب كيف التيمم ۱/۳۱۹ رقم: ۹۹۹)

كذا في المستدرك على الصحيحين للحاكم أبي عبد اللّٰه عن ابن عمر مرفوعاً. (المستدرك للحاكم، كتاب الطهارة ۱/۲۶۵ رقم: ٦٣٤)

وأما كيفية التيمم فذكر أبو يوسف في الأمالي – فضرب بيديه على الأرض فأقبل بهما وأدبر ثم نفضهما ثم مسح بهما وجهه ثم أعاد كفيه إلى الصعيد ثانياً فأقبل بهما وأدبر ثم نفضهما ثم مسح بذلك ظاهر الذراعين وباطنهما إلى المرفقين. (بدائع الصنائع ۱/۱٦۷ زكريا، ۱/٤٦ كراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۲/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سیمنٹیڈ فرش کے نجاست سے خشک ہونے کے بعد اس پر تیمم اور نماز کا حکم

سوال (۱۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سیمنٹیڈ فرش جیسے چھت، گھر کا صحن وغیرہ، آیا یہ زمین کے حکم میں ہے کہ اس پر پیشاب وغیرہ کوئی نجس چیز گر جائے پھر وہ خشک ہو جائے، تو خشک ہونے سے پاک ہو جائے گا، یا اس کے لئے

Marfat.com

غسل ضروری ہے؟ زید کہتا ہے کہ غسل ضروری ہے، چوں کہ اس میں پانی جذب کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، بکر کو اس مسئلہ میں تشفی نہیں ہے، یہ مسئلہ مدلل تحریر فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس خشک فرش پر نماز تو پڑھی جاسکتی ہے، مگر اس سے تیمم درست نہیں۔

عن أبي ذر رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: الصعید الطیب وضوء المسلم. (السنن الکبریٰ، الطہارۃ / باب التیمم بالصعید الطیب ۱/۳۲۷ رقم: ۱۰۲۱)

هو قصد صعید مطهر خرج الأرض المتنجسة إذا جفت فإنها کالماء المستعمل. (درمختار مع الشامي ۱/۳۹۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۳/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹائل پر تیمم کرنا؟

سوال (۱۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ٹائل پر تیمم درست ہے؟ جب کہ ایک مفتی صاحب منع فرمارہے ہیں کہ چوں کہ ٹائل پر روغن اور مصالحہ لگا ہوتا ہے، اس لئے ٹائل پر تیمم درست نہیں ہے، ایسے ہی ان مٹی کے برتنوں پر جن پر روغن کردیا جاتا ہے، ایسے ہی ان دیواروں پر جن پر پینٹ کردیا جاتا ہے، آں محترم سے اس سلسلہ میں وضاحت مطلوب ہے کہ ٹائل اور روغن شدہ مٹی کے برتن پینٹ شدہ دیوار پر کیا بغیر گرد وغبار کے تیمم درست نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹائل میں استعمال ہونے والا مسالہ زمین ہی کی جنس

Marfat.com

سے ہوتا ہے، اس پر پینٹ وغیرہ کی کوئی چیز رنگ کے طور پر نہیں لگائی جاتی؛ لہٰذا ایسے ٹائل پر تیمم درست ہے، اگر چہ وہ چکنا ہی کیوں نہ ہو؛ البتہ مٹی کے وہ برتن جن پر اوپر سے پینٹ کر دیا گیا ہو اور وہ دیواریں جن پر پینٹ ہو، ان پر گرد وغبار کے بغیر تیمم درست نہ ہوگا۔

وبالحجر عليه غبار أو لم يكن بأن كان مغسولاً أو أملس. (لفتاویٰ الهندية ۱/ ۲۷)

إذ لا يخفى أن الحجر الأملس جزء من الأرض. (شامي ۱/ ۳٦۸ بيروت)

فيجوز كحجر مدقوق أو مغسول وحائط مطين أو مجصص وأوان من طين غير مدهونة. (الدر المختار على الشامي ۱/ ۳٦۰ أشرفية، شامي ۱/ ٤۰٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۰/۳/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پتھر کے کوئلہ پر تیمم کرنا؟

سوال (۱۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پتھر کا جو کوئلہ زمین کی کان سے نکالا جاتا ہے، اس پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو کوئلہ زمین میں کان سے نکالا جاتا ہے، وہ دراصل ایک قسم کا پتھر ہے، اور زمین کی جنس میں سے ہے؛ لہٰذا اس پر تیمم کرنا درست ہے، حتیٰ کہ اگر اسے جلا دیا جائے، تو اس کی راکھ پر بھی تیمم کرنا درست ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ حقانیہ ۲/ ۶۰۹)

ومترمّدٌ بالاحتراق إلا رماد الحجر، فيجوز كحجر مدقوق أو مغسول.

(الدر المختار مع الشامي ۱/ ٤۰٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۹/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرمہ والے پتھر پر تیمم؟

سوال (۱۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: بعض جگہ سرمہ والے پتھر پائے جاتے ہیں، جنہیں پیس کر سرمہ بنایا جاتا ہے، تو ایسے پتھر پر یا ان سے بنائے گئے سرمہ پر تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرمہ کا پتھر بھی زمین کی جنس میں داخل ہے؛ لہٰذا اس پتھر پر یا اس سے بنائے گئے سرمہ پر تیمّم کرنا درست ہوگا۔

ومترمّد بالاحتراق إلا رماد الحجر، فيجوز كحجر مدقوق أو مغسول. (الدر المختار مع الشامي ١/٤٠٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۹/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چونے کی کلی والی دیوار پر تیمّم کرنا؟

سوال (۱۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس دیوار پر چونے کی کلی کی گئی ہو، اس پر اگر گرد وغبار نہ ہو تو تیمّم کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چونا بھی زمین کی جنس سے ہے؛ لہٰذا چونے کی کلی والی دیوار پر تیمّم کرنا بہرحال جائز ہے، چاہے اس پر گرد وغبار ہو یا نہ ہو۔

ومترمّد بالاحتراق إلا رماد الحجر، فيجوز كحجر مدقوق أو مغسول. (الدر المختار مع الشامي ١/٤٠٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۹/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

معذورین کے احکام

جس کو پیشاب کے قطرے آتے ہوں اس کی پاکی کا حکم

سوال (۱۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص کو پیشاب کے قطرے آتے ہوں جس کی وجہ سے کپڑے وغیرہ خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص کی پاکی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر پیشاب کا قطرہ آنے کا یقین ہو جائے تو کپڑا اور بدن پاک کر کے وضو کرنے کے بعد نماز پڑھی جائے، اور اگر قطرات اس کثرت سے آتے ہوں، کہ وہ معذور کی حد میں شامل ہو گیا ہو تو ایسے شخص کے لئے کچھ رخصت ہے، اس لئے وہ اپنا حال کسی ماہر عالم یا مفتی سے زبانی بیان کر کے اس کے مشورہ پر عمل کرے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۵/۲۶۷ ڈابھیل، فتاویٰ دارالعلوم ۲/۲۸۵)

عن خارجة بن زيد قال: كان زيد ابن ثابت به سلس البول، فكان يداري ما غلب منه، فلما غلبه أرسله، وكان يصلي وهو يخرج منه. وفي رواية عنه قال: كبر زيد بن ثابت حتى سلس منه البول، فكان يداريه ما استطاع، فإذا غلب عليه توضأ وصلى. (سنن الدار قطني المجلد الأول عن ٤/١ ٣٧ رقم: ٧٧٦-٧٧٧ المكتبة الشاملة)

وصاحب عذر من به سلس بول، إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بأن لا يجد في جميع وقتها زمنا يتوضأ، ويصلي خاليا عن الحدث.

(شامي ٤/١ ٥٠ زكريا، حاشية الطحطاوي ١٤٨، الفقه الإسلامي وأدلته ٢/١ ٤٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۸/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

قطرہ کا مریض پیشاب گاہ میں روئی کس طرح رکھے؟

سوال (۱۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آں محترم نے جونداے شاہی جولائی ۲۰۰۰ء معذور کے احکام میں لکھا ہے کہ ''قطرہ کے مریض کے لئے طہارت کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پیشاب سے فراغت پر سوراخ کے اندر کوئی چیز مثلاً روئی وغیرہ رکھ لے''۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ پیشاب کے سوراخ میں روئی کیسے رکھی جائے؟ کیوں کہ سوراخ چھوٹا ہے، روئی سوراخ کے اندر کیسے داخل کی جائے؟ یا عضوتناسل کے پیشاب والے اوپر حصہ پر روئی رکھ کر باندھ لیں، کیا شکل ہوگی؟ تحریر فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء نے سوراخ میں روئی رکھنے کی جو بات کہی ہے، اس کی شکل یہ ہے کہ روئی کی باریک بتی بنا کر سوراخ میں داخل کی جائے، اوپر سے روئی لپیٹنا مراد نہیں ہے؛ البتہ روزے دار کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ بتی داخل نہ کرے۔

قلت: ومن كان بطئ الاستبراء فليفتل نحو ورقة مثل الشعيرة ويحتشي بها في الإحليل فإنها تتشرب ما بقي من أثر الرطوبة التي يخاف خروجها - إلى قوله - وقد جرّب ذلك فوجد أنفع من ربط المحل، لكن الربط أولى إذا كان صائماً لئلا يفسد صومه على قول الإمام الشافعيّ. (شامي ۱/۵۵۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۲/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پیشاب نکل جانے پر ٹیشو پیپر استعمال کرنا؟

سوال (۱۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی اور دوسری ایک عورت کو پیشاب کی شکایت ہے، جو اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ نیند کی حالت میں بیداری کی حالت میں باہر جانے سے پہلے پیشاب نکل جاتا ہے، جاڑے کے موسم

Marfat.com

میں بار بار پانی استعمال کرنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے، شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پیشاب اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اسے پانی سے دھونا ضروری ہے لیکن پیشاب کی کثرت کی وجہ سے بار بار پانی استعمال کرنے کے بجائے ٹیشو پیپر کا استعمال کرلیا کریں، اور جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو پانی استعمال کرلیا کریں۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ۴/۴۶۵ کراچی، احسن الفتاوی ۲/۱۰۸، المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة ۵/۵۹، اکل کوا)

نضح أن يقتصر على الماء أو على المائع فقط. (مراقي الفلاح ٤٥)

ومفاده الحرمة بالمكتوب مطلقاً، وإذا كانت العلة في الأبيض كونه ألة الكتابة كما ذكرناه يؤخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها إذا كان قالعا للنجاسة. (شامي ١/ ٣٤٠ كراچی، البحر الرائق ١/ ٢٤٨) فقط واللہ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۴/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

معذور کے لئے پیشاب کی چھینٹیں ڈھیلے سے صاف کرنا؟

سوال (۱۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کو ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے پلنگ پر ہی بیٹھ کر ڈبہ میں پیشاب کرنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے کبھی کبھار فوطوں یا ٹانگ پر چھینٹیں آجاتی ہیں، دھونا بھی دشوار ہے، اس لئے ڈھیلہ سے خشک کرکے تیمم سے نماز پڑھ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بڑا استنجاء پانی سے کر لیتا ہوں اور چھوٹا استنجاء ڈھیلے سے کر لیتا ہو، پانی سے ہر وقت استنجاء نہیں کر سکتا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس مجبوری میں پیشاب کی چھینٹیں ڈھیلے سے خشک کرکے تیمم سے نماز پڑھنی درست ہے۔

Marfat.com

قـال مـحـمـدؒ: المسافر إذا أصابت بيده نجاسة يمسها بالتراب. (الفتاوى التاتارخانية ١/٤١٣، طحطاوي ٨٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حشفہ کے تین چوتھائی حصہ پر پیشاب لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

سـوال (۱۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صرف پیشاب کیا کپڑے سے استنجاء کیا پیشاب اپنے راستہ سے منہ سے آگے حشفہ پر تین چوتھائی رقبہ پر پھیلا کیا یہ رقبہ ایک درہم سے زیادہ ہے یا کم؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عام طور پر حشفہ کے تین چوتھائی حصہ پر پھیلے ہوئے پیشاب کی مقدار لمبائی چوڑائی میں ایک درہم کے بقدر ہو جاتی ہے؛ اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ جب اس مقدار میں پیشاب پھیل جائے تو پانی سے استنجاء کئے بغیر نماز نہ پڑھے۔

عن أبي هريرة ﷺ عن النبي صلى عليه وسلم قال: تعاد الصلاة من قدر الدرهم من الدم. (سنن الدار قطني ١/٣٨٥ رقم: ١٤٧٩)

وعفا الشارع عن قدر درهم. (درمختار مع الشامي ١/٥٢٠ زكريا)

وعفي قدر الدرهم مساحة كعرض الكف في الرقيق، وتحته في المجمع: نعبر عن المقعد بالدرهم. (مجمع الأنهر ١/٩٢، حاشية الطحطاوي ١٥٦ دار الكتاب)

يـجـب أن يعلم بأن القليل من النجاسة عفو عندنا ...... فالغليظة إذا كانت قـدر الـدرهـم أو أقـل فهـي قـليلة لاتمنع جواز الصلاة، وإن كانت أكثر من قدر الدرهم منعت جواز الصلاة. (الفتاوى لتاتارخانية ١/٤٤٠ رقم: ١١٢٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حیض ونفاس کے مسائل

بیماری کی وجہ سے ایامِ حیض میں صرف دو دن خون آنا؟

سوال (۱۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کی عمر تقریباً تیس سال ہے، اس کو چھ سال سے کمزوری ضعف جسمانی و بیماری وغیرہ کے سبب ایام ماہواری میں صرف ڈیڑھ دوروز خون آتا ہے، اور وہ بھی بہت کم مقدار میں شادی سے پہلے چار روز خون آنے کی عادت تھی، شادی کے بعد بھی دو تین سال ٹھیک خون حیض آیا، اس کے بعد کمزوری وغیرہ کے سبب کم ہوتے ہوتے یہ حالت ہوگئی، اطباء کو دکھلایا گیا، تو انہوں نے خون کی کمی کو اس کا سبب بتلایا، علاج کیا گیا، تو دوا کے جاری رہتے ہوئے اس ماہ ماہواری ٹھیک حالت پر ہوئی، خارج شدہ خون کی مقدار بھی بڑھی، مگر دوا مہنگی ہونے کی وجہ سے اس کو مکمل صحت ہونے تک مستقل جاری نہیں رکھا جاسکا؛ اس لئے کہ اس کے شوہر ایک مدرسہ میں مدرس ہیں، ان کی اتنی آمدنی نہیں ہے، اس عورت کے دو حیض کے دوران ۲۶-۲۷ دن کا فاصلہ ہوتا ہے، ہر مہینہ ۲۶-۲۷ دن کے بعد جب اس عورت کو ماہواری آتی ہے، تو اسی بیماری و کمزوری وغیرہ کے باعث درد وغیرہ کی شکایت بھی ہوتی ہے، جیسا کہ ایسی حالت میں عورتوں کو عموماً آج کل ہوا کرتی ہے، کتابوں میں حیض کی اقل مدت تین روز لکھی ہے؛ لیکن کئی سال سے اس کو تین دن کبھی ہوئے ہی نہیں۔

تو اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اس کے لئے ایسی حالت میں نماز روزہ وغیرہ کا شرعاً کیا حکم ہے؟ یہ خون حیض کا شمار ہوگا یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ عورت کب سے نماز پڑھے گی، خون بند ہو جانے کے بعد یا تین دن کے بعد؟ تیسرے یہ کہ اگر یہ خون حیض کا نہیں ہے استحاضہ ہے اور نماز کی قضا اس پر لازم ہوگی، تو کیا اتنی کم عمر میں حیض آنا بند ہو جاتا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں حنفیہ کے عام اصول کے اعتبار سے تو اس کا یہ خون حیض کا شمار نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اس کی مدت تین روز سے کم ہے؛ لیکن جب ہم نے تجربہ کار خاتون ڈاکٹرنی سے تحقیق کی، تو معلوم ہوا کہ خون کی کمی کی وجہ سے اتنے قلیل زمانے تک بھی حیض کا خون آسکتا ہے، اور اسی دوران ولادت کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ نیز امام شافعیؒ کے مذہب میں تین دن سے کم یعنی ایک دو روز بھی حیض آسکتا ہے؛ لہٰذا مذکورہ عورت کے لئے ضرورت کی بنا پر یہ گنجائش ہے کہ وہ مذہب شافعی کے مطابق اپنے خون آنے کے زمانہ میں نماز نہ پڑھا کرے اور جو نمازیں ان ایام میں اس نے نہیں پڑھی ہیں، ان کی قضا بھی اس پر لازم نہ ہوگی؛ تاہم اس بارے میں دیگر علماء سے بھی تحقیق کرلی جائے۔

عن الربيع عن الشافعي أنه قال: رأيت امرأة أثبت لي أنها لم تزل تحيض يوماً و لا تزيد عليه و أثبت لي عن نساء أنهن لم يزلن يحضن أقل من ثلاث.

عن عطاء قال: أدني وقت الحيض يوم سمعت الأوزاعي يقول: عندنا هٰهنا امرأة تحيض غدوة، وتطهر غشية.

قال عبد الرحمن بن مهدي: كانت امرأة يقال بها أم العلاء، قالت: حيضتي منذ أيام الدهر يومان.

وقال إسحاق: وصح لنا في زماننا عن غير واحدة أنها قالت: حيضتي يومان. وقال يزيد ابن هارون: عندي امرأة تحيض يومين. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٤٧٦/١-٤٧٧ رقم: ١٥٣٢-١٥٣٤ دار الكتب العلمية بيروت)

أقل الحيض ثلاثة أيام ولياليها وما نقص من ذٰلك فهو استحاضة. (هداية ٦٢/١ شامي ٤٢٥/١ بيروت، الموسوعة الفقهية ٣٠٤/١٨)

وذهب الشافعية والحنابلة إلى أن أقل الحيض يوم وليلة لقول علي رضي

Marfat.com

اللّٰہ عنه، وأقل الحیض یوم ولیلة. (الموسوعة الفقهیة ۱۸/۲۹۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۶/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صبح خون بند ہو جائے تو شام تک غسل کا انتظار کرنا؟

سوال (۱۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ عورتوں کی ماہواری اگر صبح کو ختم ہوگئی تب بھی وہ شام یا رات کو غسل کرتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ ہم ابھی انتظار کر رہے ہیں، تو کیا انتظار درست ہے، اور ان ایام میں ان کی نماز قضا نہیں ہوتی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب خون عادت کے موافق بند ہو جائے تو نماز کے وقت کے اندر اندر غسل کر کے نماز شروع کر دے، صبح سے شام تک انتظار نہ کرے ورنہ گنہگار ہوگی، اور پاکی کے وقت میں گذری نمازوں کی قضا بھی لازم ہوگی۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنه قال: إذا طهرت في وقت صلاة صلت تلک الصلاة، ولا تصلي غیرها. (سنن الدارمي، کتاب الطهارة / باب المرأة تطهر عند الصلاة أو تحیض ۱/۶٤٦ رقم: ۹۲۹)

عن عبد الرحمن بن غنم أخبره قال: سألت معاذ بن جبل رضي اللّٰہ عنه عن الحائض تطهر قبل غروب الشمس بقلیل؟ قال: تصلي العصر، قلت: قبل ذهاب الشفق؟ قال: تصلي الصبح، هٰکذا کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یأمرنا أن نعلم نساؤنا. (سنن الدارقطني، کتاب الحیض / باب ما یلزم المرأة من الصلاة إذا طهرت من الحیض ۱/۲۳۰ رقم: ۸۵۷)

وإن انقطع لدون أقله تتوضأ وتصلي في آخر الوقت أي وجوباً، والمراد بآخر الوقت المستحب دون المکروہ وإن لأقله، فإن لدون عادتها لم یحل أي

Marfat.com

الوطء وإن اغتسلت، وتغتسل وتصلي وتصوم احتياطاً، وإن لعادتها حل في الحال. (شامي ۱/۴۹۰ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ۱/۴۸۳ رقم: ۱۲۹۸ زكريا)

وإن انقطع دمها فيما دون العشرة - إلى قوله - أو كانت معتادة وانقطع الدم على عادتها أو فوق عادتها أخرت الغسل إلى آخر وقت الصلاة، فإذا خافت فوت الصلاة اغتسلت وصلت وإنما أخرت الاغتسال والصلوة احتياطاً لاحتمال أن يعاودها الدم في العشرة. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱/۴۸۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۴/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غسل کے بعد ایک دن نماز پڑھ لی پھر خون آ گیا؟

سوال (۱۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی نے ایام حیض سے غسل کے بعد ایک دن پاک رہ کر نماز بھی پڑھ لی ہے، پھر اس کے بعد دوبارہ غسل کی حاجت پیش آ جائے تو عادت متعین ہونے اور متعین نہ ہونے، دونوں حالتوں میں درمیان میں (حالتِ طہارت میں) پڑھی گئی نماز کا کیا حکم ہے؟ اس کی قضاء لازم ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر سابقہ عادت ختم ہونے کے بعد غسل کیا، پھر اکثر مدتِ حیض یعنی دس دن کے اندر اندر دوبارہ حیض آ گیا تو یہ سب زمانہ حیض ہی کا شمار ہوگا، اور اس دوران جو نمازیں پڑھی گئی وہ معتبر نہ ہوں گی، اور نہ ان کی قضاء لازم ہوگی۔

فإن لم يجاوز العشرة فالطهر والدم كلاهما حيض. (الفتاوىٰ الهندية ۱/۳۷)

إذا عاودها الدم في العشرة بطل الحكم بطهارتها مبتدأة كانت أو معتادة، وكأنها لم تطهر أصلاً. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱/۴۸۵ رقم: ۱۳۰۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۴/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

دینی کتابوں کا بستہ ہاتھ میں پکڑنے کی حالت میں ماہواری شروع ہوگئی؟

سوال (۱۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بسا اوقات ایسا ہو جاتا ہے کہ قرآنِ کریم یا حدیث وتفسیر کی کتابیں لے کر طالبہ یا معلمہ اپنے کمرہ سے درس گاہ میں جارہی ہوتی ہیں یا اپنے گھر سے مدرسہ جارہی ہوتی ہیں، اور راستہ میں اچانک ایامِ مخصوصہ کے عارضہ سے دوچار ہو جاتی ہیں، کتابیں یا قرآن بستہ میں ہوتی ہیں، تو کیا کریں؟ کبھی کبھی رکشہ میں بیٹھے بیٹھے اچانک جھٹکوں میں ایسا ہو جاتا ہے، کبھی بستہ گود میں ٹانگوں پر رکھا ہوتا ہے، اب ہاتھ میں بھی بستہ نہیں سنبھالا جا سکتا اور رکشہ میں بھی کسی جگہ نہیں رکھا جا سکتا، تو کیا کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس بستہ کے اندر قرآنِ پاک رکھا ہو اس کو اوپر سے پکڑنا عورت کے لئے ایامِ مخصوصہ میں درست ہے؛ اس لئے کہ یہ بستہ خارجی غلاف کے حکم میں ہے؛ لہٰذا اگر مدرسہ آنے جانے کے دوران مذکورہ صورت پیش آجائے تو بستہ سنبھالے رہیں، اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

أخرج البخاري تعليقاً كان أبو وائل يرسل خادمته وهي حائض إلى أبي رزين فتأتيه بالمصحف فتمسكه بعلاقته. (صحيح البخاري، كتاب الحيض / باب قراءة الرجل في حجر امرأته وهي حائض ٤٣/١ رقم الباب: ٣)

ولا بأس أن تمس المصحف بغلاف. (الفتاوى التاتارخانية ٤٨٠/١ رقم: ١٢٨١ زكريا)

ومسه إلا بغلافه المنفصل. (درمختار مع الشامي بيروت ٤٢٣/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۱۹ھ

Marfat.com

اذان کے بعد عورت کو حیض آ گیا؟

سوال (۱۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر اذان کے بعد کوئی عورت ناپاک ہوجائے تو کیا اس نماز کی قضا لازم آئے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان کے بعد کوئی عورت حائضہ ہوجائے تو اس نماز کی قضا اس پر لازم نہیں ہے۔

ثم المعتبر اٰخر الوقت عندنا فإذا حاضت في اٰخر الوقت سقطت وإن طهرت فيه وجبت. (مجمع الأنهر ۲/ ۵۳)

لأن المعتبر في الوجوب آخر الوقت. (شامي، كتاب الطهارة / باب الحيض ۱/ ۴۹۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/ ۴/ ۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طہرِ متخلل کا حکم

سوال (۱۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طہرِ متخلل کے بارے میں امام صاحب سے کئی روایتیں ہیں، مثلاً امام ابو یوسف کی روایت یہ ہے کہ اگر طہر ناقص کو دونوں طرف سے خون گھیرے ہوئے ہو، خواہ ایک دن ہو یا زیادہ، نیز دس دن کے اندر ہو یا باہر، تو طہر متخلل حیض ہوگا، اس پر دو اشکال وارد ہوتے ہیں، اولاً یہ کہ طہر کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے، تو طہر کی اس مدت میں حیض نہیں آسکتا، پھر اس کو حیض کیوں کر شمار کیا جاتا ہے؟ ثانیاً یہ کہ حیض کی اکثر مدت دس دن ہے، یہاں اس سے زائد دن حیض شمار کیے جارہے ہیں، اسی طرح دوسری روایت ہے کہ جو طہر تین روز یا زیادہ کا ہوگا وہ فاصل رہے گا اور کم ہو تو حیض، جب کہ مسلمہ قاعدہ ہے: ’’أقل الطهر خمسة عشر‘‘ پھر یہاں تین دن طہر کیوں ہورہے ہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام ابویوسفؒ کی مذکورہ روایت کا مطلب یہ ہے کہ اگر مدتِ طہر (۱۵؍دن) کے اندر اندر طہر کی ابتدا اور انتہاء میں عورت کو خون آئے تو یہ وقفہ کی درمیانی مدت بھی خون جاری رہنے کی مانی جائے گی، اب اگر وہ مبتداٗہ ہے تو ابتدائی دس دن حیض شمار ہوں گے، جن میں وہ نماز ترک کرے گی اور دس دن کے بعد کے ایام استحاضہ کے شمار ہوں گے، جن میں وہ نماز پڑھتی رہے گی، اور اگر معتادہ اس صورت سے دوچار ہو تو اس کے ایامِ عادت حیض میں شمار ہوں گے، اور باقی ماندہ میں وہ مستحاضہ کہلائے گی۔

اس تفصیل کو سامنے رکھیں تو آپ کے دونوں اشکالات خود ہی ختم ہوجائیں گے، پہلا اشکال اس وجہ سے کہ یہاں دس دن یا ایامِ عادت پر حیض ختم ہوکر استحاضہ شروع ہوگیا ہے، اب دوسرا حیض اقلِ مدت طہر یعنی پندرہ دن سے کم میں ماننا لازم نہ آئے گا۔

دوسرا اشکال اس لئے کہ یہاں ایام حیض سے زیادہ ایک دن بھی حیض میں شمار نہیں کیا جارہا ہے؛ لہٰذا امام ابویوسفؒ کی یہ روایت اصولِ مقررہ کے منافی نہیں ہے، اصل میں غلط فہمی کی بنیاد یہ ہے کہ آپ نے ''دمِ متوالی'' کو تسلسل حیض کے معنی پر رکھا ہے، حالاں کہ یہاں ''دمِ متوالی'' سے محض خون کا جاری رہنا مراد ہے، اور اس میں حیض اور استحاضہ کے احکام الگ الگ ہیں۔

قال الشامي: الأول قول أبي يوسفؒ أن الطهر المتخلل بين الدمين لا يفصل؛ بل يكون كالدم المتوالي بشرط إحاطة الدم لطرفي الطهر المتخلل، فيجوز بداية الحيض بالطهر وختمه به أيضاً فلو رأت مبتدأة دماً وأربعة عشر طهراً ويوماً دماً، فالعشرة الأولىٰ حيض، ولو رأت المعتادة قبل عادتها يوما دماً وعشرة طهراً ويوماً دماً، فالعشرة التي لم تر فيها الدم حيض إن كانت عادتها، وإلا ردت إلى أيام عادتها. (شامي ۱/ ۲۹۰ كراچی، شامي ۱/ ۴۸۳ زكريا)

اور دوسری روایت میں بھی اشکال صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ وہاں فاصلہ سے ایک حیض اور

Marfat.com

دوسرے حیض کے درمیان فاصلہ نہیں؛ بلکہ حیض اور استحاضہ کے درمیان فاصلہ کی بات ہے، یعنی اگر اقل مدت حیض آنے کے بعد ۱۳ر دن سے زیادہ طہر رہا، پھر خون آنے لگا، تو یہ دوسرا خون پہلے دم حیض میں شمار نہ ہوگا؛ بلکہ اس سے الگ سمجھا جائے گا؛ لہٰذا اقل مدت طہر میں تخفیف کا محظور لازم نہیں آیا۔

ثم اعلم أن الطهر المتخلل بين الدمين إذا كان خمسة عشر يوماً فأكثر يكون فاصلاً بين الدمين في الحيض اتفاقا، فما بلغ من كل من الدمين نصاباً جعل حيضاً، وأنه إذا كان أقل من ثلاثة أيام لايكون فاصلاً وإن كان أكثر من الدمين اتفاقا.

واختلفوا في ما بين ذلك على ستة أقوال كلها رويت عن الإمام، أشهرها ثلاثة: الأولى قول أبي يوسفؒ: أن الطهر المتخلل بين الدمين لا يفصل؛ بل يكون كالدم المتوالي بشرط إحاطة الدم لطرفي الطهر المتخلل، فيجوز بداية الحيض بالطهر وختمه به أيضاً، فلو رأت مبتدأة يوماً دماً وأربعة عشر طهراً ويوماً دماً فالعشرة الأولى حيض؛ ولو رأت المعتادة قبل عادتها يوماً دماً وعشرة طهراً ويوماً دماً فالعشرة التي لم تر فيها الدم حيض، إن كانت عادتها وإلا ردت إلى أيام عادتها – إلى قوله – وفي الهداية: الأخذ بقول أبي يوسف ايسر وكثير من المتأخرين أفتوا به، لأنه أسهل على المفتي والمستفتي، سراج. وهو الأولى، فتح. وهو قول أبي حنيفة الأخر، نهاية. (شامي ۱/۱۹۹ بيروت، ۱/۸۳-۴۸۴ زكريا، ۱/۲۹۰ كراچى، الفتاوىٰ التاتارخانية ۱/۴۹۷ رقم: ۱۳۳۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پندرہ دن سے کم پاکی رہنا؟

سوال (۱۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: عموماً مجھے ہر ماہ اٹھارہ یا بائیس دن کی طہارت کے بعد حیض آتا ہے اور چھٹے دن طہارت حاصل ہوجاتی ہے، جب کہ پچھلے ماہ بیس دن طہارت گذارنے کے بعد چار دن حیض آیا جو کہ عادت سے دو دن کم ہوا، اس کے بعد اس ماہ تیرہ دن ہماری طہارت کے گذرے اور خون جاری ہوگیا اور چھ دن جاری رہا، مجھے یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ یہ چھ دن حیض کے حکم میں ہیں یا استحاضہ کے؟ اور اس دوران خون کا رنگ ہلکا سرخ مٹیالا اور ہلکا پیلا رہا، اس کے علاوہ یہ معلوم کرنا ہے کہ استحاضہ میں نماز، روزہ اور تلاوت کا کیا حکم ہے؟ جب کہ نماز اور تلاوت کے دوران بھی خون جاری ہوجائے اور اس خون جاری ہونے کی وجہ سے وضو جاتا رہے گا، اور کیا نماز فاسد ہوجائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پاکی کے ایام کی کم سے کم مقدار پندرہ دن ہے۔ اور مسئولہ صورت میں چونکہ صرف تیرہ دن کے بعد دوبارہ خون کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے؛ اسلئے ان تیرہ دنوں کو دو حیضوں کے درمیان حد فاصل نہیں مانا جائے گا، اور آئندہ ۲۲-۲۳ ردن اس کے حسب عادت طہر شمار ہوں گے، اور حکم یہ ہوگا کہ شروع میں چار دن کے بعد مزید دو دن عادت کے مطابق حیض کے سمجھے جائیں گے، اور اس کے بعد کے سب ایام استحاضہ میں شامل ہوں گے۔ اور استحاضہ کے دوران جب کہ خون جاری رہے پھر بھی نماز، روزہ اور قرآنِ پاک کی تلاوت سب کام انجام دینا درست ہوگا۔

ولو رأت المعتادة قبل عادتها يوما دما وعشرة طهرا ويوما دما فالعشرة التي لم تر فيها الدم حيض إن كان عادتها العشرة، فإن كانت أقل ردت إلى أيامها. (فتح القدير ۱/ ۱۷۲ بيروت، البحر الرائق ۱/ ۲۱۳ كراچی، شرح وقاية ۱/ ۱۰۱)

ثم بين حكم الاستحاضة، فقال: لاتمنع صلوة وصوما ووطيا ...... يتوضأ لوقت كل فرض. (شرح وقاية ۱/ ۲۰۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/ ۳/ ۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

عادت سے پہلے خون بند ہوگیا؟

سوال (۱۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری عادت پانچ دن خون آنے کی تھی، مگر اتفاق سے اس ماہ چار ہی دن خون آکر بند ہوگیا تو کیا میرے اوپر اب نماز فرض ہوگئی اور جماع حلال ہوجائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر پانچ دن خون آنے کی عادت تھی اور اتفاق سے کسی مہینے میں چار ہی دن خون آکر بند ہوگیا، تو ایسی صورت میں خون بند ہونے کے بعد نماز کے آخری وقت میں غسل کر کے نماز پڑھنا اور اگر رمضان کا مہینہ ہو تو روزہ رکھنا احتیاطاً فرض ہے؛ لیکن پانچ دن مکمل ہونے سے پہلے ہمبستری جائز نہیں۔

فإن لدون عادتها لم يحل أي الوطي وإن اغتسلت لأن العود في العادة غالب وتغتسل وتصلي أي في آخر وقت المستحب، وتاخيره إليه واجب هنا. (شامي ۱/ ٤٩٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۶/۱۷ھ

ایامِ عادت کے بعد خون کے قطرات کئی دنوں تک دکھائی دینا؟

سوال (۱۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ کو بعد سنِ بلوغ جس وقت ایام شروع ہوئے اس وقت سے اس کی عادت یہ بنی کہ تین ساڑھے تین دن ایام خوب ہوتے تھے، پانچویں دن کپڑے پر پھر خون کا نشان آتا تھا، چھٹا دن بالکل کوئی نشان نہیں آتا تھا، اس بنا پر ہندہ ساتویں دن صبح کو غسل کر کے پاکی حاصل کرتی تھی، ہندہ کی یہ عادت بعد شادی اور بچوں کی ولادت کے بعد بھی باقی رہی، اب دو تین مہینے سے ہندہ کے مزاج اور عادت میں بوجہ کسی مرض یا عادتاً یہ بات پیدا ہوئی کہ مندرجہ بالا عادت گذرنے کے

Marfat.com

ساتویں دن غسل کے بعد کسی بھی دن شلوار پر دھبہ خون نظر آجاتا تھا، یا بوقت پیشاب، پیشاب سے قبل یا بعد کو ایسا نظر آتا ہے کہ چھوٹا سا قطرہ خون کا اخراج ہوا ہے، یہ نشان یا قطرۂ خون ۱۱-۱۲/ دن تک نظر آتا ہے۔ مندرجہ بالا تفصیل کے بعد دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کس دن پاک ہوئی اور نماز وغیرہ کیسے ادا کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسئولہ صورت میں اگر ایام عادت پورا ہونے کے بعد بھی وقفہ وقفہ سے تھوڑا بہت خون آتا رہتا ہے، تو دس دن تک کے ایام حیض کے شمار ہوں گے اور دس دن کے بعد بھی اگر قطرات آتے ہیں تو انہیں استحاضہ سمجھا جائے گا؛ لہٰذا دس دن پورے ہونے تک نماز وغیرہ موقوف رکھے اور اس کے بعد غسل کرکے پاک ہوجائے۔

أخرج عبد الرزاق عن الثوري في المرأة تكون حيضتها ستة أيام ثم تحيض يومين ثم تطهر، قال: تغتسل وتصلي، فإن رأت الحيض بعد ذلك أمسك حتى تطهر إلى عشر، فإن زادت على عشر فهي مستحاضة، تقضي الأيام التي زادت على قرئها. (مصنف عبد الرزاق، الحيض / باب أجل الحيض ۱/ ۳۰۰ رقم: ۱۱۵۳)

الحائض إذا جاوزت عشرة أيام فهي بمنزلة المستحاضة تغتسل وتصلي. (فتح القدير ۱/ ۱۶۲)

أما المعتادة فما زاد على عادتها وتجاوز العشرة في الحيض والأربعين في النفاس يكون استحاضة. (شامي ۱/ ۴۱۳-۴۱۴ بيروت، شامي ۱/ ۴۷۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۲۹ھ

ماہواری کے خون کو دوا سے روکنے پر نماز کا حکم

سوال (۱۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: کسی دوا کے ذریعہ ماہواری کے خون کو روک دیا گیا (چونکہ اب ایسی چیزیں ایجاد ہوگئی ہیں) اب ان ایام میں نماز اور روزہ کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟ اور ان ایام میں بھی اگر روزہ رکھا اور نماز پڑھی تو قبول ہوں گی یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر پیشگی دوا کھائی جس کی وجہ سے حیض کا خون بالکل نہیں آیا تو ان ایام میں نماز اور روزہ وغیرہ سب درست ہے، جب تک خون ظاہر نہ ہو اس وقت تک عورت پاک سمجھی جائے گی۔ اور اگر خون ظاہر ہونے کے بعد دوا کے ذریعہ اسے روکا ہے، تو اس میں عام ضابطوں کا خیال کرتے ہوئے پاکی یا ناپاکی کا حکم لگایا جائے گا۔ (تفصیل دیکھیں: انوار مناسک ۳۴۷-۳۴۹)

تاہم بہتر یہی ہے کہ عورتیں دواؤں کے ذریعہ حیض روکنے کا تکلف نہ کریں؛ کیوں کہ یہ صحت کے لئے مضر ہوسکتا ہے۔

لا يجوز للمرأة أن تمنع حيضاً أو تستعجل إنزاله إذا كان يضر صحتها؛ لأن المحافظة على الصحة واجبة. (الفقه على المذاهب الأربعة ١٢٤/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱۰/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوا کے ذریعہ دمِ حیض روک کر روزہ اور جماع کا حکم

سوال (۱۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر عورت اپنے دمِ حیض کو روکنے کے لئے دوا استعمال کرے اور دمِ حیض بالکل نہ آئے، تو صلوٰۃ وصوم کا کیا حکم ہے؟ اور عورت یہ عمل اس لئے کرتی ہے کہ اس کا زوج دوسری جگہ سرکاری دفتر میں ملازم ہے، اب جن دنوں میں اس کی چھٹی ہوتی ہے انہیں ایام میں اس بیوی کو دمِ حیض آتا ہے، بریں بنا اس کی بیوی دمِ حیض کو اپنے شوہر کے استمتاع کے لئے بذریعہ دوا روک لیتی ہے، زوج کو اس کا بالکل علم نہیں ہوا اور استمتاع کرتا رہا، تو اس صورت میں زوج کا یہ استمتاع کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور کچھ عرصہ کے بعد علم ہوا تو ماسبق کا کچھ کفارہ دینا پڑے گا یا نہیں؟ اور ایسا کرنے سے

Marfat.com

عورت گنہگار ہوگی یا نہیں؟ اگر علم ہو جانے کے بعد استمتاع کرتا رہا تو کیا حکم ہوگا؟ نیز اگر وہ عورت مذکورہ بالا عمل نہیں کرتی تو جانبین سے تلویث گناہ کا اندیشہ ہے؟ بینوا توجروا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر دوا کے ذریعہ حیض کا خون روک دیا جائے تو جب تک خون باہر نہ نکل آئے اس وقت تک حیض کے احکامات جاری نہ ہوں گے، وہ عورت بدستور نماز وغیرہ ادا کرے گی اور شوہر کے لئے اس سے استمتاع بھی درست ہوگا، خواہ اسے اِس دوا کے استعمال کا علم ہو یا نہ ہو؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں آپ پر کوئی کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہے۔

وركنه بروز الدم من الرحم......، ووقت ثبوته بالبروز، فيه ترك الصلوٰة ولو مبتدأة في الأصح. وتحته في الشامية: أي ظهوره منه إلى خارج الفرج الداخل فلو نزل إلى الفرج الداخل فليس بحيض في ظاهر الرواية. (الدر المختار مع الشامي ٤٥٧/١ زكريا، شامي ٢٨٤/١ كراچی، بهشتي زيور أختري ٦١/٢)

يجب أن يعلم بأن حكم الحيض والنفاس والاستحاضة لا يثبت إلا بخروج الدم وظهوره، وهٰذا هو ظاهر مذهب أصحابنا رحمهم الله وعليه عامة مشائخنا. (الفتاوى التاتارخانية ٤٧٦/١ رقم: ١٢٦٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۰/۱۲/۳ھ

حالتِ حیض میں کون کون سی عبادت ممنوع ہے؟

سوال (۱۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر عورت حالت حیض میں ہو، تو شبِ برأت میں جاگ کر کوئی بھی عبادت کرسکتی ہے؟ اگر ہاں تو وضو کرکے کیا تسبیح وغیرہ پڑھنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حالتِ حیض میں مسجد میں جانا، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا،

Marfat.com

قرآنِ کریم چھونا اور پڑھنا اور طواف کرنا وغیرہ ممنوع ہے؛ البتہ ذکر واذکار اور تسبیح پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

أخرج البخاري من طريق أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه حديثاً طويلاً وطرفه: أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم؟ قلن: بلى، قال: فذلك من نقصان دينها. (صحيح البخاري، كتاب الحيض / باب ترك الحائض الصوم ٤٤/١ رقم: ٣٠٢)

أخرج مالك عن عبد الله بن أبي بكر بن حزم أن في الكتاب الذي كتبه رسول الله صلى الله عليه وسلم لعمرو بن حزم أن لا يمس القرآن إلا طاهرا. (الموطأ لإمام مالك، كتاب القرآن، باب الأمر بالوضوء لمن مس القرآن ١٥٣ رقم: ١)

عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها تقول: جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم ووجّوه بيوت أصحابه شارعة في المسجد، فقال: وجّهوا البيوت عن المسجد فإني لا أحل المسجد لحائض ولا جنب. (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة / باب في الجنب يدخل المسجد ٣٠/١ رقم: ٢٣٢ دار الفكر بيروت)

ومنها أن لا تمس المصحف، ومنها أن لا تقرأ القرآن عندنا، ومنها أن لا تدخل المسجد، ومنها أن لا تطوف بالبيت في الحج. (المحيط البرهاني ٤٠١/١-٤٠٣ إدارة القرآن كراچی، التنوير مع الدر على رد المحتار ٤٨٤/١-٤٨٨ زكريا، شامي ٤٢٤/١ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۹/۱۹ھ

عورت ناپاکی کی حالت میں درود شریف یا دیگر اذکار پڑھ سکتی ہے؟

سوال (۱۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورت ناپاکی کی حالت میں درود شریف یا کوئی سورت یاد ہو تو پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت حیض کی حالت میں درود شریف اور دیگر اذکار پڑھ سکتی ہے؛ البتہ قرآنِ کریم کوتلاوت کی نیت سے رواں پڑھنا اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

لقوله عليه السلام: لا يقرأ الجنب ولا الحائض شيئاً من القرآن. (الجوهرة لنيرة ٢٨/١)

ولا تقرأ كجنب ونفساء سواء كان آية أو ما دونها عند الكرخي وهو المختار وعند الطحاوي تحل ما دون الآية هذا إذا قصدت القراءة فإن لم تقصدها نحو أن تقول شكراً للنعمة الحمد لله رب العالمين فلا بأس به...... وسائر الأدعية والأذكار لا بأس به. (شرح وقاية ١١٦/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناپاکی کے ایام میں عورت کا قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا؟

سوال (۱۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فاطمہ کہتی ہے میں قرآنِ کریم حفظ کررہی ہوں، ناپاکی کے دنوں میں میرا بہت نقصان ہوتا ہے، استاذ کو وجہ بتاتے ہوئے شرم آتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ناپاکی کے ایام میں قرآنِ کریم کی تلاوت عورت کے لئے ممنوع ہے، اس حالت میں ہرگز قرآنِ کریم نہ پڑھا کرے اور نقصان کی فکر نہ کرے، حکم شرعی یہی ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تقرء الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن. (سنن الترمذي ٣٤/١ رقم: ١٣١، السنن الكبير للبيهقي ١٥٤/١ رقم: ٤٢٠)

Marfat.com

ومنها حرمة قراءة القرآن لا تقرأ الحائض والنفساء شيئاً من القرآن والآية وما دونها سواء في الحريم على الأصح. (الفتاوى الهندية ۱/ ۳۸)

ومنها أن لا تقرأ القرآن عندنا لحديث ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم كان ينهي الحائض والجنب عن قراءة القرآن. (المحيط البرهاني ۱/ ۴۰۲ رقم: ۸٦۱، سنن الترمذي رقم: ۱۳۱، الفتاوى التاتارخانية ۱/ ۴۸۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۴/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناپاکی کے دنوں میں قرآنی آیت بطور تسبیح کے پڑھنا؟

سوال (۱۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآن کریم کی آیت: ﴿لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ﴾ سورۂ توبہ کے آخر تک ۳ یا ۲ یا ۴ر تسبیح حیض یا نفاس کی حالت میں پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء نے حائضہ کے لئے بنیت ذکر ودعا آیاتِ قرآنیہ پڑھنے کی جو اجازت دی ہے، وہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ان آیات میں ذکر ودعا کے معنی پائے جاتے ہوں، نیز وہ آیات لمبی نہ ہوں؛ لہٰذا سوال میں ذکر کردہ دو آیتوں میں سے پہلی آیت یعنی: ﴿لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ﴾ ذکر ودعا کے مفہوم سے خالی ہے؛ بلکہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ عالیہ بیان کی گئی ہیں، اس لئے بحالتِ جنابت ان آیات کا پڑھنا موجب تأمل ہے؛ البتہ دوسری آیت: ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ﴾ اس میں ذکر وحمد کے معنی واضح ہیں، اس لئے اس آیت کو ذکر کی نیت سے پڑھنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

ويمنع قراءته القرآن أي يمنع الحيض قراءته القرآن، وكذا الجنابة لقوله عليه الصلوة والسلام: لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئا من القرآن ولا

Marfat.com

فرق بين الآية وما دونها. وفي رواية الكرخي وفي رواية الطحاوي يباح لهما قراءته ما دون الآية، هٰذا إذا قرأه على قصد التلاوة، وأما إذا قرأه على قصد الذكر والثناء. قال الكاكي رحمه الله تعالىٰ: لو قرأ الجنبي الفاتحة على سبيل الدعاء لابأس به، وكذا شيئا من الآيات أي التي فيها معنى الدعاء في ظاهر الرواية، وعليه الفتوى. (تبيين الحقائق مع حاشية چلپی ۱/۱٦٤-١٦٥، والحديث أخرجه الإمام الترمذي ۱/ ۳٤)

وذكر الصدر الشهيد في مختصر كتاب الحيض أن الآية إذا كانت طويلة فقرأتها حرام عليها وإن كانت قصيرة، إن كانت تجري على اللسان عند الكلام كقوله: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ يحرم أيضا، وإن كانت لا تجري على اللسان عند الكلام كقوله: ﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ و كقوله: ﴿وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ فلا بأس به. (الفتاوى التاتارخانية ۱/ ۲۸۰)

ويحرم به تلاوة القرآن ولو دون آية على المختار بقصده، فلو قصد الدعاء أو الثناء حل في الأصح. (درمختار مع الشامي ۲/ ۲۱۳ زكريا، الفتاوى الهندية ۱/ ۳۸، منية المصلي ۵۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالتِ حیض میں تفسیر ''معارف القرآن'' چھونا؟

سوال (۱۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حالتِ حیض میں تفسیر ''معارف القرآن'' چھونا کیسا ہے؟ تمام لوگوں کے لئے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالتِ حیض میں ''معارف القرآن'' جیسی تفسیر کی کتابیں (جن میں تفسیر کا حصہ زیادہ ہے) چھونے کی گنجائش ہے؛ لیکن جہاں قرآنی آیات لکھی ہیں، ان پر ہاتھ لگانے سے احتراز کیا جائے۔

أخرج مالک عن عبد اللّٰہ بن أبي بکر بن حزم أن في الکتاب الذي کتبہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعمرو بن حزم أن لا یمس القرآن إلا طاہرا.

(الموطأ لإمام مالک، کتاب القرآن، باب الأمر بالوضوء لمن مس القرآن ۱۵۳ رقم: ۱)

وکذا کتب التفسیر لا یجوز مس موضع القرآن منہا ولہ أن یمس غیرہ

(رسائل ابن عابدین ۱/۱۱۳) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۶/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

حائضہ عورت کا ذکر ودعاء اور دینی کتابیں پڑھنا؟

سوال (۱۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آیا حیض ونفاس والی عورت مندرجہ ذیل چیزیں پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

(۱) درود شریف (۲) لاحول ولا قوۃ إلا باللّٰہ (۳) سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم (۴) لا إلہ إلا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ أحدا صمدا لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا أحد (۵) استغفار (۶) کلمۂ طیبہ نیز یا اللّٰہ، یا رحمٰن وغیرہ (۷) اور کیا اس حالت میں کوئی دینی کتاب بھی پڑھ اور پکڑ سکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ تمام اذکار اور دعائیں اسی طرح دینی کتابیں حیض ونفاس والی عورت پڑھ سکتی ہے۔

Marfat.com

ولا بأس لحائض وجنب بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر اللّٰه عز وجل وتسبيح. (درمختار ۲۹۳/۱ كراچی، ۴۸۸/۱ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ۴۸۱/۱ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۸/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآن کی معلّمہ حالتِ حیض میں کس طرح سبق دے؟

سوال (۱۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورت کو حالتِ حیض میں بچوں کو قرآن کا سبق دینا چاہئے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: ایک ایک کلمہ الگ الگ کرکے سبق دے سکتی ہے، آیت کی رواں قرأت نہ کرے۔

لأنه جوز للحائضة المعلمة تعليمه كلمة كلمة. (شامي ۲۹۳/۱ كراچی، شامي ۴۸۷/۱ زكريا)

والمعلمة إذا حاضت ومثلها الجنب كما في البحر عن الخلاصة تقطع بين كل كلمتين، هٰذا قول الكرخي. وفي الخلاصة: والنصاب وهو الصحيح.

(منهل الواردين ۱۱۲/۱، الفتاوىٰ التاتارخانية ۴۸۰/۱ رقم: ۱۲۸۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۹/۱۴۱۷ھ

ایامِ حیض میں معلمات کا درس دینا؟

سوال (۱۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خواتین کے دینی مدارس میں جو معلمات حدیث، تفسیر اور فقہ کی کتب پڑھاتی ہیں، ایامِ مخصوصہ میں درس وتدریس بند کردیں یا پڑھاتی رہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایامِ مخصوصہ میں حدیث وفقہ کے درس کی گنجائش ہے؛ لیکن دو باتوں کا خیال رکھیں اول یہ کہ دورانِ درس قرآنِ کریم کی رواں تلاوت نہ کریں، دوسرے یہ کہ قرآنِ کریم کو اور کتبِ دینیہ کے اس حصہ کو ہاتھ نہ لگائیں جہاں کوئی قرآنی آیت لکھی ہو۔

أخرج مالك عن عبد الله بن أبي بكر بن حزم أن في الكتاب الذي كتبه رسول الله صلى الله عليه وسلم لعمرو بن حزم أن لا يمس القرآن إلا طاهرا.

(الموطأ لإمام مالك، كتاب القرآن، باب الأمر بالوضوء لمن مس القرآن ١٥٣ رقم: ١)

ومنها: أن لا تمس المصحف ولا الدرهم المكتوب عليه آية تامة من القرآن ولا اللوح المكتوب عليه أية تامة من القرآن، ولا بأس أن تمس المصحف بغلاف.

ومنها: أن لا تقرأ القرآن عندنا، والآية وما دونها في تحريم القراءة سواء. ويكره للحائض مس كتب الفقه وما هو من كتب الشريعة، ولا بأس بالكم، وإذا حاضت المعلمة فينبغي لها أن تعلم الصبيان كلمة كلمة، وتقطع بين كلمتين، ولا يكره له التهجي بالقرآن. (الفتاوى التاتارخانية ٤٨١/١ رقم: ١٢٨٣ زكريا، منهل الواردين رسائل ابن عابدين ١١٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۶/۱۹ھ

طالباتِ حدیث کا ایامِ مخصوصہ میں درسِ تفسیر میں شرکت کرنا؟

سوال (۱۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طالبات درسِ تفسیر ایامِ مخصوصہ میں سن سکتی ہیں یا نہیں، اس سلسلہ میں مسئلہ کیا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالتِ حیض میں طالبات درسِ تفسیر سن سکتی ہیں، بشرطیکہ درس کی مجلس مسجد میں منعقد نہ ہو۔

عن حفصة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: تخرج العواتق و ذوات الخدور والحیض ولیشهدن الخیر ودعوة المؤمنین وتعتزل الحیض المصلي. (صحیح البخاري ۱/٤٦ رقم: ۳۲۲)

ولا تدخل مسجد الجماعة. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۱/٤٨١ زکریا)

ومنها أن لا تدخل المسجد، قال علیه السلام: لا أحل المسجد لحائض ولا جنب. (سنن أبي داؤد ۱/۲۰، المحیط البرهاني ۱/٤۰۳، مستفاد: صحیح مسلم ۱/۲۹۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۱۹ھ

ناپاکی کے دنوں میں حدیث وتفسیر کی عبارت پڑھنا؟

سوال (۱۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طالبات جو حدیث وتفسیر کی کتابیں پڑھتی ہیں، ایام مخصوصہ میں وہ ان کتابوں کو ہاتھ لگائے بغیر عبارت پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ناپاکی کے ایام میں مذکورہ طالبات حدیث وتفسیر کی کتابوں کی عبارت (قرآنی آیات کے علاوہ بغیر ہاتھ لگائے) پڑھ سکتی ہیں؛ البتہ ان کتابوں کو اس حالت میں ہاتھ لگانا مطلقاً مکروہ ہوگا؛ کیوں کہ ان کتابوں میں بکثرت قرآنِ کریم کی آیات تحریر ہوتی ہیں۔

Marfat.com

لاتقرأ الحائض ولا الجنب شيئا من القرآن إذا قصدت القراءة. (رسائل ابن عابدين ۱/۱۱۱)

يكره مس كتب التفسير والفقه لأنها لا تخلو عن آيات القرآن. (شامي ۱/۳۱۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۱۹ھ

کیا حائضہ عورت نورانی قاعدہ پڑھا سکتی ہے؟

سوال (۱۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حائضہ کے لئے نورانی قاعدہ کو پڑھانے اور پکڑنے کا کیا حکم ہے، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حائضہ نورانی قاعدہ پکڑ بھی سکتی ہے اور بچوں کو پڑھا بھی سکتی ہے؛ کیوں کہ اس میں اکثر حصہ ایسا ہے جس میں مستقل جملے نہیں ہیں، اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ قاعدہ کے اخیر میں مستقل پوری پوری آیات بھی ہیں؛ اس لئے یہ قرآن کے حکم میں ہوا؛ لہٰذا حائضہ نورانی قاعدہ پکڑے نہیں دونوں میں صحیح کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حائضہ عورت نورانی قاعدہ پڑھا سکتی ہے؛ لیکن جس صفحہ پر قرآنی آیات ہوں اُنہیں ہاتھ نہ لگائیں، اور زبان سے پوری آیت نہ پڑھائیں؛ بلکہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے پڑھائیں۔

أخرج مالك عن عبد الله بن أبي بكر بن حزم أن في الكتاب الذي كتبه رسول الله صلى الله عليه وسلم لعمرو بن حزم أن لا يمس القرآن إلا طاهرا.

(الموطأ لإمام مالك، كتاب القرآن، باب الأمر بالوضوء لمن مس القرآن ۱۵۳ رقم: ۱)

والمعلمة إذا حاضت ......، تقطع بين كل كلمتين. (منهل الواردين ۱/۱۱۲)

Marfat.com

وإذا حاضت المعلمة فينبغي لها أن يعلم الصبيان كلمة كلمة، وتقطع بين كلمتين، ولا يكره له التهجي بالقرآن. (الفتاوى التاتارخانية ٤٨/١ رقم: ١٢٨٣ زكريا)

إن كتب التفسير لايجوز من موضع القرآن منها وله أن يمس غيره. (شامي ٣٢٠/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالتِ حیض میں اَذان کا جواب دینا؟

سوال (۱۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کتاب المسائل ۲۱۰/۱ میں ہے کہ حالتِ حیض میں اذان کے کلمات کا جواب دینا اور اس کے بعد دعا پڑھنا درست ہے؛ لیکن شامی زکریا ۶۵/۲ اور حاشیۃ الطحطاوی دار الکتاب ۲۰۳ میں لا الحائض والنفساء الخ سے ناجائز معلوم ہوتا ہے، احقر کے ناقص خیال میں تعارض نظر آرہا ہے، مسئلہ کو حل فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: درمختار اور طحطاوی کی جس عبارت کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں حائضہ اور نفساء کے لئے اذان کے جواب دینے کے وجوب کی نفی کی گئی ہے، اور اس کی علت شامی نے یہ لکھی ہے کہ چوں کہ وہ دونوں حالت حیض ونفاس میں نماز کی عملاً مخاطب نہیں ہیں، اس لئے اذان کا قولاً جواب دینا بھی ان پر واجب نہیں ہے۔

لأنهما ليسا من أهل الإجابة بالفعل فكذا بالقول. (شامي ٦٥/٢ زكريا)

تاہم اس عدم وجوب کے باوجود اگر حائضہ اور نفساء کلماتِ اذان کو دہرائیں، تو اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے، ایسا کرنا ان کے لئے جائز ہے، یہی بات کتاب المسائل میں لکھی گئی ہے، اس لئے دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے؛ کیوں کہ عدم وجوب عدم جواز کو مستلزم نہیں ہے۔

أخرج البخاري عن أم عطية قالت: كنا نؤمر أن نخرج يوم العيد حتى

Marfat.com

نخرج البكر من خدرها حتى نخرج الحيّض، فيكنّ خلف الناس، فيكبرون بتكبيرهم، ويدعون بدعائهم، يرجون بركة ذلك اليوم وطهرته. (صحيح البخاري، كتاب العيدين / باب التكبير أيام منى ١٣٢/١ رقم: ٩٦١ ف: ٩٧١)

ويجوز لها الدعوات وقراءة: اللّٰهم إنا نستعينك وجواب الأذان ونحو ذلك. (فتاوىٰ سراجية ٥١)

ويجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الأذان ونحو ذلك. (الفتاوىٰ الهندية ٣٨/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۳/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایام حیض میں ہری مہندی لگانا؟

سوال (۱۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک ضروری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ ایام حیض (ماہواری) کے دنوں میں ہری مہندی لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں ان ایام میں مہندی لگانے سے مہندی کی بے ادبی ہوتی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ یا یہ کہ مہندی ہر حالت میں لگا سکتے ہیں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایام حیض میں ہری مہندی لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس میں کوئی بے ادبی لازم نہیں آتی حیض کی نجاست ظاہری نہیں؛ بلکہ باطنی اور حکمی ہے، ظاہری بدن بلا وجہ ناپاک قرار نہیں دیا جا سکتا۔

جنب اختضب واختضبت إمرأته بذلك الخضاب، قال أبو يوسف: لابأس به. (الفتاوىٰ الهندية ٥/٩ ٣٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۳/۱۴۲۱ھ

Marfat.com

حیض کے دنوں میں سر پر مہندی لگانا؟

سوال (۱۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا حیض کے دنوں میں سر پر مہندی لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ بعد میں پاکی کے نہانے پر تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑے گا، مہندی کا رنگ چھڑانا ضروری تو نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حیض کے دنوں میں سر پر مہندی لگانا درست ہے، اور بعد میں پاکی کا غسل کرنے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، اور مہندی کا رنگ چھڑانا بھی ضروری نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۷/۱۴۷)

المرأة التي صبغت إصبعها بالحناء يجوز وضوؤها. (الفتاوی لتاترخانیة ۱/۱۵۲ زکریا)

بل يطهر ما صبغ أو خضب بنجس بغسله ثلاثاً. (شامي ۱/۵۳۷ زکریا، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲/۵۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۳/۲۰ھ

ناپاکی کے دنوں میں ہاتھ پیر اور سر پر مہندی لگانا؟

سوال (۱۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ناپاکی میں سر پر یا ہاتھوں پر مہندی لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مہندی لگانا سنت ہے؛ لیکن ہم نے پڑھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کے لئے مہندی لگانا مطلقاً پسندیدہ ہے، چاہے ہاتھ پر ہو یا سر پر، جب کہ مردوں کے لئے صرف سر میں مہندی لگانے کی اجازت ہے،

Marfat.com

ہاتھ پیر پر مہندی لگانا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں عورتوں کے ساتھ تشبہ پایا جاتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے مہندی لگانے پر پسندیدگی ظاہر فرمائی ہے۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱/۷۱-۷۲)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: أومت امرأة من وراء ستر بيدها كتاب إلى رسول الله ﷺ فقبض النبي صلى الله عليه وسلم يده - إلى قوله - لو كنت امرأة لغيرك أظفارك يعني بالحناء. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح ۸/۳۱۲)

أما خضب اليدين والرجلين فيستحب في حق النساء ويحرم في حق الرجال إلا للتداوي. (مرقاة المفاتيح كتاب اللباس ۸/۲۳۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۶/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناپاکی کے دنوں میں ناخن کاٹنا؟

سوال (۱۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ناپاکی میں ناخن کاٹ سکتے ہیں یا نہیں؟ تسلی بخش سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فقہاء نے لکھا ہے کہ حالتِ جنابت (ناپاکی) میں ناخن وغیرہ کاٹنا مکروہ اور خلافِ اولیٰ ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ پاکی کی حالت میں ہی ناخن کاٹنے کا اہتمام رکھیں۔

حلق الشعر حالة الجنابة مكروه وكذا قص الأظافير. (هندية ۵/۳۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۶/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حالتِ حیض ونفاس میں ران یا پیٹ سے استمتاع کرنا؟

سوال (۱۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا وساوسِ شیطان سے بچنے کے لئے خواہ احتمالِ زنا ہو یا نہ ہو، ران یا پیٹ پر لمس کر کے منی کو خارج کر سکتا ہے؟ جب کہ بیوی حالتِ حیض یا نفاس میں ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اجازت ہے، مگر مکروہ ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: كانت إحدانا إذا كانت حائضًا فأراد رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم أن يُباشرها أمرها أن تتّزر في فورِ حيضتِها ثم يُباشرها. قالت: وأيكم يملك إربه كما كان النبي صلى الله عليه وسلم يملك إربَه؟ (فتح الباري، كتاب الحيض / باب مباشرة الحائض ۲/۱ ۵۳ رقم: ۳۰۲)

والمراد بالمباشرة هنا التقاء البشرتين، لا الجماع. (فتح الباري، كتاب الحيض / باب مباشرة الحائض ۲/۲ ۵۳ رقم: ۳۰۲)

ويجوز أن يستمنى بيد زوجته وخادمته وسيذكر الشارح في الحدود عن الجوهرة أنه يكره ولعل المراد به كراهية التنزيهة. (شامي ۳۹۹/۲ كراچی، ۳۷۱/۳ زكريا)

فيجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولو بلا حائل، وكذا بما بينهما بحائل بغير وطي ولو تلطخ دماً. (شامي ۱/ ۳۹۰ زكريا، البحر الرائق ۱۹۸/۱، الفتاوى الهندية ۱۳۹/۱)

يجوز مباشرة الحائض فوق الإزار وإن لزم منه التلطخ بالدم. (شامي ۴۹۵/۱ زكريا، ۲۹۸/۱ كراچی، النهر الفائق ۱۳۲/۱ بيروت، البحر الرائق ۱۹۸/۱) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۹/۹/۱۴۱۷ھ

Marfat.com

بیوی سے حالتِ حیض میں جماع کرلیا تو کیا کرے؟

سوال (۱۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی نے حالتِ حیض میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا، جب کہ حالتِ حیض میں جماع کرنا حرام ہے، تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟ کفارہ دیا جائے گا یا توبہ سے معاف ہوجائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالتِ حیض میں جماع کرنا قطعاً حرام ہے، اگر کسی سے یہ گناہ صادر ہوجائے تو اسے سچے دل سے توبہ کرنی چاہئے۔ اور مستحب ہے کہ ایسا شخص ایک دینار =۴رگرام ۳۷۴ رملی گرام سونا یا اس کی قیمت، یا آدھا دینار =۲رگرام ۱۸۷ رملی گرام سونا یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔

ووطؤها في الفرج عالما بالحرمة عامدا...... فليس عليه إلا التوبة والاستغفار، ويستحب أن يتصدق بدينار أو نصفه. (البحر الرائق ۱/ ۱۹۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۳/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالتِ حیض میں جماع پر جبر؟

سوال (۱۵۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حالتِ حیض میں جماع کرنا یقیناً شریعت میں حرام ہے، مگر میرے شوہر کچھ زیادہ ہی بدکردار اور بداخلاق ہیں، ایک دو روز تو برداشت کرلیتے ہیں، مگر تیسرے دن وہ قابو سے باہر ہوجاتے ہیں، لاکھوں سمجھانے کے بعد وہ نہیں مانتے، تو میں ایسی صورت میں کیا کروں؟ زیادہ روکنے پر کئی مرتبہ طلاق کی دھمکی بھی دے چکے ہیں، عاجز آکر آپ سے مسئلہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میں کیا کروں؟ اور شریعت میں مجھے اس کا گناہ تو نہیں ملے گا اور ایسے مردوں کی سزا شریعت میں کیا ہوگی؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالتِ حیض میں جماع کرنا نصِ قرآنی (قرآنی آیات) سے حرام، گناہِ کبیرہ اور انتہائی گھناؤنا فعل ہے، آپ کے شوہر پر اس بدترین فعل پر سچے دل سے توبہ واستغفار لازم ہے، اگر وہ آپ کو مجبور کرے تو آپ کے گناہ کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ، قُلْ هُوَ أَذًى، فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ، وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ، فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ، إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ [البقرۃ: ۲۲۲]

ووطؤها في الفرج عالماً بالحرمة عامداً مختاراً كبيرة لا جاهلاً ولا ناسياً ولا مكرهاً فليس عليه إلا التوبة والاستغفار. (البحر الرائق ۱/۱۹۷) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۹/۹/۱۴۱۷ھ

نفاس کے خون میں عادت کا اعتبار کس سے ہوگا؟

سوال (۱۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نفاس کی اقل مدت کیا ہے؟ کیا اگر پہلے بچے میں ۲۰ سے ۳۰ ر دن تک نفاس آیا ہو، تو دوسرے بچے میں اس پر محمول کیا جا سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عادت کا ثبوت ایک مرتبہ سے ہو جاتا ہے؛ لیکن اس میں ذرا سی تفصیل یہ ہے کہ اگر بچہ کی پیدائش کے بعد خون برابر جاری رہا؛ تا آں کہ چالیس دن سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا، تو اس صورت میں گذشتہ بچہ کی پیدائش پر جتنے دن خون آیا تھا وہ ایام عادت شمار ہوں گے، اور بقیہ ایام کو استحاضہ شمار کیا جائے گا۔ یعنی ایام عادت کے علاوہ دنوں کی نمازیں اور روزے اسے قضاء کرنے ہوں گے، اور اگر یہ خون ۴۰ ر دن سے قبل بند ہوگیا؛ لیکن گذشتہ ایام عادت

Marfat.com

سے بڑھ گیا، تو اس مرتبہ جتنے دن خون آیا وہی آئندہ اس کی عادت شمار ہوگی۔

عن أنس رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم وقت للنفساء أربعين يوماً إلا أن ترى الطهر قبل ذلك. (سنن ابن ماجة ٤٨/١)

وعن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تنتظر النفساء أربعين ليلة، فإن رأت الطهر قبل ذلك فهي طاهر...... تغتسل وتصلي. (المستدرك للحاكم ٢٦١/١ رقم: ٦٢٥)

وهي تثبت وتنتقل بمرة به يفتى، وفي الشامي: وذكر في الرسالة أن الأصل فيه أن المخالفة للعادة إن كانت في النفاس، فإن جاوز الدم الأربعين فالعادة باقية ترد إليها والباقي استحاضة، وإن لم يجاوز انتقلت العادة إلى ما رأته والكل نفاس. (درمختار مع الشامي ٣٠١/١ کراچی، ٤٩٩/١ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۹/۹/۱۴۱۷ھ

آپریشن سے بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے ۱۵/دن سے پہلے ہی خون بند ہوگیا؟

سوال (۱۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بچہ آپریشن سے پیدا ہونے کی وجہ سے ۱۵/دن سے پہلے ہی خون بند ہوجاتا ہے، تو کیا عورت کو تب بھی نماز کے لئے ۴۰/یوم کا انتظار کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی عورت کو ۴۰/دن انتظار کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ جب خون بند ہوجائے تو غسل کرکے فوراً نماز شروع کردے ورنہ گنہگار ہوگی۔

عن أنس رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم وقت.

Marfat.com

للنفساء أربعين يوماً إلا أن ترىٰ الطهر قبل ذٰلک. (سنن ابن ماجة ۴۸/۱)

وإن انقطع الدم قبل الأربعين ودخل وقت صلاة تنتظر إلى اٰخر الوقت ثم تغتسل في بقية الوقت وتصلي. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۵۳۸/۱ رقم: ۱٤٦٣ زكريا)

وعن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: تنتظر النفساء أربعين ليلة، فإن رأت الطهر قبل ذٰلک فهي طاهر...... تغتسل وتصلي. (المستدرك للحاكم ۲٦۱/۱ رقم: ٦۲٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۴/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نفاس کے ۴۰؍ دن بعد پندرہ دن سے پہلے آنے والا خون کیسا ہے؟

سوال (۱۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نفاس کی اکثر مدت ۴۰؍ دن ہے، اب ۴۰؍ دن کے بعد ۱۵؍ دن طہارت کے گذرنے سے پہلے پہلے چھ سات دن کے بعد ہی خون آتا ہے، تو یہ خون کس کا شمار ہوگا، نفاس، حیض یا استحاضہ کا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں طہر یعنی پاکی کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے؛ لہٰذا اس مدت میں آنے والا خون مسئولہ صورت میں نفاس یا حیض میں شمار نہیں ہوگا؛ بلکہ استحاضہ یعنی بیماری کا خون سمجھا جائے گا، اور اس میں تازہ وضو کرکے عورت نماز وغیرہ پڑھتی رہے گی۔

عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: تنتظر النفساء أربعين ليلة، فإن رأت الطهر قبل ذٰلک فهي طاهر، وإن جاوزت الأربعين فهي بمنزلة المستحاضة تغتسل وتصلي، فإن غلبها الدم توضأت لكل صلاة. (المستدرك للحاكم، كتاب الطهارة ۲٦٥/۱ رقم: ٦۲٥)

وأقل الطهر بين الحيضتين أو النفاس والحيض خمسة عشر يومًا. (شامي ٤٧٧/۱ زكريا)

Marfat.com

وحكمه الوضوء لكل فرض ثم يصلي فيه فرضا ونفلاً. (شامي ۱/۵۰۰ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۷/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچہ دانی نکالنے کے بعد ہر ماہ حیض آئے گا یا نہیں؟

سوال (۱۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جب بچہ دانی نکل چکی ہے تو ہر ماہ حیض آئے گا یا نہیں؟ آں محترم کو حکیم ڈاکٹروں کے حوالہ سے بھی اور فقہاء کی تصریحات سے بھی مکمل واقفیت ہے، ہماری رہنمائی فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب بچہ دانی پوری طرح نکال دی جائے تو طبی تحقیق کے مطابق حیض جاری نہیں رہ سکتا؛ لہٰذا بچہ دانی نکالنے کے بعد اگر خون آئے، تو یا تو اس وجہ سے ہوگا کہ بچہ دانی کا کوئی جز واندر باقی ہے، یا پھر وہ استحاضہ یعنی بیماری کا خون شمار ہوگا۔

مستفاد: الحيض اسم لدم خارج من رحم المرأة، فأما الخارج من فرج المرأة دون الرحم فاستحاضة، وليس بحيض شرعاً. (المحيط البرهاني ۱/۳۹۲، الفتاوى التاتارخانية ۱/٤٦٨ رقم: ۱۲٤۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۲/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچہ دانی نکالنے کے بعد عورت نفاس والی شمار ہوگی یا نہیں؟

سوال (۱۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ آپریشن سے بچہ پیدا ہوا؛ لیکن جس وقت آپریشن ہوا تو بچہ دانی بھی خراب ہو چکی تھی، ڈاکٹرنی نے اسی وقت دوسرا آپریشن کر کے بچہ دانی بھی نکال دی۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ جب بچہ

Marfat.com

دانی بھی نکل چکی ہے، تو کیا یہ عورت نفاس والی کہلائے گی، نماز پڑھنا کب شروع کرے گی؟ اس سلسلہ میں تفصیلی وضاحت فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب بچہ دانی نکال دی گئی تو نفاس بھی یقیناً رک جائے گا؛ لہٰذا اس پر غسل کرکے فوراً نماز شروع کرنا لازم ہے۔

والنفاس دم یخرج من رحم عقب ولد ولا حد لأقله. (شامي ۱/٤٩٦ زکریا)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۳/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچہ دانی نکلوانے کے بعد متعینہ وقت پر خون کے دھبے دیکھنا؟

سوال (۱٦۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک خاتون نے آپریشن کے ذریعہ بچہ دانی خراب ہونے کی وجہ سے نکلوادی تھی؛ لیکن ہر ماہ اپنے وقت پر دو چار خون کے معمولی دھبے دو روز تک دکھائی دیتے ہیں، کیا یہ خون کے دھبے حیض ہوسکتے ہیں؟ یا کیا ہوسکتے ہیں، جب کہ بچہ دانی بھی نکل چکی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس عورت کو بچہ دانی نکلوانے کے باوجود ہر ماہ اپنے وقت پر خون کے دھبے آتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی بچہ دانی کا کوئی جز اندر رہ گیا ہے، جس کی بنا پر اپنے وقت پر یہ دھبے ظاہر ہوتے ہیں جب تک یہ سلسلہ رہے تو ان دھبوں کو حیض شمار کیا جائے گا، اور ان کے انقطاع کے بعد غسل کرکے نماز پڑھنی ہوگی۔

اور حنفیہ کے نزدیک اگرچہ حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین رات ہے؛ لیکن مذکورہ عورت کی خصوصی حالت کو دیکھتے ہوئے اور اپنے وقت پر بچہ دانی کے ایک جزو سے آنے والے خون کے یقین کی وجہ سے مناسب ہے کہ اس کے حق میں بعض دیگر ائمہ کے مذہب کے موافق تین

Marfat.com

دن سے کم ہونے کے باوجود حیض کا حکم جاری کیا جائے۔

عن عطاء قال: أدنى وقت الحيض يوم سمعت الأوزاعي يقول: عندنا هاهنا امرأة تحيض غدوة، وتطهر عشية، قال عبد الرحمن بن مهدي: كانت امرأة يقال بها أم العلاء، قالت: حيضتي منذ أيام الدهر يومان. وقال إسحاق: وصح لنا في زماننا عن غير واحدة أنها قالت: حيضتي يومان. وقال يزيد ابن هارون: عندي امرأة تحيض يومين. وعن الشافعي أنه قال: أثبت لي عن نساء أنهن لم يزلن يحضن أقل من ثلاث، ورأيت امرأة أثبت لي أنها لم تزل تحيض يوما ولا تزيد عليه. السنن الكبرى للبيهقي ٤٧٦/١-٤٧٧)

أقل الحيض ثلاثة أيام ولياليها وما نقص من ذلك فهو استحاضة. (هداية ٦٢/١، شامي بيروت ٤٢٥/١، الموسوعة الفقهية ٣٠٤/١٨)

وذهب الشافعية والحنابلة إلى أن أقل الحيض يوم وليلة لقول عليؓ، وأقل الحيض يوم وليلة. (الموسوعة الفقهية ٢٩٩/١٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ولادت کے بعد نفاس والی عورت نماز کب سے شروع کرے؟

سوال (۱۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بیوی کے ۲۵؍ دن قبل لڑکا پیدا ہوا، بیوی ناپاکی کی وجہ سے کتنے دنوں تک نماز ادا نہ کرے؟ ۴۰؍ دن یا اس سے زیادہ؟ جب کہ اب کسی قسم کا بھی خون نہیں آرہا، کیا اس حالت میں غسل کر کے نماز ادا کر لی جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نفاس میں ۴۰؍ دن پورے کرنے ضروری نہیں؛ بلکہ

Marfat.com

جب خون آنا بالکل بند ہوجائے تو غسل کرکے اسی وقت سے نماز شروع کردے۔

ومنها طُهْرٌ لا حد لأقله. (درمختار مع الشامي ۱/۴۹۷ زکریا)

عن أنس رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم وقت للنفساء أربعين يوماً إلا أن ترى الطهر قبل ذلك. (سنن ابن ماجة ۱/۴۸)

وعن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تنتظر النفساء أربعين ليلة، فإن رأت الطهر قبل ذلك فهي طاهر...... تغتسل وتصلي. (المستدرك للحاكم ۱/۲۶۱ رقم: ۶۲۵)

وإن انقطع الدم قبل الأربعين ودخل وقت صلاة تنتظر إلى آخر الوقت ثم تغتسل في بقية الوقت وتصلي. (الفتاوى التاتارخانية ۱/۵۳۸ رقم:۱۴۶۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰/۱۱/۲۳ھ

نفاس کے بارے میں ایک غلط فہمی

سوال (۱۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورتوں میں ایک رواج ہے کہ نفاس والی عورت کی نمازیں، تلاوتِ قرآن اور دیگر اذکار وتسبیحات خواہ مخواہ چالیس دن تک چھڑائے رکھتی ہیں۔ اگر خون پانچ دن میں بند ہوگیا یا دس دن میں بند ہوگیا تب بھی چالیس دن تک نہ اس کو نماز پڑھنے دیتی ہیں، اور نہ ہی رمضان میں روزہ رکھنے دیتی ہیں، تو کیا یہ شریعت کے رو سے صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے کم میں خون بند نہیں ہوسکتا؛ لہٰذا صورتِ مسؤلہ میں جب بھی نفاس کا خون بند ہوجائے عورت کو پاکی حاصل کرکے نماز وغیرہ شروع کرنا لازم ہے، چالیس دن کا انتظار کرنا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

وإن انقطع الدم قبل الأربعين ودخل وقت صلاة تنتظر إلىٰ اٰخر الوقت ثم تغتسل في بقية الوقت وتصلي. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۵۳۸/۱ رقم: ۱۴۶۳ زكريا)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۹/۲۹ھ

استحاضہ کسے کہتے ہیں؟

سوال (۱۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: استحاضہ کسے کہتے ہیں؟ کس حال میں عورت کو مستحاضہ مانا جائے گا؟ کیا ہر عورت مستحاضہ ہوتی ہے یا بعض؟ اور عورت استحاضہ کا غسل کیسے کرے گی؟ اس کے غسل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو عادت کے خلاف بیماری کی وجہ سے آتا ہے، اور ہر عورت کو اس سے سابقہ نہیں پڑتا؛ بلکہ نسوانی مرض والی عورت ہی اس تکلیف میں مبتلا ہوتی ہے، اس کے احکامات بہت تفصیلی ہیں اس لئے جو صورت پیش آئے اس کو بیان کرکے حکم معلوم کریں۔

والمستحاضة من يسيل دمها ولا يرقأ في غير أيام معلومة، لا من عرق الحيض؛ بل من عرق يقال له العاذل. (الموسوعة الفقهية ۱۹۷/۳، طحطاوي على مراقي الفلاح ۷۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۸/۴/۱۹ھ

سیلان الرحم (لیکوریا) کا کیا حکم ہے؟

سوال (۱۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سیلان الرحم (لیکوریا) کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ ناقض وضو ہے یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرض یا کمزوری کی وجہ سے نکلنے والا سفید مادہ ناپاک ہے، اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کپڑے پر لگ جائے تو اسے پاک کرنا ضروری ہوتا ہے، جس عورت کو کبھی کبھی یہ مرض لاحق ہو وہ وضو کر کے نماز پڑھتی رہے اس پر غسل لازم نہیں ہے۔

اور اگر اس مرض کی اتنی کثرت ہو جائے کہ کسی نماز کا پورا وقت اس طرح گزر جائے کہ فرض نماز بھی پڑھنے کا موقع نہ مل پائے تو پھر یہ عورت معذور کے حکم میں ہو جاتی ہے اب اس کے لئے ایک نماز کے پورے وقت میں ایک مرتبہ وضو کافی ہوگا، سفیدی نکلنے سے بار بار اسے وضو کرنا نہ پڑے گا۔

اور ایسی معذور عورت کے حق میں یہ سفیدی ناپاک بھی نہ سمجھی جائے گی، اور یہ حکم اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ ہر نماز میں کم از کم ایک مرتبہ یہ عذر پایا جاتا رہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۲۳/۵-۲۲۴ ڈابھیل، فتاویٰ عثمانی ۳۶۶/۱، کتاب المسائل ۲۳۴/۱)

قال ابن حجر في شرحه: وهي ماء أبيض متردد بين المذي والعرق يخرج من باطن الفرج الذي لايجب غسله، بخلاف ما يخرج مما يجب غسله فإنه طاهر قطعاً، ومن وراء باطن الفرج، فإنه نجس قطعاً ككل خارج من الباطن كالماء الخارج مع الولد أو قبيله. (شامی، الطهارة/ باب الأنجاس ۵۱۵/۱ زکریا)

صاحب عذر من بن سلسل بول أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة ...... إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة ولو حكماً ...... وحكمه الوضوء لكل فرض، ثم يصلي به فيه فرضاً ونفلاً، فإذا خرج الوقت بطل. (الدر المختار مع الرد المحتار، مطلب في أحكام المعذور ۳۰۵/۱ کراچی، الفقه الإسلامي وأدلته، المطلب الثامن: وضوء المعذور ٤٤٢/١ رشيدية) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۴/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

Marfat.com

لیکوریا کا حکم

سوال (۱٦۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل خواتین کی خاصی تعداد لیکوریا کے مرض میں مبتلا ہیں، تو کیا اس مرض میں نکلنے والے سفید مادہ سے کپڑا ناپاک ہوجائے گا اور وضوٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ نیز کیا ایسی عورت کو ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا پڑے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لیکوریا ناپاک مادہ ہے وہ اگر کپڑے پر لگے تو کپڑا ناپاک ہوجائے گا اور اس کے کبھی کبھی نکلنے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے؛ لیکن اگر کوئی عورت اتنی زیادہ اس مرض میں مبتلا ہو کہ مسلسل لیکوریا جاری رہتا ہو تو وہ معذور کے حکم میں ہوگی اس کے احکامات الگ ہیں۔

وصاحب عذر من به سلس بول لا يمكنه إمساكه الخ أو استحاضة أن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بأن لا يجد في جميع وقتها زمنا يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث ولو حكماً ولو مرةً، وفي حق الزوال يشترط استيعاب الإنقطاع تمام الوقت وحكمه الوضؤ لكل فرض. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ۱/٤۳۷-٤۳۸ بيروت، ۱/٥٠٤-٥٠٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۴/۱۹ھ

لیکوریا کی مریضہ کیا کرے؟

سوال (۱٦٦): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کو لیکوریا آتا ہے، کیا اس کے مسلسل آنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا شریعت میں ایسے شخص کے لئے کچھ چھوٹ ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لیکوریا اگر کبھی کبھار آجائے تو اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور جس جگہ کپڑے پر وہ لگ جائے اسے ناپاک قرار دیا جاتا ہے؛ لیکن اگر کسی عورت کو یہ مرض اس شدت کے ساتھ ہو کہ کسی نماز کا پورا وقت اس پر ایسے گزر جائے کہ وہ پاکی کے ساتھ فرض بھی ادا نہ کر سکے، تو اس عورت کو معذور قرار دیا جائے گا، اور لیکوریا نکلنے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، بشرطیکہ آئندہ ہر نماز کے وقت میں کم از کم ایک مرتبہ لیکوریا کا سلسلہ جاری رہے۔

عن خارجة بن زيد قال: كان زيد ابن ثابت به سلس البول، فكان يداري ما غلب منه، فلما غلبه أرسله، وكان يصلي وهو يخرج منه. وفي رواية عنه قال: كبر زيد بن ثابت حتى سلس منه البول، فكان يداريه ما استطاع، فإذا غلب عليه توضأ وصلى.

(سنن الدار قطني السجلد الأول عن ۳۷۴/۱ رقم: ۷۷۶-۷۷۷ تدقيق مكتب التحقيق، المكتبة لشاملة)

وصاحب عذر ومن به سلسل بول لا يمكنه إمساكه أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث إلىٰ قوله، وحكمه الوضوء لكل فرض. (درمختار مع الشامي ۵۰۴/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۸/۴/۱۹ھ

جس عورت کو سفید پانی آرہا ہو اس کا قرآن پڑھنا؟

سوال (۱۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر عورت کو سفید پانی آرہا ہو تو عورت کو قرآن اور نماز پڑھنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی عورت طہارت حاصل کر کے نماز اور قرآن پڑھتی

Marfat.com

رہے گی۔

وَدمِ استحاضة كرعاف دائم لا يمنع صوماً وصلوةً. (تنوير مع الدر على الرد ١/ ٢٩٨ كراچی، ١/ ٥٠٤ زكريا)

تتوضأ المستحاضة ومن به عذر كسلسل البول أو استطلاق بطن وانفلات ريح ورعاف وجرح لا يرقأ لوقت كل فرض، ويصلون به ما شاؤا من الفرائض والنوافل، ويبطل وضوء المعذورين بخروج الوقت. (مراقي الفلاح / باب الحيض والنفاس والاستحاضة ١٤٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۶/۹/۱۹ھ

Marfat.com

کتاب الصلوٰۃ

Marfat.com

اوقاتِ نماز

جب شہر کی دو دائمی جنتریوں کے اوقات میں اختلاف ہو تو کس پر عمل کریں؟

سوال (ا): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر میں دو دائمی اوقات الصلوٰۃ مستعمل ہیں، جن کے صبح صادق اور عشاء کے اوقات میں دس منٹ کا فرق ہے، مثلاً:

۱۵/اگست	اوقات الصلوٰۃ نمبر: ۱	صبح صادق: 4-50	عشاء: 7-50
۱۵/اگست	اوقات الصلوٰۃ نمبر: ۲	صبح صادق: 4-40	عشاء: 7-58

ہر ایک کی تصدیق وتصویب علماء کرام نے کی ہے، اور ہر دو اپنے اپنے اوقات الصلوٰۃ کی صحت پر مصر ہیں۔

الف: - رمضان المبارک میں صبح صادق سے دس منٹ پہلے مساجد سے اپنے اپنے مستعمل اوقات الصلوٰۃ کے مطابق ختم سحری کا اعلان کیا جاتا ہے، اور ٹھیک صبح صادق پر اذانِ فجر دی جاتی ہے، اور جماعت عموماً پندرہ منٹ بعد ہوتی ہے۔

ب: - مستورات کی اکثریت اذان کے ساتھ نماز پڑھنے کی عادی ہیں۔

ج: - ایک مسجد ایسی بھی ہے جہاں عشاء کی اذان اول وقت دی جاتی ہے جن کے یہاں اوقاتِ الصلوٰۃ نمبر ایک مستعمل ہے۔

د: - شہر کے لوگ بلا تفریق ہر مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، ان حالات میں نماز اور روزوں کے ادا ہونے یا نہ ہونے سے متعلق مسائل سے آگاہی دیں۔

Marfat.com

مزید چند سال نمبر ایک پر عمل کرنا اور چند سال نمبر دو پر عمل کرنا یا رمضان المبارک میں نمبر ایک پر عمل کرنا اور بقیہ ماہ نمبر دو پر عمل کرنا کیسا ہے؟ فجزاکم اللّٰہ خیراً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت کے مسائل کے حل کے لئے انصاف کے ساتھ متحدہ طور پر کوششیں کرنے کی ضرورت ہے، جس شہر میں جنتریوں میں اختلاف ہو وہاں کے معتبر علماء ومفتیانِ کرام سرجوڑ کر بیٹھیں اور پوری دیانت کے ساتھ تحقیق کر کے متفقہ راہ اختیار کریں اور ضد وعناد کا راستہ چھوڑ دیں، آج کل طلوع وغروب کا اصل وقت جاننے کے اسباب عام ہوگئے ہیں، انٹرنیٹ پر طول البلد اور عرض البلد کے اعتبار سے ہر جگہ کے اوقات الصلوٰۃ آسانی معلوم کئے جاسکتے ہیں، محکمہ موسمیات سے بھی تحقیق کی جاسکتی ہے، اور خود شہر کے معتبر علماء کمیٹی بنا کر مشاہدہ بھی کرسکتے ہیں، اس سے بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ کون سی جنتری اقرب الی الصواب ہے، اور جب تک کوئی متفقہ بات طے نہ ہو، عوام کو چاہئے کہ وہ احتیاط پر عمل کریں، یعنی سحری پہلے ختم کردیں، اور نماز فجر اس وقت پڑھیں جب یقینی طور پر فجر کا وقت شروع ہوجائے، اور یہی بات رمضان یا غیر رمضان میں تمام نمازوں کے اوقات میں پیش نظر رکھیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۹-۳ میرٹھ)

قال تعالیٰ: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَوْقُوْتًا﴾ [النساء: ۱۰۳]

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن للصلوة أولا وآخرا، وإن أول وقت صلاة الظهر حين تزول الشمس وآخر وقتها حين يدخل وقت العصر، وإن أول وقت العصر حين يدخل وقتها وإن آخر وقتها حين تصفّر الوقت، وإن أول وقت المغرب حين تغرب الشمس وإن آخر وقتها حين يغيب الشفق، وإن أول وقت العشاء الآخرة حين يغيب الإفق وإن آخر وقتها حين ينتصف الليل، وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس. (سنن الترمذي ۱/۴۰)

Marfat.com

وقت الفجر من الصبح الصادق إلى طلوع الشمس، والظهر من الزوال إلى بلوغ الظل مثليه سوى الفئ، والعصر منه إلى الغروب، والمغرب منه إلى غروب الشفق وهو البياض، والعشاء والوتر منه إلى الصبح. (كنز الدقائق مع البحر الرائق ٤٦/١-٢٤٤، كذافي حاشية العلامة الشامية على الدر المختار ٣٥٧/١ كراچی، ١٨/٢ زكريا)

وقال العلامة الشامي: فينبغي الاعتماد في أوقات الصلاة، وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والاصطرلاب، فإنها وإن لم تفد اليقين تفيد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية. (شامي ٤٣١/١ كراچی، شامي ١١٢/٢ زكريا)

لأن الوقت يختلف باختلاف كثير من الأقطار. (شامي ٣٦٣/١ كراچی، شامي ١٩/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۰/۲۱/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دائمی اوقات الصلوٰۃ کی معتبر جنتری کون سی ہے؟

سوال (۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل ایک ہی فرقہ میں تفریق پیدا ہونی شروع ہوگئی ہے وہ یہ کہ کچھ حضرات علماء کرام نے افطار وسحر کے ٹائم میں ردوبدل کردیا ہے، اسی طرح ارباب مدارس نے دوطرح کے کیلینڈر شائع کیے ہیں اور دونوں کیلینڈروں میں وقت کے اعتبار سے کافی فرق ہے، جس کی وجہ سے گھر گھر میں اختلاف ہورہا ہے عوام میں بہت بے چینی ہے کہ کونسا کلینڈر صحیح ہے حتی کہ باپ بیٹوں میں اختلاف ہورہا ہے، ایک مسلک میں تو کم ازکم ایک ٹائم ٹیبل سے افطار وسحر ہونا چاہئے؟ خدارا مسلمانوں کو مزید اور گروپوں میں نہ بٹنے دیں، علماء کرام مسلمانوں کو آپس میں جوڑنے کی کوشش کریں نہ کہ تفریق کی، جس سے لڑائی جھگڑے کو بڑھاوا ملے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سے منظور شدہ ٹائم

Marfat.com

ٹیبل ہندوستان کے سبھی مسلمانوں کو تفریق سے بچا سکتا ہے، کیا اس کے لئے علماء کرام نے شروعات کردی ہے یا کرنے جارہے ہیں؟ اگر ابھی تک کسی طرح کی کوئی شروعات نہیں ہوئی ہے تو رہبرانِ ملت سے درخواست ہے کہ وہ اس طرف توجہ دیں، اور مسلمانوں کو تفریق اور لڑائی سے محفوظ رکھنے کے لئے، جلد از جلد ایک ٹائم ٹیبل آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے شائع ہو جو ۲۰۱۳ء کے رمضان المبارک پر مبنی ہو، جلد از جلد یہ نیک کام کریں ایسا نہ ہو کہ دیر ہو جائے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عام طور پر ہر شہر میں مشاہدہ کے ذریعہ تیار شدہ جنتریاں سالوں سے شائع ہو رہی ہیں جن پر لوگ اعتماد کر کے افطار وسحر کرتے ہیں، اکثر جنتریوں میں احتیاطاً ایک دو منٹ زائد رکھے جاتے ہیں؛ تاکہ روزہ کے صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ رہے، ان مختلف جنتریوں کے علاوہ ''اوقات الصلوٰۃ'' کے نام سے محمد انس صاحب نے جدید علم ہیئت سے مدد لیتے ہوئے ایک وسیع جنتری بھی شائع کر رکھی ہے، جس کی صحت پر اکابر علماء کی تصدیقات بھی درج ہیں، اور اس جنتری میں ہندوستان بھر کے ۲۸/ سو معروف شہروں کے اوقات دیئے گئے ہیں، نیز آج کل انٹرنیٹ پر بھی پوری دنیا کے تقریباً ہر مقام کے لئے صحیح ترین اوقات کی رہنمائی موجود ہے، اس لئے اگر کسی جگہ اختلاف ہو تو ایسی معتبر جنتریوں پر اتفاق کر کے نزاع کو رفع کیا جا سکتا ہے، اور بہر صورت احتیاطی پہلو کو مدنظر رکھنا بہتر ہے اور مسلم پرسنل لا بورڈ سے جو آپ چاہتے ہیں اس کی تجویز اس کے ذمہ داران کو ارسال فرمائیں۔

يشترط لصحة الصلاة دخول الوقت واعتماد دخوله. (شامي ۲/ ۲۹ زكريا)

فينبغي الاعتماد في أوقات الصلاة وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والاصطرلاب، فإنها وإن لم تفد اليقين، تفيد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية في ذلك. (شامي ۱/ ۳۱۱؛ كراچی)

Marfat.com

فإن لم يكن لوجود غيم أو لعدم معرفته بها، فبالسؤال من العالم بها.

(شامي ۱/۴۳۱ كراچي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اورنگ آباد میں اوقاتِ صلوٰۃ وسحر کے مسئلہ میں جنتریوں کے اختلاف کو کیسے دور کریں؟

سوال (۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اورنگ آباد مہاراشٹر کئی برسوں سے اوقاتِ صلوٰۃ وسحر کے مسئلہ میں اختلاف سے دوچار ہے، دو تین مدارسِ دینیہ سے اوقات صلوٰۃ شائع ہوتے ہیں، ان میں بڑا فرق ہے، یہ مسئلہ رمضان میں اور بھی سنگینی اختیار کرتا ہے، جب حنفی مسلک کی ایک مسجد سے سحر کے اوقات کے ختم کا اعلان ہوتا ہے اور اذان دی جاتی ہے، دوسری اسی مسلک کی مسجد سے شائع کردہ اوقات کے مطابق بارہ سے چودہ منٹ کا وقت سحر کا باقی رہنے کا اعلان ہوتا ہے۔ غور سے مطالعہ کیا جائے کہ ہمارا شہر اورنگ آباد کس عرض البلد اور طول البلد پر واقع ہے کہ جس سے وقت کا تعین کیا جائے اور باشندگان ضلع اورنگ آباد کی رہنمائی کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ادارہ اشاعتِ دینیات نظام الدین دہلی نے ''اوقات الصلوٰۃ'' کے نام سے ایک عمومی جنتری شائع کی ہے، جس میں اٹھائیس سو ہندوستانی شہروں کے اوقاتِ نماز وغیرہ درج ہیں، یہ جنتری علماء کی مصدقہ ہے اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ فنی اعتبار سے اس میں درج شدہ اوقات درست ہیں؛ اس لئے برائے مشورہ عرض ہے کہ شہر اورنگ آباد کی جنتریوں میں اختلاف کو دور کرنے کے لئے متفقہ طور پر ''اوقاتُ الصلوٰۃ'' والی جنتری کو فیصل مان لیا جائے، اور اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

Marfat.com

فإن لم يكن لوجود غيم أو لعدم معرفته بها، فبالسؤال من العالم بها.

(شامي ۱/۴۳۱ كراچي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۳/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فجر کا مستحب وقت

سوال (۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فجر کا وقت کب سے شروع ہو کر کب ختم ہوتا ہے؟ اور فجر کی نماز کا مستحب وقت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فجر کا وقت صبح صادق سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے؛ البتہ فجر کی نماز اسفار (خوب روشنی) کرکے پڑھنا مستحب ہے، بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ نماز فاسد ہونے کی صورت میں مسنون طریقے سے اعادۂ صلوٰۃ کی گنجائش نہ رہے؛ (لہٰذا طلوع آفتاب سے کم از کم ۲۵-۳۰ منٹ قبل نماز فجر شروع کرنی چاہئے)

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ...... وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس. (سنن الترمذي ۱/۴۰)

عن رافع بن خديج رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر. (سنن الترمذي ۱/۴۰)

والمستحب للرجل الابتداء في الفجر بإسفار والختم به هو المختار بحيث يرتل أربعين آية ثم يعيدها بطهارة لو فسد. (درمختار مع الشامي ۲/۲۴ زكريا)

أول وقت الفجر إذا طلع الفجر الثاني وهو المعترض في الأفق وآخر وقتها مالم تطلع الشمس. (هداية ۱/۸۰، مكتبه بلال ديوبند ۱/۸۶-۷۷)

Marfat.com

ويستحب الإسفار بالفجر لقوله عليه الصلاة والسلام: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر. (هداية ۸۲/۱، مكتبه بلال ديو بند ۸۹/۱)

ويستحب تاخير الفجر ولا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس؛ بل يسفر بها بحيث لو ظهر فساد صلاته يمكنه أن يعيدها في الوقت بقراءة مستحبة كذا في التبيين. (الفتاوى الهندية ۵۲/۱، البحر لرائق ۲٤۷/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۶/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا صبح صادق اور فجر کے وقت کے درمیان مشتبہ وقت ہوتا ہے؟

سوال (۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کئی نماز روزے کے دائمی نقوش ہمارے علاقہ میں پائے جاتے ہیں، سالہا سال کلکتہ مضافات کلکتہ؛ بلکہ کل مغربی بنگال میں اس پر عمل ہوتا ہے، ایک نقشہ حضرت مفتی سید عمیم الاحسان کا، اور دوسرا مولانا رشید احمد صاحب کا جس کو دار الاشاعت اسلامیہ کولوٹولہ کلکتہ سے شائع ہوا ہے، دونوں ایک ہی قسم کا ہے، فی الحال ایک مولوی کہتے ہیں کہ نقوش میں لکھا ہوا ہے کہ سحری ختم فجر شروع یہ بے شک غلط ہے؛ کیوں کہ سحری کے آخری وقت کے تقریباً دس منٹ بعد فجر کا (غیر مشتبہ) وقت شروع ہوتا ہے، موذنین اس کا خیال رکھیں، صبح کے ختم پر سحری بھی ختم ساتھ ساتھ ہی صبح صادق شروع اور وقت فجر بھی شروع ہوجاتا ہے، اس وقت اذان دینا یا نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہوگا یا نہیں؟ علاوہ ازیں مولوی کی بات سے ثابت ہوتا ہے کہ شروع صبح صادق کے بعد کچھ مشتبہ وقت ہے، آیا ایسا ہے یا نہیں؟ فیصلہ کن جواب دے کر مولوی کی بات سے پیدا شدہ تردد رفع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، جواب کی سخت ضرورت ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اصل بات تو یہی ہے کہ صبح صادق کا وقت ہوتے ہی

Marfat.com

فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، درمیان میں کوئی مشتبہ وقت نہیں ہے؛ لیکن آج کل شائع شدہ جنتریوں میں بطور احتیاط چند منٹ قبل صبح صادق کا وقت لکھا جاتا ہے، اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ جنتری میں صبح صادق کا جو وقت لکھا ہوا ہے اس سے چند منٹ بعد فجر کی اذان دی جائے؛ تا کہ کوئی تردد نہ رہے۔

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الفجر فجران، فأما الفجر الذي يكون كذنب السرحان فلا يحل الصلاة، ولا يحرم الطعام، وأما الذي يذهب مستطيلاً في الأفق فإنه يحل الصلاة ويحرم الطعام. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٤/١ ٥٥ رقم: ١٧٦٥ دار الكتب العلمية بيروت)

وقت صلوة الفجر ...... من أول طلوع الفجر الثاني وهو البياض المنتشر المستطير لا المستطيل. (درمختار مع الشامي ١٢/٢-١٤ كراچی، ٣٥٩/١ زكريا)

والأحوط في الصوم والعشاء اعتبار الأول وفي الفجر اعتبار الثاني. (الفتاوىٰ الهندية ٥١/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۸/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

سوال (۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آپ نے فجر کے وقت کے متعلق تصحیح جواب میں ارشاد فرمایا کہ صبح کے ساتھ ہی فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے:

وقت الفجر من الصبح الصادق. پھر بعد میں مرقوم ہے: واختلف المشائخ في أن العبرة لأول طلوع الفجر الثاني أو لاستطارته وانتشاره كذا في المحيط، والثاني أوسع وإليه مال أكثر العلماء هكذا في مختار الفتاوىٰ.

Marfat.com

اس عبارت سے اکثر علماء حضرات کا اول طلوع کا اختیار نہ کرنا معلوم ہوتا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ فتاویٰ رحیمیہ میں نہ کرنا معلوم ہوتا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ ''فتاویٰ رحیمیہ'' میں اکثر کے قول کو اختیار کیا گیا ہے، بہرحال کس قول کو ترجیح ہوگی یا کوئی صورت جمع کی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: محقق رائے یہی ہے کہ صبح صادق ہوتے ہی روزہ اور فجر کا وقت شروع ہوجاتا ہے، اور آپ نے ''عالمگیری'' کے حوالہ سے اکثر علماء کا جو قول نقل کیا ہے، علامہ شامیؒ نے ''النہر الفائق'' کے حوالہ سے اس کی تردید فرمائی ہے، اور اول طلوع صبح صادق ہی کو معیار قرار دینے کو ترجیح دی ہے، اور دلائل کی رو سے یہی بات اقرب الی الصواب ہے، اس لئے روزہ دار کو صبح صادق ہوتے ہی کھانے پینے سے رک جانا چاہئے؛ البتہ فجر کی اذان دینے میں احتیاطی طور پر کچھ تاخیر کی جائے تو بہتر ہے؛ تاکہ کوئی شبہ نہ رہے، خود آپ کی نقل کردہ ''عالمگیری'' کی عبارت کے بعد یہ جزئیہ بھی منقول ہے:

والأحوط في الصوم والعشاء اعتبار الأول وفي الفجر اعتبار الثاني. (الفتاویٰ الهندية ۱/۵۱)

نعم في كون العبرة بأول طلوعه أو استطارته أو انتشاره اختلاف المشائخ كما في شرح الزاهدي من المحيط، وفي خزانة الفتاویٰ عن شرح السرخسي على الكافي، وذكر فيها أن الأول أحوط والثاني أوسع، قال في البحر: والظاهر الأخير لتعريفهم الفجر الصادق به كما يأتي ورده في النهر بأن الظاهر الأول لما في حديث جبرئيل الذي هو أصل الباب "ثم صلى بي الفجر" يعني في اليوم الأول حين بزق وحرم الطعام على الصائم وبزق بمعنى بزغ وهو أول طلوعه ومثله في الشرنبلالية، وزاد: ولا ينافيه التعريف؛ لأن من شأنه الانتشار فلا يتوقف على انتشاره بأن يكون بعد مضي جانب فيه بدليل لفظ الحديث قال ح: وأظن أن الاستطارة والانتشار بمعنى واحد يغيره كلام الشارح الآتي منهما

Marfat.com

قـولان لا ثـلاثة، وبـما تقرر علم أن المراد أنه لا خلاف في أوله وهو أصل طلوع الفجر الثاني، وإنما الخلاف في المراد من الطلوع. (شامي ۲/ ۱۲ زکریا)

أول وقـت الـفجر إذا طلع الفجر الثاني، وهو البياض المعترض في الأفق لـحـديث أمامة جبرئيل عليه السلام فإنه أم رسول الله صلى الله عليه وسلم فيها فـي اليوم الأول حين طلع الفجر. (هداية ۱/ ۱٤١ مكتبة البشرى كراتشي، والحديث أخرجه الترمذي عن ابن عباس بسند حسن صحيح ۱/ ۱۱۹ رقم: ۱٤۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۱/ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صبح صادق اور صبح کاذب کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا ہے؟

سوال (۷): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعد ختم صبح کاذب کے صبح صادق کے شروع میں دیر لگتی ہے یا ساتھ ہی ساتھ صبح صادق ہو جاتی ہے، بعض مولوی کہتے ہیں کہ بعد گذرنے وختم صبح کاذب اتنی دیر بعد صبح صادق ہوتی ہے کہ جتنی دیر میں ۵۰-۶۰/ آیات پڑھی جائیں، کون قول صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صبح کاذب اور صبح صادق کی پہچان میں علماء نے بڑی بحثیں کی ہیں، قریبی دور کے محقق عالم اور فقیہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ معتدل حالت میں خط استواء کے مقام پر صبح کاذب وصبح صادق کے درمیان کم از کم ۱۲/ منٹ کا فصل ہوتا ہے، اور دیگر مقامات پر عرض البلد اور طول البلد اور موسموں کے فرق کے اعتبار سے یہ مقدار اور زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ (تفصیل دیکھیں: رسالہ صبح صادق در احسن الفتاوی ۲/ ۱۶۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۱۰/ ۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نماز فجر طلوعِ آفتاب سے کتنی دیر پہلے ادا کی جائے؟

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فجر کی نماز آدھا گھنٹہ قبل سورج نکلنے سے پہلے ختم ہوجاتی ہے، امام صاحب گیارہ منٹ میں فجر کی نماز ختم کردیتے ہیں، یہاں تک کہ کچھ لوگ نماز میں مسبوق رہ جاتے ہیں، امام صاحب کہتے ہیں کہ ۴۰/۵۰ آیت لوٹایا جائے تو کیسے پورا ہوگا؟ جب کہ امام کے پیچھے مؤذن اونگھتا رہتا ہے اور قرآنِ پاک ۴۰/۵۰ آیت یاد بھی نہیں ہے، امام صاحب بھی کبھی ۴۰/۵۰ آیت خود نہیں پڑھتے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز فجر اسفار میں شروع کرکے سورج نکلنے سے اتنی دیر پہلے ختم کردیں کہ مسنون مقدار کے ساتھ نماز دہرائی جاسکے، یعنی اندازاً سورج نکلنے سے ۱۵؍ منٹ قبل نماز پوری ہوجائے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں امام صاحب کو مقتدیوں کی رعایت کرتے ہوئے قدرے تاخیر سے جماعت کرنی چاہئے؛ تاکہ سب کو بآسانی نماز مل سکے۔

والمستحب للرجال الابتداء في الفجر بإسفار والختم به هو المختار بحيث يرتل أربعين آية ثم يعيده بطهارة لو فسد. (درمختار مع الشامي ۲؍۲٤ زكريا)

يسفر بها بحيث لو ظهر فساد صلاته يمكنه أن يعيدها في الوقت بقراءة مستحبة. (البحر الرائق ۱؍٤٧۲، الفتاوى الهندية ۱؍۵۱، الفتاوى التاتارخانية ۲؍۹ رقم: ۱۵۰۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۲؍۶؍۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز فجر سورج نکلنے سے پہلے تک پڑھنا؟

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فجر کی جماعت ہونے کے بعد کچھ لوگ مسجد میں آئے اور اپنی الگ نماز پڑھنے لگے تو نماز فجر کے بعد

Marfat.com

سورج نکلنے سے پانچ منٹ قبل اسی دن کی فجر کی نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا سورج کے نکلنے کے بعد ادا کریں؟ یعنی یہ جو درمیان کا وقت ہے اس میں نماز فجر کی سنت اور فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ یا سورج کے نکلنے کے بعد ادا کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: فجر کی جماعت کے ختم ہونے کے بعد جب تک سورج نہ نکلے اس وقت تک فجر کی سنت اور فرض دونوں پڑھ سکتے ہیں؛ کیوں کہ فجر کا وقت سورج نکلنے تک باقی رہتا ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن للصلاة أولاً وآخراً وفي الطرف الأخير من الحديث: وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس. (سنن الترمذي، كتاب الصلاة / باب مواقيت الصلاة ۳۹/۱ رقم: ۱۵۱)

وقت صلاة الفجر ...... من أول طلوع الفجر الثاني ...... أي قبيل طلوع ذكاء. (درمختار مع الشامي ۳۵۹/۱ کراچی، شامي ۱٤/۲ زکریا)

وآخر وقتها قبيل طلوع الشمس أي الجزء الكائن قبيل طلوع الشمس من الزمان. (حلبي كبير ۲۷۷، النهر الفائق ۱۵۸/۱ بيروت، بحواله: فتاوىٰ محموديه ميرٹھ ۳۹/۹)

وآخر وقتها ما لم تطلع الشمس لحديث أمامة جبرئيل فإنه أم رسول الله صلى الله عليه وسلم في اليوم الثاني حين أسفر جداً وكادت الشمس تطلع. (هداية ۱٤۱/۱-۱٤۲ مكتبة البشرىٰ كراچی، والحديث أخرجه الترمذي بسند صحيح عن ابن عباس ۱۱۹/۱ رقم: ۱٤۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱۲/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

۱۵؍شعبان کو شب بیداری کرکے اول وقت فجر ادا کرنا؟

سوال (۱۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شعبان کی پندرہویں شب میں جاگنے اور ۱۵؍شعبان کا روزہ رکھنے کی وجہ سے مصلیان میں سے بہت سے حضرات نماز فجر کی ادائیگی کے لئے اذانِ فجر سے پہلے ہی مسجد میں آ جاتے ہیں اور ہر ایک کی خواہش اس دن یہ ہوتی ہے کہ اول وقت نماز فجر ادا کرلی جائے؛ لہٰذا اذانِ فجر کے دس پندرہ منٹ بعد جماعت فجر قائم کرلی جائے، تو لوگوں کو آرام کا موقع مل جاتا ہے، دریافت طلب بات یہ ہے کہ نماز فجر جلدی پڑھنے میں ازروئے شرع کوئی قباحت تو نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے؛ لہٰذا صبح صادق کے بعد فوراً جماعت پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں؛ البتہ احناف کے نزدیک عمومی حالات میں اسفار افضل ہے۔

عن رافع بن خديج رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر. (سنن الترمذي ١/٤٠)

أول وقت الفجر إذا طلع الفجر الثاني، وهو البياض المعترض في الأفق لحديث أمامة جبرئيل عليه السلام فإنه أم رسول الله صلى الله عليه وسلم فيها في اليوم الأول حين طلع الفجر. (هداية ١/١٤١ مكتبة البشرىٰ كراچي، والحديث أخرجه الترمذي عن ابن عباس بسند حسن صحيح ١/١١٩ رقم: ١٤٩)

ولأن في الإسفار تكثير الجماعة وفي التغليس تقليلها و ما يؤدي إلى تكثير الجماعة فهو أفضل. (المبسوط للسرخسي ١/١٤٦ دار الفكر بيروت)

لیکن اگر رمضان یا شعبان کی پندرہویں شب میں اسفار میں پڑھنے کی وجہ سے اکثر لوگ جماعت میں شرکت نہ کرسکیں، تو اول وقت میں ہی فجر پڑھنا بہتر ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱/۱۳۲)

Marfat.com

فأول وقت صلاة الفجر حين يطلع الفجر الثاني وآخره حين تطلع الشمس لما روى عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن للصلاة أولاً وآخراً وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر وآخره حين تطلع الشمس. (بدائع الصنائع ۱/۵ ۳۱ زکریا)

قال العلامة الكشميري: يستحب التغليس في الفجر والتعجيل في الظهر إذا اجتمع الناس ولعل هذا التغليس كان في رمضان خاصة، وهكذا ينبغي عندنا إذا اجتمع الناس وعليه العمل في دار العلوم بديوبند من عهد الأكابر. (فيض الباري ۲/ ۱۳۶، كذا في فتح الملهم ۳/ ۱۲۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رمضان میں نمازِ فجر کے لئے کب کھڑے ہوں؟

سوال (۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فجر کی نماز میں اذان کے بعد جماعت کے لئے کتنی دیر بعد کھڑا ہونا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فجر کی اذان کے بعد بھی رمضان المبارک میں اتنا توقف کرنا چاہئے کہ بآسانی لوگ ضروریات سے فارغ ہوکر مسجد میں جمع ہوجائیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲/ ۴۵)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال: واجعل بين أذانك وإقامتك قدر ما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه، والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته الخ. (سنن الترمذي رقم: ۱۹۵، مشكاة المصابيح رقم: ٦٤٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۹/۱۴۱۴ھ

Marfat.com

نماز فجر میں قعدۂ اخیرہ کے درمیان سورج نکل آیا؟

سوال (۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص تنہا فجر کی نماز پڑھ رہا ہے اور قعدہ اخیرہ میں ہے کہ سورج نکل آیا اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز فجر کے دوران اگر سلام پھیرنے سے قبل سورج نکل آیا تو وہ نماز باطل ہوجائے گی، بعد میں اس کی قضا لازم ہوگی۔

عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه يقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهانا أن نصلي حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع. (صحيح مسلم، الصلاة / باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها ۱/۲۷۶ رقم: ۸۳۱)

قوله: بخلاف الفجر أي فإنه لا يؤدي فجر يومه وقت الطلوع لأن وقت الفجر كلها كامل فوجبت كاملة فتبطل بطرو الطلوع الذي هو وقت الفساد. (شامي ۱/۳۷۳ كراچى، شامي، كتاب الصلاة ۲/۳۳ زكريا، البحر الرائق ۱/۲۵۱، بدائع الصنائع ۱/۳۲۷ كراچى)

• ولا يتصور أداء الفجر مع طلوع الشمس عندنا، حتى لو طلعت الشمس وهو في خلال الصلاة تفسد صلاته عندنا. (بدائع الصنائع، الصلاة / بيان الوقت المكروه ۱/۳۲۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۴/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلوعِ آفتاب کے وقت فجر کی نماز ادا کرنا؟

سوال (۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص فجر کی نماز کی نیت سے مسجد میں آیا تو دیکھا کہ جماعت ہوچکی ہے، اور مکروہ وقت بھی شروع ہوچکا ہے، یعنی آفتاب طلوع ہوچکا ہے، تو کیا یہ آدمی فجر کی نماز پڑھ سکتا ہے یا مکروہ وقت

Marfat.com

کے ختم ہو جانے کے بعد پڑھے گا؟ بعض حضرات مکروہ وقت میں بھی فجر کی نماز پڑھتے رہتے ہیں، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ اور بہتر طریقہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مکروہ وقت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا مکروہ وقت ختم ہونے کے بعد ہی نماز پڑھنا چاہئے، اور جو لوگ اس مکروہ وقت میں نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز صحیح نہیں ہوتی ہے، انہیں مسئلہ بتا دینا چاہئے۔

عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه قال: ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أو أن نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب. (صحيح مسلم، الصلاة / باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها ۲۷٦/۱ رقم: ۸۳۱ بيت الأفكار)

ولا يتصور أداء الفجر مع طلوع الشمس عندنا، حتى لو طلعت الشمس وهو في خلال الصلاة تفسد صلاته عندنا. (بدائع الصنائع، لصلاة / بيان الوقت المكروه ۳۲۹/۱ زكريا)

الأوقات المكروهة أولها عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع. (طحطاوي على مراقي الفلاح ۱٤۹ مصري)

كره تحريمًا صلاة مطلقاً مع شروق. (درمختار مع الشامي ۳۷۰/۱ كراچی)

لا تجوز الصلاة عند طلوع الشمس حتى ترتفع. (هدايه ۸٤/۱، مجمع الأنهر ۱۱۰/۱ بيروت، البحر الرائق ۲٤۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۹/۷/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سورج نکلتے وقت اعلان کو منع کرنے کی علت؟

سوال (۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: آج کل عموماً شہروں اور دیہاتوں میں یہ رواج زور پکڑتا جارہا ہے کہ سورج نکلنے کے وقت مساجد سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ: ’’اب نماز کا وقت نہیں رہا ۱۵؍منٹ کے بعد قضا نماز پڑھیں‘‘۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح کے اعلان شرعاً درست ہے یا نہیں، فقہ اسلامی اس سلسلہ میں کیا رائے دیتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورج نکلنے کے وقت اس طرح اعلان کرنا شریعت میں ثابت نہیں ہے؛ بلکہ فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی عام آدمی مکروہ وقت میں نماز پڑھ رہا ہو تو اسے نہ روکا جائے؛ اس لئے کہ اس وقت روکنے سے بعد میں وہ بالکل چھوڑ دے گا؛ لہٰذا چھوڑنے کے بجائے پڑھ لینا ہی بہتر ہے، اس لئے کہ بعض علماء کے نزدیک اس وقت بھی نماز درست ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

سئل عن شمس الأئمة الحلواني عن قوم كسالى عادتهم الصلاة وقت طلوع الشمس أيمنعون من ذلك؟ قال: لا؛ لأنهم لو منعوا لا يصلون بعد ذلك. (الفتاوى التاتارخانية ۲/ ۱۵، رقم: ۱۵۱۸ زكريا)

(شمس الائمہ حلوانی سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ جو سستی کرتے ہوں ان کی عادت طلوعِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ہو کیا انہیں نماز سے روکا جائے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ’’نہیں؛ کیوں کہ اگر انہیں روک دیا گیا تو وہ بعد میں نماز ہی نہ پڑھیں گے‘‘۔)

وفي القنية: كسالى العوام إذا صلوا الفجر وقت الطلوع لا ينكر عليهم؛ لأنهم لو منعوا يتركونها أصلاً ظاهراً، ولو صلوها تجوز عند أصحاب الحديث، والأداء الجائز عند البعض أولىٰ من الترك. (البحر الرائق ۱/ ۲۵۱، شامي ۱/ ۳۷۱ كراچی، ۲/ ۳۰-۳۱ زكريا)

(سستی کرنے والے لوگ اگر سورج نکلتے وقت فجر کی نماز پڑھیں تو انہیں نہ روکا جائے اس لئے کہ انہیں روک دیا تو وہ نماز ہی نہ پڑھیں گے اور اگر پڑھ لیں تو بعض اصحاب حدیث کے

Marfat.com

نزدیک ان کی نماز درست ہوجائے گی؛ لہٰذا بعض علماء کے نزدیک جائز نماز پڑھنا بالکل نہ پڑھنے سے اولیٰ ہے)

بریں بنا اس اعلان کی رسم کو ختم کرنا چاہئے اور ہر آدمی کو خود خیال رکھتے ہوئے صحیح وقت پر نماز کی ادائیگی کی کوشش کرنی چاہئے، یہ اعلان اس لئے بھی قابلِ ترک ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پورا معاشرہ ہی قضاءِ صلوٰۃ کے جرم کا مرتکب ہورہا ہے، جس کے لئے اعلان کی ضرورت پڑ رہی ہے، نیز اس میں غیر لازم کو لازم سمجھنے کی خرابی بھی موجود ہے جس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۲/۲۴ھ

مسجدوں میں طلوعِ آفتاب کا اعلان کرنا؟

سوال (۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''ندائے شاہی'' ماہ جولائی صفحہ ۴۰ پر مساجد سے سورج نکلنے کے وقت کا اعلان کے تحت ''سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، جب کہ حدیث وفقہ میں اس وقت نماز کا ممنوع ہونا ثابت ہے، جیسا کہ درج ذیل دلائل سے پتہ چلتا ہے:

حديث (۱): لاصلاة بعد الصبح ثم حتى ترتفع الشمس. (۲): صل صلاة الصبح ثم اقصر عن الصلاة حين تطلع الشمس حتى ترتفع فإنها تطلع حين تطلع بين قرني الشيطان حينئذ ليسجد لها الكفار. (۳) وفي رواية: قال إذا طلع حاجب الشمس فدعوا الصلاة حتى تبرز. (مشكوٰة المصابيح / باب أوقات النهي ۹٤/۱)

فقه: ولو طلعت الشمس في خلال الفجر تفسد صلاة الفجر. ذخيره

(حاشيه بهشتى زيور أشرفى ۱۲/۲)

لہٰذا اگلے شمارہ میں براہِ کرم اس کی وضاحت فرمائیں، چوں کہ عموماً یہ بھی دیکھا جارہا ہے کہ یہ اعلان مستورات کے لئے مددگار ہوتا ہے، جن کے پاس نہ گھڑی ہے نہ وقت کا اندازہ اور معلومات؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورج نکلتے وقت نماز کی ممانعت سے متعلق جو احادیث آپ نے لکھی ہیں وہ سب درمعمول بہا ہیں، اور حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق اس وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے، چناں چہ اس سلسلہ کی مزید تصریحات درج ذیل ہیں:

عن عقبة بن عامر الجهني رضي اللّٰه عنه قال: ثلاث ساعات كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أو أن نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب. (صحيح مسلم، الصلاة / باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها ۲۷٦/۱ رقم: ۸۳۱ بيت الأفكار)

بخلاف الفجر، وفي الشامية: أن الأوقات المكروهة نوعان: الأول الشروق والغروب والاستواء، فالنوع الأول: لا ينعقد فيه شيء من الصلوات إذا شرع بها فيه. (درمختار مع الشامي ۳۷۳/۱ كراچی، شامي ۳٤/۲ زكريا)

ولا يتصور أداء الفجر مع طلوع الشمس عندنا، حتى لو طلعت الشمس وهو في خلال الصلوٰة تفسد صلاته عندنا. (بدائع الصنائع ۳۲۹/۱)

الأوقات المكروهة أولها عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع. (طحطاوي على مراقي الفلاح ۱٤۹ مصري)

كره تحريما صلاة مطلقا مع شروق. (در مختار مع الشامي ۳۷۰/۱ كراچی)

لا تجوز الصلاة عند طلوع الشمس حتى ترتفع. (هداية ۸٤/۱، مجمع الأنهر بيروت ۱۱۰/۱، البحر الرائق ۲٤۹/۱)

لیکن چوں کہ ہماری فقہی کتابوں میں لکھا ہے کہ عام آدمی اگر اس وقت نماز پڑھ رہا ہو تو اسے روکا نہ جائے، اسی لئے گذشتہ جواب میں طلوع کے اعلان کی رسم کو نامناسب قرار دیا گیا تھا،

Marfat.com

اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ اس وقت نماز پڑھنا جائز ہے یا اس وقت حنفیہ کے نزدیک نماز درست ہو جاتی ہے۔

لہٰذا یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں کرلی جائے کہ سورج نکلتے وقت نماز کا صحیح نہ ہونا الگ مسئلہ ہے، اور سورج نکلنے کا اعلان کرنا الگ معاملہ ہے، ایک کو دوسرے سے نہ جوڑا جائے۔ اور اعلان کی ممانعت کی علت صرف یہی نہیں ہے کہ عوام بعد میں (اشراق کے وقت) نماز ہی نہ پڑھیں گے؛ بلکہ ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام ﷺ اور سلف صالحین ؒ کے زمانہ میں جب کہ گھڑی گھنٹے رائج نہ ہونے کی بنا پر اس کے اعلان کی زیادہ ضرورت تھی کہیں اس اعلان کے اہتمام کا ثبوت نہیں ملتا، تو آج جب کہ کوئی گھر گھڑی اور وقت کا اندازہ لگانے والے اسباب سے خالی نہیں ہے بدرجہ اولیٰ اس طرح کے اعلان کی ضرورت نہ ہونی چاہئے۔

اور رہ گیا مستورات وغیرہ کا اوقاتِ نماز سے لاعلم رہنے کا مسئلہ، تو یہ ان کی کوتاہی اور دین کے بارے میں لاپرواہی کی دلیل ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ گھروں میں دینی ماحول بنا کر اوقاتِ نماز کا خاص اہتمام رکھا جائے اگر عورتیں اہتمام نہیں کرسکتیں تو گھر کے مردوں کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو وقت کے اندر نماز پڑھنے کا پابند بنائیں۔

وكره صلاة مطلقاً مع شروق إلا العوام فلا يمنعون من فعلها؛ لأنهم يتركونها، والأداء الجائز عند البعض أولىٰ من الترك. (شامي مع الدر ۱/۱ ۳۷ كراچی، شامي ۲/ ۳۰-۳۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۲/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلوعِ آفتاب کا اعلان کرنا یا لال اور ہری بتی جلانا؟

سوال (۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طلوع آفتاب کا اعلان کرنا جس سے پورے محلہ والوں کو علم ہوجائے، شرعاً کیسا ہے؟ کتبِ فقہیہ کے حوالہ سے اس کی شرعی حیثیت واضح فرمادیں، طلوع کے وقت لال بتی بیس منٹ کے بعد

Marfat.com

ہری بتی جلانا کیسا ہے، اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مکروہ وقت کا اعلان کرنے میں یہ اندیشہ پایا جاتا ہے کہ جو عام آدمی اس وقت نماز پڑھنے کو تیار تھے، وہ مکروہ وقت کا اعلان سن کر دوسرے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے اور فرض کو بالکل ترک کردیں گے، حالاں کہ کسی بھی طرح پڑھ لینا نہ پڑھنے سے بہتر ہے؛ اس لئے فقہاء نے عوام کو ایسے وقت نماز پڑھنے سے روکنے سے منع فرمایا ہے، نیز اعلان کرنے اور بتی جلانے کا حکم یکساں ہے، ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ عمل اکابر واسلاف سے ثابت نہیں ہے۔

مع شروق إلا العوام فلا يمنعون من فعلها؛ لأنهم يتركونها والأداء الجائز عند البعض أولىٰ من الترك، كما في القنية. (درمختار ۱/۳۷۱ کراچی)

سئل عن شمس الأئمة الحلواني عن قوم كسالى عادتهم الصلاة وقت طلوع الشمس أيمنعون من ذلك؟ قال: لا؛ لأنهم لو منعوا لا يصلون بعد ذلك. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۱۵، رقم: ۱۵۱۸ زكريا)

وفي القنية: كسالى العوام إذا صلوا الفجر وقت الطلوع لا ينكر عليهم لأنهم لو منعوا يتركونها أصلاً ظاهراً ولو صلوها تجوز عند أصحاب الحديث والأداء الجائز عند البعض أولىٰ من الترك. (البحر الرائق ۱/۲۵۱، شامي ۱/۳۷۱ كراچی، شامي ۲/۳۰-۳۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۴/۱۴۱۶ھ

فرض نماز کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے فجر کی فوت شدہ سنتیں ادا کرنا؟

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: سعودی عرب میں فجر کی نماز جلدی ہو جاتی ہے، اشراق کے لئے کافی وقت ہوتا ہے، اگر کسی کی فجر کی سنتیں رہ جائیں تو کب ادا کرے؟ یہاں بعض لوگ نماز کے فوراً بعد ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ فجر کی فرض نماز کے بعد کسی طرح کی نفل یا سنت پڑھنا مکروہ ہے، جن بعض روایات سے فجر کی فرض نماز کے بعد فوت شدہ سنتوں کے پڑھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے وہ سب سنداً ضعیف ہیں، اس لئے صحیح روایات سے ثابت شدہ کراہت ان ضعیف اور غیر متصل روایات کی وجہ سے مرتفع نہیں ہوسکتی۔

اس بنا پر حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ فجر کی سنتیں اگر چھوٹ جائیں تو انہیں فرض کے بعد ادا نہ کیا جائے؛ بلکہ اگر چاہیں تو طلوعِ آفتاب کے بعد اشراق کے وقت پڑھ سکتے ہیں، جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

عن عطاء بن يزيد الليثي أنه سمع أبا سعيد الخدري رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا صلاة بعد صلاة العصر حتى تغرب الشمس ولا صلاة بعد صلاة الفجر حتى تطلع الشمس. (صحيح البخاري ۸۲/۱، رقم: ۵۸۶، صحيح مسلم رقم: ۸۲۷)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: سمعت غير واحد من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم منهم عمر بن الخطاب وكان من أحبهم إلى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلاة بعد الفجر حتى تطلع الشمس (صحيح البخاري ۸۲/۱، رقم ۵۸۱، سنن الترمذي ۴۵/۱، صحيح مسلم رقم: ۸۲۶)

عن محمد بن إبراهيم عن جده قيس رضي الله عنه قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فأقيمت الصلاة فصليت معه الصبح ثم انصرف النبي صلى

Marfat.com

الله عليه وسلم فوجدني أصلي، فقال: مهلا يا قيس! أصلاتان معا؟ قلت: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم! إني لم أكن ركعت ركعتي الفجر، قال: فلا إذن ...... وإسناد هذا الحديث ليس بمتصل. (سنن الترمذي ۹٦/۱)

وفي هامشه: وعند أبي حنيفة وأبي يوسف لا قضاء لسنة الفجر بعد الفوت لا قبل طلوع الشمس ولا بعدها؛ لأنه يبقى نفلاً مطلقاً؛ لأن السنة ما أداها رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولم يثبت أنه أداها في غير الوقت على الإنفراد وإنما قضاهما تبعا للفرض في ليلة التعريس، والنفل المطلق لا يقتضي بعد الصبح ولا بعد ارتفاعها. وقال محمد: أحب إلى أن يقضيها إلى وقت الزوال؛ لأنه صلى الله عليه وسلم قضاهما بعد إرتفاع الشمس غداة ليلة التعريس. (حاشية: سنن الترمذي ۹٦/۱)

وصورة ما حكى عنه رجل جاء إلى الإمام في صلاة الفجر وخاف أنه لو اشتغل بالسنة تفوته فجر بالجماعة قال: جاز له أن يدخل في صلاة الإمام ويترك السنة ويقضيها بعد ماطلعت الشمس عند محمدؒ. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱۸/۲)

ووقتان آخران يكره فيهما التطوع وهما: بعد طلوع الفجر إلى طلوع الشمس إلا ركعتي الفجر ......، ولو أفسد سنة الفجر قبل الفرض ثم قضاها بعد الفرض لا يجوز. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱٥/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱۱/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فجر کا وقت گزرنے پر آنکھ کھلی تو نماز فجر کس وقت ادا کرے؟

سوال (۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فجر کا وقت گذر جانے کے بعد وقت مکروہ کے اندر یا وقت مکروہ گذر جانے کے بعد آنکھ کھلی تو فجر کی نماز کس وقت نماز ادا کی جائے گی اور کس نیت سے؟ ادا کی نیت سے یا قضا کی نیت سے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں وقتِ مکروہ گذرنے کے بعد یعنی بوقتِ اشراق فجر کی نماز قضا کی نیت سے پڑھی جائے۔

عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه قال: ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أو أن نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب. (صحيح مسلم، الصلاة / باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها ١/٢٧٦ رقم: ٨٣١ بيت الأفكار)

ثلاث ساعات لا تجوز فيها المكتوبة الخ، إذا طلعت الشمس حتى ترتفع. (الفتاوى الهندية ١/٥٢)

لا تجوز الصلاة عند طلوع الشمس حتى ترتفع. (هداية ١/٨٤، مجمع الأنهر ١/١٠٠ بيروت، البحر الرائق ١/٢٤٩)

ثلاث أوقات لا يصح فيها شيء من الفرائض والواجبات التي لزمت في الذمة قبل دخولها أي الأوقات المكروهات أولها عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع و تبيض قدر رمح أو رمحين. (حاشية الطحطاوي على المراقي الفلاح ١٤٩، البحر الرائق ١/٢٤٩) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز اشراق کا وقت

سوال (۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اشراق کی نماز کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورج کے طلوع ہونے کے تقریباً ۱۵-۲۰ منٹ (مکروہ وقت گذر جانے) کے بعد اشراق کا وقت شروع ہوتا ہے۔

عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من صلى الفجر في جماعة ثم قعد بذكر اللّٰه حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة، قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم تامة تامة. (سنن الترمذي ۱/ ۱۳۰)

أولها عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع الشمس وتبيض قدر رمح أو رمحين. (طحطاوی علی المراقي ۱۰۰)

قال الطيبي: أي ثم صلى بعد أن ترتفع الشمس قدر رمح حتى يخرج وقت الكراهة، وهذه الصلاة تسمى صلاة الإشراق. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح ۲/ ۲٤)

ما دامت العين لا تحار فيها فهي في حكم الشروق. (شامي ۱/ ۲٤۸ نعمانية، طحطاوي على مراقي الفلاح ۱٤۹، فتاوىٰ قاضي خان ۱/ ۷٤) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/ ۷/ ۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

اشراق کی نماز کا وقت، رکعات اور مشروعیت

سوال (۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اشراق کی نماز کا وقت کیا ہے، اور اس کی کتنی رکعتیں ہیں؟ اس کا ثبوت شریعت میں ہے یا صوفیاء حضرات کی ایجاد کردہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز اشراق کا وقت طلوع آفتاب کے بعد تقریباً پندرہ

Marfat.com

بیں منٹ پر شروع ہوتا ہے اور نصف النہار تک رہتا ہے، مگر شروع میں پڑھنا افضل ہے، نماز اشراق کم از کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ چار رکعتیں ہیں، اور نماز اشراق صوفیاء حضرات کی ایجاد کردہ نہیں؛ بلکہ حدیث سے ثابت ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳/۴۶۷، فتاویٰ رحیمیہ ۴/۲۸۶، ایضاح المسائل ۴۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲/۱۰۲)

عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى الفجر في جماعة ثم قعد بذكر الله حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تامة تامة. (سنن الترمذي ۱/۱۳۰)

عن نعيم بن عمارة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: يقول الله عز وجل يا ابن آدم لا تعجزني من أربع ركعات في أول نهارك أكفاك آخره. (سنن أبي داؤد ۱/۱۸۳)

نماز اشراق کے ثبوت کے لئے فقہی جزئیات درج ذیل ہیں:

(ثم صلى ركعتين) ويقال لهما ركعتا الإشراق وهما غير سنة الضحى. (طحطاوي على مراقي الفلاح ۹٤)

أولها عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع الشمس وتبيض قدر رمح أو رمحين. (طحطاوي على المراقي ۱۰۰)

قال الطيبي: أي ثم صلى بعد أن ترتفع الشمس قدر رمح حتى يخرج وقت الكراهة وهذه الصلاة تسمى صلاة الإشراق. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح ۲/٢٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نماز چاشت کا وقت

سوال (۲۱): -کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چاشت کی نماز کا وقت کب تک رہتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چاشت کا وقت آفتاب طلوع ہونے سے زوال تک باقی رہتا ہے؛ لیکن افضل یہ ہے کہ ایک چوتھائی دن گذرنے کے بعد چاشت کی نماز پڑھی جائے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من صلی الضحی ثنتي عشرۃ رکعۃ بنی اللّٰہ لہ قصراً في الجنۃ من ذھب. (سنن الترمذي، أبواب الوتر / باب ما جاء في صلاۃ الضحی ۱۰۸/۱ رقم: ٤٧١)

وندب أربع فصاعداً في الضحیٰ من بعد الطلوع إلی الزوال ووقتھا المختار بعد ربع النھار. (درمختار، الصلاۃ / باب الوتر والنوافل / مطلب سنۃ الضحیٰ ٤٦٥/٢ زکریا، ٤٠٤/٢-٤٠٥ زکریا، صغیري ٢٠١)

وابتدأ من ارتفاع الشمس إلی قبیل زوالھا. (مراقي لفلاح ٢١٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چاشت کی نماز کا وقت

سوال (۲۲): -کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چاشت کی نماز کا وقت کیا ہے اور اس کی کتنی رکعتیں ہیں؟ اور اوابین کی کتنی رکعت ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چاشت کی نماز ایک چوتھائی دن گزرنے کے بعد پڑھنا افضل ہے، اور اس کا وقت ظہر کی نماز سے پہلے تک رہتا ہے، کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ

Marfat.com

رکعت اس نیت سے پڑھنا مستحب ہے۔

وندب أربع فصاعدا في الضحى من بعد الطلوع إلى الزوال، ووقتها المختار بعد ربع النهار، وفي المنية: أقلها ركعتان وأكثرها اثنتا عشرة، وأوسطها ثمان وهو افضلها. (شامي ٢/٤٦٥ زكريا)

اور اوابین جو مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہے اس کی چھ رکعات ہیں۔

ويستحب ست بعد المغرب ليكتب من الأوابين. (شامي ٢/٤٥٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۲/۷/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز عیدین کا وقت

سوال (۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عیدین کی نماز کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کس وقت تک رہتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلوع آفتاب سے تقریباً ۲۰/منٹ بعد عیدین کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور نصف النہار عرفی یعنی زوال تک باقی رہتا ہے۔

أخرج أبو داؤد عن يزيد بن خمير الرحبي قال: خرج عبد اللّٰه بن بسر صاحب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مع الناس في يوم عيد فطر أو أضحى، فأنكر إبطاء الإمام، فقال: إنا كنّا قد فرغنا ساعتنا هٰذه وذٰلك حين التسبيح.

(سنن أبي داؤد، الصلاة / باب وقت الخروج إلى العيد ١/١٦١ رقم: ١١٣٥)

عن جندب رضي اللّٰه عنه قال: كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي بنا يوم الفطر، والشمس على قيد رمحين، والأضحى على قيد رمح. (إعلاء السنن /

Marfat.com

باب ما جاء في وقت صلاة العيدين ۸/٤ ۱۲۱)

وو قتها من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبله إلى الزوال فلو زالت الشمس وهو في أثنائها فسدت. (طحطاوي على الدر ۳٥٤/۱)

وابتداء وقت صلاة العيد من ارتفاع الشمس إلى قبيل زوالها. (طحطاوي على مراقي الفلاح ٤٣٦، شامي ۱۷٦/۲ كراچی، البحر الرائق ١٦٢/١، كنز الدقائق ٤٥، نور الإيضاح ١٢١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ظہر کا مستحب وقت

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ظہر کی نماز کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟ اور اداء ظہر کا مستحب وقت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زوال کے بعد سے سایۂ اصلی دو مثل ہونے تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے، البتہ گرمی کے زمانے میں ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے اور سردی میں اول وقت میں ادا کرنا مستحب ہے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أمّني جبريل عليه السلام عند البيت مرتين، فصلى بي الظهر حين زالت الشمس — إلى قوله — فلما كان الغد صلى بي الظهر حين كان ظله مثله وصلى بي العصر حين كان ظله مثليه. (سنن أبي دوٗد، الصلاة / باب في المواقيت ٥٦/١ رقم: ٣٩٣ دار الفكر)

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: وإن آخر وقتها حين يدخل وقت العصر. (سنن الترمذي ٤٠/١)

Marfat.com

وأول وقت الظهر إذا زالت الشمس و آخر وقتها عند أبي حنيفةؒ إذا صار ظل كل شيء مثليه سوى فيء الزوال. (هداية ١/١ ٨، مكتبه بلال ديوبند ١/٧٧)

و وقت الظهر من زواله إلى بلوغ الظل مثليه وعنه مثله (درمختار) وتحته في الشامية: قوله عنه أي عن الإمام. (درمختار مع الشامي ١/٩ ١٣ كراچى، ٢/ ١٤ زكريا)

والظهر من الزوال إلى بلوغ الظل مثليه سوى الفيء. (كنز الدقائق على البحر الرائق ١/ ٢٤٤)

ويستحب الإبراد بالظهر في الصيف وتقديمه في الشتاء. (هداية ١/٢ ٨، مكتبه بلال ديوبند ١/٠ ٨، درمختار مع الشامي ٢/ ٢٤ زكريا، ٢/ ٢٣ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جمعہ کی ادائیگی کا مستحب وقت

سوال (۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جمعہ کی نماز کا مستحب وقت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جمعہ کا اصل وقت ظہر کے وقت کی طرح ہے، یعنی زوال کے بعد سے سایۂ اصلی دومثل ہونے تک؛ البتہ جمعہ کی نماز گرمی یا سردی ہر زمانہ میں اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي الجمعة حين تميل الشمس. (سنن الترمذي، الجمعة / باب ما جاء في وقت الجمعة ١/ ١١٢ رقم: ٥٠١، سنن أبي داؤد، الصلاة / باب وقت الجمعة ١/ ١٥٥ رقم: ١٠٨٤)

وجمعة كظهر...... (درمختار ٢/ ٢٥ زكريا، درمختار ٢/ ٢٤ بيروت)

Marfat.com

وقال الجمهور: ليس بمشروع (أي الإبراد) لأنها تقام بجمع عظيم فتأخيرها مفض إلى الحرج ولا كذلك الظهر. (شامي ۲/ ۲۵ زكريا، ۲/ ۲۴ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/ ۷/ ۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زوال کا وقت کب تک ہے؟ اور اس میں نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال (۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نصف النہار شرعی یعنی ضحوۂ کبریٰ جو آج ۲۵/ مارچ کو پٹنہ کے مطابق ۱۱/ بج کر ۱۶/ منٹ پر ہے، اور نصف النہار عرفی یعنی استواء شمس جو ۱۱/ بج کر ۵۴/ منٹ پر ہے، کیا ۱۱/ بج کر ۱۶/ منٹ سے ۱۱/ بج کر ۵۴/ منٹ تک وقت زوال ہے؟ اور اس وقت کے اندر کوئی نماز مثلاً عیدین نوافل اور جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق صرف نصف النہار عرفی یعنی استواء شمس (زوال) کے وقت نماز ممنوع ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ضحوۂ کبریٰ (نصف النہار شرعی) سے لے کر استواء شمس تک وقتِ زوال ہے، مگر یہ قول راجح نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۲/ ۱۳۷-۱۳۸)

عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه: ثلاثة أوقات نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نصلي فيها عند طلوع الشمس حتى ترتفع وعند زوالها حتى تزول وحين تضيف للغروب حتى تغرب. (صحيح مسلم ۱/ ۲۷۶ رقم: ۸۳۰)

وقد وقع في عبارات الفقهاء أن الوقت المكروه هو عند انتصاف النهار إلى أن تزول الشمس، ولا يخفى أن زوال الشمس إنما هو عقيب انتصاف النهار بلا فصل وفي هذا القدر من الزمان لا يمكن أداء صلاة فيه، فلعل المراد

Marfat.com

أنه لا تجوز الصلاة بحيث يقع جزء منها في هٰذا الزمان أو المراد بالنهار النهار الشرعي وهو من أول طلوع الصبح إلى غروب الشمس وعلى هٰذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به......، وفي القنية: واختلف في وقت الكراهة عند الزوال، فقيل من نصف النهار إلى الزوال لرواية أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم "أنه نهى عن الصلاة نصف النهار حتى تزول الشمس". قال ركن الدين الصباغي: وما أحسن هٰذا؛ لأن النهي عن الصلاة فيه يعتمد تصورها فيه، وعزا في القهستاني القول بأن المراد انتصاف النهار العرفي إلى أئمة ما وراء النهر، وبأن المراد انتصاف النهار الشرعي وهو الضحوة الكبرىٰ إلى الزوال إلى أئمة خوارزم. (شامي ۳۷۰/۱/۱ کراچی، ۳۱/۲ زکریا، طحطاوی علی المراقي ۱۰۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زوال کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟

سوال (۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زوال کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے کب ختم ہوتا ہے، اور کتنی دیر رہتا ہے، اور زوال کے وقت نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جب سورج بالکل بیچوں بیچ میں آجائے، تو اس کو عربی میں نصف النہار عرفی یا وقت زوال کہتے ہیں، اور یہ وقت مشکل سے ڈیڑھ دو منٹ کا ہوتا ہے؛ لیکن چوں کہ اس عین وقت کا مشاہدہ بہت دشوار ہے، اس لئے عام طور پر جنتریوں میں جو نصف النہار کا وقت لکھا جاتا ہے، اس سے پانچ منٹ پہلے اور پانچ منٹ بعد میں نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴۶/۲، فتاویٰ رحیمیہ ۲۸۴/۴، احسن الفتاویٰ ۱۳۷/۲-۱۳۸)

Marfat.com

ولا يخفى أن زوال الشمس إنما هو عقيب انتصاف النهار بلا فصل، وفي هذا القدر من الزمان لا يمكن أداء صلاة فيه، فلعل المراد أنه لا تجوز الصلاة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان، أو المراد بالنهار هو النهار الشرعي وهو من أول طلوع الصبح إلى غروب الشمس، وعلىٰ هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به. (شامي ۱/ ۳۷۱ کراچی، شامي ۲/ ۳۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/ ۷/ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جمعہ کے دن استواءِ شمس کے وقت نفل پڑھنا؟

سوال (۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کے روز استواء شمس کے وقت نوافل مثلاً صلوۃ التسبیح وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جمعہ کے روز استواء شمس کے وقت نفل نماز پڑھنا ناجائز ہے، اس سلسلہ میں حکم شرعی کیا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مفتی بہ قول کے مطابق استواء شمس یعنی زوال کے وقت کوئی بھی نفل پڑھنا ممنوع ہے، حضرت امام ابو یوسفؒ سے جمعہ کے روز اس وقت نماز پڑھنے کے جواز کا قول منقول ہے، مگر وہ مفتی بہ نہیں ہے۔

لا تجوز الصلاة عند طلوع الشمس، ولا عند قيامها في الظهيرة، ولا عند غروبها لحديث عقبة بن عامر رضي الله عنه: "ثلث أوقات نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نصلي فيها، وأن نقبر فيها موتانا: عند طلوع الشمس حتى ترتفع، وعند زوالها حتى تزول، وحين تضيف للغروب حتى تغرب" والحديث بإطلاقه حجة على الشافعي في تخصيص الفرائض وبمكة في حق

Marfat.com

النوافل، وعلى أبي يوسف في إباحة النفل يوم الجمعة وقت الزوال. (فتح القدير ۱/۲۳۴-۲۳۵ زكريا، والحديث أخرجه مسلم ۱/۲۷۶ رقم: ۸۳۰)

وكره تحريما صلوة مطلقاً مع شروق واستواء إلا يوم الجمعة على قول الثاني المصحح المعتمد كذا في الاشباه، لكن اعترض بأن المتون والشروح على خلافه وانتصروا لقول الإمام، وأجابوا عن الحديث المذكور بأحاديث النهي عن الصلاة وقت الإستواء فإنها محرمة. (شامي ۲/۳۱ زكريا)

ولو صلاها في وقت مكروه لايجوز فلا تنعقد عند طلوع الشمس مالم ترتفع قدر رمح، وعند إستواء ها إلى أن تزول. (غنية قديم ٦٢، فتاوى دار العلوم ۲/۶۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۲/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عصر کا مستحب وقت

سوال (۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز عصر کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟ اور اس کی ادائیگی کا مستحب وقت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ظہر کا وقت ختم ہوتے ہی عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور غروبِ آفتاب تک باقی رہتا ہے، عصر کا مستحب وقت سورج میں تغیر آنے سے پہلے تک رہتا ہے، خواہ گرمی کا موسم ہو یا سردی کا؛ اور سورج میں تغیر آنے کے بعد عصر کا مکروہ وقت شروع ہوجاتا ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: وإن أول وقت العصر حين يدخل وقتها، وإن آخر وقتها حين تصفر الشمس. (سنن الترمذي ۱/۴۰)

Marfat.com

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أمّني جبريل عليه السلام عند البيت مرتين، فصلى بي الظهر حين زالت الشمس – إلى قوله – فلما كان الغد صلى بي الظهر حين كان ظله مثله وصلى بي العصر حين كان ظله مثليه. (سنن أبي داؤد، الصلاة، باب في المواقيت ۱/۵٦ رقم: ۳۹۳ دار الفكر)

أول وقت العصر إذا خرج وقت الظهر على القولين و آخر وقتها ما لم تغرب الشمس. (هداية ۱/۸۱، مكتبه بلال ديوبند ۱/۷۸، درمختار ۲/۱٦ زكريا، درمختار ۲/۱٦ بيروت)

ويستحب تاخير العصر ما لم تتغير الشمس في الصيف والشتاء. (هداية ۱/۸۳، مكتبه بلال ديوبند ۱/۷۸، درمختار ۲/۲٦ زكريا، درمختار ۲/۲٤ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۵/۶/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مثلِ اول پر عصر کی اذان ونماز کا معمول بنانا؟

سوال (۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر میں ایک مسجد ہے جس میں اکثر عصر کی نماز کی اذان وقت سے پہلے ہوتی ہے، اور جماعت بھی مہینہ میں اکثر دس یوم، تو وقت سے پہلے ہوتی ہوگی، اس مسجد میں تبلیغی جماعت بھی دو چار روز قیام کرتی ہے، اور شہر کے احباب بھی گشت کے دن عصر کی نماز جماعت سے پڑھتے ہیں، تو وہاں جماعت کا قیام اور اور مقامی حضرات کا عصر کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا بعد میں نماز دوہرایا کریں یا وہی نماز ادا ہو جائے گی، اور کون سی دہرائیں جو نمازیں وقت پر پڑھیں، لیکن اذان وقت سے پہلے ہوئی یا وہ نماز جو وقت سے پہلے ہوئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کا راجح مذہب اگرچہ مثل ثانی کے بعد سے عصر کا وقت شروع ہونے کا ہے؛ لیکن حضرات صاحبینؒ، ائمہ ثلاثہؒ اور خود حنفیہ کے بہت سے فقہاء کے

Marfat.com

نزدیک مثل اول کے ختم پر عصر کی نماز پڑھنا درست ہے؛ لہٰذا کوشش تو یہی کرنی چاہئے کہ ایسی مسجد میں نماز پڑھی جائے جہاں عصر کی اذان اور جماعت مثلین کے بعد ہوتی ہو؛ لیکن اگر کسی ضرورت کی وجہ سے کسی ایسی مسجد میں نماز عصر پڑھی گئی ہے جہاں مثل اول کے ختم پر اذان وجماعت کا معمول ہے، تو اس نماز کو دہرانے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أمّني جبريل عليه السلام عند البيت مرتين، فصلى بي الظهر حين زالت الشمس – إلى قوله – فلما كان الغد صلى بي الظهر حين كان ظله مثله وصلى بي العصر حين كان ظله مثليه. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب في المواقيت ۵٦/۱ رقم: ۳۹۳ دار الفكر)

ووقت الظهر من زواله – إلى قوله – إلى بلوغ الظل مثليه، وعنه ومثله وهو قولهما، وزفر والأئمة الثلاثة، وفي الشامية: إن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل، وأن لا يصلي العصر حتى يبلغ المثلين. (شامي ۱٤/۲–۱۵ زكريا)

والأحسن ما في السراج عن شيخ الإسلام أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل وأن لا يصلي العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤديا للصلاتين في وقتهما بالإجماع. (شامي ۳۵۹/۱ كراچی، حلبي كبير ۲۲۷ لاهور)

وقت العصر من بلوغ الظل مثليه، والثانية رواية الحسن إذا صار ظل كل شيء مثله سوى الفيء وهو قولهما. (البحر الرائق ۲٤۵/۱)

قوله: إلى بلوغ مثليه هذا ظاهر الرواية عن الإمام، (نهاية) وهو الصحيح. (شامي ۳۵۹/۱ كراچی، المحيط البرهاني ٦/۲ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۷/۷/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مثلِ ثانی شروع ہونے سے پہلے عصر کی سنت پڑھنا؟

سوال (۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: پٹن والی مسجد مرادآباد میں عصر کی نماز اول وقت پر ہوتی ہے، اور جوں ہی وقت عصر شروع ہوتا ہے فوراً اذان ہوتی ہے، اور نماز کھڑی ہوجاتی ہے، آیا وقت عصر سے قبل عصر کی سنت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور یہ مسجد بازار میں واقع ہے، دوکاندار حضرات نماز ادا کرنے آتے ہیں، ان کی سہولیات کی بنا پر اول وقت میں تمام نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بہتر یہ ہے کہ اول وقت عصر کی اذان دے کر کم از کم ۵ ر منٹ وقفہ کے بعد جماعت کھڑی کی جائے؛ تاکہ سنت پڑھنے کے شوقین حضرات سنت ادا کرسکیں، اور اس حدیث پر عمل ہو جس میں اذان اور تکبیر کے درمیان نفل پڑھنے کا تذکرہ ہے، اگر یہ صورت نہ ہوسکے تو پھر چوں کہ عصر کا وقت حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت اور حضرات صاحبینؒ کے نزدیک مثل اول پر شروع ہوجاتا ہے، اس لئے جو حضرات مثلِ ثانی شروع ہونے سے پہلے عصر کی سنتیں پڑھیں گے، حضرات صاحبینؒ کے نزدیک یہ سنتیں عصر ہی کی سمجھی جائیں گی، اور شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ اوقات نفل کے لئے ممنوع نہیں ہیں۔

عن عبد اللّٰه بن معقل المزني رضي اللّٰه عنه إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: بين كل أذانين صلوة ثلاثاً لمن شاء. (صحيح البخاري ۸۷/۱، رقم: ٦٢٤)

ومنها الفصل فيما سوى المغرب بين الأذان والإقامة؛ لأن الإعلام المطلوب من كل واحد منهما لا يحصل إلا بالفصل، والفصل فيما سوى المغرب بالصلاة أو بالجلوس مسنون والوصل مكروه. (بدائع الصنائع ۳۷۱/۱ زكريا، ۱۵۰/۱ كراچی)

وفي العصر مقدار ما يصلي ركعتين يقرأ في ركعة نحو من عشر آيات.

(بدائع الصنائع ۳۷۱/۱ زكريا، ۱۵۰/۱ كراچی)

وعندهما إذا صار ظل كل شيء مثله. (فتح القدير ۲۲۰/۱ بيروت)

Marfat.com

فوقت جملتها وقت المكتوبات؛ لأنها توابع للمكتوبات فكانت تابعة في الوقت . (بدائع الصنائع ۳٦۲/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۱/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شافعی دائمی جنتری کے حساب سے ساڑھے تین بجے حنفی شخص کا عصر کی نماز پڑھنا؟

سوال (۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نقشہ دائمی جنتری میں وقت نماز عصر اگر شافعی یا اہلِ حدیث کے مسلک پر مثلاً ۳ ربجے اور عصر حنفی ۴ ربجے لکھا ہو، تو حنفی حضرات ساڑھے تین یا پونے چار بجے اذان کہہ سکتے ہیں، اس میں کیا گنجائش ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفی حضرات پر احتیاطاً ضروری ہے کہ وہ صورتِ مسئولہ میں ۴ ربجے کے بعد ہی عصر کی اذان دیں، اس سے پہلے اذان دینا مناسب نہ ہوگا، اتفاقاً اگر وقت سے پہلے اذان دے دی گئی تو وقت میں اس کا اعادہ ضروری معلوم نہیں ہوتا؛ کیوں کہ عصر کے وقت کی ابتداء میں حنفیہ کے یہاں بھی دو قول مشہور ہیں۔

ووقت الظهر من زواله – إلى قوله – إلى بلوغ الظل مثليه، وعنه و مثله وهو قولهما، وزفر والأئمة الثلاثة، وفي الشامية: إن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل، وأن لا يصلي العصر حتى يبلغ المثلين. (شامي ۱٤/۲-۱۵ زكريا)

تقديم الأذان على الوقت في غير الصبح لا يجوز اتفاقاً و كذا في الصبح عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ وإن قدم يعاد في الوقت. (الفتاوىٰ الهندية ۱/۵۳)

لو أذن قبل الوقت يعاد في دخول الوقت. (مجمع الأنهر ۱/۱۱٤ بيروت، درمختار

Marfat.com

مع الشامي ۲/ ۵۰۰ زکریا، البحر الرائق ۱/ ۲٦۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۰/ ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سجدۂ تلاوت، نماز جنازہ اور قضا نماز عصر کے بعد پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۳۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ اور قضاء نماز بعد نماز عصر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بعد نماز عصر سورج میں تغیر آنے سے پہلے تک سجدۂ تلاوت، نماز جنازہ اور قضا نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں، اور اگر اسی وقت سجدۂ تلاوت واجب ہوا یا جنازہ حاضر ہو تو قبل غروب بھی ادا کرنے کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲/ ۲۰٦)

عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه قال: ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أو أن نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب. (صحيح مسلم، الصلاة / باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها ۱/ ۲۷٦ رقم: ۸۳۱ بيت الأفكار)

فيجوز فيها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة ومنها ما بعد صلاة العصر قبل التغير. هكذا في النهاية والكفاية. (الفتاوى الهندية ۱/ ۵۳-۵٤)

ومنع عن الصلاة وسجدة التلاوة المتلوة في غير هذه الأوقات، و صلاة الجنازة حضرت قبلها لأن ما وجب كاملاً لا يتأدى بالناقص، وأما المتلوة أو الحاضرة فيها لا يكره أي تحريما؛ لأنها وجبت ناقصة أديت فيها كما وجبت. (سكب الأنهر على مجمع الأنهر ۱/ ۱۱۱، البحر الرائق ۱/ ۲۵۰)

Marfat.com

وكذا يشترط لها الوقت حتى لو تلاها أو سمعها في وقت غير مكروه فأداها في مكروه لا تجزيه؛ لأنها وجبت كاملةً إلا إذا تلاها في مكروه وسجدها فيه أو في مكروه اٰخر جاز؛ لأنه أداها كما وجبت. (شامي ۵۷۹/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۲/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حنفی شخص کا حرمین شریفین میں مثلِ اول پر نماز عصر پڑھنا؟

سوال (۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حرم میں عصر کی نماز سایہ اصلی ایک مثل ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے، جب کہ احناف کے نزدیک سایہ اصلی دو مثل ہونے کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، ایسی صورت میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے احناف کی عصر کی نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ بعض روایات سے معلوم ہوا کہ صاحبین کے نزدیک عصر کی نماز سایہ اصلی ایک مثل ہونے کے بعد پڑھی جاسکتی ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مثل اول پر عصر کی نماز حنفیہ میں سے صاحبینؒ کے مذہب پر درست ہے، بہت سے مشائخ احناف سے اس رائے کی ترجیح بھی منقول ہے؛ لہٰذا جماعت کی اہمیت اور حرمین شریفین میں اس کی فضیلت کے حصول کے لئے صاحبینؒ کے مذہب کو اختیار کیا جاتا ہے، اور اس وقت اکثر احناف کا اسی پر عمل ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱۴۵/۲)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أمّني جبريل عليه السلام عند البيت مرتين ......: وصلى بي الشمس حين كان ظله مثله ...... فلما كان الغد ...... صلى بي العصر حين كان ظله مثليه. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب في المواقيت ۵۶/۱ رقم: ۳۹۳ دار الفكر)

وقت العصر من بلوغ الظل مثليه، والثانية رواية الحسن إذا صار ظل كل شيء مثله سوى الفيء وهو قولهما. (البحر الرائق ۲۴۵/۱)

Marfat.com

ووقت الظهر من زواله ...... إلى بلوغ الظل مثليه، وعنه مثله، وهو قولهما وزفر والأئمة الثلاثة. قال الإمام الطحاوي: وبه نأخذ......الخ. (درمختار ۲/ ۱٤-۱۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۰/۲/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مغرب کا وقت

سوال (۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مغرب کی نماز کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟ اور مغرب کی نماز پڑھنے کا مستحب وقت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غروب شمس سے لے کر افق پر سے سفید روشنی کے غائب ہونے تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے، مغرب کی نماز اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے بلاعذر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

عن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضي اللّٰه عنه أنه قال: سئل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن وقت الصلاة، فقال – وفيه – ووقت صلاة المغرب إذا غابت الشمس ما لم يسقط الشفق. (صحيح مسلم، الصلاة / باب أوقات الصلوات الخمس ۲۲۳/۱ رقم: ٦۱۲ بيت الأفكار)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن للصلاة أولاً وآخراً –وفيه – وإن أول وقت المغرب حين تغرب الشمس، وإن آخر وقتها حين يغيب الشفق. (سنن الترمذي، الصلاة / باب ما جاء في مواقيت الصلاة عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ۳۹/۱ رقم: ۱٥۱)

وأول وقت المغرب إذا غربت الشمس وآخر وقتها ما لم يغب الشفق ثم الشفق هو البياض الذي في الأفق بعد الحمرة. (هداية ۸۱/۱، مكتبه بلال ديوبند ۷۸/۱)

Marfat.com

ووقت المغرب منه إلى غروب الشفق. (در مختار ۱۷/۲ زکریا، مجمع الأنهر ۱۰۵/۱ بیروت، الفتاوى الهندية ۵۱/۱)

ويستحب تعجيل المغرب؛ لأن تأخيرها مكروه. (هداية ۸۳/۱، مكتبه بلال دیوبند ۸۰/۱، درمختار ۲۷/۲ زکریا)

أما إذا كان في المغرب فالمستحب أن يفصل بسكتة يسكت قائما مقداراً بما يتمكن من قراءة آيات قصار. (الفتاوى الهندية ۵۷/۱، شامي ۳۸۹/۱ کراچی، مراقي الفلاح ۱۵۹ مصري)

وآخر وقت المغرب إلى اشتباك النجوم. (درمختار مع الشامي ۲۷/۲ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مغرب کا وقت انگریزی گھنٹہ کے حساب سے کب تک رہتا ہے؟

سوال (۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مغرب کا وقت انگریزی گھنٹہ کے اعتبار سے کب تک رہتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صاحبینؒ کے مذہب کے مطابق غروبِ آفتاب کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ اور امام صاحب کے نزدیک تقریباً سوا یا ڈیڑھ گھنٹہ مہینوں کے فرق کے اعتبار سے مغرب کا وقت رہتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۴۶/۱-۴۷)

عن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضي اللّٰه عنه أنه قال: سئل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن وقت الصلاة، فقال – وفيه – ووقت صلاة المغرب إذا غابت الشمس ما لم يسقط الشفق. (صحيح مسلم، الصلاة / باب أوقات الصلوات الخمس ۲۲۳/۱ رقم: ۶۱۲ بيت الأفكار)

Marfat.com

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن للصلاة أولاً وآخراً — وفيه — وإن أول وقت المغرب حين تغرب الشمس، وإن آخر وقتها حين يغيب الشفق. (سنن الترمذي، الصلاة / باب ما جاء في مواقيت الصلاة عن النبي صلى الله عليه وسلم ۳۹/۱ رقم: ۱۵۱)

وآخر وقت المغرب إلى اشتباك النجوم. (درمختار مع الشامي ۲۷/۲ زكريا)

ووقت المغرب منه إلى غروب الشفق. (شامي ۳۶۱/۱ كراچی، مجمع الأنهر ۱۰۵/۱، الفتاوى الهندية ۵۱/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۷/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مغرب کا آخری وقت کب تک رہتا ہے؟

سوال (۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مغرب ۔کے وقت کے متعلق بتائیں کہ اس کا وقت کب تک رہتا ہے، عوام الناس چوں کہ شفق احمر وشفق ابیض میں تمیز نہیں کر سکتے، بعض مولوی صاحب نے یہ کہا کہ اس کا وقت ابتداء عشاء تک رہتا ہے، اور بعض دوسرے نے اس کا جواب یہ دیا کہ مغرب کا ٹائم تقریباً صرف پون گھنٹہ رہتا ہے، غروب آفتاب کے بعد سے، اس کے بعد نہیں رہتا، پون گھنٹہ کے بعد اگر کوئی مغرب کی نماز پڑھے تو وہ نماز ادانہ ہوگی؛ بلکہ قضا شمار ہوگی، اس مسئلہ میں بھی کسی مولوی صاحب نے کوئی دلیل نہیں دی؛ اس لئے اس کا جواب مدلل تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عموماً غروبِ آفتاب اور شروعِ وقت عشاء کے درمیان کم وبیش سوا گھنٹہ سے ڈیڑھ گھنٹہ یا کچھ زائد کا وقفہ ہوتا ہے، یہ کمی بیشی موسموں کے فرق سے ہوتی رہتی ہے؛ اس لئے آپس میں بحث کرنے کے بجائے "معتبر دائمی تقویم کے حساب پر اعتماد ہونا

Marfat.com

چاہئے، اب بعض ایسی تقویم بھی چھپ گئی ہیں جن میں ہندوستان بھر کے اہم شہروں اور قصبات کے نماز کے اوقات یکجا کردئے گئے ہیں، اسے مطالعہ میں رکھیں۔

عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضي اللّٰہ عنہ أنہ قال: سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن وقت الصلاۃ، فقال – وفیہ – ووقت صلاۃ المغرب إذا غابت الشمس ما لم یسقط الشفق. (صحیح مسلم، الصلاۃ / باب أوقات الصلوات الخمس ۲۲۳/۱ رقم: ٦١٢ بیت الأفکار)

عن أبي ہریرۃ رضي اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إن للصلاۃ أولاً وآخراً – وفیہ – وإن أول وقت المغرب حین تغرب الشمس، وإن آخر وقتہا حین یغیب الشفق. (سنن لترمذي، الصلاۃ / باب ما جاء في مواقیت الصلاۃ عن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۳۹/۱ رقم: ۱۵۱)

ووقت المغرب منہ إلی غروب الشفق. (درمختار ۳٦١/۱ کراچی، درمختار ۱۷/۲ زکریا، مجمع الأنہر ۱۰۵/۱، الفتاویٰ الہندیۃ ۵۱/۱)

ووقت المغرب من غروبہا إلی مغیب الشفق، وہو البیاض الکائن في الأفق بعد الحمرۃ، وقالا: ہو الحمرۃ، قال ابن نجیم: إن الصحیح المفتیٰ بہ قول صاحب المذہب، لا قول صاحبیہ، واستفید منہ أنہ لا یفتی، ولا یعمل إلا بقول الإمام. (مجمع الأنہر ۱۰۵/۱، شامي ۳٦١/۱ کراچی، شامي ۱۷/۲ زکریا، الفتاویٰ الہندیۃ ۵۱/۱، مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۱٤۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۰/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رمضان میں مغرب کی اذان ونماز کے درمیان فاصلہ کتنا ہو؟

سوال (۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: رمضان المبارک میں مغرب کی اذان کے بعد نماز میں کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیر وجماعت کی خاطر رمضان المبارک میں مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان کم وبیش دس منٹ کا وقفہ دینا افضل ہے؛ تاکہ اس مبارک مہینہ میں سب لوگوں کو جماعت میں شرکت کا ثواب مل سکے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۵، اکابر کا رمضان ۴۲)

عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لبلال: واجعل بين أذانك وإقامتك قدر ما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه، والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته الخ. (سنن الترمذي رقم: ١٩٥، مشكاة المصابيح رقم: ٦٤٧)

ويفصل بين الأذان والإقامة لكراهة وصلهما لقوله عليه السلام لبلال: اجعل بين أذانك وإقامتك نفساً حتى يقضي المتوضئ حاجته في مهل، وحتى يفرغ الآكل من أكل طعامه في مهل بقدر ما يحضر الملازمون ...... ولأن المقصود بالأذان إعلام الناس بدخول الوقت ليتهيّؤا للصلاة بطهارة فيحضروا المسجد وبالوصل ينتفي هٰذا المقصود ...... الحاصل أن التاخير اليسير للإعانة على الخير غير مكروه. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / باب الأذان ١٥٩، تبيين الحقائق ٩٢/١ إمدادية ملتان)

وأخر المغرب إلى اشتباك النجوم أي كثرتها كره أي التاخير لا الفصل؛ لأنه مأمور به تحريمًا إلا بعذر كسفر، وكونه على أكل أي لكراهة الصلاة مع حضور طعام تميل إليه نفسه، ولحديث: إذا أقيمت الصلاة وحضر العشاء فأبدؤوا بالعشاء. (رواه الشيخان، درمختار مع الشامي ٢٧/٢-٢٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۹/۱۶ھ

Marfat.com

رمضان میں مغرب کی نماز قدرے تاخیر سے ادا کرنا؟

سوال (۳۹): -کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: افطاری کی مشغولیت کی وجہ سے رمضان المبارک میں اگر مغرب کی نماز میں دس پندرہ منٹ تاخیر ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ماہِ رمضان میں مغرب کی نماز دس، پندرہ منٹ تاخیر سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے (تاکہ روزہ دار حضرات اطمینان سے افطار سے فارغ ہوکر جماعت میں شریک ہوسکیں)

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال لبلال: إذا أذنت فترسّل، واجعل بين أذانک وإقامتک قدر ما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه.

قال الملا علي القاري تحت قوله: الشارب من شربه: قال ابن الملک: كأنه في المغرب لضيق وقته. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح / باب الأذان ۳۱۸/۲ تحت رقم: ٦٤٧ والحديث أخرجه الترمذي ۵۰/۱ رقم: ۱۹۵)

وأخر المغرب إلى اشتباک النجوم أي كثرتها كُره أي التاخير ...... تحريماً إلا بعذر كسفر وكونه على أكل (درمختار) وفي الشامي: واقتصر في الإمداد وغيره على ذكر الاستثناء في المغرب، وعبارته إلا من عذر، كسفر ومرض وحضور مائدة أو غيم. (شامي ۲۷/۲ زكريا، ۲۶/۲ بيروت، الفتاوى التاتارخانية ۱۱/۲ رقم: ۱۰۵۱ زكريا، فتح القدير ۳۳۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

مغرب کی اذان ونماز میں کتنا فاصلہ ہو؟

سوال (۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مغرب کی اذان سنتے ہی جو لوگ گھر سے چل دیتے ہیں، اکثر ان کو بھی تکبیر اولیٰ نہیں ملتی، اور اگر وضو کرنا پڑے تو ایک یا دو رکعت چلی جاتی ہیں، پھر مغرب کی اذان کا کیا مقصد ہے؟ جب کہ جمعہ وشہر کی چھٹی کے دن مسجدوں میں اکثر اتنے نمازی ہوتے ہیں کہ ان کو وضو کے لئے کھڑے ہوکر انتظار کرنا پڑتا ہے، ایسی حالت میں امام صاحب کے اوپر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عام حالات میں مغرب کی اَذان اور نماز میں جلدی کرنا مستحب ہے، اس استحباب کا لحاظ کرتے ہوئے قدرے تاخیر کی گنجائش ہے، جس کا اندازہ فقہاء نے تین چھوٹی آیتیں پڑھنے کے بقدر منقول ہے، اور نمازیوں کو اذان سے قبل نماز کی تیاری کرنی چاہئے؛ تاکہ کوئی فضیلت ترک نہ ہو۔

ويفصل بين الأذان والإقامة بقدر ما يحضر القوم الملازمون للصلاة للأمر به مع مراعاة الوقت المستحب، فلا يجوز التاخير عنه إلى المكروه مطلقاً.

(الطحطاوي على المراقي ۱۰۷)

وأما إذا كان في المغرب فالمستحب أن يفصل بسكتة يسكت قائما مقدار بما يتمكن من قراءة ثلاث آيات قصار. (الفتاوى الهندية ۱/۵۷، شامي ۱/۳۸۹ كراچى، مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۱۵۹ باب الأذان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۷/٦/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز مغرب میں کتنی تعجیل کی جائے؟

سوال (۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: نماز مغرب میں کتنی جلدی کا حکم ہے؟ مؤذن اذان دے کر صفوں تک بھی نہیں آپاتا کہ دوسرا شخص تکبیر شروع کر دیتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مغرب میں اذان ونماز میں قدرے فصل ہونا چاہئے، جس کا اندازہ فقہاء نے تین چھوٹی آیتیں پڑھنے سے لگایا ہے، اور اتنی جلدی کرنا کہ مؤذن صف تک بھی نہ پہنچنے پائے کہ تکبیر شروع کر دی جائے، یہ صحیح نہیں ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لبلال: إذا أذنت فترسّل، واجعل بین أذانک وإقامتک قدر ما یفرغ الآکل من أکلہ والشارب من شربہ.

قال الملا علي القاري تحت قولہ: الشارب من شربہ: قال ابن الملک: کأنہ في المغرب لضیق وقتہ. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح / باب الأذان ۲/۲۱۸ تحت رقم: ۶۴۷ والحدیث أخرجہ الترمذي ۱/۵۰ رقم: ۱۹۵)

إلا في المغرب فیسکت ثلاث آیات قصار، ویکرہ الوصل إجماعا.

(درمختار ۱/۳۸۹-۳۹۰ کراچی، درمختار ۲/۶۰ زکریا، الفتاوی الہندیۃ ۱/۵۷، مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۱۰۹ باب الأذان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۲/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عشاء کا مستحب وقت

سوال (۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عشاء کی نماز کا آخری وقت کب تک ہے؟ اور اس کا مستحب وقت کب تک رہتا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عشاء کا ابتدائی وقت سفید روشنی کے غائب ہونے سے شروع ہو کر صبح صادق کے طلوع تک رہتا ہے؛ البتہ نماز عشاء تہائی رات سے پہلے تک مؤخر کرنا مستحب ہے (جب کہ کوئی اور عارض مثلاً تقلیل جماعت کا اندیشہ نہ ہو) اور آدھی رات تک پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اور آدھی رات سے صبح صادق تک بلاعذر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن للصلاة أولاً وآخراً – وفيه – وإن أول وقت العشاء الآخرة حين يغيب الأفق، وإن آخر وقتها حين ينتصف الليل. (سنن الترمذي، كتاب الصلاة / باب ما جاء في مواقيت الصلاة عن النبي صلى الله عليه وسلم ۳۹/۱ رقم: ۱۵۱)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم أن يؤخروا العشاء إلى ثلث الليل أو نصفه. (سنن الترمذي، كتاب الصلاة / باب ما جاء في تاخير العشاء الآخرة ۴۲/۱ رقم: ۱۶۷)

ابتداء وقت العشاء والوتر منه أي من غروب الشفق إلى قبيل طلوع الصبح الصادق لإجماع السلف. (مراقي الفلاح ۹۵، درمختار مع الشامي ۱۸/۲ زكريا، ۱۸/۲-۱۷ بيروت، هداية ۸۲/۱)

ويستحب تاخير العشاء إلى ما قبل ثلث الليل وإلى نصف الأخير مكروه والتاخير إلى نصف الليل مباح. (درمختار مع الشامي ۲۵/۲ بيروت، ۲۶/۲ زكريا، هداية ۸۳/۱)

إن التاخير إلى نصف الليل ليس بمستحب، وقالوا: إنه مباح وإلى ما بعده مكروه. (البحر الرائق ۲۴۸/۱، شامي ۳۶۸/۱ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

وتر کا مستحب وقت

سوال (۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وتر کی نماز کا مستحب وقت کیا ہے؟ نیز وتر کی نماز عشاء کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے یا آخر رات تہجد کی نماز کے بعد پڑھنا بہتر ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وتر کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور صبح صادق کے طلوع تک رہتا ہے، جس شخص کو اخیر شب میں اپنے بیدار ہونے کا گمان غالب ہو، اس کے لئے اخیر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے، اور جس کو بیدار ہونے پر اعتماد نہ ہو اس کے لئے سونے سے پہلے وتر پڑھنا مستحب ہے۔

عن خارجة بن حذافة رضي اللّٰه عنه أنه قال: خرج علينا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: إن اللّٰه أمدكم بصلاة هي خير لكم من حمر النعم، الوتر جعله اللّٰه لكم فيما بين صلاة العشاء إلى أن يطلع الفجر. (سنن الترمذي، الوتر / باب ما جاء في فضل الوتر ۱۰۳/۱ رقم: ٤٥١)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: أمرني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن أوتر قبل أن أنام. (سنن الترمذي ۱۰۳/۱)

وأول وقت الوتر بعد العشاء وآخره ما لم يطلع الفجر. (درمختار مع الشامي ۱۸/۲ بيروت، ۱۸/۲ زكريا، هداية ۸۳/۱)

ووقت العشاء والوتر غروب الشفق إلى الصبح كذا في الكافي. (الفتاوىٰ الهندية ٥١/۱، البحر الرائق ۲٤٦/۱، شامي ۳٦۱/۱ كراچی)

أي وقت العشاء والوتر من غروب الشفق إلى طلوع الفجر، أما أوله فقد أجمعوا أنه يدخل بمغيب الشفق على اختلافهم في الشفق. (تبيين الحقائق للإمام الزيلعي

Marfat.com

۸۱/۱، درمختار مع الشامي ۳٦۱/۱ کراچی)

ویستحب في الوتر لمن یألف صلاة اللیل آخر اللیل فإن لم یثق بالإنتباه أوتر قبل النوم. (هدایة ۸٤/۱، درمختار مع الشامي ۲۸/۲ زکریا، ۲٦/۲ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وقت سے پہلے عشاء پڑھنا؟

سوال (۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے ملک کشمیر میں نماز عشاء کا وقت آٹھ بج کر تیس منٹ پر شروع ہوتا ہے اور وہاں کے لوگ پونے آٹھ بجے یا آٹھ بجے عشاء کی نماز پڑھ لیتے ہیں، کیا ان لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مقررہ وقت شروع ہونے سے پہلے عشاء کی نماز پڑھنے سے فریضۂ وقت ادا نہیں ہوگا؛ لہٰذا مقامی علماء اور ائمہ کو اس بارے میں اصلاح کی کوشش کرنی لازم ہے۔

قال الشامي بحثًا: ویکفي في ذٰلک النصوص الواردة بتعیین الأوقات من الأیات والأخبار. (شامي، کتاب الصلاة ٤٦/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۴/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صبح صادق سے پہلے عشاء کی نماز پڑھنا؟

سوال (۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر عشاء کی نماز بغیر پڑھے سوگئی اور بیچ رات میں یا فجر کے وقت سے پہلے اٹھ کر پڑھ لی، تو مجھے بتایا جائے کہ وہ نماز قضا ہوگی یا نہیں؟ نیت نماز عشاء قضا کی باندھی جائے گی یا جیسے نماز کی نیت ہوتی ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عشاء کا وقت صبح صادق تک ہے؛ لہٰذا فجر سے پہلے پڑھی گئی عشاء کی نماز وقت ہی میں پڑھی گئی ہے، وہ قضا نہیں ہوئی ہے، اس کی نیت بھی ادا نماز کی طرح کی جائے گی؛ لیکن بلا عذر قصداً اتنی تاخیر مکروہ ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم أن يؤخروا العشاء إلى ثلث الليل أو نصفه. (سنن الترمذي، كتاب الصلاة / باب ما جاء في تاخير العشاء الآخرة ۱/۲ ٤۲ رقم: ۱٦۷)

ووقت العشاء والوتر منه إلى الصبح. (درمختار مع الشامي ۲/ ۱۸ زكريا)

ابتداء وقت العشاء والوتر منه أي من غروب الشفق إلى قبيل طلوع الصبح الصادق لإجماع السلف. (مراقي الفلاح ۹۵، درمختار مع الشامي ۲/ ۱۸ زكريا، ۲/ ۱۸-۱۷ بيروت، هداية ۱/ ۸۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/ ۵/ ۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال (۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: درج ذیل تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے:

(۱) سورج طلوع ہونے سے اشراق کا وقت شروع ہونے تک، یعنی تقریباً ۱۵-۲۰ منٹ

(۲) زوال کے وقت، یعنی جنتریوں میں جو زوال (نصف النہار عرفی) کا وقت درج ہوتا ہے اس سے احتیاطاً پانچ منٹ پہلے اور پانچ منٹ بعد تک۔

Marfat.com

(۳) غروب شمس کے وقت، یعنی جب سورج ڈوبنے شروع ہوجائے، تو مکمل ڈوبنے تک نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔

عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه قال: ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أو أن نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب. (صحيح مسلم، الصلاة / باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها ۲۷٦/۱ رقم: ۸۳۱ بيت الأفكار)

الأوقات المكروهة: أولها: عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع وتبيض قدر رمح أو رمحين، والثاني: عند استوائها، والثالث: عند اصفرارها. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۱٤۹، شامي / مطلب يشترط العلم بدخول الوقت ۳۱/۲ زكريا، شامي ۲٤۸/۱ نعمانية)

ثلاث ساعات لا تجوز فيها المكتوبة ولا صلاة الجنازة ولا سجدة التلاوة إذا طلعت الشمس حتى ترتفع و عند الإنتصاف إلى أن تزول وعند احمرارها إلى أن تغيب. (الفتاوىٰ الهندية ٥۲/۱، هداية ۸٤/۱)

كره تحريماً صلاة مطلقًا مع شروق واستواء وغروب إلا عصر يومه. (درمختار مع الشامي / كتاب الصلاة ۳۷۰/۱ كراچی، ۳۰/۲-۳۲ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، الصلاة / الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلاة وتكره فيها ٥۲/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عصر کے بعد نفل نماز ادا کرنا؟

سوال (۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے شادی والے دن بشکریہ ازدواج بعد نماز عصر نماز پڑھنا چاہا، اسی وقت مسجد سے علماء کے

Marfat.com

ایک وفد کا خروج ہو رہا تھا، ان عالموں میں سے ایک عالم نے مڑ کر دیکھا کہ زید بعد نماز عصر نماز پڑھ رہا ہے، حالاں کہ بعد نماز عصر کسی بھی نماز کا جواز مسموع نہیں ہے، جب کہ انہیں علماء میں سے ایک عالم نے کہا کہ نہیں بھائی بعد نماز عصر اگر چہ نفل نماز کا پڑھنا غیر صحیح ہے؛ لیکن قضاء عمری بعد نماز عصر جائز ہے، جب کہ ان علماء کا مسئلہ بتاتے ہوئے یہ حال تھا کہ ان میں سے کسی کے پاس بھی کوئی دلیل موجود نہیں تھی، اور لڑنے مرنے کے لئے تیار تھے، اس لئے بے چارہ زید شک میں پڑ گیا اور نماز بھی نہ پڑھ سکا؛ لہٰذا احقر آپ سے عجز وانکساری کے ساتھ مذکورہ بالا مسئلہ کی مکمل ومدلل واقفیت چاہتا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عصر کے بعد کوئی نفل نماز پڑھنی جائز نہیں؛ البتہ یہ وقت فرض نمازوں کے لئے مکروہ نہیں، جس طرح عصر کی وقتیہ فرض نماز اس وقت میں پڑھی جاسکتی ہے، اسی طرح قضاء شدہ نمازیں بھی پڑھنے کی اجازت ہے، البتہ جب سورج پیلا پڑ جائے، تو وقتیہ نماز کے علاوہ کوئی نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: سمعت غير واحد من أصحاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، منهم عمر بن الخطاب، وكان من أحبهم إلي أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن الصلوة بعد الفجر حتى تطلع الشمس، وعن الصلاة بعد العصر حتى تغرب الشمس. (سنن الترمذي ١/٤٥)

وهو قول أكثر الفقهاء من أصحاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ومن بعدهم أنهم كرهوا الصلوة بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس، وبعد العصر حتى تغرب الشمس، وأما الصلوات الفوائت فلابأس أن تقضي بعد العصر وبعد الصبح. (سنن الترمذي ١/٤٥) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

Marfat.com

غروبِ شمس کے وقت یا اس سے کچھ پہلے اُسی دن کی عصر کی نماز؟

سوال (۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غروبِ شمس کے وقت یا اس سے کچھ پہلے اُسی دن کی عصر کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟ نیز اگر عصر کی نماز کے دوران سورج غروب ہوگیا تو نماز کا حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب سورج میں سرخی آجائے تو اگر کوئی شخص اُسی دن کی عصر کی نماز اس وقت پڑھ لے تو ادا ہو جائے گی؛ حتیٰ کہ اگر عصر کی نماز پڑھتے پڑھتے سورج غروب ہو جائے تو بھی عصر کی نماز صحیح ہو جائے گی، اعادہ لازم نہ ہوگا۔

إلا عصر يومه عند الغروب؛ لأن السبب هو الجزء القائم من الوقت، وإذا كان كذلك فقد أداها كما وجبت، بخلاف غيرها من الصلوات؛ لأنه وجبت كاملة فلا تتأدى بالناقص. (هداية ۸۵/۱، درمختار ۳۰/۲ بيروت، درمختار ۳۰/۲ زكريا، كنز الدقائق ۱۸/۱، شرح الوقاية ۱۳۱/۱).

وكره صلاة مطلقًا مع شروق واستواء وغروب إلا عصر يومه فلا يكره فعله. (شامي ۳۲/۲ زكريا، درمختار ۳۰/۲-۲۸ بيروت، نور الإيضاح ۵۹)

لكن يكره تاخيره إلى أن تتغير الشمس هكذا ذكر في الأصل، وفي القدوري: وذكر الطحاوي إلى أن مع هذا لو صلى جاز؛ لأنه صلى في الوقت. (الفتاوى التاتارخانية ۱۰/۲ رقم: ۱۵۰۸، ۱۳/۲ رقم: ۱۵۱۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلوعِ آفتاب کے وقت سجدۂ تلاوت؟

سوال (۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: طلوعِ آفتاب کے وقت سجدۂ تلاوت کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سجدۂ تلاوت مکروہ وقت میں تلاوت کی وجہ سے واجب ہوا ہو تو وقت مکروہ میں اس کا ادا کرنا کراہتِ تنزیہی کے ساتھ جائز ہے اور تاخیر افضل ہے، اور اگر وقتِ مکروہ سے پہلے واجب ہوا ہو، تو وقتِ مکروہ میں ادا کرنا جائز نہیں، اگر کرلیا تو اعادہ واجب ہوگا۔

فلو وجبتا فيها لم يكره فعلهما أي تحريما أفاد ثبوت الكراهة التنزيهية.

(درمختار مع الشامي ٣٥/٢ زكريا، ٣٢/٢ بيروت)

وكذا سجدة التلاوة فإنه إنما يكره في هذه الأوقات فيما إذا كانت التلاوة في غير هذه الأوقات أما لو تلا في وقت مكروه وسجدها فيه جاز من غير كراهة، وإذا تلا آية السجدة في هذه فالأفضل أن لا يسجد، ولو سجد جاز، ولا يعيد. (الفتاوى التاتارخانية ١٤/٢ رقم: ١٥١٧ زكريا، هداية ٨٥/١، الفتاوى الهندية ١٣٥/١)

ولا سجدة تلاوة؛ لأنها في معنى الصلاة...... والمراد بالنفي المذكور في ...... سجدة التلاوة الكراهة، حتى لو ...... تلا سجدة فيه، فسجدها: جاز؛ لأنها أديت ناقصة كما وجبت؛ إذا الوجوب ...... بالتلاوة. (هداية ٨٥/١، الهداية شرح بداية المبتدي ١٥٥/١، مكتبة البشرى كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صبح صادق اور فجر اور عصر کی نماز کے بعد قضا نماز پڑھنا؟

سوال (۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: الف:- صبح صادق کے بعد قضا نماز پڑھنا کیسا ہے؟

ب:- فجر کی نماز کے بعد قضا نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج:- عصر کی نماز کے بعد قضا نماز پڑھنا کیسا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: الف:- صبح صادق کے بعد قضا نماز پڑھنا شرعاً درست ہے۔

ومنها ما بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر. (الفتاوىٰ الهندية ۵۳/۱)

ب:- اور فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے تک قضا نماز پڑھنا جائز ہے۔

ومنها مابعد صلاة الفجر قبل طلوع الشمس. (الفتاوىٰ الهندية ۵۳/۱)

ج:- اسی طرح جب تک سورج میں زردی نہ آجائے اس وقت تک عصر کی نماز کے بعد قضا نماز پڑھنا بھی جائز ہے؛ لیکن سورج میں زردی آنے کے بعد سابقہ قضا نماز پڑھنا درست نہ ہوگا۔

ومنها ما بعد صلاة العصر قبل التغير. (الفتاوىٰ الهندية ۵۳/۱)

تسعة أوقات يجوز فيها قضاء الفائتة بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر، وبعد الفريضة قبل طلوع الشمس وبعد صلاة العصر قبل التغير، وبعد غروب الشمس قبل صلاة المغرب .... (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱۷/۲ رقم: ۱۵۲۶ زكريا)

البتہ ان اوقات میں نفل نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

ويكره أن يتنفل بعد الفجر حتى تطلع الشمس وبعد العصر حتى تغرب، ولا بأس بأن يصلي في هذين الوقتين الفوائت. (هداية، كتاب الصلاة ۸۶/۱)

ومنع عن الصلاة...... بعد صلاة العصر و الفجر لا عن قضاء فائتة و سجدة تلاوة. (مجمع الأنهر ۱۱۰/۱ بيروت، البحر الرائق ۲۴۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفر لہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان دیر سے ہونے کی وجہ سے جماعت میں وقت مقررہ سے تاخیر کرنا؟

سوال (۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: مثال کے طور پر اذان ہوتی ہے پونے پانچ بجے اور جماعت ہوتی ہے پانچ بجے، اب اگر کسی وجہ سے اذان میں دیر ہوجائے، یعنی اگر اذان چار بج کر ۵۵/ منٹ پر ہو، اب جماعت میں وقت کے حساب سے ۵/ منٹ باقی رہ گئے؛ لہٰذا امام صاحب جماعت کھڑی کرنے میں مقتدیوں کا انتظار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا پانچ بجے جماعت کھڑی کردی جائے، یا ۵/۱۰ منٹ انتظار کیا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ امید ہو کہ کچھ انتظار کرنے سے مزید نمازی آجائیں گے تو ان کی آمد کا انتظار کرنا مناسب ہے؛ اس لئے کہ جماعت کی کثرت شریعت میں مطلوب ہے، گھڑیوں کے اعتبار سے مقرر کیا گیا وقت ایسا ضروری نہیں کہ اس سے تجاوز کرنا جائز نہ ہو؛ بلکہ نمازیوں کی کثرت کا لحاظ کرنا چاہئے، اگرچہ وقتِ مقررہ سے کچھ دیر ہی ہوجائے، اور امام اگر قدرے انتظار کرتا ہے تو اسے برا بھلا نہ کہنا چاہئے؛ البتہ اگر سب مقتدی حاضر ہوجائیں تو اب تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲/۵۲، فتاویٰ محمودیہ ۹/۴۴۹ میرٹھ)

عن جابر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلالٍ: إذا أذنت فترسل، وإذا أقمت فاحدُر، واجعل ما بين أذانِک وإقامتِک قدر ما يفرغ الآكل من أكله، والشارب من شربه، والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة / باب الأذان ۲/۳۱۷ رقم: ٦٤٧ دار الكتب العلمية بيروت، سنن الترمذي ۱/۳۷۳ رقم: ۱۹۵)

فالحاصل أن التاخير القليل لإعانة أهل الخير غير مكروه. (شامي ۱/۴۹۵ کراچی، شامي ۲/۱۹۹ زكريا)

ينتظر المؤذن الناس ويقيم الضعيف المستعجل، ولا ينتظر رئيس المحلة وكبيرها كذا في معراج الدراية، وينبغي أن يؤذن في أول الوقت ويقيم في وسطه حتى يفرغ المتوضئ من وضوئه والمصلي من صلاته، والمعتصر من

Marfat.com

قضاء حاجته، كذا في التاتارخانية. (الفتاوىٰ الهندية ۱/۵۳ مصري) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جن علاقوں میں چھ مہینہ کا دن اور چھ مہینہ کی رات ہو، وہاں نماز کا وقت کیسے پہچانیں؟

سوال (۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ندائے شاہی کے مئی کے شمارہ میں صفحہ ۵۹ پر آپ نے لکھا ہے کہ جہاں چھ مہینہ دن اور چھ مہینہ رات ہوتی ہے، وہاں معتاد فرق کے ساتھ نماز پڑھے، میں پوچھتا ہوں کہ کیا وقت آنے سے پہلے کوئی نماز فرض ہوتی ہے؟ کیا وقت کا ہونا شرط نہیں ہے، جب وقت ہی نہیں آیا تو نماز کیا نفل ہوگی یا فرض؟ سوچ سمجھ کر جواب لکھیں، اگر بغیر وقت آئے نماز پڑھ سکتے ہیں تو نفل اور فرض میں کیا فرق رہ جائے گا؟ کیا وقت اور نماز لازم اور ملزوم شرط اور مشروط نہیں ہیں؟ تب تو مبیع نہ ہونے کی حالت میں بھی بیع وشراء جائز ہوجائے گی، تب تو باغ میں پھل آنے سے پہلے ہی بیچنا جائز ہوجائے گا؟ ہم تو آج تک یہی جانتے ہیں کہ وقت کا ہونا ضروری ہے، وقت نہیں تو نماز نہیں۔ مسئلہ کا صحیح حل فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ نماز کی فرضیت کے لئے وقت کا آنا شرط ہے؛ لیکن وقت کی تعیین کہاں اور کس طرح ہوگی؟ اس کے لئے ہمیں قرآن وحدیث سے علم حاصل کرنا ہوگا: عام حالات میں جن جگہوں پر دن رات عام معمول کے مطابق آتے جاتے ہیں، وہاں کے اوقات کی تعیین بعض علامات سے کی گئی ہے، مثلاً صبح صادق فجر کے لئے، زوال کے بعد ظہر کے لئے، غروب کے بعد مغرب کے لئے وغیرہ۔ اور ان اوقات وعلامات کا تعین احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

دوسرے وہ مقامات ہیں جہاں دن رات معتاد طریقہ پر نہیں رہتے، اُن میں نمازوں کے

Marfat.com

اوقات کی تعیین بھی نبی کریم علیہ السلام نے الگ انداز میں بیان فرمادی ہے، جس کا ثبوت اس روایت سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دجال کا تذکرہ فرما رہے تھے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ "وہ دنیا میں کتنے دن رہے گا"؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "وہ دنیا میں چالیس دن رہے گا، جس میں پہلا دن ایک سال کے برابر اور دوسرا دن ایک مہینہ کے برابر اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر اور بقیہ دن عام دنوں کے برابر ہوں گے"۔ تو اس پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ: "اے اللہ کے رسول! جو دن ایک سال کے برابر ہوگا، تو کیا اس میں ہمارے لئے ایک ہی دن کی نمازیں کافی ہوں گی"؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "نہیں؛ بلکہ اندازہ لگا کر نمازیں پڑھنا"۔ یعنی جتنا فاصلہ عام دنوں میں نمازوں کے درمیان رہتا تھا، اُسی فاصلہ کا حساب لگا کر اس لمبے دن میں نمازیں پڑھی جائیں گی، اور یہی فاصلہ کی ترتیب اپنی اپنی نمازوں کے لئے معین وقت کی حیثیت رکھے گی۔

حاصل یہ ہے کہ نمازوں کا معین وقت پر پڑھنا تو بہرحال ضروری ہے؛ لیکن وقت کی تعیین حالات اور جگہوں کے اعتبار سے الگ الگ ہے، اور ان سب چیزوں کا ثبوت احادیث شریفہ سے ہے۔

في الحديث: قلنا يا رسول الله! وما بعثه في الأرض، قال أربعين يوماً يوم كسنةٍ ويوم كشهرٍ ويوم كجمعةٍ وسائر أيامه كأيامكم، قال: قلنا يا رسول الله! أرأيت اليوم كالسنة أتكفينا فيه صلاة اليوم؟ قال: ولكن أقدروا له. (سنن الترمذي عن النواس بن سمعان الكلابي ٢/٤٨، سنن أبي داؤد ٢/٥٩٣، سنن ابن ماجة ٢٩٧، مشكوٰة المصابيح ٤٧٣)

وفي حاشية الترمذي: ولكن اقدروا له أي أقدروا له كل قدر يوم من أيامهم المعهودة وصلوا فيه صلاة كل يوم بقدر ساعاته. (حاشية سنن الترمذي ٢/٤٨)

بقي الكلام على معنى التقدير: والذي يظهر من عبارة الفيض أن المراد أنه يجب قضاء العشاء بأن يقدر أن الوقت أعني سبب الوجوب قد وجد ...... كما يقدر وجوده في أيام الدجال ...... ويحتمل أن المراد بالتقدير المذكور هو

Marfat.com

ما قاله الشافعية: من أنه يكون وقت العشاء في حقهم بقدر ما يغيب فيه الشفق في أقرب البلاد إليهم، والمعنىٰ الأول أظهر. (شامي ۳٦٢/۱ كراچی)

وفاقد وقتها كبلغار مكلف بهما فيقدر لهما، ولا ينوي القضاء لفقد وقت الأداء، به أفتى البرهان الكبير، واختاره الكمال، وتبعه ابن الشحنة في الغازة فصححه. وقيل: لا يكلف بهما لعدم سببهما، وبه جزم في الكنز والدر والملتقى، وبه أفتى البقالي و وافقه الحلواني والمرغيناني، ورجحه الشرنبلالي والحلبي. (شامي ٢٤٢/١ نعمانية، شامي، كتاب الصلاة / مطلب في فاقد وقت العشاء كأهل بُلغار ١٨/٢–٢٠ زكريا، البحر الرائق ٢٤٦/١، محمودیه ٨٠/٩ میرٹھ، منتخبات نظام الفتاویٰ ١٨١/١ ایفا پبلیکیشنز) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۲/۴/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اوقاتِ مکروہہ میں پڑھی گئی نماز کا حکم؟

سوال (۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اوقاتِ مکروہہ میں نماز پڑھنا منع ہے، اگر کوئی مکروہ اوقات میں نماز پڑھ لے تو کیا اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اوقاتِ مکروہہ (طلوع وغروب اور زوال) میں نماز پڑھنا منع ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص اِن اَوقات میں نفل نماز پڑھ لے تو اُس کی نماز کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے؛ لیکن اگر فرض یا واجب نماز پڑھے تو ادا نہیں ہوگی۔

وينعقد نفل بشروع فيها بكراهة التحريم، ولا ينعقد الفرض وما هو ملحق به كواجب لعينه كوتر وسجدة تلاوة وصلوة جنازة، وصح مع الكراهة تطوع بدأ به فيها، وقد يجاب بأن المراد أنه يصح أداء ه فيها، ويخرج به عن

Marfat.com

العهدة مع الكراهة. (شامی ۲/۳۴-۳۵ زکریا)

ثلاثة أوقات لا يصح فيها شيء من الفرائض والواجبات التي لزمت في الذمة قبل دخولها أي الأوقات المكروهة. (مراقي الفلاح ١٤٩ مصري)

عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه قال: نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نصلي على موتانا عند طلوع الشمس، أطلق الصلاة فشمل فرضها ونفلها؛ لأن الكل ممنوع فإن المكروه من قبيل الممنوع؛ لأنها تحريمية ...... فالتحريم في مقابلة الفرض في الرتبة وكراهة التحريم في رتبة الواجب والتنزيه في رتبة المندوب ...... فإن كانت الصلاة فرضا أو واجبة فهي غير صحيحة؛ لأنها لنقصان في الوقت بسبب الأداء فيه تشبيها بعبادة الكفار ...... وإن كانت الصلاة نفلاً فهي صحيحة مكروهة. (البحر الرائق ١/٢٤٩ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۴/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اَذان سے متعلق مسائل

اذان کی ابتداء

سوال (۵۴): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان کی ابتداء کب سے ہوئی اور اس کا پس منظر کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابتداء میں نماز کے لئے لوگ اندازے سے مسجد میں حاضر ہوجاتے تھے اور اس کے لئے کوئی اعلان نہیں کیا جاتا تھا۔ اس صورتِ حال میں بعض مرتبہ کافی انتظار کی زحمت بھی اٹھانی پڑتی تھی، اس لئے ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ گفتگو چلی کہ نماز کے وقت کے لئے کوئی علامت مقرر ہونی چاہئے، تو بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ عیسائیوں کی طرح ناقوس (چھوٹی لکڑی کو بڑی لکڑی پر مارکر آواز نکالنا) بجایا جائے، بعض نے مشورہ دیا کہ یہودیوں کی طرح سینگ بجایا جائے، بعض حضرات نے نماز کے وقت آگ جلانے کا مشورہ دیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ جب وقت ہوجائے تو کسی آدمی کو نماز کا اعلان کرنے کے لئے آبادی میں بھیج دیا جائے، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور کردیا گیا۔

عن نافع أن ابن عمر رضي اللّٰه عنه كان يقول: كان المسلمون حين قدموا المدينة يجتمعون فيتحينون الصلاة ليس ينادي لها، فتكلموا يوماً في ذلك، فقال بعضهم: اتخذوا ناقوساً مثل ناقوس النصارىٰ، وقال بعضهم: بل بوقاً مثل قرن اليهود، فقال عمر: أولا تبعثون رجلاً ينادي بالصلاة؟ فقال

Marfat.com

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یا بلال! قم فناد بالصلاۃ. (صحیح البخاري ٨٥،
فتح الباري ٢/ ٩٩ حدیث: ٦٠٤، صحیح مسلم ١/ ١٦٤، أوجز المسالك ١/ ١٧٢، دمشق ٢/ ٦)

اسی دوران ایک صحابی حضرت عبداللہ ابن زید ابن عبدربہ انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک شخص دوہرے کپڑے پہن کر اترا ہے اور اس نے ایک دیوار کے کنارے پر کھڑے ہوکر اذان کے یہ کلمات پکارے ہیں:

اللّٰہ أکبر، اللّٰہ أکبر، اللّٰہ أکبر، اللّٰہ أکبر، أشہد أن لا إلٰہ إلا اللّٰہ، أشہد أن لا إلٰہ إلا اللّٰہ، أشہد أن محمدا رسول اللّٰہ، أشہد أن محمدا رسول اللّٰہ، حيّ علی الصلوٰۃ، حيّ علی الصلوٰۃ، حيّ علی الفلاح، حيّ علی الفلاح، اللّٰہ أکبر، اللّٰہ أکبر، لا إلٰہ إلا اللّٰہ.

(ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی حاکم نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، آؤ نماز کی طرف، آؤ نماز کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)

جب یہ خواب حضرت عبداللہ نے حضور اکرم ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ خواب برحق ہے، لہٰذا تم ان کلمات کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سکھلاؤ ان کی آواز بلند ہے، وہ اذان دیں گے، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب اذان دینی شروع کی اور اس کی آواز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کانوں میں پڑی تو وہ جلدی جلدی اپنی چادر کو سنبھالتے ہوئے تشریف لائے، اور قسم کھا کر فرمایا کہ میں نے بھی بعینہٖ یہی خواب دیکھا ہے، نبی کریم ﷺ نے اس پر شکر کا اظہار فرمایا اور پھر اذان کا طریقہ امت میں رائج ہوگیا۔

فلما أصبحت أتیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فأخبرته بما رأیت، فقال: "إنها لرؤیا حق إن شاء اللّٰہ، فقم مع بلالٍ فألقِ علیه ما رأیت فلیؤذن به؛

Marfat.com

فإنه أندى صوتا منک"، فقمت مع بلال فجعلت ألقيه عليه ويؤذن به. قال: فسمع ذلک عمر بن الخطاب رضي الله عنه وهو في بيته، فخرج يجر رداءه، ويقول: والذي بعثک بالحق يا رسول الله لقد رأيت مثل ما رأى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "فلله الحمد". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة / باب كيف الأذان ١٠٦ رقم: ٤٩٩ دار الفكر بيروت، اسد الغابه ١٤٤/٣، طحاوی شريف ٧٩/١)

واضح رہے کہ اذان کی ابتداء کا مذکورہ واقعہ ۱ھ میں پیش آیا۔ (البدایہ والنہایہ ۲۴۵/۳ دار المعرفہ بیروت، أسد الغابہ ۴۳/۳ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَذان پڑھنے کا اجر وثواب

سوال (۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اَذان پڑھنے کی کیا فضیلت ہے؟ اور اس پر کیا اَجر وثواب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اَحادیثِ شریفہ میں اذان کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ ایک روایت میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اتنی ہی لمبی، چوڑی اس کے لئے مغفرت کا فیصلہ کیا جاتا ہے، اور جس تر یا خشک چیز تک وہ آواز پہنچتی ہے وہ سب اشیاء اس کے لئے قیامت میں خیر پر شہادت دیں گی"۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المؤذن يغفر له مدى صوته ويشهد له كل رطب ويابس و شاهد الصلاة يكتب له خمس وعشرون صلاة ويكفر عنه ما بينهما. (سنن أبي داؤد ٧٦/١)

Marfat.com

اور ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''اگر تمہیں اذان کی فضیلت اور خیر و برکت کا علم ہو جائے تو تم اذان دینے کے لئے قرعہ اندازی کرنے لگو گے۔یعنی ہر ایک اذان کا اتنا شوقین ہو جائے گا کہ اس تنازعہ کو ختم کرنے کے لئے قرعہ کی ضرورت پیش آئے گی''۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لو يعلم الناس ما في النداء والصف الأول ثم لا يجدون إلا أن يستهموا عليه لاستهموا. (صحيح البخاري، ۸٦/۱)

اور ایک حدیث میں مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''مؤذن حضرات میدانِ محشر میں سب سے لمبی گردن والے ہوں گے''۔

قال معاوية رضي الله عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: المؤذنون أطول الناس أعناقاً يوم القيامة. (صحيح مسلم ۱٦۷/۱)

اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے شارحین نے کہا ہے کہ وہ وفورِ شوق میں اللہ کی رحمت کی طرف بار بار گردنیں اٹھا کر دیکھ رہے ہوں گے اس لئے کہ انہیں زیادتیٔ ثواب کی امید ہوگی۔اور بعض علماء نے فرمایا کہ واقعۃً ان کی گردنیں اونچی کردی جائیں گی؛ تاکہ وہ گھٹن سے محفوظ رہیں، اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ لمبی گردن ہونے سے ان کی سرداری اور بزرگی مراد ہے۔

فقوله صلى الله عليه وسلم: "المؤذنون أطول الناس أعناقاً". فقيل معناه: أكثر الناس تشوقاً إلى رحمة الله؛ لأن المتشوق يطول عنقه لما يتطلع إليه، فمعناه كثرة ما يرونه من الثواب، وقال النضر بن شميل: إذا ألجم الناس العرق يوم القيامة طالت أعناقهم لئلا ينالهم ذلك الكرب والعرق، وقيل معناه: أنهم سادة ورؤساء والعرب تصف السادة بطول العنق. (شرح النووي على صحيح مسلم ۱٦۷/۱)

اور ایک روایت میں ہے کہ: ''چند حضرات میدانِ محشر میں ہر قسم کی ہولناکی سے محفوظ رہیں گے اور اُن کو اعزاز و اکرام کے ساتھ مشک کے ڈھیروں پر بٹھایا جائے گا، ان میں وہ مؤذن بھی ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پنج وقتہ نمازوں کی اذان دیا کرتے تھے''۔

Marfat.com

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة على كثبان المسک يوم القيامة لا يهولهم الفزع ولا يفزعون حين يفزع الناس ...... ورجل نادیٰ في كل يوم وليلة خمس صلوات يطلب وجه الله وما عنده. (رواه الطبراني في الكبير، كذا في الترغيب والترهيب للمنذري رقم: ۳۸۰)

نیز آنحضرتﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''جو شخص اخلاص کے ساتھ ۷؍سال تک نمازوں کے لئے اذان دے تو اس کے لئے جہنم سے بچاؤ کا پروانہ عطا کیا جاتا ہے''۔

عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أذن محتسباً سبع سنين كتب الله له براءة من النار. (سنن ابن ماجة رقم: ۷۲۷، سنن الترمذي رقم: ۲۰۶، مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح ۱۶۶/۲ اشرفي)

اور ابن ماجہ شریف کی ایک روایت میں ۱۲؍سال تک اذان دینے والے کو جنت میں داخلہ کی بشارت اور ہر اذان پر ۶۰؍نیکیاں اور ہر اقامت پر ۳۰؍نیکیاں ملنے کا وعدہ مذکور ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من أذن اثنتي عشرة سنة وجبت له الجنة وكتب له بتأذينه في كل يوم ستون حسنة، وبكل إقامة ثلاثون حسنة. (سنن ابن ماجة ۵۳ رقم: ۷۲۸)

اور سات سال اور بارہ سال میں توافق پیدا کرنے کے لئے بعض حضرات شارحین نے فرمایا کہ امت کی چوں کہ عموماً عمر ۷۰؍برس ہے اور عادۃً زیادہ سے زیادہ ۱۲۰؍سال ہے۔ اب اگر کسی نے ۷؍سال تک اذان دی تو ہر نیکی کے دس گنا ثواب کے اعتبار سے ۷۰؍سالہ زندگی والا شخص پوری زندگی میں اذان دینے والا شمار ہوگا، اور ۱۲؍سال اذان دینے والے کو ۱۲۰؍سال تک اذان دینے کا ثواب ملے گا۔

وقال الشيخ عبد الغني المجددي الدهلويؒ: ولا تعارض فيه بالحديث السابق؛ لأن الزيادة لا تنافي القلة، ويحتمل أن يراد بهما كثرة التأذين، فيحنئذ لا يكون العبرة بمفهوم العدد أو يكون الفرق بحسب إخلاص النية جدا ولغيرها،

Marfat.com

فمن أذن سبع سنين بالإخلاص الكامل كتب له براءة من النار، ومن ثبت نيته في الجملة تكون له في ثنتي عشرة سنة، والله أعلم. (إنجاح الحاجة حاشية سنن ابن ماجة ۵۳)

نیز یہ بھی مروی ہے کہ: ''مؤذن کو شہید فی سبیل اللہ کی طرح ثواب ملتا ہے اور دفن کے بعد اس کا جسم کیڑوں کی غذا نہیں بنتا''۔

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: المؤذن المحتسب كالشهيد المتشحط في دمه، إذا مات لم يدوَّدْ في قبره. (رواه الطبراني في الكبير، كذا في الترغيب والترهيب مكمل رقم: ۳۸۵، مرقاة المفاتيح ۴۲۸/۱ أشرفي)

انہیں فضائل کی وجہ سے حضرات صحابہ ﷺ سے منقول ہے کہ وہ تمنا کرتے تھے کہ کاش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کے اہل خاندان کو اذان دینے پر مامور کیا ہوتا؛ تاکہ وہ بھی اِن بشارت آمیز ارشادات کے مستحق قرار پاتے۔ (مجمع الزوائد ۳۲۶/۱)

چناں چہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: ''مجھے پابندی سے اذان دینے پر قدرت حاصل ہونا حج وعمرہ اور جہاد سے زیادہ پسند ہے''۔ اسی طرح کا مقولہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

عن سعد قال: لأن أقوى على الأذان أحب إلي من أن أحج وأعتمر وأجاهد. (مصنف ابن أبي شيبة ۳۷۱/۲ رقم: ۲۳۵۰)

وفي رواية عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه نحوه. (مصنف ابن أبي شيبة ۳۷۵/۲ رقم: ۲۳۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان کے وقت دعا کی قبولیت

سوال (۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: اذان کے وقت دعا مانگنے کی فضیلت کیا ہے؟ ہم نے سنا ہے کہ اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کے دوران جو دعا مانگی جاتی ہے وہ بارگاہِ خداوندی سے رد نہیں ہوتی، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''دو اوقات ایسے ہیں کہ ان میں بہت کم کسی کی دعا رد ہوتی ہے: (۱) اذان کے وقت کی دعا (۲) میدانِ کارزار میں عین جنگ کے وقت کی دعا''۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ''ان دو اوقات میں آسمان سے قبولیت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں''۔

عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه قال: ساعتان تفتح فيهما أبواب السماء، وقل داع ترد عليه دعوته: حضرة النداء بالصلاة والصف في سبيل الله. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ١/٤١٠ رقم: ١٩٣٩ بيروت)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''ام سلمہ تم مغرب کی اذان کے وقت یہ دعا پڑھا کرو: اَللّٰهُمَّ بِاسْتِقْبَالِ لَيْلِكَ وَاِدْبَارِ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتِ دُعَائِكَ وَحُضُوْرِ صَلَوَاتِكَ أَسْأَلُكَ أَنْ تَغْفِرَلِيْ''۔ (كتاب الدعا للطبراني ١٥٤)

یعنی ''اے اللہ! میں آپ کی رات کے آنے اور دن کے رخصت ہونے اور آپ کی طرف بلانے والے مؤذنوں کی آوازوں اور آپ کی عبادات کے وقت حاضر ہونے کے توسط سے آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ مجھے بخش دیجیے''۔

نیز اذان کے فوراً بعد کا وقت بھی قبولیت کا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: ''مؤذن کی اذان کا جواب دو پھر جو مانگو گے تمہیں عطا ہوگا''۔

Marfat.com

عن عبد اللّٰہ بن عمرو، أن رجلاً قال: یا رسول اللّٰہ: إن المؤذنین یفضلوننا فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: قل کما یقول المؤذن فإذا فرغت فسل تعطه. (رواہ الطبراني في کتاب الدعاء ۱۵٦ رقم: ٤٤٤ بیروت)

ویدعو عند فراغه بالوسیلة لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم (در مختار) أي بعد أن یصلي علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کما رواہ مسلم. (شامي / باب الأذان ۱/ ۳۷۰ کراچی، فتاویٰ دار العلوم ۲/ ۹۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مؤذن کیسے بنایا جائے؟

سوال (۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مؤذن کیسا ہونا چاہئے؟ اور اس کے اندر کن اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَحادیثِ شریفہ سے ثابت ہے کہ مؤذن ایسا شخص ہونا چاہئے جو باشرع، امانت ودیانت سے متصف اور تقویٰ وطہارت کے اعلیٰ معیار پر فائز ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بعض انصاری حضرات سے فرمایا کہ: ''تم اپنا مؤذن ایسے شخص کو مقرر کرنا جو تم میں سب سے افضل ہو''۔

عن صفوان بن سلیم رضي اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال لبني خطمة من الأنصار: یا بني خطمة اجعلوا مؤذنکم أفضکم في أنفسکم. (السنن الکبریٰ للبیهقي ۱/ ٦۲۷ رقم: ۲۰۰۱ بیروت)

ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ''امام ضامن ہے، اور مؤذن امین ہے، اللہ تعالیٰ امام کو سیدھی راہ پر گامزن فرمائے اور مؤذن کو دامن عفو میں جگہ مرحمت فرمائے''۔

Marfat.com

عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها أن النبي صلی الله عليه وسلم قال: الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن فأرشد الله الإمام وعفا عن المؤذن. (السنن الكبریٰ للبيهقي ٦٢٦/١ رقم: ١٩٩٧ بيروت)

قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ ہم امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہم سے پوچھا کہ: ''تمہارے یہاں مؤذن کون لوگ ہیں''؟ ہم نے جواب دیا کہ زیادہ تر مؤذن یا تو غلام ہیں یا آزاد کردہ موالی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر افسوس کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''یہ تو تمہارے اندر بڑا نقص ہے، اذان تو اتنی شرافت کی چیز ہے کہ اگر مجھے خلافت کی مصروفیت نہ ہوتی تو میں پنج وقتہ نمازوں کے لئے اذان دیا کرتا''۔

عن قيس بن حازم قال: قدمنا على عمر بن الخطاب فسأل من مؤذنكم؟ فقلنا: عبيدنا وموالينا، فقال بيده هٰذا يقلبها عبيدنا وموالينا إن ذٰلكم بكم لنقص شديد لو أطقت الأذان مع الخليفة لأذنت. (السنن الكبریٰ للبيهقي ٦٢٧/١ حديث: ٢٠٠٢)

وفي الخلاصة: وينبغي أن يكون المؤذن رجلا عاقلاً صالحا تقياً عالماً بالسنة مواظبا على ذٰلك، وفي الكافي: والأولیٰ أن يتولى العلماء أمر الأذان، قال يعقوب: رأيت أبا حنيفة يؤذن في المغرب ويقيم ولا يجلس، فهٰذا يدل على أن الحق أن المفتي هو المؤذن. (الفتاویٰ لتاتارخانية ١٤٤/٢ رقم: ١٩٧٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان کا مسنون طریقہ

سوال (۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کے ہر کلمہ کو ایک سانس میں ادا کرنا اور ہر کلمہ

Marfat.com

کے آخر میں جزم کرنا مسنون ہے۔

عن جابر أن رسول اللّٰہ قال: لبلال: یا بلال! إذا أذنت فترسل. (سنن الترمذي ۱/۴۸ رقم: ۱۹۵)

ویسکن کلمات الأذان والإقامة في أذان حقیقةً وینوی الوقف في الإقامة لقول النبي صلی اللّٰه علیه وسلم: "الأذان جزم والإقامة جزم والتکبیر جزم". (مراقي الفلاح ۱۹۵)

ویترسل في الأذان بأن یفصل بین کلماته بالسکوت. (حلبی کبیر ۳۷۶)

ویترسل فیه بسکتة بین کل کلمتین، ویکره ترکه. (درمختار ۲/۵۱ زکریا)

قال: ویترسل في الأذان وفي الینابیع: الترسل: أن یقول: "اللّٰه أکبر اللّٰه أکبر" ویقف ثم یقول مرة آخر مثله، وکذلک یقف بین کلمتین إلی آخر الأذان. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲/۱۴۱ رقم: ۱۹۷۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان: واجب ہے یا سنت؟

سوال (۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان کی حیثیت شریعت مطہرہ میں کیا ہے، واجب ہے یا سنت؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں ہر فرض نماز کے لئے اذان واجب نہیں؛ بلکہ سنتِ مؤکدہ ہے، بلاعذر اذان کا ترک گناہ ہے۔

وهو سنة للرجال في مکان عال مؤکدة هي کالواجب في لحوق الإثم للفرائض الخمس في وقتها ولو قضاءً. (درمختار ۲/۴۹-۴۸ زکریا)

Marfat.com

وسن الأذان وكذا الإقامة سنة مؤكدة. (مراقي الفلاح ١٩٤ دار الكتاب)

وهو سنة مؤكدة هي كالواجب في لحوق الإثم للفرائض الخمس في وقتها. (درمختار ۳۸٤/۱ کراچی، ۴۸/۲ زکریا)

ومن جملة السنن الأذان، فنقول: الأذان من سنن الصلاة، وبعض المتأخرين قالوا: إنه واجب، والصحيح أنه سنة، وعليه عامة المشائخ إلا أنه سنة مؤكدة ثبت ذلک بفعل النبي صلى اللّٰه عليه وسلم و إجماع الصحابة رضي اللّٰه عنهم ومن بعدهم عليه، وروي عن أبي حنيفة: في قوم صلوا في مسجد بغير أذان ولا إقامة إنهم أخطؤا السنة، وفي الولوالجية: أنه أساؤا، وروى محمد أنه قال: إذا اجتمع أهل البلدة على ترک الأذان قاتلناهم، ولو ترک واحد ضربته وحبسته وکذلک سائر المسلمين. (الفتاوىٰ التاتارخانية ١٣٥/٢ رقم: ١٩٥٨ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

اذان کا مقصد

سوال (۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نمازِ مغرب میں اذان کی کیا ضرورت ہے جب کہ اذان سن کر فوراً گھر، دوکان چھوڑ کر مسجد پہنچنے والے کو بھی تکبیر اولیٰ نہیں ملتی، اور اگر اذان سن کر اس کو وضو کرنا ہے تو ایک دو رکعت بھی نکل جاتی ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان سے مقصود یہ ہے کہ جماعت کھڑی ہونے کے وقت کا علم ہو جائے، اس کی ضرورت ہر نماز میں ہے، خواہ مغرب کی ہو یا دیگر نمازیں، دوسری نمازوں میں چوں کہ وقت میں وسعت ہوتی ہے اور اذان کے بعد تاخیر سے کوئی کراہت لازم نہیں آتی، اس لئے اذان ونماز کے مابین کچھ فاصلہ رکھا جاتا ہے، اور مغرب میں تاخیر موجبِ کراہت ہے، اس لئے

Marfat.com

اذان کے کچھ وقفہ کے بعد ہی جماعت شروع کردی جاتی ہے، اس لئے نمازی کو چاہئے کہ وہ اذان سے قبل ہی وضو وغیرہ سے فارغ رہے؛ تاکہ اذان کے بعد فوراً جماعت میں شامل ہوسکے۔

معناه لغة: الإعلام، و شريعة: إعلام مخصوص، وركنه الألفاظ المخصوصة. (مراقي الفلاح ١٩٤ دار الكتاب)

فإن الأذان لغة: الإعلام. قال تعالىٰ: ﴿وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ أي الإعلام، وفي الشريعة: عبارة عن إعلام مخصوص في أوقات مخصوصة. (الفتاوىٰ التاتارخانية ١٣٥/٢ رقم: ١٩٥٧ زكريا)

والظاهر أن السنة فعل المغرب فوراً وبعده مباح إلى اشتباك النجوم فيكره بلا عذر. (شامي ٣٦٨/١ كراچی، شامي ٢٧/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۶/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا حضور اکرم ﷺ سے اذان پڑھنا ثابت ہے؟

سوال (۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی اذان دی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بذاتِ خود اذان دی ہے، چناں چہ علامہ رافعیؒ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ: ’’پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سفر میں زوالِ شمس کے بعد بنفس نفیس اذان دی، اور پھر اقامت بھی ارشاد فرمائی، اور پھر ظہر کی نماز ادا کی‘‘۔

اسی طرح کی روایات بعض دیگر کتابوں میں بھی ہیں، جس سے یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کبھار اذان واقامت کہی ہے۔

Marfat.com

اس کے برخلاف بہت سے شارحین حدیث کا رجحان اس جانب ہے کہ جن روایتوں سے بظاہر آپ کا اذان دینا معلوم ہوتا ہے وہ آپ کی طرف سے اذان کا حکم دینے پر محمول ہیں۔ تو غالباً ان حضرات کے پیش نظر "أذن بنفسه" والی روایات نہ رہی ہوں گی، جس کی وجہ سے انہوں نے مذکورہ توجیہ فرمائی۔

قال الرافعي: روى عقبة بن عامر رضي الله عنه قال: كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر، فلما زالت الشمس أذن بنفسه وأقام، وصلى الظهر. وقال السيوطي: ظفرت بحديث آخر مرسل، أخرجه سعيد بن منصور في سننه، قال: أذّن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرةً، فقال: حي على الفلاح، وهذه رواية لا تقبل التاويل، والله سبحانه تعالىٰ أعلم. (تقريرات الرافعي ٤٧/٢ زكريا، ونقل قول السيوطي في شرح الزرقاني على الموطأ / باب ما جاء في النداء للصلاة ٢٦٣/١ المكتبة الشاملة)

عن عقبة بن عامر رضي الله عنه قال: كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر، فلما طلع الفجر، أذن وأقام، ثم أقامني عن يمينه وقرأ بالمعوذتين، فلما انصرف، قال: كيف رأيت؟ قلت: قد رأيت يا رسول الله! قال: فاقرأ بهما كلما نمت وكلما قمت. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٦/٦ ١ دار الكتب العلمية بيروت)

قال الشامي: هل باشر النبي صلى الله عليه وسلم الأذان بنفسه؟ وقد أخرج الترمذي أنه عليه الصلاة والسلام أذّن في سفر وصلى بأصحابه وجزم به النووي وقواه، ولكن وجد في مسند أحمد من هذا الوجه "فأمر بلالاً فأذّن" فعلم أن في رواية الترمذي اختصاراً وأن معنى قوله أذن أمر بلالاً كما يقال أعطى الخليفة العالم الفلاني كذا وإنما باشر العطاء وغيره. (شامي ٤٠١/١ كراچی، شامي ٧١/٢ زكريا، عمدة القاري ١٠٧/٥، فتح الباري ١٠١/٢ بيروت، حاشية الترمذي ٥١/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/ ۱۲/ ۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اذان کے بعد لوگوں کو جگانے کے لئے گشت کرنا؟

سوال (۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص فجر کی اذان کے کچھ دیر بعد گلیوں کوچوں میں آواز دیتا پھرتا ہے کہ ''اٹھو بھائیو! نماز کے لئے چلو''، روزانہ پابندی کے ساتھ یہ عمل شرعاً کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ عمل فی الجملہ درست ہے؛ لیکن اسے واجب یا ضروری نہ سمجھا جائے۔

عن أبي بكرة رضي الله عنه قال: خرجت مع النبي صلى الله عليه وسلم لصلاة الصبح فكان لا يمر برجل إلا ناداه بالصلاة أو حركه برجله. (سنن أبي داؤد، الصلاة / تفريع أبواب صلاة السفر / باب: الاضطجاع بعدها ١٧٩/١ رقم: ١٢٦٤، مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح ٢٢٢/٣ رقم: ٦٥١)

ويثوب بين الأذان في الكل للكل بما تعارفوه إلا في المغرب، قال الشامي: قوله: في الكل: أي كل الصلوات لظهور التواني في الأمور الدينية، قال في العناية: أحدث المتأخرون التثويب بين الأذان والإقامة على حسب ما تعارفوه في جميع الصلوات سوى المغرب مع إبقاء الأول: يعني الأصل وهو تثويب الفجر وما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن. (درمختار مع الشامي، الصلاة / باب الأذان ٥٦/٢ زكريا)

قال في المراقي: ويثوب بعد الأذان في جميع الأوقات لظهور التواني في الأمور الدينية في الأصح، وتثويب كل بلد بحسب ما تعارفه أهلها كقوله أي المؤذن بعد الأذان الصلاة الصلاة يا مصلين قوموا إلى الصلاة. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ١٠٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۴/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اذانِ فجر کے بعد لوگوں کو گھر گھر جاکر جگانا؟

سوال (۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فجر کی اذان پڑھ دی اور سرکاری حکم کا اضافہ "الصلاة خير من النوم" کی صدا دے دی، کیا اتنا کافی ہے یا اذان دینے کے بعد گھر گھر جاکر دروازہ پر دستک دینا اور بلند آوازیں لگا کر جگانا درست ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صبح کی اذان میں "الصلاة خير من النوم" کے علاوہ اس طرح کے کسی اور لفظ کا اضافہ نہ کیا جائے؛ البتہ اگر محلہ کے لوگ نماز میں سستی کرتے ہوں اور مؤذن کی اذان سننے کے باوجود جماعت کے لئے مسجد میں نہ آتے ہوں تو خیر خواہی کی نیت سے گھر گھر جاکر نماز کے لئے جگانا اور انہیں مسجد کی طرف بلانا نہ صرف درست؛ بلکہ کارِ ثواب ہوگا۔

والتثويب حسن عند المتأخرين في كل صلاة ...... وهو رجوع المؤذن إلى الإعلام بالصلاة بين الأذان والإقامة وتثويب كل بلدة علىٰ ما تعارفوه. (الفتاوىٰ الهندية ۱/ ۵۶، درمختار مع الشامي، الصلاة / باب الأذان ۲/ ۵۶ زكريا، تبيين الحقائق ۱/ ۲۴۵ بيروت)

وأما المتأخرون فاستحسنوا التثويب في جميع الصلوات؛ لأن الناس قد ازداد بهم الغفلة، وقلما يقومون عند سماع الأذان فيستحسن التثويب للمبالغة في الإعلام، ومثل هذا يختلف باختلاف أحوال الناس. (المبسوط للسرخسي ۱/ ۲۷۴، البحر الرائق، باب الأذان ۱/ ۴۵۳ رشيدية، ۱/ ۲۶۰-۲۶۱ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۴/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کلماتِ اذان میں بے ترتیبی ہوجانے پر اذان دہرانا؟

سوال (۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: اذان کے کلمات میں بے ترتیبی ہوجائے مثلاً: أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه کے بجائے أشهد أن محمد رسول الله کہہ دیا یا حي علی الصلاة کی جگہ حي علی الفلاح کہہ دیا تو اذان ہوجائے گی یا دہرائی جائے گی؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پوری اذان دہرانے کی ضرورت نہیں، جو کلمہ چھوڑا ہے وہیں سے اذان پوری کرے، مثلاً: أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه کے بجائے أشهد أن محمداً رسول اللّٰه کہہ دیا تو أشهد أن لا إلٰه سے اخیر تک کلماتِ اذان کہے، اللہ اکبر سے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ولو قدم فيها مؤخراً أعاد ما تقدم فقط (درمختار) كما لو قدم الفلاح على الصلاة يعيده فقط أي لايستأنف الأذان من أوله. (شامي ۳۸۹/۱ کراچی، ۲/ ۵٦ زکریا)

ويرتب بين كلمات الأذان والإقامة كما شرع كذا في محيط السرخسي، وإذا قدم في أذانه أو في إقامته بعض الكلمات نحو أن يقول: أشهد أن محمد رسول اللّٰه قبل قوله أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، فالأفضل في هذا أن ما سبق على أوانه لا يعتد به حتى يعيده في أوانه وموضعه وإن مضى على ذلك جازت صلاته كذا في المحيط. (الفتاوى الهندية ۱/ ۵٦، كذا في الفتاوى التاتارخانية ۲/ ۱۳٦ رقم: ۱۹٦۳، ۲/ ۱٤۹ رقم: ۲۰۰۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۶/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان میں ''الصلوٰۃ خیر النوم'' چھوٹ گیا؟

سوال (۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر فجر کی اذان میں ''الصلوٰة خير من النوم'' چھوٹ جائے تو کیا اذان دوبارہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر فجر کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' چھوٹ جائے مگر فوراً اذان ختم ہونے سے پہلے یاد بھی آ جائے تو اس کلمہ کو کہہ لینا چاہئے، اور پھر بعد کے کلمات کو لوٹا لے؛ لیکن اگر اذان ختم کرنے کے بعد یاد آیا تو اب اذان مکمل ہوگئی، لوٹانے یا مذکورہ کلمہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عن الزهري قال: حدثني سعيد بن المسيب فذكر قصة عبد اللّٰه بن زيد ورؤياه إلى أن قام: ثم زاد بلال في التأذين "الصلاة خير من النوم"، وذلك أن بلالاً أتى بعد ما أذن التأذينة الأولى من صلاة الفجر ليؤذن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بالصلاة، فقيل له أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم نائم فأذن بلال بأعلى صوته "الصلاة خير من النوم" فأقرت في التأذين لصلاة الفجر. (السنن الكبرىٰ للإمام البيهقي، كتاب الصلاة / باب التثويب في أذان الصبح ۱/۶۲۳ رقم: ۱۹۸۳)

وبعد فلاح الفجر "الصلاة خير من النوم" مرتين. قوله: بعد فلاح الخ فيه ردّ على من يقول: إن محله بعد الأذان بتمامه وهو اختيار الفضلي، بحر عن المستصفىٰ. (درمختار مع الشامي ۲/ ۵۴ زكريا، احسن الفتاوىٰ ۲/ ۲۸۶)

وأذان الفجر في بلادنا: سبع عشر كلمة: خمس عشرة منها كلمات الأذان المعروف، وكلمتان قوله: "الصلاة خير من النوم". (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/ ۱۴۱ رقم: ۱۵۱۷۰ زكريا، احسن الفتاوىٰ ۲/ ۲۸۶)

ويزيد بعد فلاح أذان الفجر "الصلاة خير من النوم" مرتين لحديث بلال حيث ذكرها حين وجد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم نائمًا، فلما انتبه أخبره به فاستحسنه وقال: إجعله في أذانك. (البحر الرائق مع الكنز الدقائق ۱/ ۲۵۶ كوئٹه) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

Marfat.com

وقت سے پہلے اذان پڑھنے پر لوٹانا؟

سوال (٦٦): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان وقت سے (جونقشہ میں وقت لکھا ہے اس سے دو یا تین منٹ) پہلے پڑھ دی جائے تو وقت ہوجانے پر دوبارہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وقت سے پہلے اذان دی گئی ہے تو وقت ہوجانے پر اذان لوٹانی چاہئے۔

ووقته أوقات الصلاة أي أصلاً واستحباباً. (مراقي الفلاح ١٠٥)

لو أذن قبل الوقت يعاد في دخول الوقت. (مجمع الأنهر ١/١١٤ بيروت، شامي ٢/٥٠ زكريا، البحر الرائق ١/٢٦٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال؟

سوال (٦٧): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اسپیکر کا اذان کے لئے درج ذیل حالات میں استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۱) اکثر وبیشتر اذان ونماز کے درمیان اسپیکر کی خرابی سے خلل واقع ہوتا ہے۔

(۲) ایک قصبہ اور شہر کی متعدد قریب قریب مساجد کے اسپیکروں کی باہم آوازوں کے تصادم سے خلط ملط ہوتا رہتا ہے۔

(۳) بسا اوقات مسلک ومشرب کے اختلاف ہونے پر اور زیادہ نقصان ہوتا ہے۔

(۴) کئی مقامات پر غیر مسلم آبادیاں ہوتی ہیں جو کہ مکلف نہیں ہے، وہ بھی ان آوازوں کے زیر وبم سے پریشان ہوتی ہیں۔

Marfat.com

(۵) کچھ متعصب اور مسلم دشمن لوگ ان آوازوں کو اپنی تکلیف کا باعث ظاہر کرتے ہیں اور کئی جگہ اسپیکروں کے چلانے پر خوں ریزی ہو چکی اور ہو جانے کا شدید خدشہ ہے، جب کہ اگر نمازوں کے لئے اپنی اپنی مساجد کے محلوں میں اذانیں دی جائے تو کافی ہے، اور نمازوں کے اوقات متعینہ سب کو معلوم ہوتے ہیں، اور کچھ وجوہات وعلل واسباب اس طرح کے موجود ہیں۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ آیا مذکورہ بالا حالات کے نہ ہوتے ہوئے نفس اسپیکر کا استعمال شرعاً جائز ہے یا مکروہ؟ اور بغیر اسپیکر والی اذان اسپیکر والی اذان سے بہتر ہے یا برابر یا کم؟ مطلع فرمائیں، اسپیکروں کی صدائے بازگشت کے تصادم سے الفاظ کا بے معنی ہو جانا اور دوسروں کے لئے بیک وقت اذانوں کی آوازوں سے منتشر ہونا اور نزاع کا سبب بن جانا جیسے امور کی وجہ سے اسپیکر کے استعمال میں شرعاً قباحت ہوگی یا نہیں؟ اور مذکورہ بالا حالات وکیفیات میں اسپیکر پر اذان دینا کیا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اذان میں آواز کو بلند کرنا مطلوب ومقصود ہے، اسی مقصد سے لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا جاتا ہے؛ تاہم اس کا استعمال شرعاً لازم اور ضروری نہیں، پس جہاں ضرورت نہ ہو یا اور کوئی مانع درپیش ہو، جیسا کہ سوال نامے میں اشارہ کیا گیا ہے، تو وہاں اذان میں لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام ۵۵)

اور بہر حال ایسے معاملات میں جذباتیت کے بجائے حکمت وتدبر سے کام لینا بہتر ہے۔

عن عروة بن الزبير عن امرأة من بني النجار قالت: كان بيتي من أطول بيت حول المسجد، فكان بلال يؤذن عليه الفجر......الخ. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب الأذان فوق المنارة رقم: ٥١٩)

فيها أن يجهر بالأذان، فيرفع به صوته؛ لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به، ألا ترى أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لعبد الله بن زيد: علمه بلالاً؛ فإنه

Marfat.com

أندىٰ وأمد صوتا منك، ولهٰذا كان الأفضل أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران كالمئذنة ونحوها. (بدائع الصنائع، الصلاة / بيان سنن الأذان ١/ ٦٤٢ بيروت، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية ٢/ ١٣٨ رقم: ١٩٦٥ زكريا، البحر الرائق، الصلاة / باب الأذان ١/ ٢٥٥ كوئٹه)

وينبغي أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد ...... كذا في الخانية، والسنة أن يؤذن في موضع عال يكون أسمع لجيرانه ويرفع صوته ولا يجهد نفسه، كذا في البحر. (الفتاویٰ الهندية، الصلاة / الباب الثاني في الأذان، كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما ١/ ٥٥)

وفي عمدة القاري: ذكر ما يستفاد منه: فيه استحباب رفع الصوت بالأذان ليكثر من يشهد له ولو أذن على مكان مرتفع ليكون أبعد لذهاب الصوت وكان بلال رضي الله عنه يؤذن على بيت امرأة من بني نجار بيتها أطول حول البيت المسجد. (عمدة القاري ٥/ ١١٥)

وفي القنية: ويسن الأذان في موضع عال والأقامة في الأرض، وفي السراج: وينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران ويرفع صوته. (شامی، الصلاة / باب الأذان ١/ ٣٨٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۸/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حدودِ مسجد سے باہر اذان پڑھنا

سوال (٦٨): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے دائرہ صحن سے باہر وقتی نماز کے لئے اذان دینا کیسا ہے؟ اکثر مسجد اور مدرسہ کی چہار دیواری ایک ہی ہوتی ہے، مگر دائرۂ مسجد ومدرسہ الگ الگ ہوتے ہیں، مدرسہ کے دائرہ کے اندر سے ہی مائک سے اذان دے دی جائے تو وہ اذان معتبر ہوگی؟ مائک مسجد میں نہ رکھ کر مدرسہ میں رکھا جائے یہ کیسا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مدرسہ میں لاؤڈ اسپیکر رکھ کر اذان دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۲/۲۹۵)

عن عروة بن الزبير عن امرأة من بني النجار قالت: كان بيتي من أطول بيت حول المسجد، فكان بلال يؤذن عليه الفجر......الخ. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب الأذان فوق المنارة رقم: ۵۱۹)

وينبغي أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد ...... كذا في الخانية، والسنة أن يؤذن في موضع عال يكون أسمع لجيرانه ويرفع صوته ولا يجهد نفسه، كذا في البحر. (الفتاویٰ الهندية، ۱/۵۵، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية ۲/۱۳۸ رقم: ۱۹۶۵ زكريا، البحر الرائق، الصلاة / باب الأذان ۱/۲۵۵ كوئٹه، الدر المختار مع الشامي، الصلاة / باب الأذان ۱/۳۸۴ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱۱/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ میں جماعت کی نماز کے لئے اذان دینے سے وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوگا؟

سوال (۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ عربیہ رحمانیہ واقع محلّہ افغانان سہس پور ضلع بجنور جو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کا قائم کردہ ہے، اس مدرسہ سے مسجدیں دور دور ہیں؛ اس لئے ہم اساتذہ مدرسہ ہی میں نماز باجماعت ادا کرتے ہیں، محلّہ کی مساجد کی اذان کی آواز کماحقہ لاؤڈ اسپیکر سے آجاتی ہے؛ اس لئے اذان دیئے بغیر مدرسہ میں جماعت کی جاتی ہے، چوں کہ مدرسہ کے طلباء بھی نماز پڑھتے ہیں، اگر وہ طلباء مسجد میں جائیں، تو بچے تو شرارت کرتے ہی ہیں؛ اس لئے اس پر مسجد کے نمازیوں کو اعتراض

Marfat.com

ہوگا، اس وجہ سے مدرسہ ہی میں نماز پڑھتے ہیں، کبھی کبھی کچھ لوگ محلہ کے بھی شریک جماعت ہوجاتے ہیں، اگر اذان دی جائے تو مدرسہ مسجد کے حکم میں ہوجائے گا، جب کہ مدرسہ کی چھٹی کے ایام میں نماز نہیں ہوتی، مدرسہ بند رہتا ہے، آپ مہربانی فرما کر وضاحت فرمادیں کہ ہمیں مدرسہ میں نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے اذان دینا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مدرسہ میں جماعت کے لئے اذان ضروری نہیں ہے؛ اس لئے کہ محلّہ کی اذان کافی ہے؛ لیکن افضل اور مستحب یہ ہے کہ اذان دے کر جماعت سے نماز پڑھی جائے اور اس کے لئے لاؤڈ اسپیکر ضروری نہیں؛ بلکہ بلند آواز سے بغیر لاؤڈ اسپیکر کے اذان کافی ہے اور محض اذان دینے سے یہ مدرسہ مسجد کے حکم میں نہ ہوگا۔

فلا يكره تركهما إذ أذان الحي يكفيه (درمختار) لأن أذان المحلة وإقامتها كأذانه وإقامته؛ لأن المؤذن نائب أهل المصر كلهم كما يشير إليه ابن مسعود حين صلى بعلقمة والأسود بغير أذان ولا إقامة، حيث قال: أذان الحي يكفينا وقد علمت تصريح الكنز بِنُدْبه للمسافر وللمصلي في بيته في المصر، فالمقصود من كفاية أذان الحي نفي الكراهة المؤثمة. (شامي ۵۸/۲ بیروت، درمختار مع الشامي ٦٣/٢- ٦٤ زكريا)

وكره تركهما للمسافر لا لمصل في بيته في المصر، وندباً لهما. (كنز الدقائق على هامش البحر الرائق ٢٦٥/١، تبيين الحقائق ٢٥٠/١ بيروت، النهر الفائق ١٨٠/١ ملتان)

ويكره أداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامة، ولا يكره في البيوت والكروم وضياع القرئ؛ لأن أذان القرية والمصر أذان لهم، وإن أذنوا كان أولىٰ. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٥٢/٢ رقم: ٢٠٠٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱۰/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

مسجد کی حد میں اذان دینا؟

سوال (۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدودِ مسجد میں مائک رکھ کر اذان دینا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان میں اصل مقصود آواز بلند کرنا اور دور تک آواز پہنچانا ہے؛ لہٰذا جب لاؤڈ اسپیکر سے اذان دی جائے اور ہارن مسجد کے اوپر لگے ہوں، جیسا کہ عام معمول ہے، تو حدودِ مسجد میں مائک رکھ کر اذان دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور جن بعض فقہی عبارتوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ لکھا گیا ہے، وہ اس صورت میں ہے جب کہ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے اذان دی جارہی ہو، یا ایسی جگہ اذان دی جارہی ہو جس سے آواز دور نہ پہنچے۔

واعلم أن الأذان لا يكره في المسجد مطلقًا كما فهم بعضهم من بعض العبارات الفقهية وعمومه هٰذا الأذان؛ بل مقيدًا بما إذا كان المقصود إعلام ناس غير حاضرين كما في رد المحتار، وفي السراج: وينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران ويرفع صوته، ولا يجهد نفسه؛ لأنه يتضرر - إلى قوله - في الجلابي: أنه يؤذن في المسجد أو ما في حكمه لا في البعيد عنه. قال الشيخ: قوله في المسجد صريح في عدم كراهة الأذان في داخل المسجد وإنما هو خلاف الأولى إذا مست الحاجة إلى الإعلان البالغ وهو المراد بالكراهة المنقولة في بعض الكتب فافهم. (إعلاء السنن، أبواب الجمعة / باب التأذين عند الخطبة ۸۶/۸-۸۷ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱۱/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

خارجِ مسجد مائک رکھ کر اذان دینا؟

سوال (۷۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گاؤں میں ایک مسجد تعمیر ہوئی ہے، مسجد کے بالکل برابر نہ ہونے کی وجہ سے مائک اذان کو بیٹھک میں رکھ دیا گیا ہے، مگر ہارن مسجد کے مینار پر رکھے ہیں، تو اذان ہوسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریف احمد کی بیٹھک سے جہاں مائک رکھا ہوا ہے، اذان دینا درست ہے؛ اس لئے کہ اذان کا مقصد مسجد سے دور لوگوں تک آواز پہنچانا اور لوگوں کو نماز کی خبر دینا ہے، اور یہ مقصد اگر کسی قریبی جگہ سے حاصل ہو تو وہاں سے بھی اذان دینا بلاشبہ درست ہے۔

وينبغي أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد ...... كذا في الخانية، والسنة أن يؤذن في موضع عال يكون أسمع لجيرانه ويرفع صوته ولا يجهد نفسه، كذا في البحر. (الفتاوى الهندية ۱/۵۵، شامي ۲/۴۸ زكريا، البحر الرائق ۱/۲۵۵)

وفي عمدة القاري: ذكر ما يستفاد منه: فيه استحباب رفع الصوت بالأذان ليكثر من يشهد له ولو أذن على مكان مرتفع ليكون أبعد لذهاب الصوت وكان بلال ؓ يؤذن على بيت امرأة من بني نجار بيتها أطول حول البيت المسجد. (عمدة القاری ۵/۱۱۵، كذا في الشامي ۱/۳۸۷ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۴/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا اذان دیتے وقت کانوں میں انگلیاں ڈالنا لازم ہے؟

سوال (۷۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان دیتے وقت کانوں میں انگلیاں ڈالنے کا حکم کیسا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان دیتے وقت کان میں انگلی ڈالنا لازم تو نہیں؛ لیکن مستحب ہے، کیوں کہ اس کی وجہ سے آواز بلند ہوکر نکلتی ہے۔

أخرج ابن ماجة عن طريق عمار بن سعد أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أمر بلالاً أن يجعل إصبعيه في أذنيه، وقال: إنه أرفع لصوتك. (سنن ابن ماجة، أبواب الأذان والسنة فيها / باب السنة في الأذان ٢/١ ٥ رقم: ٧١٠ دار الفكر بيروت)

وأخرج البخاري تعليقاً: ويذكر عن بلال أنه جعل إصبعيه في أذنيه، وكان ابن عمر لا يجعل إصبعيه في أذنيه. (صحيح البخاري، كتاب الأذان رقم الباب: ١٩، ١/٨٨)

والأفضل للمؤذن أن يجعل إصبعيه في أذنيه، وإن ترك ذلك لم يضره. (الفتاوىٰ التاتارخانية ١٤١/٢ رقم: ١٩٧١ زكريا)

ويستحب أن يجعل إصبعيه في أذنيه، لقوله صلى اللّٰه عليه وسلم لبلال رضي اللّٰه عنه: "إجعل إصبعيك في أذنيك فإنه أرفع صوتك". (مراقي الفلاح ١٩٧، حلبي كبير ٣٧٥، مبسوط ١٣٠/١، الفتاوىٰ الهندية ٥٦/١)

ويجعل ندبًا إصبعيه في صماخ أذنيه، فأذانه بدونه حسن وبه أحسن. (درمختار مع الشامي ٣٨٨/١ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۶ھ

اگر مؤذن اذان کے وقت کان میں انگلیاں نہ ڈالے تو اذان درست ہوگی یا نہیں؟

سوال (۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا اذان دیتے وقت کانوں میں انگلیاں ڈالنا ضروری ہے، اگر کوئی مؤذن جہری الصوت ہو

Marfat.com

اور بغیر کان میں انگلی ڈالے اذان دے تو کیا کوئی کراہت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان دیتے وقت کان میں انگلی ڈالنا ضروری نہیں؛ بلکہ مستحب ہے؛ تاکہ اس سے آواز دور تک پہنچ جائے؛ لہٰذا اگر کوئی بلند آواز مؤذن بغیر کان میں انگلی ڈالے اذان دے دے، تو بھی اذان صحیح ہوجائے گی۔

أخرج ابن ماجة عن طريق عمار بن سعد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر بلالاً أن يجعل إصبعيه في أذنيه، وقال: إنه أرفع لصوتک. (سنن ابن ماجة، أبواب الأذان والسنة فيها / باب السنة في الأذان ۵۲/۱ رقم: ۷۱۰ دار الفكر بيروت)

ومنها أن يجعل إصبعيه في أذنيه وإن لم يفعل أجزأه لحصول أصل الأعلام بدونه. (بدائع الصنائع ۳۷۳/۱)

ويجعل ندبا إصبعيه في صماخ أذنيه فأذنه بدونه حسن. (درمختار مع الشامي ۵٤/۲ زکریا)

ويجعل إصبعيه في أذنيه لما روى أبو الشيخ في كتاب الأذان له: أنه عليه السلام أمر بلالاً أن يدخل إصبعيه في أذنيه وقال إنه أرفع لصوتک. (سنن ابن ماجة ۵۲/۱ رقم: ۷۱۰، الفتاوی الہندیة ۵٦/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۷/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان پڑھنا؟

سوال (۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان پڑھنا مکروہ ہے۔

Marfat.com

يكره له أن يؤذن في مسجدين (درمختار) وقال الشامي: لأنه إذا صلى في المسجد الأول يكون متنفلاً بالأذان في المسجد الثاني والتنفل بالأذان غير مشروع؛ لأن الأذان للمكتوبة وهو في المسجد الثاني يصلي النافلة فلا ينبغي أن يدعو الناس إلى المكتوبة وهو لا يساعدهم فيها. (درمختار مع الشامي ۲/ ٦٥ بيروت، ۲/ ۱۷۱ زكريا، أحسن الفتاوىٰ ۲/ ۲۹۰، فتاوىٰ رحيميه ۳/ ١٥، صغيري ١٩٧)

وكره أن يؤذن في مسجدين؛ لأنه يكون في إحداهما داعيًا إلى ما لا يفعل. (حلبي كبير ٣٧٦، الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/ ١٤٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/ ۹/ ۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَکیلے نماز پڑھنے والے کے لئے اَذان واِقامت کا حکم

سوال (۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اکیلے نماز پڑھنے والے کے لئے اذان واقامت کا حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر کوئی شخص اکیلے نماز پڑھے تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اذان واقامت کہہ کر نماز فرض ادا کرے؛ لیکن اگر بستی میں اذان اور جماعت ہوچکی ہے اور اب بعد میں کوئی مقیم شخص نماز بلا اذان واقامت پڑھتا ہے تو اذان واقامت کا ترک اس کے لئے مکروہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ شہر میں ہونے والی اذان سے سنت فی الجملہ ادا ہوگئی۔

عن نافع أن ابن عمر رضي الله عنهما كان لا يزيد على الإقامة في السفر في الصلاة إلا في الصبح، فإنه كان يؤذن فيها ويقيم، ويقول: إنما الأذان للإمام الذي يجتمع إليه الناس. (السنن الكبرىٰ للإمام البيهقي، كتاب الصلاة / باب قول من اقتصر على الإقامة في السفر ١/ ٦٠٦ رقم: ١٩٤٤).

Marfat.com

عن عطاء قال: دخلت مع علي بن الحسين على جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنهما قال: فحضرت الصلاة فأذن وأقام. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الصلاة / باب في الرجل يصلي في بيته يؤذن ويقيم أم لا ۱۹۹/۱ رقم: ۲۲۸٤)

عن علي قال: أيما رجل خرج إلى أرضٍ فيٍّ، فحضرت الصلاة...... فإن شاء أذن وأقام وإن شاء أقام إقامة واحدة وصلّى. (مصنف لابن أبي شيبة، كتاب الصلاة / باب في الرجل يكون وحده فيأذن أو يقيم ۱۹۸/۱ رقم: ۲۲۷٦)

وأما المنفرد فالأفضل له أن يأتي بهما ليكون أدائه على هيئة الجماعة. (حلبي كبير ۳۷۲، بدائع الصنائع ۳۷۷/۱، المبسوط ۱۳۳/۱)

وندب الأذان و الإقامة للمسافر والمقيم في بيته. (الفتاویٰ الهندية ۵۳/۱)

ولا يكره تركهما للمقيم. (حلبي كبير ۳۷۲)

وكره تركهما للمسافر لا لمصل في بيته في المصر وندبا لهما. (كنز على هامش البحر ۲٦۵/۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۶ھ

گھر میں جماعت کرتے وقت اذان واقامت کا حکم

سوال (۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گھر میں جماعت کرتے وقت اذان واقامت پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر محلہ کی مسجد میں اذانیں ہوچکی ہیں اور کوئی شخص اپنے گھر میں تنہا یا جماعت کے ساتھ وقتیہ نماز پڑھنا چاہتا ہے، تو اس کے لئے محلہ کی اذان کافی ہے، الگ سے اذان دینا ضروری نہیں ہے (تاہم بہتر یہی ہے کہ ہر جماعت کے لئے اذان

Marfat.com

واقامت کا اہتمام کیا جائے) اور اگر قضا نماز پڑھی جارہی ہے تو اذان واقامت دونوں کا ترک مکروہ ہے، کم ازکم اقامت کہہ کر قضا نماز ادا کرنی چاہئے۔

عن أبي جعفر قال: سألته إذا كنت وحدي علي أذان؟ قال نعم! أذّن وأقم.

(مصنف لابن أبي شيبة، كتاب الصلاة / باب في الرجل يكون وحده فيأذن أو يقيم ۱۹۹/۱ رقم: ۲۲۸۲)

عن علقمة قال: صلي عبد الله بن مسعود رضي الله عنه بي وبالأسود بغير أذان ولا إقامة، وربما قال: يجزئنا أذان الحي وإقامتهم. (رواه البيهقي في السنن الكبرىٰ ۱٦٦/۲ رقم: ۱۹٤۸)

عن جعفر بن ميمون قال: إذا صلى الرجل في بيته كفته الإقامة. (مصنف لابن أبي شيبة، كتاب الصلاة / باب في الرجل يكون وحده فيأذن أو يقيم ۱۹۹/۱ رقم: ۲۲۸٦)

لكن لا يكره تركه لمصلٍ في بيته في المصر؛ لأن أذان الحي يكفيه كما سيأتي، وفي الإمداد أنه يأتي به ندبا. (شامي ٤۹/۲ زكريا)

قال الرافعي: قوله بخلاف مصلى أي أداء ويكره تركهما في القضاء.

(تقريرات رافعي ٤٦/۲)

إذا صلى رجل في بيته واكتفى بأذان الناس وإقامتهم أجزاه من غير كراهة، وفي التجريد: وإن أذن فهو أفضل. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱٥۰/۲ رقم: ۲۰۰٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۶ھ

سفر میں اذان کہنا؟

سوال (۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سفر میں اذان پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سفر کے دوران خواہ رفقاء کے ساتھ ہوں یا اکیلے نماز پڑھنی ہو، دونوں صورتوں میں اذان واقامت کہنے کا اہتمام کرنا چاہئے؛ البتہ اگر اذان چھوڑ کر اقامت پر اکتفاء کیا تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

عن نافع أن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما كان لا يزيد على الإقامة في السفر في الصلاة إلا في الصبح، فإنه كان يؤذن فيها ويقيم، ويقول: إنما الأذان للإمام الذي يجتمع إليه الناس. (السنن الكبرىٰ للإمام البيهقي، كتاب الصلاة / باب قول من اقتصر على الإقامة في السفر ۱/۶۰٦ رقم: ۱۹٤٤)

عن أبي الزبير قال: سألت ابن عمر اؤذن في السفر؟ قال: لمن تؤذن للفأرة. (السنن الكبرىٰ للإمام البيهقي، كتاب الصلاة / باب قول من اقتصر على الإقامة في السفر ۱/۶۰٦ رقم: ۱۹٤٥)

فإن كان مسافرا يكره له تركهما معاً وإن ترك الأذان واكتفى بالإقامة جاز. (حلبی کبیر ۳۷۲)

وكره تركهما للمسافر لا لمصل في بيته في المصر وندبا لهما. (کنز علی هامش البحر ۱/۲٦٥)

والمسافر إذا صلى وحده وترك الأذان والإقامة، أو ترك الإقامة فإنه يكره له ذلك ...... فأما المسافر فقد صلى بغير أذان وإقامة حقيقة وحكماً فيكره له. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۱۵۱ رقم: ۲۰۰٦ زكريا)

عن مالك بن الحويرث رضي اللّٰه عنه قال: أتيت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنا وابن عم لي فقال: إذا سافرتما فأذنا وأقيما وليؤمكما أكبركما. (سنن النسائي ۱/۷٤ رقم: ٦۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۶ھ

Marfat.com

منفرد آدمی کا بیٹھ کر اذان کہنا؟

سوال (۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر اکیلے نماز پڑھنے والا شخص بیٹھ کر اذان دے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جماعت کے لئے بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے اور اس کا اعادہ مستحب ہے؛ البتہ اگر کوئی منفرد اپنی نماز کے لئے اذان دے تو بیٹھ کر اذان دینے میں بھی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ اس سے مقصد صرف سنت کی ادائیگی ہے، دوسروں تک اطلاع مقصود نہیں ہے۔

ویکره أذان جنب وإقامته – إلی قوله – وقاعداً إلا إذا أذن لنفسه.

(درمختار مع الشامي ۱/ ۵۲۰ زکریا، ۱/۲ ۶۰، ۲/ ۵۵–۵۶ بیروت)

ویکره الأذان قاعداً إلا إذا أذن لنفسه، وفي الخانیة: لو أذن لا یعاد.

عن عطاء أنه کره أن یؤذن وهو قاعد إلا من عذر. (المصنف لابن أبي شیبة ۲/ ۳٤١ برقم ۲۲۱۸، الفتاویٰ التاتارخانیة ۲/ ١٤٥ رقم: ۱۹۸۳ زکریا)

وإن أذن لنفسه قاعداً فلا بأس به؛ لأن المقصود مراعاة سنة الصلاة لا الإعلام. (بدائع الصنائع ۱/ ۳۷٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹھ کر اذان دینا؟

سوال (۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص مسجد میں یا جماعت کی نماز کے لئے بیٹھ کر اذان دے تو یہ اذان صحیح ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جماعت کی نماز کے لئے بلا عذر بیٹھ کر اذان دینا مکروہ

Marfat.com

اور خلافِ سنت ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص بیٹھ کر اذان دے تو مع الکراہت صحیح ہوجائے گی، اس کا اعادہ لازم نہیں۔

عن عطاء أنه كره أن يؤذن وهو قاعدٌ إلا من عذر. (المصنف لابن أبي شيبة ۳٤۱/۲ رقم: ۲۲۳۲)

عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه موقوفاً قال: حق وسنة مسنونة أن لا يؤذن إلا وهو طاهر، ولا يؤذن إلا وهو قائم. (السنن الكبرى للإمام البيهقي، الصلاة / باب لا يؤذن إلا وهو طاهر ۵۸۳/۱ رقم: ۱۸۵۹)

ويكره أن يؤذن قاعداً. (حلبی کبیر ۳۷۵)

ولو اذن لا يعاد. (الفتاوى التاتارخانية ۱٤۵/۲ رقم: ۱۹۸۳ زكريا، بدائع الصنائع ۳۷٤/۱، درمختار مع الشامي ۶۰/۲ زكريا، البحر الرائق ۲۶۳/۱ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۷/۲ ۱۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عام نمازوں میں اَذان اور اِقامت کے درمیان فصل

سوال (۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مغرب کے علاوہ دیگر نمازوں کے درمیان اذان واقامت کے درمیان کتنا فصل ہونا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فجر، ظہر، عصر اور عشاء میں اذان اور اقامت کے درمیان اتنا فاصلہ رہنا چاہئے کہ جس میں دو چار رکعت نماز بآسانی پڑھ لی جائے اور نمازی بسہولت جمع ہوسکیں۔

ويفصل بين الأذان والإقامة مقدار ركعتين أو أربع يقرأ في كل ركعة نحوا من عشر آيات، كذا في الزاهدي. (الفتاوى الهندية ۵۶/۱، الفتاوى التاتارخانية ۵۲۱/۱، البحر الرائق ٤۵٤/۱)

Marfat.com

يجب أن يعلم بأن الفصل بين الأذان والإقامة في سائر الصلوات مستحب، والأصل في ذلك قوله عليه السلام لبلال رضي الله عنه ...... عن جابر رضي الله عنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال: إذا أذنت فترسل، وإذا أقمت فأحدر، واجعل بين أذانك وإقامتك قدر ما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته. (سنن الترمذي ۱/۴۸ رقم: ۱۹۵، السنن الكبرى للإمام البيهقي، كتاب الصلاة / باب ترسيل الأذان وحذم الإقامة ۱/۶۲۸ رقم: ۲۰۰۸، الفتاوى التاتارخانية ۲/۱۴۷ رقم: ۱۹۹۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مغرب کی اذان اور اقامت میں کتنی تاخیر کی جائے؟

سوال (۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مغرب کی اذان اور اقامت میں کس قدر تاخیر مسنون ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مغرب کی اذان اور اقامت میں اتنی تاخیر کرنی چاہئے کہ جس میں تین چھوٹی آیتیں یا ایک لمبی آیت پڑھی جاسکے؛ تاہم رمضان میں نمازیوں کی رعایت کی وجہ سے اگر مغرب کی اذان اور جماعت میں ۱۰-۱۵/ منٹ کا بقدرِ ضرورت فصل کردیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وأما إذا كان في المغرب فالمستحب أن يفصل بينهما بسكتة يسكت قائماً مقدار ما يتمكن من قراءة ثلاث آيات قصار هكذا في النهاية. (الفتاوى الهندية ۱/۵۷، بدائع الصنائع ۱/۳۷۱ زكريا، أحسن الفتاوى ۲/۳۸، شامي ۱/۳۹۹ كراچي، مراقي الفلاح ۱۵۹ مصري)

ولم يعتبر الفصل في المغرب بالصلاة؛ لأن الفصل في المغرب يؤدي إلى تاخير المغرب عن أول وقته، وهو مكروه، وإذا لم يفصل بالصلاة في المغرب

Marfat.com

بـمـاذا يفصل؟ قال: أبو يوسف ومحمد: يفصل بجلسة خفيفة، وقال أبو حنيفة: يفصل بالسكوت. (الفتاوى التاتارخانية ١٤٨/٢ رقم: ١٩٩٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نومولود بچہ کے کان میں اذان دینے کا طریقہ؟

سوال (۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نومولود بچہ کے کان میں اذان دینے کا کیا طریقہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نومولود بچہ کے کان میں اذان کے وقت استقبالِ قبلہ اور "حي علی الصلوٰۃ، وحي علی الفلاح" کے وقت چہرہ کا دائیں بائیں پھیرنا وغیرہ نماز کی اذان کی طرح مسنون ہے؛ البتہ کانوں میں انگلیوں کو دینا مسنون نہیں۔

ويترسل فيه ويلتفت فيه وكذا فيها مطلقاً يميناً ويساراً بصلوة وفلاح ولو وحده أو لمولود؛ لأنه سنة الأذان مطلقا، وفي الشامية: و في البحر عن السراج أنه من سنن الأذان، فلا يخل المنفرد بشيء منها، حتى قالوا في الذي يؤذن للمولود ينبغي أن يحول قوله مطلقاً: للمنفرد وغيره و المولود وغيره. (درمختار مع الشامي ٤٩/٢ بيروت، ٥٣/٢ زكريا)

وقال الشيخ عبد القادر الرافعي في تقريراته: قال السندي: فيرفع المولود عند الولادة على يديه مستقبل القبلة ويؤذن في أذنه اليمنىٰ ويقيم في اليسرىٰ ويلتفت فيهما بالصلاة لجهة اليمين وبالفلاح لجهة اليسار. (تقريرات الرافعي الملحقة بالفتاوى الشامية ٤٥/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نومولود کے کان میں موبائل کے ذریعہ اَذان واِقامت؟

سوال (۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نومولود بچے کے کان میں ایک بزرگ مولانا صاحب نے دوسری جگہ سے فون کال کے ذریعہ اَذان اور اقامت دی، والد نے فون کو بچہ کے کان کے پاس رکھا، کیا یہ اذان اور اقامت شرعی اعتبار سے درست ہے یا دوبارہ بچے کے کان میں اذان اور اقامت دینا ضروری ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نومولود بچہ کے کان میں اذان اور اقامت بلا واسطہ دینا ہی بہتر ہے، اور اس میں کسی بزرگ یا کسی عظیم شخصیت سے اذان دلوانے کا تکلف کرنے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ جو حضرات بھی بروقت موجود ہوں، ان کے اذان دینے سے مستحب ادا ہو جائے گا، اور اس مقصد کے لئے موبائل کے توسط سے اذان دلوانا مناسب نہیں؛ کیوں کہ موبائل میں آنے والی اذان دراصل صدائے بازگشت کے مماثل ہے، اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ دور کھڑا ہوا کوئی شخص بات کر رہا ہو، تو اس اعتبار سے موبائل سے اذان دینا دور سے آنے والی لاؤڈ اسپیکر کی آواز کے درجہ میں ہوگا، اور ظاہر ہے کہ اس طرح دور سے اذان کی آنے والی آواز کو کافی نہیں سمجھا جاتا، اس لئے موبائل کی آواز کو بھی اس مستحب کی ادائیگی کے لئے کافی نہ سمجھنا چاہئے۔ اور اگر اس طرح اذان دلوادی گئی ہو تو دوبارہ اذان دینی چاہئے۔

عن أبي رافع رضي الله تعالىٰ عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أذّن في أُذُن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة بالصلاة. (سنن الترمذي ۲۷۸/۱، مشكاة المصابيح ۳۶۳)

وفي شرح السنة: روي أن عمر بن عبد العزيز كان يؤذن في اليمنى ويقيم في اليسرىٰ إذا ولد الصبي. قلت: قد جاء في مسند أبي يعلى الموصلي

Marfat.com

عن الحسين مرفوعاً: من ولد له ولد فأذن في أذنه اليمنىٰ وأقام في أذنه اليسرىٰ لم تضره أم الصبيان. والأظهر أن حكمة الأذان في الأذان أنه يطرق سمعه أول وهلة ذكر الله تعالىٰ علي وجه الدعاء إلى الإيمان والصلاة التي هي أم الأركان.

(مرقاة المفاتيح ۱۵۹/۸-۱۶۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۶/۶ھ

شہر کی سب مسجدوں میں بذریعہ ریڈیو ایک ہی اذان دینا؟

سوال (۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بعض خلیجی عرب ممالک مثلاً ابوظہبی (امارات) اور مصر میں وزارتِ اوقاف کے تحت مساجد میں پنج وقتہ نمازوں کی اذان ایک ہی مؤذن کے ذریعہ دی جاتی ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ شہر کی کسی بڑی مسجد کو مرکز بنا کر وہاں کی اذان کا ریڈیائی تعلق ہر مسجد کے اسپیکروں سے جوڑ دیا جاتا ہے، تو سب مسجدوں سے بیک وقت اسی اذان کی آواز بلند ہوتی ہے جو مرکزی مسجد میں دی جارہی ہے، تو سوال یہ ہے کہ:

(۱) اذان کا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) اس طریقۂ اذان سے سنت اذان جو شعار اسلام ہے، وہ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(۳) اس طرح کی اذان کے بعد جو مسجد میں باجماعت نماز ادا ہو گی وہ درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) شہر کی ایک مسجد میں اذان دے کر اسے سب مسجدوں کے لاؤڈ اسپیکروں سے نشر کرنے کا طریقہ امت کے متوارث عمل کے خلاف اور نامناسب ہے، افضل یہی ہے کہ ہر مسجد کی جماعت کے لئے الگ مؤذن اذان دیا کرے؛ کیوں کہ ہر جماعت کے لئے مستقل طور پر اذان کم از کم مستحب ضرور ہے۔

Marfat.com

وروى ابن أبي مالك عن أبي حنيفة في قوم صلوا في المصر في منزل أو في مسجد منزل فأخبروا بأذان الناس وإقامتهم أجزأهم وقد أساءوا بتركهما، فقد فرق بين الجماعة والواحد؛ لأن أذان الحي يكون أذاناً للأفراد ولا يكون أذانا للجماعة. (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع للإمام الكاساني ۳۷۸/۱ زكريا)

وهو على البلد وليس بواجب في كل سجدة، ولكنه يستحب في مساجد الجماعات أكثر من العدد. (بناية شرح هداية ۷۸/۲)

(۲-۳) بعض فقہی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک آبادی میں دی جانے والی اذان کی آواز جہاں تک پہنچے وہ اس آبادی کے لئے کافی ہو جاتی ہے؛ لہٰذا ریڈیو کے ذریعہ شہر کی تمام مساجد میں بیک وقت اذان دینے سے پوری آبادی پر سے سنت مؤکدہ علی الکفایہ کا ذمہ ساقط ہو جائے گا، اور اس کے بعد مساجد میں جو جماعتیں ادا کی جائیں گی وہ خلافِ سنت نہ کہلائیں گی؛ تاہم ایسا کرنا خلافِ اولیٰ ہے، جیسا کہ جواب نمبر ایک میں گذرا۔

واستظهر في البحر كونه سنة على الكفاية بالنسبة إلى كل أهل بلدة بمعنى أنه إذا فعل في بلدة سقطت المقاتلة عن أهلها. قال: ولو لم يكن سنة على الكفاية بهٰذا المعنى لكان سنة في حق كل أحد، وليس كذٰلك، إذ أذان الحي يكفينا كما سيأتي. قال في النهر: ولم أر حكم البلدة الواحدة إن اتسعت أطرافها كمصر، والظاهر أن أهل كل محلة سمعوا الأذان ولو من محلة أخرىٰ يسقط عنهم لا إن لم يسمعوا. (شامي ٤٩/٢ زكريا)

وإذا قسّم أهل المحلة المسجد وضربوا فيه حائطاً ولكل منهم إمام على حدة ومؤذن واحد لا بأس به، والأولىٰ أن يكون لكل طائفة مؤذن. (البحر الرائق ٦٢/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

ٹیپ ریکارڈ کی اذان معتبر نہیں

سوال (۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی مسجد میں باقاعدہ مؤذن کے ذریعہ اذان دینے کے بجائے اذان کے وقت ٹیپ ریکارڈ چلادیا جائے، تو اس سے اذان کی سنت ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹیپ ریکارڈ سے بلند ہونے والی آواز صدائے بازگشت کے حکم میں ہے؛ کیوں کہ وہ آلہ غیر مختار سے نکل رہی ہے؛ لہٰذا ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ اذان دینے سے سنتِ اذان ادا نہ ہوگی، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ٹیپ شدہ آیتِ سجدہ کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

مستفاد: لا تجب بسماعه من الصدیٰ (درمختار) هو ما یجیبک مثل صوتک في الجبال والصحاریٰ ونحوهما کما في الصحاح. (شامي ۸۳/۲ه زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اقامت کا مسنون طریقہ

سوال (۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اقامت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِقامت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولاً ایک سانس میں چار مرتبہ "اللّٰہ أکبر" کہا جائے، اور ہر "اللہ اکبر" کی "راء" پر سکون کیا جائے، اور اگر ملاکر پڑھیں تو "راء" پر زبر کی حرکت ظاہر کریں، "راء" پر پیش پڑھنا خلافِ سنت ہوگا، اس کے بعد ایک سانس میں "أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا اللّٰه" پڑھیں، اور "اللہ" کی "ہ"

Marfat.com

پرسکون کریں، اس کے بعد ایک سانس میں ''أشهد أن محمداً رسول الله، أشهد أن محمداً رسول الله'' پڑھیں، اور ہر کلمہ پر اخیر میں سکون کریں، اعراب ظاہر نہ کریں، اسی طرح ایک ایک سانس میں حیعلتین (حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح) کہیں، اس کے بعد ''قد قامت الصلاۃ'' الگ الگ سانس میں کہیں، پھر ''الله أکبر، الله أکبر'' ایک سانس میں اور ''لا إله إلا الله'' ایک سانس میں کہیں۔

عن عمار بن سعد عن أبيه سعد القرظ أنه سمعه يقول: إن هذا الأذان يعني أذان بلال الذي أمره به رسول الله صلى الله عليه وسلم وإقامته وهو الله أكبر الله أكبر الله أكبر الله أكبر، أشهد أن لا إله إلا الله أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمداً رسول الله أشهد أن محمداً رسول الله، ثم يرجع فيقول: أشهد أن لا إله إلا الله أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمداً رسول الله أشهد أن محمداً رسول الله، حي على الصلاة حي على الصلاة، حي على الفلاح حي على الفلاح، الله أكبر الله أكبر، لا إله إلا الله، والإقامة واحدة واحدة، ويقول: قد قامت الصلاة مرة واحدة.

(لسنن لكبرئ للإمام لبيهقي، كتاب الصلاة / باب لترجيع في الأذان ١/٥٨٠ رقم: ١٨٤٩ دار لكتب العلمية بيروت)

وفي الإمداد: ويجزم الراء: أي يسكنها في التكبير، قال الزيلعي: يعني على الوقف، لكن في الأذان حقيقة، وفي الإقامة ينوي الوقف أي للحدر الخ. وحاصلها أن السنة أن يسكن الراء من الله أكبر الأول أو يصلها بـ الله أكبر الثانية، فإن سكنها كفئ، وإن وصلها نوئ السكون فحرك الراء بالفتحة، فإن ضمها خالف السنة. (شامي ٢/٤٧-٤٨ بيروت، ٢/٥١-٥٢ زكريا)

إلا ''الإقامة'' فيقول: ''قد قامت الصلاة'' في نفسين مترسلاً؛ لأنه هو روح الإقامة. (إعلاء السنن ٢/٥٨، فيض الباري ٢/١٦٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نماز کے علاوہ دیگر مقاصد کے لئے اذان؟

سوال (۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز کے علاوہ دیگر مقاصد کے لئے اذان دینا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے علاوہ بعض دیگر مواقع کے لئے بھی فقہاء نے اذان کا ذکر فرمایا ہے، مثلاً:

(۱) بچہ کے کان میں اذان دینا۔

(۲) جو شخص غم زدہ ہو اس کے کان میں اذان دینے سے اس کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

(۳) جس شخص کو بیماری کے دورے پڑتے ہوں، اس کے لئے بھی اذان دینا مفید ہے۔

(۴) جس شخص پر غصہ غالب ہو جائے تو اذان دینا اس کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے میں معاون ہے۔

(۵) جو جانور بدک جائے یا جس انسان کے اخلاق بگڑ جائیں اس پر بھی اذان دینا مفید ہے۔

(۶) جب دشمن کی فوج حملہ آور ہو، اُس وقت اذان دی جائے۔ (فسادات کے موقع پر اذان کا بھی یہی حکم ہے)

(۷) آگ پھیل جانے کے وقت بھی اذان دینے کا حکم ہے۔

(۸) سرکش جنات کے شر سے بچنے کے لئے بھی اذان دینا ثابت ہے۔ (اس بارے میں ایک صحیح حدیث موجود ہے)

(۹) جو شخص جنگل میں راستہ بھٹک جائے وہ بھی اذان دے سکتا ہے۔ (تلخیص: شامی زکریا ۲/۵۰)

وفي حاشية البحر للخير الرملي: رأيت في كتب الشافعية أنه قد يسن الأذان لغير الصلاة، كما في أذن المولود، والمهموم، والمصروع، والغضبان، ومن ساء خلقه من إنسان أو بهيمة، وعند مزدحم الجيش، وعند الحريق، قيل: وعند إنزال الميت القبر قياساً على أول خروجه للدنيا، لكن رده ابن حجر في

Marfat.com

شرح العباب، وعند تغول الغيلان: أي عند تمرد الجن لخير صحيح فيه. أقول: ولا بعد فيه عندنا. (شامي ٢/ ٥٠ زكريا، ١/ ٣٨٥ كراچی، منحة الخالق ١/ ٢٥٦ كوئٹہ)

وكذا يندب الأذان وقت الحريق ووقت الحرب، وخلف المسافر، وفي أذن المهموم والمصروع. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ١٩٤ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زلزلہ کے وقت اذان دینا؟

سوال (۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پچھلے دنوں جو قہر زلزلہ پڑا تھا اکثر جگہوں پر لوگوں نے اذانیں پڑھیں، کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟ سلف وخلف سے اس طرح کی کوئی بات ملی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زلزلہ کے لئے اذان دینا شریعت میں مسنون نہیں ہے؛ لیکن اگر دہشت دور کرنے کی غرض سے اذان دی جائے تو گنجائش ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵/ ۴۰۶ ڈابھیل)

ولا يسن لغيرها: أي من الصلوات، وإلا فيندب للمولود، وفي حاشية البحر للخير الرملي: رأيت في كتب الشافعية: أنه قد يسن الأذان لغير الصلوٰة كما في أُذُنِ المولود والمهموم والمصروع، والغضبان، ومن ساء خلقه من إنسان أو بهيمة وعند مزدهم الجيش، وعند الحريق، وقيل: عند إنزال الميت القبر قياسا على أول خروجه للدنيا، لكن رده ابن حجر في شرح العباب. (شامي ١/ ٣٨٥ كراچي كذا في منحة الخالق ١/ ٢٥٦، شامي ٢/ ٥٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰/۳/۱۵ھ

Marfat.com

خوف ودہشت کے وقت اذان دینا؟

سوال (۸۹): - کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خوف ودہشت کے وقت اس عقیدے سے اذان دینا کہ اس سے خوف ودہشت دور ہو جائے درست ہے یانہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خوف ودہشت کے وقت اس عقیدے سے اذان دینا کہ خوف ودہشت دور ہو، جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۱/۱۰۷)

عن سهيل قال: أرسلني أبي إلى بني حارثة قال ومعي غلام لنا (أو صاحب لنا) فناداه مناد من حائط باسمه قال: فأشرف الذي معي على الحائط فلم ير شيئاً فذكرت لأبي، فقال: لو شعرتُ أنك تلقى لهٰذا لم أرسلك ولكن إذا سمعت صوتا فناد بالصلاة فإني سمعت أبا هريرة رضي الله عنه يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: إن الشيطان إذا نودي بالصلاة ولّي وله حُصاص.

(صحيح مسلم، الصلاة / فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه ١/١٦٧ رقم: ٣٨٩)

قد يسن الأذان لغير الصلاة قالوا: يسن للمهموم أن يأمر غيره أن يؤذن في أذنه فإنه يزيل الهم. (شامي ١/٣٨٥ كراچی، شامي ٢/٥٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۷/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جوتے پہن کر اذان دینا؟

سوال (۹۰): - کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچی بغیر فرش والی مسجد ہے، مؤذن پاک جوتے پہن کر اذان کہہ سکتا ہے یانہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زمین پاک ہوتو پاک جوتے پہن کر اذان دینے

Marfat.com

میں مضائقہ نہیں ہے۔

مستفاد: وينبغي لداخله تعاهد نعله وخفه، وصلاته فيهما أفضل أي في النعل والخف الطاهرين أفضل مخالفة اليهود، وفي الحديث: صلوا في نعالكم ولا تشتبهوا باليهود. (شامي ٤٢٩/٢ زكريا، مستفاد حاشية: فتاوىٰ دار لعلوم ديوبند ١٢١/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۸/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ختم سحری کے فوراً بعد اذان دینا؟

سوال (۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ختم سحری ہوتے ہی اذان پڑھنا اور اس اذان پر نماز پڑھنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ جب کہ ہر نقشہ میں تحریر ہے کہ ختم سحری سے ۶/ منٹ کے بعد صبح صادق ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اوقاتِ نماز کے نقشوں میں ختم سحر اور صبح صادق کا حقیقی وقت لکھا جاتا ہے اور اس کے بعد اذان دینے میں بطور احتیاط ۵-۶/ منٹ کا وقفہ دیا جاتا ہے، اس لئے احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ اس وقفہ کے گذرنے کے بعد ہی اذان فجر دی جائے، اس سے پہلے نہ دی جائے۔

عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه قال: أذن بلال قبل الفجر فأمره النبي صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم أن يرجع. (مسند البزار ٢٠٢/١٣ رقم: ٦٦٦٧، سنن الدار قطني ٢٥٣/١ رقم: ٩٤٧)

فيعاد أذان وقع بعضه قبله كالإقامة خلافا للثاني في الفجر. (درمختار ٥٠/٢ زكريا)

أول وقت الفجر إذا طلع الفجر الثاني وهو المعترض في الأفق. (هداية ٨٠/١)

حتى لو أذن قبل دخول الوقت لا يجزيه، ويعيده إذا دخل الوقت في

Marfat.com

الصلوات في قول أبي حنيفة و محمد رحمهما الله تعالىٰ. (بدائع الصنائع، الصلاة / بيان وقت الأذان والإقامة ١/٦٥٨ بيروت)

إذا أذن قبل الوقت يكره الأذان والإقامة. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢/١٤٨ رقم: ١٩٩٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۱۱/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان میں آواز کی بلندی کے لئے "ECCO" لگانا؟

سوال (۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مساجد میں اذان کے لئے لاؤڈ اسپیکر مائک میں ایک آلہ جس کو "ECCO" اکّو کہا جاتا ہے، اس کے استعمال سے الفاظ اذان میں کچھ ایسی ندرت پیدا ہوجاتی ہے جو بہت اچھی لگتی ہے، ساتھ ساتھ پرکشش بھی ہوجاتی ہے، کیا اس آلہ کا استعمال درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اذان میں آواز کی بلندی اور حسنِ صوت مطلوب ہے، اس لئے اذان میں مذکورہ آلہ کو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مستفاد: لقوله عليه السلام لبلال رضي الله عنه: اجعل إصبعيک في أذنيک، فإنه أرفع لصوتک. (شامي ٢/٥٤، والحديث أخرجه ابن ماجة في سننه، أبواب الأذان والسنة فيها / باب السنة في الأذان ١/٥٢ رقم: ٧١٠)

وفي حديث عبد الله بن زيد بن عبد ربه فإنه أندىٰ صوتا منک وقال النووي: من هذا الحديث يؤخذ استحباب كون المؤذن رفيع الصوت. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح ٢/١٢٢ باب الأذان)

منها أن يجهر بالأذان فيرفع به صوته؛ لأن المقصود وهو الإعلام يحصل

Marfat.com

به. (بدائع الصنائع ۱/ ۳٦۹ زكريا)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يسمع مدى صوت المؤذن جن ولا إنس ولا شيء إلا شهد له يوم القيامة. (صحيح البخاري، الأذان / باب رفع لاصوت بالنداء ۱/ ۸۵-۸٦ رقم: ۶۰۹، سنن النسائي، الصلاة / باب الصوت بالأذان ۱/ ۷۵ رقم: ٦٤٤، ومالك في المؤطا رقم: ٤، ابن ماجة، كتاب الأذان والسنة / باب فضل الأذان وثواب المؤذنين رقم: ۷۲۳، مسند أحمد ۳/ ۳۵، مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح ۲/ ۳۲٦ رقم: ٦۵٦ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۸/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۶؍ سال کے بچہ کی اذان کا حکم

سوال (۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکا جس کی عمر ۱۶؍ سال ہے، وہ مسجد ہری چگوالی میں اذان پڑھتا ہے، کیا یہ لڑکا اذان پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ اس لڑکے کے اذان پڑھنے پر اعتراض کر رہے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ۱۶؍ سال کا لڑکا شرعاً بالغ ہے، اس کا اذان دینا درست ہے، اس میں اعتراض کی کوئی بات نہیں ہے۔

أذان الصبي العاقل صحيح من غير كراهة في ظاهر الرواية ولكن أذان البالغ أفضل. (الفتاوىٰ الهندية ۱/ ۵٤، بدائع الصنائع ۱/ ۱۵۰ كراچى، الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/ ٤۵ رقم: ۱۹۸۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۳/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

شیعوں کی اذان حضرت بلالؓ کی اذان نہیں ہے

سوال (۹۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شیعہ حضرات کے یہاں جو اذان پڑھی جاتی ہے اس میں چار بول زیادہ ہیں، اور ہمارے یہاں جو اذان پڑھی جاتی ہے اس میں چار بول کم ہیں، شیعہ حضرات کا کہنا ہے کہ ہماری اذان وہ ہے جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شیعوں کا دعویٰ قطعاً غلط ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان وہی تھی جو سنی حضرات نے اختیار کی ہے، حدیث کی تمام مستند کتابوں میں اس کی صراحت اور تفصیل موجود ہے۔

عن أبي محذورة رضي الله عنه قال: لمّا رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم من حنين خرجتُ عاشر عشرةٍ من مكة أطلبهم، فسمعتهم يؤذنون فقمنا نؤذن. فقام النبي صلى الله عليه وسلم فقال: لقد سمعت في هؤلاء تأذين إنسان حسن الصوت، فأرسل إلينا فأذنا رجلاً رجلاً، فكنت آخرهم، فقال: حين أذنت تعال ...... ثم قال: إذهب فأذن عند البيت الحرام، قلت: كيف يا رسول الله! فعلّمني الأذان كما يؤذن الآن بها. الله أكبر الله أكبر، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمد رسول الله، أشهد أن محمد رسول الله، حي على الصلاة، حي على الصلاة، حي على الفلاح، حي على الفلاح، الصلاة خير من النوم، الصلاة خير من النوم – في الأولىٰ من الصبح – الله أكبر الله أكبر، لا إله إلا الله. (نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار للإمام بدر الدين العيني ١٦/٤ دار اليسر المدينة المنورة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۱۱/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اَذان اور اِقامت میں غلطی کرنا

کلماتِ اذان میں بے محل مد کرنا؟

سوال (۹۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان میں ''أشهد أن لا إله'' میں ''الـه'' کے ''ہ'' میں مد کرنے سے کیا خرابی ہے؟ اور ''حي علی الصلاۃ'' میں ''حیّ'' کی ''ی'' پر مد کرنے سے کیا خرابی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: "إله" کے ''ہ'' میں اور "حي" کی ''ی'' میں مد کرنا بے محل ہونے کی وجہ سے منع ہے، اس سے معنی بگڑنے کا اندیشہ ہے؛ اس لئے اس سے احتراز لازم ہے۔

ومنها: ترک اللحن في الأذان، لما روي أن رجلا جاء إلی ابن عمر رضي الله عنهما فقال: إني أحبک في الله تعالیٰ، فقال ابن عمر رضي الله عنهما: إني أبغضک في الله تعالیٰ: فقال: لم! قال: لأنه بلغني أنک تغني في أذانک يعني التلحين. (بدائع الصنائع، الصلاۃ / سنن الأذان ۱/ ۳۷۱ زکریا، ۱/ ٦٤٤ بیروت، ۱/ ۱۵۰ کراچی)

ولا لحن فيه أي تغني بغير کلماته فإنه لا يحل فعله و سماعه (درمختار) وقال الشامي: قوله بغير کلماته أي بزيادة حرکة أو حرف أو مد أو غيرها في الأوائل والأواخر. (درمختار مع الشامي ۲/ ۵۲-۵۳ زکریا، ۱/ ۳۸۷ کراچی)

سن للفرائض بلا ترجيع و لحن (الکنز) قوله: ولحن: ...... ولهذا فسره ابن الملک بالتغني بحيث يؤدي إلی تغيير کلماته، وقد صرحوا بأنه لا يحل

Marfat.com

فيه، وتحسين الصوت لا بأس به من غير تغنٍ، كذا في الخلاصة. (البحر الرائق ٤٤٢/١ رشيدية، ٢٥٦/١ كوئٹه)

ويكره التلحين وهو التطريب والخطاء في الأعراب. (مرقي الفلاح ١٠٧)

لأن اللحن حرام بلاخلاف. (الفتاوىٰ الهندية ٣١٧/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵/۴/۱۰ھ

کلماتِ اذان کو بگاڑ کر ادا کرنا

سوال (۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب اذان وتکبیر غلط پڑھتے ہیں، جب کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ ہے، وہ پڑھتے ہیں: ''اشہدو الالہ لاہا اللہ'' اور ''حی علی الصلوہاہا'' اور ''محمد الرٗ'' کی جگہ ''موحامد الرسول اللہ''، مسجد کے قریب پندرہ بیس دوکانیں ہیں، وہ لوگ بھی مذاق اڑاتے ہیں اور اگر کوئی اذان پڑھنے کا ارادہ بھی کرے تو اس سے پہلے مائک پر پہنچ کر غلط اذان پڑھتے ہیں، اتفاق سے کوئی دوسرا ابھی پڑھ دے تو وہ حجرے سے آنے نہیں دے گا، اور امام کے مصلیٰ پر پہنچے بغیر تکبیر شروع کی، کتنی بار منع کیا؛ لیکن وہ نہیں مانتے، بہرا آدمی ہے ہر کسی پر فتویٰ دیتے ہیں، مثلاً پانچوں وقت کا نمازی مسجد میں آنے والا اگر کسی وجہ سے فجر میں نہ آسکے، تو کہتے ہیں اللہ ان کی نماز قبول نہیں کرتا، فتویٰ بھی امام کے سامنے ہر ایک سے اکڑنا، نمازی کہتے ہیں کہ اس کو کون منہ لگائے، یہ تو جاہل ہے، جہاں اذان وتکبیر ہی صحیح نہیں، تو کیا ہم دوسری مسجد میں جائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اعراب کی غلطی کی وجہ سے اذان واقامت مکروہ ہوجاتی ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں مسجد کے بااثر لوگوں کو چاہئے کہ مؤذن ایسے شخص کو بنائیں جو اذان کے الفاظ اچھی طرح ادا کرسکے، نیز وہ نیک ہو اور مسائل دینیہ سے بھی واقف ہو؛ تاہم اگر مؤذن تبدیل نہ ہو تو اس کی وجہ سے کسی مقتدی کے لئے اپنی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا اچھا نہیں ہے۔

Marfat.com

عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليؤذن لكم خياركم وليؤمكم قراؤكم. (سنن أبي داؤد ۸۷/۱ رقم: ۵۹۰)

إن المستحب كون المؤذن عالما بالسنة. (هداية ۹۰/۱)

وينبغي أن يكون المؤذن رجلا عاقلا صالحاً تقيا عالما بالسنة مواظبا عليه، وفي الكافي: والأولىٰ أن يتولى العلماء أمر الأذان، وفي الجامع الصغير الحسامي: قال يعقوب: رأيت أبا حنيفة يؤذن في المغرب ويقيم ولا يجلس، فهذا يدل على أن الحق أن المفتي هو المؤذن. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱٤٤/۲ رقم: ۱۹۷۹ زكريا)

ويكره التلحين وهو التطريب والخطاء في الأعراب. (مراقي الفلاح ۱۰۷)

ومنها: ترک اللحن في الأذان، لما روي أن رجلا جاء إلى ابن عمر رضي الله عنهما فقال: إني أحبک في الله تعالىٰ، فقال ابن عمر رضي الله عنهما: إني أبغضک في الله تعالىٰ: فقال: لم؟ قال: لأنه بلغني أنک تغني في أذانک يعني التلحين. (بدائع الصنائع ٦٤٤/١ بيروت، ١٥٠/١ كراچی، ٣٧١/١ زكريا)

ولا لحن فيه أي تغني بغير كلماته فإنه لا يحل فعله وسماعه (درمختار)

وقال الشامي: قوله بغير كلماته أي بزيادة حركة أو حرف أو مد أو غيرها في الأوائل والأواخر. (درمختار مع الشامي ۵۲/۲-۵۳ زكريا، ۳۸۷/۱ كراچی، البحر الرائق ٤٤٢/١ رشيديه، ٢٥٦/١ كوئٹه، الفتاوىٰ الهندية ۳.۱۷/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۵/۱۱/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان میں ''اللہ'' کے الف کو ایک الف سے زیادہ کھینچنا؟

سوال (۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان میں اللہ اکبر کے اللہ کے ''الف'' کو ایک الف مدہ سے زیادہ کھینچنا درست ہے کہ نہیں؟ نیز زیادہ کھینچنا سنت ہے یا ایک ہی الف کی مقدار سنت ہے؟ زیادہ کھینچنا کیسا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان میں ’’اللہ‘‘ کے الف کو پانچ الف تک کھینچنا جائز ہے، اس سے زیادہ نہ کھینچا جائے۔

والحاصل أنه لايجوز الزيادة على مقدار خمس ألفات إجماعاً، فما يفعله بعض الأئمة، وأكثر المؤذنين، فمن أقبح البدعة. (المنح الفكرية شرح المقدمة الجزرية، بحواله: كمال الفرقان شرح جمال القرآن ١٤٩)

ويجوز إجراء وجه مد ”لا إله إلا اللّٰه“ عندي من أجرى المد للتعظيم كما قدمنا في باب المد؛ بل كان بعض من أخذنا عند من شيوخنا المحققين يأخذون بالمد فيه مطلقًا مع كونهم لم يأخذوا بالمد للتعظيم في القرآن ...... وهو المدّ للتعظيم في الذكر. (النشر في القراءات العشر ٤٣٩/٢ بيروت، بحواله محموديه ميرٹھ ١٢٣/٩)

إعلم أن المد لا يخلو إما أن يكون في ”اللّٰه“ أو في ”أكبر“ وإن كان في ”اللّٰه“ ...... وإن كان في وسطه فهو صواب، إلا أنه لا يبالغ فيه، فإن بالغ حتى حدث من إشباعه آلف بين اللام والهاء فهو مكروه. (منحة الخالق على هامش البحر الرائق للإمام ابن عابدين الشامي ٤/١ ٣١ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان میں ’’أشهد أنا محمدٌ‘‘ اور ’’حي ل السلاة‘‘ پڑھنا

سوال (۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی جامع مسجد کا امام کلمات اذان میں ’’أشهد أن‘‘ کو أنا (الف زائد کے ساتھ) محمداً کی میم کو ضمہ کی جگہ فتحہ، اور ’’حی علی الصلوٰۃ‘‘ کو ’’حی ل السلاۃ‘‘ (عین محذوف وسین کے ساتھ) ’’حی علی الفلاح‘‘ کو ’’حی ل الفلاح‘‘ کہتے ہوں، تنبیہ کرنے کے باوجود بھی اپنی اصلاح نہ کرتے ہوں، تو ایسی اذان کا کیا حکم ہے، اور عوام وخواص میں اس کا کیا اثر پڑے گا؟

Marfat.com

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان میں کوئی حرف بڑھانا یا کم کرنا، اسی طرح حرکات وسکنات میں تبدیلی کرنا یہ غلط اور مکروہ ہے، اس سے احتراز کرنا چاہئے؛ البتہ اذان اداء ہوجائے گی۔

عن عمر بن سعيد ابن أبي حسين المكي: أن مؤذنا أذن فطرب في أذانه، فقال له عمر بن عبد العزيز: أذن أذانا سمحاً وإلا فاعتزلنا. (رواه ابن أبي شيبة في مصنفه ۳۸۷/۲ رقم: ۲۳۹۰)

ومنها: ترک اللحن في الأذان، لما روي أن رجلا جاء إلى ابن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما فقال: إني أحبک في اللّٰه تعالىٰ، فقال ابن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما: إني أبغضک في اللّٰه تعالىٰ: فقال: لم؟ قال: لأنه بلغني أنک تغني في أذانک يعني التلحين. (بدائع الصنائع ٦٤٤/١ بيروت، ١٥٠/١ كراچی، ٣٧١/١ زكريا، درمختار مع الشامي زكريا ٥٢/٢-٥٣، كراچی ٣٨٧/١، الفتاوىٰ الهندية ٣١٧/٥، البحر الرائق ٤٤٢/١ رشيديه، مراقي الفلاح ١٠٧)

ويترسل فيه أى يتمهل بلا لحن، قال بلا لحن: وهو التطريب، وقيل: الخطأ في الإعراب وكلاهما ممنوعان، فلذلک أشار الشارح إلى منعهما، وقد صرح الفقهاء بأن لا يحل فيه. (السعاية ١٤٤/١، بحواله: فتاوىٰ محموديه ميرٹھ ١٤٤/٩) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

اَذان واِقامت میں کسی کلمہ کا چھوٹ جانا؟

سوال (۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان یا تکبیر میں کوئی لفظ رہ جانے سے اذان ہوجائے گی یا نہیں؟ یا اذان میں کوئی لفظ غلط پڑھنے سے کوئی خرابی تو نہیں آئے گی؟ اذان درست ہے یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان واقامت میں اگر کوئی کلمہ چھوٹ جائے تو اذان واقامت درست نہ ہوگی؛ بلکہ اس کا اعادہ ضروری ہوگا، اور چھوٹنے کا علم اگر اذان واقامت کے فوراً بعد ہوا ہو، تو جو کلمہ چھوٹ گیا ہے وہیں سے اعادہ کرے اور اگر کچھ دیر بعد ہوا ہو تو شروع سے لوٹائے۔ اور اگر اذان واقامت کے کلمات میں کوئی فحش غلطی کی تو اس کا بھی اعادہ ضروری ہوگا۔

(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۲۰، احسن الفتاویٰ ۲/۲۸۵، کتاب المسائل ۱/۲۵۶)

ولا لحن فيه أي تغني بغير كلماته فإنه لا يحل فعله و سماعه (درمختار) وقال الشامي: قوله بغير كلماته أي بزيادة حركة أو حرف أو مد أو غيرها في الأوائل والأواخر. (درمختار مع الشامي ۲/۵۲-۵۳ زكريا، ۱/۳۸۷ كراچی، الفتاوىٰ الهندية ۱/۳۱۷)

قال في العلائية: ويترسل فيه بسكتة بين كل كلمتين، ويكره تركه، وتندب إعادته. (شامي ۱/۳۵۹ كراچی)

ثم قال: ولو قدم فيها مؤخراً أعاد ما قدم فقط، ولا يتكلم فيهما أصلاً، فإن تكلم استأنف، وقال الشامي: كما لو قدم الفلاح على الصلاة يعيده فقط أي ولا يستأنف الأذان من أوله. (شامي مع الدر ۱/۳۶۱ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان میں زیر وزبر کی غلطی کرنا؟

سوال (۱۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص ''اشهد ان محمداً رسول اللّٰہ'' کے بجائے ''اشهد ان محمدُ رسول اللّٰہ' رسول اللّٰہ بفتح اللام پڑھتا ہے، تو کیا اس کی دی ہوئی اذان جس میں زیر زبر کی غلطی ہوئی ہے، صحیح کہلائے گی یا غلط؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان میں ایسی غلطی نہیں کرنی چاہئے، اور اگر وہ

Marfat.com

مؤذن خود تصحیح پر قادر نہ ہو تو کسی دوسرے صحیح اذان دینے والے کو اذان دینی چاہئے؛ تاہم جو اذانیں اس زبر زیر کی غلطی کے ساتھ دی گئی ہیں، وہ درست سمجھی جائیں گی۔

فاتفقوا على أن الخطأ في الإعراب لا يفسد مطلقاً. (شامي ١/١ ٦٣ كراچی، ٣٩٣/٢ زكريا)

ويكره التلحين وهو التطريب والخطأ في الإعراب. (مراقي الفلاح ١٠٧)

ولا لحن فيه أي تغني بغير كلماته فإنه لا يحل فعله و سماعه (درمختار) وقال الشامي: قوله بغير كلماته أي بزيادة حركة أو حرف أو مد أو غيرها في الأوائل والأواخر. (درمختار مع الشامي ٥٢/٢-٥٣ زكريا، ٣٨٧/١ كراچی، الفتاوىٰ الهندية ٣١٧/٥)

لأن اللحن حرام بلا خلاف. (الفتاوىٰ الهندية ٣١٧/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۹/۱۲ھ

Marfat.com

مکروہاتِ اَذان واِقامت

ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی اذان واقامت؟

سوال (۱۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص ایک مشت سے قبل داڑھی کٹواتا ہو یا منڈواتا ہو، تو اس کی اذان واقامت کا حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والا شخص فاسق ہے، اس کی امامت واذان مکروہ ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ليؤذن لكم خياركم...... (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب من أحق بالإمامة ۸۷/۱ رقم: ۵۹۰)

إن المستحب كون المؤذن عالما بالسنة. (هداية ۹۰/۱)

وينبغي أن يكون المؤذن رجلا عاقلا صالحاً تقيا عالما بالسنة مواظبا عليه، وفي الكافي: والأولىٰ أن يتولى العلماء أمر الأذان، وفي الجامع الصغير للحسامي: قال يعقوب: رأيت أبا حنيفة يؤذن في المغرب ويقيم ولا يجلس، فهذا يدل على أن الحق أن المفتي هو المؤذن. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱۴۴/۲ رقم: ۱۹۷۹ زكريا)

يحرم على الرجل قطع لحيته. (در مختار مع الشامی ۴۰۷/۶ كراچی)

وأما الآخذ منها وهي دون ذلك (أي دون القبضة) كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد وأخذ كلها كما يفعل يهود الهنود

Marfat.com

ومجوس الأعاجم قبيح. (درمختار مع الشامي ٤١٨/٢ كراچی، درمختار مع الشامي ٣٩٨/٣ زكريا، فتح القدير ٣٤٨/٢ بيروت، البحر الرائق ٢٨٠/١)

ويكره أذان فاسق؛ لأن خبره لا يقبل في الديانات (مراقي الفلاح) قوله: أذان فاسق: هو الخارج عن أمر الشرع بارتكاب كبيرة كذا في الحموي قوله: لأن خبره لا يقبل في الديانات، فلم يوجد الإعلام المقصود الكامل. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح ٢٠٠ قديمي، ١٩٩ دار الكتاب ديوبند، احسن الفتاوىٰ ٢٦٠/٣)

وينبغي أن لا يصح أذان الفاسق بالنسبة إلى قبول خبره، والاعتماد عليه، أي لأنه لا يقبل قوله في الأمور الدينية، فلم يوجد الإعلام كما ذكره الزيلعي. (شامي ٣٩٣/١ كراچی، البحر الرائق ٢٦٣/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۳ھ

شرعی داڑھی والا مؤذن نہ ہونے کی وجہ سے امام کا خود ہی اذان وتکبیر کہنا؟

سوال (۱۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد میں ایک امام صاحب آئے ہیں جو خود ہی اذان دیتے ہیں اور خود ہی تکبیر کہتے ہیں اور پھر خود ہی مصلی پر پہنچ کر نماز پڑھاتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے آنے سے پہلے کوئی شخص اذان کہہ دیتا ہے؛ لیکن پھر بھی امام صاحب تکبیر خود ہی کہتے ہیں، دوسرے کسی کو تکبیر نہیں کہنے دیتے، جب کہ مقتدیوں میں پڑھے لکھے اور مستقل نمازی بھی ہوتے ہیں، کچھ کے داڑھی بھی مگر کٹی ہوئی ہے، اور کچھ کے مونڈی ہوئی ہے، جب کہ ان میں قرآن پڑھے ہوئے ہیں اور صحیح پڑھتے ہیں، اور ان امام صاحب کے آنے سے پہلے اکثر نماز بھی پڑھاتے رہے ہیں، اور ایک شخص جو بالکل اَن پڑھ ہے مگر داڑھی لمبی ہے اور وہ مستقل نمازی بھی نہیں ہے، جب وہ نماز میں ہوتے ہیں تو اُن سے تکبیر کہلواتے ہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر ہے کہ تکبیر باشرع شخص ہی کہا کرے، اگر مقتدیوں میں ایسا کوئی شخص موجود نہ ہوتو امام خود بھی تکبیر کہہ سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں؛ تاہم اگر کوئی بے داڑھی والا بھی تکبیر کہہ دے تو وہ بکراہت صحیح ہوجاتی ہے، اس بارے میں زیادہ تشدد مصلحت کے خلاف ہے، نرمی کے ساتھ اور حکمت کے طور پر ہدایت کی کوشش کرنی چاہئے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليؤذن لكم خياركم ...... (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب من أحق بالإمامة ۱/۸۷ رقم: ۵۹۰)

إن المستحب كون المؤذن عالما بالسنة. (هداية ۱/۹۰)

وينبغي أن يكون المؤذن رجلا عاقلا صالحاً تقيًا عالمًا بالسنة مواظبًا عليه، وفي الكافي: والأولىٰ أن يتولى العلماء أمر الأذان، وفي الجامع الصغير للحسامي: قال يعقوب: رأيت أبا حنيفة يؤذن في المغرب ويقيم ولا يجلس، فهذا يدل على أن الحق أن المفتي هو المؤذن. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۱٤٤ رقم: ۱۹۷۹ زكريا)

ويكره أذان الفاسق ولا يعاد. (الفتاوىٰ الهندية ۱/٥٤)

وحاصله أنه يصح أذان الفاسق وإن لم يحصل به الإعلام: أي الاعتماد على قبول قوله في دخول الوقت، بخلاف الكافر وغير العاقل فلا يصح أصلاً. (شامي ۲/٦۲ زكريا، شامي ۱/۳۹۲ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۲۳/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مقطوع اللحیہ کی اذان واقامت کولوٹانا ضروری ہے؟

سوال (۱۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی بغیر داڑھی والا یا منڈانے والا شخص اذان واقامت کہتا ہے، تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: داڑھی منڈانے یا کتروانے والے شخص کی اذان واقامت مکروہ ہے؛ تاہم اگر ایسے شخص نے اذان واقامت کہہ دی ہے تو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

فلو أذن الفاسق صح مع الكراهة عند الحنفية و الشافعية. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل: ١٨١ بيروت)

ويكره أذان الفاسق و لا يعاد. (الفتاوى الهندية ٥٤/١، شامي ٣٩٢/١ كراچي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

داڑھی والے کی موجودگی میں بے داڑھی والے کا اذان وتکبیر پڑھنا؟

سوال (۱۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: داڑھی والے حضرات کے ہوتے ہوئے اگر بغیر داڑھی والے حضرات نے اذان یا تکبیر پڑھی تو تمام نمازیوں کی نماز فاسد ہوجائے گی یا نماز ہوجائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بے داڑھی والے کی اذان وتکبیر کراہت کے ساتھ صحیح ہوجاتی ہے، بہتر ہے کہ باشرع آدمی اذان اور تکبیر کہا کرے۔

وينبغي أن يكون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقياً عالماً بالسنة. (الفتاوى الهندية ٥٣/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۹/۲۵ھ

خشخشی داڑھی رکھنے والے کی اذان وامامت؟

سوال (۱۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: ایک شخص صحت مند نوجوان ہے، داڑھی ایک مشت رکھنے میں شرعی عذر مانع نہیں ہے؛ لیکن داڑھی خش خشی رکھے ہوئے ہے اور عمداً تراشتا ہے، نیز اس کا لباس غیر شرعی ہے، کیا ایسا شخص جو اپنے آپ کو جمعیتی کہتا ہے، اپنی نسبت حضرت شیخ الاسلام کی طرف کرتا ہے، باشرع مؤذن اور نائب مؤذن صاحبان کی موجودگی میں شوقیہ اذان دیتا ہے، بعض احباب میں اس مسئلہ میں اختلاف ہوا، تو استاد دار العلوم دیوبند سے رجوع کیا گیا ہے، تو حضرت نے فرمایا کہ یہ شخص نہ صرف اذان دے سکتا ہے؛ بلکہ نماز بھی پڑھا سکتا ہے، اس معاملہ میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خش خشی داڑھی رکھنے والے کی اذان واقامت مکروہ ہے، اس لئے مذکورہ شخص کو چاہئے کہ اگر اسے اذان کا شوق ہے تو سنت کے مطابق مکمل داڑھی رکھ کر ہی اذان دیا کرے؛ تاکہ کسی کو اشکال کا موقع نہ ہو۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱/۲۵۷)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليؤذن لكم خياركم...... (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب من أحق بالإمامة ۱/۸۷ رقم: ۵۹۰)

إن المستحب كون المؤذن عالما بالسنة. (هداية ۱/۹۰)

وينبغي أن يكون المؤذن رجلا عاقلا صالحاً تقيا عالما بالسنة مواظبًا عليه، وفي الكافي: والأولىٰ أن يتولى العلماء أمر الأذان، وفي الجامع الصغير للحسامي: قال يعقوب: رأيت أبا حنيفة يؤذن في المغرب ويقيم ولا يجلس، فهذا يدل على أن الحق أن المفتي هو المؤذن. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۱۴۴ رقم: ۱۹۷۹ زكريا)

ويكره أذان الفاسق ولا يعاد هكذا في الذخيرة. (الفتاوىٰ الهندية ۱/۵۴، شامي ۲/۶۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حالتِ جنابت میں اذان دینا؟

سوال (۱۰۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام نے جنابت کی حالت میں اذان پڑھ دی، تو مقتدی نے امام صاحب سے کہا کہ اس حالت میں اذان نہیں پڑھنی چاہئے، تو امام نے کہا کہ میں شرم گاہ دھوتا ہوں اور لنگی کو بدل لیتا ہوں، تو کیا امام صاحب کے کہنے کے مطابق اذان اس صورت میں درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جنابت کی حالت میں اذان دینا سخت مکروہ ہے، پس مسئولہ صورت میں اگر چہ شرم گاہ پاک کر کے صاف کپڑے پہن لئے ہوں، پھر بھی غسل کئے بغیر اذان دینا مناسب نہ ہوگا، اور اگر ایسے شخص نے اذان دے دی تو اس اذان کا اعادہ مستحب ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يؤذن إلا متوضئ.

وفي رواية: عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه موقوفاً قال: حق وسنة مسنونة أن لا يؤذن إلا وهو طاهر. (السنن الكبرىٰ، الصلاة / باب لا يؤذن إلا طاهر ۵۸۳/۱ رقم: ۱۸۵۹-۱۸۸۵)

وكره أذان الجنب وإقامته باتفاق الروايات. (الفتاوىٰ الهندية ۵۴/۱)

ويكره أذان جنب، قال الشامي: وظاهره أن الكراهية تحريمية. (درمختار مع الشامي ۶۰/۲ زكريا، طحطاوي على مراقي الفلاح ۱۶۰ باب الآذان)

وأذان الجنب وإقامته يعادان على طريق الاستحباب، وفي رواية: لا يعادان. قال بعض مشائخنا: والأشبه أن يقال: يعاد أذان الجنب ولا يعاد إقامته؛ لأن تكرار الأذان مشروع في الجملة كما في الجمعة، فأما تكرار الإقامة فغير مشروع أصلاً، ثم إن محمداً قال في الجنب: أحب إلي أن يعيد. (الفتاوىٰ التاتارخانية

Marfat.com

۱٤٤/۲ رقم: ۱۹۸۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۹/۴ھ

بغیر وضو کے اذان دینا؟

سوال (۱۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بغیر وضو کے اذان دینا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان وضو کر کے دینا چاہئے؛ لیکن بغیر وضو بھی اذان دے سکتا ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يؤذن إلا متوضئ. (سنن الترمذي ۱/۵۰)

وفي رواية: عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه موقوفاً قال: حق وسنة مسنونة أن لا يؤذن إلا وهو طاهر. (السنن الكبرى، لصلاة / باب لا يؤذن إلا طاهر ۱/۵۸۳ رقم: ۱۸۵۹-۱۸۸۰)

ولا يكره أذان المحدث في ظاهر الرواية هكذا في الكافي وهو الصحيح، كذا في الجوهرة النيرة. (الفتاوى الهندية ۱/۵٤)

يستحب أن يكون المؤذن صالحاً وأن يكون على وضوء، ويكره إقامة المحدث وأذانه لما روينا من قوله عليه السلام: "لا يؤذن إلا متوضئ". واتبعت هذه الرواية لموافقتها لفن الحديث وإن صح علم كراهة أذان المحدث، وهو ظاهر الرواية والمذهب كما في الدر. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي ۱۰٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۶/۲ھ

Marfat.com

امام کا بغیر وضو اذان دینا؟

سوال (۱۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام اذان کے لئے صبح کو دیر سے جاگتے ہیں اور بغیر وضو کے اذان پڑھتے ہیں، مقتدی اذان سے پہلے مسجد پہنچ جاتے ہیں؛ اس لئے مقتدی باوضو اذان پڑھ دیتے ہیں، تو مذکورہ مقتدی کا اذان دینا صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں مذکورہ مقتدی کا اذان دینا درست ہے، اور امام صاحب کو چاہئے کہ وہ باوضو اذان دیا کریں؛ اس لئے کہ باوضو اذان دینا اولیٰ ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يؤذن إلا متوضئ. (سنن الترمذي ۱/ ۵۰)

وفي رواية: عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه موقوفاً قال: حق وسنة مسنونة أن لا يؤذن إلا وهو طاهر. (السنن الكبرىٰ، لصلاة / باب لا يؤذن إلا طاهر ۱/ ۵۸۳ رقم: ۱۸۵۹-۱۸۸۵)

وينبغي أن يؤذن و يقيم على طهر فإن أذن على غير وضوء جاز؛ لأنه ذكر وليس بصلاة فكان الوضوء فيه استحبابًا كما في القراءة. (هداية ۱/ ۸۹ بلال ديوبند، البحر الرائق ۱/ ۲٦٤، بدائع الصنائع ۱/ ۱٤۹ كراچی، الفتاویٰ الهندية ۱/ ٥٤-٥٣)

ويستحب أن يكون المؤذن صالحا وأن يكون على وضوء، ويكره إقامة المحدث وأذانه. (مراقي الفلاح على الطحطاوي ۱۰۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/ ۹/ ۱۴۱۵ھ

کیا بلا وضو اذان کہنے سے وبا پھیلتی ہے؟

سوال (۱۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا بلا وضو اذان کہنے سے وبا پھیلتی ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بے وضو اذان دینے سے وبا پھیلنے کی بات کا ہمیں علم نہیں؛ البتہ مسئلہ یہ ہے کہ باوضو اذان دینا مستحب ہے، اور جو اذان وضو کئے بغیر دی جائے وہ بھی شرعاً درست ہو جاتی ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يؤذن إلا متوضئ. (سنن الترمذي ۱/ ۵۰)

يستحب أن يكون المؤذن صالحاً وأن يكون على وضوء، ويكره إقامة المحدث وأذانه لما روينا من قوله عليه السلام: "لا يؤذن إلا متوضئ". واتبعت هٰذه الرواية لموافقتها لفن الحديث وإن صح عدم كراهة أذان المحدث، وهو ظاهر الرواية والمذهب كما في الدر. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي ۱۰۶ کراچی)

ولا يكره أذان المحدث في ظاهر الرواية هٰكذا في الكافي وهو الصحيح. (الفتاوى الهندية ۱/ ۵۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/ ۱۱/ ۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نسبندی کرانے والے کی اذان؟

سوال (۱۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے بغیر کسی حکومتی دباؤ ومجبوری کے صرف انقطاعِ تولید (اولاد پیدا نہ ہو) کی غرض سے نسبندی کرائی اور ایک وہ شخص جس نے حکومتی دباؤ یا مجبوری کے تحت نسبندی کرائی ہے، کیا یہ دونوں اذان کہہ سکتے ہیں؟ اور نماز پڑھا سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنی خوشی سے نسبندی کرانا سخت گناہ ہے؛ تاہم اگر کسی

Marfat.com

نے یہ گناہ کرلیا اور اب وہ دل سے نادم اور شرمندہ ہے اور نسبندی کھلوانے کی بھی کوئی صورت نہیں ہے، تو اس کی امامت واذان صحیح ہے؛ لیکن اگر لوگوں میں اس کے اس عمل کی شہرت کی وجہ سے اس سے کبیدگی اور ناگواری پائی جاتی ہو، تو امامت مکروہ ہوگی۔

وكذا أعرج يقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغيره أولىٰ......، والظاهر أن العلة النفرة. (شامي ۲/۲ ۳۰ زكريا)

الرسم بقطع أعضاء التناسل و استعمال الأدوية القامعة للباءة، والتبتل وغيرها تغير لخلق الله عز وجل، وإهمال لطلب النسل، فنهى النبي صلى الله عليه وسلم عن كل ذلك. (حجة الله البالغة / باب آداب المباشرة ۲/ ۳۴۹ حجاز ديوبند)

عن سعد بن وقاص رضي الله عنه قال: رد رسول الله صلى الله عليه وسلم على عثمان بن مظعون التبتل ولو أذن له لاختصينا. (مشكوٰة المصابيح ۲۶۷)

إن الاختصاء في الآدمي حرام صغيرا وكبيراً. (مرقاة المفاتيح ۳/ ۲ ۴۰ كتاب النكاح)

قال الشامي: وأما خصاء الآدمي فحرام؛ فإنه يراد به المعاصي فيحرم.

(درمختار مع الشامي ۹/ ۵۵۷ زكريا، البحر الزائق ۸/ ۲۰۴، الفتاویٰ الهندية ۵/ ۳۵۷)

التوبة من جميع المعاصي واجبة وإنها واجبة على الفور (روح المعاني) تحت قوله: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوْحًا﴾ (روح المعاني ۱۵/ ۲۳۶ بيروت)

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجة، كتاب الزهد / باب ذكر التوبة رقم: ۴۲۵۰، مشكوٰة المصابيح ۲۰۳)

ولو أم قوما وهم له كارهون إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذلك تحريما لحديث أبي داؤد، لا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون وإن هو أحق لا، والكراهة عيهم. (درمختار مع الشامي ۱/ ۵۵۹ كراچی)

Marfat.com

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ﴾ [بنی اسرائیل: ۳۱]

ومرتكب الحرام فاسق. (طحطاوي على المراقي ۲۷ مصري)

وكره أذان جنب ...... وفاسق. (درمختار مع الشامي ۲/ ۶۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۷/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بدنظری کرنے والے کا اذان دینا؟

سوال (۱۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب کے ساتھ ایک مقتدی جس کی نظر بد ہے، اذان دے سکتا ہے، تکبیر کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بدنظری کرنا اور نامحرم کو قصداً دیکھنا گناہ ہے، ایسے شخص کی اذان واقامت مکروہ ہے، اس لئے بہتر ہے کہ باعمل اور متقی شخص اذان اور تکبیر کہے؛ لیکن اگر غیر متقی شخص بھی اذان یا تکبیر کہہ دے، تو بھی اذان وتکبیر کراہت کے ساتھ درست ہوجاتی ہے۔

ويكره أذان ...... فاسق ولو عالمًا. (درمختار ۲/ ۶۰ زکریا)

عن الحسن قال: وبلغني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لعن الله الناظر والمنظور إليه. (شعب الإيمان للبيهقي، الحياء / فصل في الحمام ۶/ ۱۶۲ رقم: ۷۷۸۸ بيروت، مشكوٰة المصابيح ۲/ ۲۷۰)

ويكره أذان فاسق: وهو الخارج عن أمر الشرع بارتكاب كبيرة كذا في الحموي، لأن خبره لا يقبل في الديانات، فلم يوجد الإعلام المقصود الكامل.

(طحطاوي على مراقي الفلاح ۱۹۹ قديمي، كذا في الشامي مع الدر المختار ۱/ ۳۹۵ كراچی، والتبيين ۱/ ۲۵۰ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/ ۱۱/ ۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

فلم دیکھنے والے کا اذان دینا؟

سوال (۱۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں مؤذن اذان دیتا ہے اور کئی سال سے مستقل اذان دیتا آرہا ہے، لیکن وہ فلم بھی دیکھتا ہے، تو معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس مؤذن کو اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اذان ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فلم دیکھنا شرعاً گناہ ہے، اور فلم کا عادی شخص فاسق ہے، بہتر ہے کہ ایسا شخص اذان نہ دے؛ لیکن اگر وہ اذان دے گا، تو کراہت کے ساتھ اذان درست ہوجائے گی۔

عن صفوان بن سليم رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال لبني خطمة من الأنصار: يا بني خطمة اجعلوا مؤذنكم أفضلكم في أنفسكم.

(السنن الكبرىٰ للبيهقي، الصلاة / باب لا يؤذن إلا عدل ثقة ۱/۶۲۷ رقم: ۲۰۰۱)

ويكره أذان جنب وفاسق ولو عالماً لكنه أولى بإمامة وأذان من جاهل تقي أي حيث لم يوجد عالم تقي. (درمختار مع الشامي ۲/۶۰ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۱۴۴ رقم: ۱۹۷۹ زكريا)

استماع صوت الملاهي كضرب الدف بالقضيب ونحوه حرام، قال عليه السلام: استماع صوت الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر.

(بزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية ۶/۳۵۶، در مختار مع الشامي ۹/۵۰۴ زكريا، فتح القدير ۱۰/۱۶ بيروت)

الملاهي كلها حرام حتى التغني بضرب القضيب. (هداية ۴/۴۵۵)

أما التلفزيون والفديو: فلا شك في حرمة استعمالها بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة من الخلاعة والمجون، والكشف عن

Marfat.com

النساء المتبرجات أو العاريات، وما إلى ذلك من أسباب الفسوق. (تكملة فتح الملهم ٤/ ١٦٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس شخص پر تہمت لگائی گئی ہو اس کا اذان وتکبیر پڑھنا؟

سوال (۱۱۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکا مسلمان جس کا نام شمیم احمد ہے، وہ بچپن میں یتیم ہوگیا تھا، بچپن ہی سے شریف احمد کے یہاں رہتا ہے، اس وقت اس کی عمر ۴۶؍ سال ہے، مخالفین یہ تہمت لگاتے ہیں کہ وہ لڑکا شمیم احمد ہیجڑا ہے اور شریف احمد کے اس لڑکے سے ناجائز (لواطت) تعلقات ہیں، اور یہ بھی تہمت لگاتے ہیں کہ شریف احمد اس کی کمائی سے گھر کا خرچ چلاتے ہیں، جب شریف احمد سے ان باتوں کے بارے میں معلوم کیا گیا، تو انہوں نے کہا میرا شمیم احمد سے کسی طرح کا ناجائز تعلق نہیں ہے، اور نہ میں اس کی کمائی کھاتا ہوں، میرے بچے مجھے خرچ دیتے ہیں، میں اس سے گھر کا خرچ چلاتا ہوں، جب کہ شریف احمد مسجد کی دیکھ بھال بھی کرتے ہیں، اور اذان وتکبیر بھی پڑھتے ہیں، تو جواب طلب امر یہ ہے کہ شریف احمد کا اذان وتکبیر پڑھنا کیسا ہے؟ اور ان کے اذان وتکبیر پڑھنے سے نماز میں کوئی خلل واقع تو نہ ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلاتحقیق کسی شخص پر گناہ کی تہمت لگانا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا جب تک مسئولہ صورت میں شریف احمد پر لگایا ہوا الزام ثابت نہ ہو جائے، اُن کا مسجد کی دیکھ بھال کرنا اور اذان وتکبیر پڑھنا منع نہ ہوگا۔

القذف أيضا من الكبائر. (ملخصاً شرح طيبي ١/ ١٨٨ كراچی، مرقاة المفاتيح، باب الكبائر ١/ ١٠٥)

Marfat.com

قال اللّٰه تعالٰی: ﴿يَاۤأَيُّهَا الَّذِيۡنَ آمَنُوۡا اِنۡ جَآءَ كُمۡ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوۡا أَنۡ تُصِيۡبُوۡا قَوۡمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰى مَا فَعَلۡتُمۡ نَادِمِيۡنَ. [الحجرات: ٦]

ومحل التحذير والنهي إنما هو تهمة لا سبب لها يوجبها، كمن يتهم بالفاحشة أو بشرب الخمر ولم يظهر عليه ما يقتضي ذلك. (تفسير القرآن الكريم للقرطبي ٣٣١/١٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۲/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کے زخموں سے خون رستا ہو اس کا اذان دینا اور مسجد میں قیام کرنا؟

سوال (۱۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد جس کے ہم لوگ پنج وقتہ نمازی ہیں، میں مؤذن صاحب کو ایک ایسی بیماری ہے جس کی وجہ سے ہم لوگوں کا دل ان کے برابر میں کھڑے ہونے کو گوارا نہیں کرتا، اور ایسے کافی حضرات ہیں جو اس وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے سے کتراتے ہیں، اور ان کا دل گواہی نہیں دیتا؛ کیوں کہ ان کے ہاتھوں اور پیروں پر کچھ اس طرح کے زخم ہیں جن سے پانی رستا رہتا ہے، اور اس پر مکھیاں بیٹھتی ہیں؛ لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ اس کا فتویٰ دیں کہ ان حالات میں موذن صاحب کا مسجد میں قیام کرنا اور مسجد کا انتظام سنبھالنا کہاں تک درست ہے؟ کیا ان حالات میں ایسا مؤذن مسجد میں رہ سکتا ہے، جس کو ایسی بیماری ہے، جس کے دوسرے لوگوں کو بھی لگ جانے کا خطرہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مؤذن پاک صاف متقی ہونا چاہئے، نیز مسجد کے احترام کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ رستے ہوئے زخم کے ساتھ مسجد میں نہ رہا جائے، اس لئے اہل محلہ کو چاہئے کہ وہ اس کی جگہ کسی مناسب مؤذن کو مقرر کرلیں۔

Marfat.com

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليؤذن لكم خياركم ...... الخ. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب من أحق بالإمامة ۸۷/۱ رقم: ۵۹۰)

كما يستفاد بما روي عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: ما أحب أن يكون مؤذنوكم عميانكم. (المعجم الكبير للطبراني ۲۵۶/۹ رقم: ۹۲۶۹)

ويجوز أذان العبد القروي وأهل المفاوز والأعمى من غير كراهة، ولكن غير هؤلاء أولىٰ. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱۴۶/۲ رقم: ۱۹۸۶ زكريا)

من سنن المؤذن كونه رجلاً عاقلاً صالحاً عالماً بالسنن والأوقات مواظباً عليه محتسباً ثقة متطهراً مستقبلاً. (شامي ۳۹۳/۱ کراچی، شامي ۶۲/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۳/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسرے محلّہ کی مسجد میں با جماعت نماز پڑھ کر اپنے محلّہ کی مسجد میں اذان دینا؟

سوال (۱۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نماز پنج وقتہ کا پابند ہے؛ بلکہ نماز تہجد کا بھی پابند ہے اور اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز تہجد پڑھ کر فجر کی نماز کسی دوسرے محلّہ کی مسجد میں باجماعت ادا کرتا ہے، اس کے بعد اپنے محلّہ کی مسجد میں فجر کی مستقل طور پر اذان دینے کا معمول بنالیتا ہے، جب کہ مسجد ہذا میں دیگر حضرات محلّہ بھی موجود ہوں، علاوہ جن صاحب نے اذان دینے کا یہ طریقہ اختیار کیا ہے، اذان کے الفاظ تک کی ادائیگی میں غلطیاں ہیں، اصلاح کے بعد بھی درست نہیں کرسکے، اذان میں ''اللہ اکبر'' کے بجائے ''اللہ اکبار'' پڑھتے ہیں، تو ایسے شخص کا عمل اور اذان دینے کا مذکورہ معمول شریعت مطہرہ کی روشنی میں کیسا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مذکورہ شخص کا ایک مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کے بعد دوسری مسجد میں جاکر اذان دینا مکروہ ہے؛ اس لئے کہ اس اذان سے جس نماز کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہا ہے، یہ خود بعد میں اس میں شریک نہ ہوگا، اور اس کے لئے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔

نیز کلماتِ اذان میں ایسی فحش غلطی جس سے معنی بدل جائیں، اس سے بھی اجتناب لازم ہے، مؤذن ایسا شخص ہونا چاہئے جو صحیح مخارج اور آداب کے ساتھ اذان کے کلمات ادا کرے۔

عن زياد بن الحارث الصدائي رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أذن فهو يقيم. (سنن الترمذي، أبواب الصلاة / باب ما جاء أن من أذن فهو يقيم ۱/۰۵، سنن أبي داؤد ۱/۸۳)

وإن أذن وأقام ولم يصل مع القوم يكره؛ لأنه إن كان صلى فهٰذا تنفل بالأذان وإنه غير مشروع، وإن كان لم يصل فقد جمعهم على الخير وفارقهم فيكره. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۱٤٦ رقم: ۱۹۸۸ زكريا)

ويكره له أن يؤذن في مسجدين. (درمختار) لأنه إذا صلى في المسجد الأول يكون متنفلا بالأذان في المسجد الثاني، والتنفل بالأذان غير مشروع، ولأن الأذان للمكتوبة وهو لا يساعدهم فيها. (شامي ۲/۷۱ زكريا)

ولا لحن فيه أي تغني بغير كلماته، أي بزيادة حركة، أو حرف، أو مد وغيرها في الأوائل والأواخر. (شامي ۲/۵۳ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

بے نمازی کی اذان وتکبیر سے پڑھی گئی نماز کولوٹانا؟

سوال (۱۱۶): - کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید پنج وقتہ نمازی نہیں ہے؛ لیکن اکثر پڑھ لیتا ہے اور زید جب بھی اذان پڑھتا ہے، تو ایک نابینا شخص اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ زید پنج وقتہ نمازی نہیں ہے، تو اذان کیوں دیتے ہیں، پھر وہ نابینا شخص زید کی تکبیر پر نماز میں شرکت تو کر لیتے ہیں، مگر پھر اعادہ کرتے ہیں، تو کیا زید کی اذان درست ہے یا نہیں؟ اور نابینا کا نماز لوٹانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کا چھوڑنا بہت بڑا گناہ ہے، جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہو وہ شرعاً فاسق ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ پنج وقتہ نمازی شخص ہی اذان دیا کرے؛ لیکن اگر بے نمازی شخص اذان دیدے تب بھی وہ اذان وتکبیر شرعاً معتبر ہوجاتی ہے؛ اس لئے ایسی اذان وتکبیر سے پڑھی جانی والی نماز کا اعادہ نہیں کیا جائے گا؛ لہٰذا جو شخص اس بنیاد پر نماز کا اعادہ کرتا ہے وہ شرعی حکم سے ناواقف ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه يقول: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يقول: بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلاة. (صحيح مسلم ٦١/١ رقم: ٢٤٧، الأحاديث المنتخبة للعلامة الكاندهلوي ٨٠)

ويكره أذان الفاسق ولا يعاد. (الفتاوى الهندية ٥٤/١، الدرالمختار مع الشامي ٦٠/٢ زكريا، كتاب المسائل ٢٤٣/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۳/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان دے کر مسجد سے گھر جانا؟

سوال (۱۱۷): - کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: ایک شخص بغیر وضو مسجد میں اذان کہہ کر اپنے گھر چلا جاتا ہے اور پھر جب جماعت کا وقت ہوتا ہے تو وہ شخص آ کر وضو کرتا ہے اور پھر نماز پڑھتا ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اذان دینے کے بعد مسجد سے باہر جانا منع ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا جائز ہے، اصل مسئلہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بے وضو اذان دینا خلافِ اولیٰ ہے، اس لئے مذکورہ شخص کو چاہئے کہ وضو کر کے ہی اذان دیا کرے اور اگر وہ شخص کسی ضرورت سے اذان کے بعد گھر جاتا ہے اور اس کا پختہ ارادہ اسی مسجد میں آ کر با جماعت نماز پڑھنے کا ہے، تو اس کا مسجد سے باہر جانا مکروہ نہیں ہے، کراہت اس وقت ہے جب کہ اس مسجد میں نماز کے لئے آنے کا ارادہ نہ ہو۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يؤذن إلا متوضئ. (سنن الترمذي ١/ ٥٠)

وفي رواية: عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه موقوفاً قال: حق وسنة مسنونة أن لا يؤذن إلا وهو طاهر. (السنن الكبرىٰ، الصلاة / باب لا يؤذن إلا طاهر ١/ ٥٨٣ رقم: ١٨٥٩-١٨٨٥)

وكره تحريما للنهي خروج من لم يصل من مسجد أذن فيه إلا لمن ينتظم به أمر جماعة أخرىٰ، أو كان الخروج لمسجد حية ولم يصلوا فيه، أو لأستاذه لدرسه، أو لسماع الوعظ ومن عزمه أن يعود. (شامي ٢/ ٥٤ كراچی، تبيين الحقائق ١/ ٤٥١، النهر الفائق ١/ ٣٠٩)

كره خروجه من مسجد أذن فيه أو في غيره حتى يصلي لقوله عليه السلام: لا يخرج من المسجد بعد النداء إلا منافق، أو رجل يخرج لحاجة يريد الرجوع. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي باب إدراك الفريضة ٤٥٧)

أو لحاجة ومن عزمه أن يعود . (درمختار على الشامي ٢/ ٥٠٨ زكريا، لبحر الرائق ٢/ ٧٢، فتح

Marfat.com

القدير ۱/ ٤٧٤، الفتاویٰ لهندية ۱/ ۱۲۰، تحفة الأحوذي ۱/ ۹ ۵۱، بذل المجهود ۱/ ۳۰٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴؍۳؍۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَذان دے کر مؤذن کا مسجد سے نکلنا؟

سوال (۱۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک پابند صوم وصلوٰۃ شخص ایک مسجد میں بلا اجرت اَذان دیتے ہیں، مسجد کے تھوڑے فاصلہ پر اُن کی دوکان ہے، عمومی طور پر ان کی عادت بن گئی ہے کہ وہ اذان دے کر مسجد سے باہر دوکان پر بلا ضرورت بھی جاتے ہیں، اور بعض اوقات صرف باتوں میں مشغول رہتے ہیں، جب کہ اذان جماعت میں صرف پندرہ منٹ کا وقفہ ہوتا ہے، اسی میں ان سے جماعت بھی چھوٹ جاتی ہے وہ مسبوق ہوجاتے ہیں، اور کبھی تکبیر بھی آکر کہہ دیتے ہیں، ان کا یہ عمل شرائط اذان کے لئے خود ان کے لئے کیسا ہے؟ بعض اوقات ان کی وجہ سے دیگر لوگ بھی اذان کے بعد مسجد پہنچنے سے رک جاتے ہیں، اُن کا یہ عمل ظاہری طور پر ذمہ دار ہونے کی وجہ سے دوسروں کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر کوئی خاص ضرورت ہو، اور نماز میں دیر ہو، تو اذان کے بعد مسجد سے باہر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر جماعت کا وقت قریب ہو اور کوئی خاص ضرورت بھی نہ ہو اور مسجد سے باہر جانے میں جماعت یا رکعت چھوٹنے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں اذان کے بعد مسجد سے باہر جانا مکروہ ہوگا، اس لئے حسب تحریر سوال مذکورہ مؤذن صاحب کا عمل قابلِ اصلاح ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يخرج من المسجد بعد النداء إلا المنافق، أو رجل يخرج لحاجة يريد الرجوع، من أدرك الأذان في المسجد ثم

Marfat.com

خـرج لـم يـخـرج لحاجة وهو لايريد الرجوع فهو منافق. (سنن ابن ماجة، كتاب الأذان والسنة / باب إذا أذن وأنت في المسجد فلا تخرج رقم: ٧٣٣، وسنن أبي داؤد، تفريع أبواب الأذان / باب الخروج من المسجد بعد الأذان رقم: ٥٣٦، مسند أحمد ٥٣٧/٢، مراسيل أبي داؤد رقم: ٢٤، المعجم الأوسط للطبراني، كذا في الترغيب والترهيب للمنذرى مكمل ٨١ رقم: ٤١١ بيروت، شامي ٥٤/٢ كراچی)

.أو لحاجة ومن عزمه أن يعوذ . (درمختار على الشامي ٥٠٨/٢ زكريا، لبحر الرائق ٧٢/٢، فتح القدير ٤٧٤/١، الفتاوىٰ لهندية ١٢٠/١، تحفة الأحوذي ٥١٩/١، بذل المجهود ٣٠٦/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اِقامت سے متعلق مسائل

مسجد میں تنہا نماز پڑھنے والے کا اقامت کہنا؟

سوال (۱۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی آدمی تنہا مسجد میں فرض نماز پڑھنا چاہے تو اس صورت میں اقامت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر کوئی مقیم شخص ایسی مسجد میں فرض نماز ادا پڑھنی چاہے جہاں پہلے اذان واقامت کے ساتھ جماعت ہوچکی ہو، تو اب اسے اپنی نماز کے لئے اذان واقامت کہنا مکروہ ہے۔

عن علقمة رضي الله عنه قال: صلى عبد الله بن مسعود رضي الله عنه بي وبالأسود بغير أذان ولا إقامة، وربما قال: يجزئنا أذان الحي وإقامتهم. (رواه البيهقي في السنن الكبرىٰ ١٦٦/٢ رقم: ١٩٤٨)

أو مصل في مسجد بعد صلاة جماعة فيه يكره فعلهما. (درمختار مع الشامي ٣٩٥/١ كراچى، شامي ٦٣/٢ زكريا)

إذا صلى رجل في بيته واكتفى بأذان الناس وإقامتهم أجزاه من غير كراهة وفي التجريد: وإن أذن فهو أفضل. (الفتاوىٰ التاتارخانية ١٥١/٢ رقم: ٢٠٠٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۱/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کیا مؤذن کے علاوہ دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے؟

سوال (۱۲۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صرف مؤذن ہی نماز کے لئے اقامت کہہ سکتا ہے یا کوئی اور بھی پڑھ سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس نے اذان پڑھی ہے اسی کو اقامت کہنا افضل ہے، اُس کی اجازت کے بغیر دوسرے کا پڑھنا خلافِ اولیٰ ہے۔

الأفضل أن يكون المؤذن هو المقيم أي لحديث "من أذن فهو يقيم".

(شامي ٣٩٦/١ كراچی، شامي ٦٥/٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٥٤/١، البحر الرائق ٤٤٧/١، بدائع الصنائع ٣٧٥/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۲/۹/۱۴۱۷ھ

مؤذن کے علاوہ دوسرے شخص کا تکبیر کہنا؟

سوال (۱۲۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مؤذن اذان پڑھنے سے پہلے کسی دوسرے شخص کو تکبیر پڑھنے کی اجازت دے سکتا ہے؟ جب کہ اذان دے کر ہی تکبیر پڑھنے کا استحقاق یا حق ہوتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اصل حکم تو یہی ہے کہ جو شخص اذان دے وہی تکبیر کہے؛ اس لئے کہ دوسرے شخص کے تکبیر کہنے سے عموماً اصل مؤذن کو ناگواری ہوتی ہے؛ لیکن اگر مؤذن کسی شخص کو پہلے ہی تکبیر کی اجازت دے دے، تو ایسے شخص کے تکبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

عن زياد بن الحارث الصدائي رضي الله عنه قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم: ومن أذن فهو يقيم. (سنن أبي داؤد ٧٥/١ رقم: ٥١٢، السنن الكبرىٰ للبيهقي،

Marfat.com

الصلاة / باب الرجل يؤذن ويقيم غيره ١/٨٦ ٥ رقم: ١٨٦٩ بيروت)

قال المحدث السهارنفوري: لأنه إذا لم يقيم المؤذن يلحقه الوحشة والحزن غالباً. (بذل المجهود ٣/٢ ٣١، دار البشائر)

من سنن الأذان أن من أذن فهو الذي يقيم وإن أقام غيره، فإن كان يتأذى بذلك يكره؛ لأن اكتساب أذى المسلم مكروه، وإن كان لا يتأذى به لايكره.

(بدائع الصنائع ١/٥ ٣٧ بيروت)

إن كان حاضراً ويلحقه الوحشة بإقامة غيره يكره، وإن رضي به لايكره.

(الفتاویٰ الهندية ١/ ٤ ٥، شامي ٢/ ٦٤ زكريا، البحر الرائق ١/ ٢٥٧ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۲/۲/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مؤذن کو چھوٹا بتا کر اس کی اجازت ومرضی کے بغیر دوسرے کا تکبیر کہنا؟

سوال (۱۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مسجد میں مؤذن ہے اور ایک سال کئی ماہ تک مستقل اذان واقامت زید نے خود پڑھی ہے، اور اب صرف ایک شخص کا اعتراض ہے کہ زید چھوٹا ہے اس کی وجہ سے وہ شخص زید کو روکتا ہے کہ آپ تکبیر نہیں پڑھیں گے، تو معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا وہ شخص خود بغیر زید کی رضامندی کے تکبیر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: افضل یہی ہے کہ جس نے اذان دی وہی تکبیر کہے، اور اگر تکبیر کے وقت مؤذن موجود نہ ہو، تو دوسرے شخص کے تکبیر کہنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، اور اگر مؤذن حاضر ہو تو اس کی مرضی کے بغیر دوسرے شخص کا تکبیر کہنے کو بہت سے فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔

Marfat.com

[illegible]

Marfat.com

اقامت کس جگہ کھڑے ہوکر کہنا چاہئے؟

سوال (۱۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مؤذن صاحب کوئی سی بھی جگہ پر اقامت کہہ سکتے ہیں، شریعت میں کوئی جگہ متعین ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تکبیر کے لئے کوئی جگہ متعین نہیں ہے، مسجد کے اندر کسی بھی صف میں کھڑے ہوکر تکبیر کہی جاسکتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۵/۴۶۵ ڈابھیل، فتاویٰ دار العلوم ۲/۸۶، کتاب المسائل ۱/۲۶۳، احسن الفتاویٰ ۲/۲۸۲)

ويقيم على الأرض، هكذا في القنية، وفي المسجد، هكذا في البحر الرائق. (الفتاوى الهندية ١/٥٦)

ويسن الأذان في موضع عالٍ والإقامة على الأرض. (البحر الرائق، الصلاة / باب الأذان ١/٢٥٥ كوئته، ١/٤٣ رشيديه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۴/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کے کس طرف کھڑے ہوکر اقامت کہنی چاہئے؟

سوال (۱۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام کے بائیں جانب سے اقامت کہنا کیسا ہے اور اس کا صحیح محل کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اقامت کے لئے شریعت میں کوئی جگہ متعین نہیں ہے؛ لہٰذا دائیں اور بائیں کہیں بھی کھڑے ہوکر اقامت کہہ سکتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲/۶۱، ۱۶/۲۱۷، احسن الفتاویٰ ۲/۲۸۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

دوسری تیسری صف سے تکبیر کہنا

سوال (۱۲۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے کسی بھی نماز میں جماعت کی نماز پڑھنے کی صورت میں بالکل امام کے پیچھے تکبیر پڑھنے کے بجائے ایک دوصف پیچھے یا اس سے بھی زیادہ فاصلہ پر تکبیر پڑھ دی تو کیا یہ تکبیر پڑھنا صحیح ہوگا یا نہیں؟ اگر صحیح ہے یا نہیں تو اس کی وضاحت فرمائیں، بہتر اور اولیٰ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عین امام کے پیچھے کھڑے ہوکر تکبیر پڑھنا ضروری نہیں ہے، کسی بھی صف میں مکبر تکبیر پڑھ سکتا ہے، تکبیر سے مقصود یہ اعلان کرنا ہے کہ اب نماز شروع ہورہی ہے، یہ مقصود پچھلی صفوں میں تکبیر پڑھنے سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۲۸۲/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۳/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تکبیر میں حیعلتین پر چہرہ گھمانا؟

سوال (۱۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا اقامت میں بھی ''حی علی الصلوٰۃ'' پر التفات کرنا چاہئے، زید کہتا ہے کہ التفات کرنا چاہئے اور عمر کہتا ہے کہ نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تکبیر میں بھی حیعلتین پر دائیں بائیں چہرہ پھیرنا چاہئے، زید کا عمل صحیح ہے۔

ویلتفت فیہ یمیناً ویساراً وکذا فیہا أي في الإقامۃ. (شامي ۳۸۷/۱ کراچی، شامي ۵۳/۲ زکریا، امداد الفتاویٰ ۱۶۶/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۲/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اقامت کے دوران حیعلتین پر دائیں بائیں چہرہ پھیرنا؟

سوال (۱۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ندائے شاہی شمارہ ستمبر ۱۹۹۴ء مطابق ربیع الاول ۱۴۱۵ھ کے صفحہ ۴۲ پر تحریر فرمایا گیا ہے کہ اقامت میں بھی مکبر کو حیعلتین پر دائیں بائیں چہرہ پھرانا چاہئے، یہ مستحب ہے، جب کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کتاب ''دین کی باتیں صفحہ ۶۸'' پر تحریر فرماتے ہیں: ''اور اقامت میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت دائیں اور بائیں جانب منہ پھرانا بھی نہیں ہے''۔ مہربانی فرما کر اس تعارض کو دور فرمائیں، اور ایک راہ عمل متعین فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس مسئلہ میں فقہی روایات مختلف ہیں، بعض سے اقامت میں تحویل کی سنیت کا ثبوت ہوتا ہے، جیسا کہ صاحب درمختار وغیرہ نے ترجیح دی ہے، اور اسی پر حضرت حکیم الامتؒ نے امداد الفتاویٰ میں فتویٰ دیا ہے، امداد الفتاویٰ میں حضرت کی عبارت درج ذیل ہے:

''التفاتِ یمین ویسار جیسا اذان میں مسنون ہے، ویسا ہی اقامت میں'' الخ۔ (امداد الفتاویٰ ۱/۱۶۶)

اور دوسری روایت عدم سنیت کی ہے، جسے ''السراج الوہاج'' اور ''النہر الفائق'' میں اختیار کیا گیا ہے۔ حضرت تھانویؒ کی وہ عبارت جو کتاب ''دین کی باتیں'' میں ہے، وہ غالباً اسی روایت پر محمول ہے، بہر حال اس سے اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ اقامت میں تحویل کی اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی اذان میں ہے، اور اس مسئلہ میں تشدد روا نہیں ہے۔

وأطلق في الالتفات، ولم يقيده بالأذان، و قدمنا عن القنية: أنه يحول في الإقامة أيضاً، وفي السراج الوهاج: لا يحول فيها؛ لأنها إعلام الحاضرين، بخلاف الأذان فإنه إعلام للغائبين، وقيل: يحول إذا كان الموضع متسعاً. (البحر الرائق ۱/ ٤٥٠ رشيدية، كذا في النهر الفائق ١/ ١٧٤ ملتان)

فرع: هل يحول وجهه في الإقامة أيضاً؟ فيه ثلاثة أقوال: الأول: أنه

Marfat.com

لايحول؛ لأنه لإعلام الغائبين، بخلاف الأذان فإنه يكون للغائبين، والثاني: أنه يحول فيها لو المحل متسعا وإلا فلا، والثالث: أنه يحول فيها مطلقا متسعا كان أو لا، وهو الذي اختاره الحصكفي، قلت: والحق الصريح هو القول الأول.

(السعاية في كشف ما في الوقاية ۱۸/۲ لاهور، حاشية: فتاوىٰ محموديه ٤٦٦/٥ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۱۰/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حیعلتین کے وقت دائیں بائیں جانب منہ پھیرنا؟

سوال (۱۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ندائے شاہی مارچ ۲۰۰۱ء کے شمارہ میں ''کتاب المسائل'' کے تحت مسئلہ اقامت میں ''حي علی الصلوٰۃ وحي علی الفلاح'' پر منہ دائیں وبائیں طرف پھیرنا چاہئے، یہ مسئلہ جب مؤذن صاحب کو بتایا گیا تو انہوں نے اس پر عمل شروع کردیا، کچھ لوگوں اور امام صاحب نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ غلط ہے، یہ نئی بات ہے، بہشتی زیور کا حوالہ دیا گیا کہ بہشتی زیور حصہ ۱۱/ باب اذان کا بیان مسئلہ نمبر ۴ میں منہ پھیرنے کو منع کیا گیا ہے، برائے مہربانی واضح فرمائیں کہ بہشتی زیور کی عبارت کا کیا مطلب ہے، اور ''حي علی الصلوٰۃ وحي علی الفلاح'' پر دائیں بائیں جانب منہ پھیرنے کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اصل بات یہ ہے کہ حیعلتین کے وقت دائیں بائیں جانب منہ پھیرنا خاص طور پر اذان کی سنتوں میں ہے، اقامت کے وقت اس کی اتنی تاکید نہیں ہے جتنی اذان کے وقت ہے؛ البتہ یہ عمل اقامت میں استحبابی درجہ کا ہے، یعنی کرلیں تو اچھا ہے اور نہ کریں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ ''بہشتی زیور'' میں سنیت کی نفی بھی اپنی جگہ درست ہے، اور

Marfat.com

''ندائے شاہی'' کے مسئلہ میں جو فقہی عبارات کی روشنی میں اس کی ترغیب دی گئی ہے وہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے، دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/۱۶۶)

عن أبي جحيفة رضي الله عنه قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم بمكة وهو بالأبطح – وطرفه – قال: فتوضأ وأذن بلال، قال: فجعلت أتتبع فاه ههنا، وههنا يقول: يميناً وشمالاً يقول: حي على الصلاة حي على الفلاح......الخ.

(صحيح مسلم، الصلاة / باب سترة المصلي ١/١٩٥ رقم: ٥٠٣ بيت الأفكار)

وفي رواية أبي داؤد عن عون بن أبي جحيفة عن أبيه مرفوعاً فيه: فلما بلغ حي على الصلاة حي على الفلاح لوّي عنقه يميناً وشمالاً. (سنن أبي داؤد، تفريع أبواب الأذان / باب في المؤذن يستدير في أذانه رقم: ٥٢٠)

ويلتفت فيه وكذا فيها مطلقًا يمينًا ويسارًا ...... بصلاة وفلاح ولو وحده أو لمولود؛ لأنه من سنة الأذان مطلقاً (درمختار) وقال في الشامي: قوله: وكذا فيها مطلقاً أي في الإقامة، سواء كان المحل متسعاً أو لا. (شامي ١/٣٨٧ كراچی، ٢/٥٣ زكريا، مجمع الأنهر ١/١١٦ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۱۰ھ

دورانِ تکبیر امام مصلیٰ پر کھڑا ہو یا بیٹھے؟

سوال (۱۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اِقامت کے وقت امام کا مصلیٰ پر ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور دورانِ تکبیر امام مصلیٰ پر کھڑا رہے یا بیٹھا رہے؟ کون سا طریقہ اچھا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شروع تکبیر سے ہی امام کو مصلیٰ پر کھڑا ہوجانا چاہئے؛

Marfat.com

تا کہ صفوں کی درستگی کا واجب انجام دیا جاسکے، تکبیر کے وقت امام کا مصلیٰ پر بیٹھنے پر اصرار والتزام درست نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳۱۱/۲)

عن عبد الرحمن بن عوف سمع أبا هريرة رضي الله عنه يقول: أقيمت الصلاة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا قام في مصلاه قبل أن يكبر ذكر فانصرف، وقال لنا: مكانكم، فلم نزل قياماً ننتظره حتى خرج إلينا وقد اغتسل ينطف رأسه ماء فكبر فصلىٰ بنا. (صحيح مسلم ٢٢٠/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۷/۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا حجرے سے نکل کر مصلیٰ پر بیٹھنا؟

سوال (۱۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام کا حجرہ سے آ کر مصلیٰ پر بیٹھنا اور بعد میں کھڑا ہونا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: امام کا اقامت کے وقت مصلیٰ پر جا کر بیٹھ جانا اور حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا کسی بھی دلیل سے ثابت نہیں؛ بلکہ حضور اکرم ﷺ حضرات خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ کے عمل کے بالکل برخلاف ہے، اور کھلی ہوئی بدعت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

إن بلالاً كان يراقب خروج النبي صلى الله عليه وسلم فأول ما راٰه يشرع في الإقامة قبل أن يراه غالب الناس ثم إذا رأوه قاموا فلا يقوم مقامه حتى تعدل صفوفهم. (فتح الباري شرح صحيح البخاري ١٢٠/٢ بيروت)

یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حجرۂ مبارکہ سے تشریف آوری

Marfat.com

پر نگاہیں جمائے رکھتے تھے، جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے فوراً تکبیر شروع فرما دیتے تھے۔ (اسی طرح دیگر صحابہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آتا دیکھتے تو فوراً کھڑے ہو جاتے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ تک پہنچتے پہنچتے صفیں درست ہو جاتی تھیں۔

اس روایت نے معاملہ بالکل واضح کر دیا، اتنی صریح روایت کے ہوتے ہوئے امام کا تکبیر کے وقت مصلیٰ پر جا کر بیٹھنے کا اہتمام کرنا سوائے ہٹ دھرمی اور جہالت کے کچھ نہیں ہے، جو شخص بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھے گا وہ آپ کے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرا من گھڑت طریقہ اختیار کرنا ہرگز پسند نہ کرے گا۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ کتبِ فقہ میں جس طرح حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو آداب میں سے لکھا ہے، بعینہٖ اسی طرح ''قد قامت الصلوٰۃ'' پر امام کے تکبیر تحریمہ کو بھی آداب میں سے لکھا ہے، مگر مؤذن کے تکبیر تحریمہ کے فوت ہونے کے اندیشہ سے کوئی امام بھی اس پر عمل نہیں کرتا؛ بلکہ مذہب میں راجح بھی یہی ہے کہ ''قد قامت الصلوٰۃ'' پر تکبیر تحریمہ نہ کہیں۔

قوله إذا فرغ من الإقامة أي بدون فصل وبه قالت الأئمة الثلاثة وهٰذا عدل المذهب شرح المجمع وهو الأصح، قهستاني عن الخلاصة وهو الحق نهر. (طحطاوي ١٥١)

تو جب مؤذن کی رعایت میں ''قد قامت الصلوٰۃ'' پر تکبیر کے ادب کو چھوڑا جا سکتا ہے، تو کیا عام نمازیوں کی رعایت میں ''حی علی الفلاح'' پر کھڑے ہونے کے ادب کو ترک نہیں کیا جا سکتا؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۳/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تکبیر کے وقت امام کا مصلیٰ پر بیٹھنا؟

سوال (۱۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ لوگ تکبیر کے وقت بیٹھتے ہیں اگر بیٹھنا حدیث سے ثابت ہے تو ٹھیک اور اگر نہیں ہے تو

Marfat.com

جواب عنایت فرمائیں، اور اگر کچھ لوگ منع کرتے ہیں اور کچھ کہتے ہیں، تو کیا یہ جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیر کے وقت امام یا مقتدیوں کو مصلیٰ پر بالقصد بیٹھنے کا التزام کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، صحیح مسئلہ یہ ہے کہ تکبیر شروع ہوتے ہی امام ومقتدی کھڑے ہوجائیں؛ تاکہ صفوں کی درستگی کی سنت ادا کی جاسکے، اور جو پہلے سے بیٹھا ہوا ہو وہ بھی ''حی علی الفلاح'' کہنے تک کھڑا ہو جائے، اس سے تاخیر نہ کرے فقہ کی کتابوں میں جہاں ''حی علی الفلاح'' تک بیٹھنے کا ادب بتایا گیا ہے، اس کا مطلب یہی ہے کہ اس سے تاخیر نہ کی جائے۔

والظاهر أنه احتراز عن التاخير لا التقديم حتى لو قام أول الإقامة لا بأس.

(طحطاوي على الدر ۱/۱۸۹، بحواله: أحسن الفتاوىٰ ۲/۳۰۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۶/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مصلیٰ پر امام کے جانے کے بعد تکبیر کہنا؟

سوال (۱۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مصلیٰ پر امام کے جانے کے بعد تکبیر کہنی ضروری ہے یا مسجد میں امام موجود ہو اور مؤذن نے تکبیر کہہ دی تو مؤذن نے غلطی کی، صحیح کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مصلیٰ پر امام کے جانے کے بعد ہی تکبیر کہنی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ وقت ہونے پر جب مؤذن امام صاحب کو مصلیٰ پر آتے ہوئے دیکھ لے یا امام صاحب مسجد میں موجود ہوں تو تکبیر کہہ دے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲/۱۱۶)

إن بلالاً كان يرقب خروج النبي ﷺ فأول ما يراه يشرع في الإقامة. (بذل المجهود ٤/١١٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۷/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

تکبیراتِ اقامت بیٹھ کر سننا مستحب ہے یا کھڑے ہوکر؟

سوال (۱۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تکبیراتِ اقامت بیٹھ کر سننا مستحب ہے یا کھڑے ہوکر؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جماعت میں صفوں کی درستگی کا اہتمام لازم ہے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے جب کہ شروع تکبیر سے ہی کھڑے ہوکر صفیں بنائی جائیں، لہٰذا جیسے ہی مؤذن تکبیر شروع کرے نمازیوں کو صفیں درست کرنے کے امر میں لگ جانا چاہئے، البتہ اگر پہلے سے تمام لوگ صف بنائے بیٹھے ہوں اور امام بھی وہیں موجود ہو، تو اس خاص صورت میں فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ حي علی الصلاۃ پر سب لوگ کھڑے ہوں؛ تاکہ حي علی الصلاۃ کی دعوت اور نماز کے لئے کھڑے ہونے کے عمل میں مطابقت ہوجائے، یہ حکم ایک ادب اور استحباب کی حیثیت رکھتا ہے، اور اس کا صحیح محمل یہ ہے کہ نماز کے لئے کھڑے ہونے میں حي علی الصلاۃ سے تاخیر نہیں ہونی چاہئے، اگر پہلے کھڑے ہوجائیں تو ادب کے خلاف نہیں ہے، نیز اگر کسی ادب پر اس طرح اصرار کیا جانے لگے کہ لوگ اسے واجب یا فرض سمجھیں، تو یہ ادب بدعت کے دائرہ میں آجاتا ہے جس سے بہرحال اجتناب لازم ہے۔ (طحطاوی علی الدر المختار ۱/۲۱۵، بحوالہ: فتاویٰ محمودیہ ۷/۳۶۱، عالمگیری ۱/۵۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۳/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تکبیر بیٹھ کر سننی چاہئے یا کھڑے ہوکر؟

سوال (۱۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تکبیرِ اولیٰ بیٹھ کر سننا چاہئے یا کھڑے ہوکر شروع سے ہی کھڑا ہونا چاہئے؟ یا حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا چاہئے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تکبیر کے وقت شروع سے کھڑے ہوجانا چاہئے؛ تاکہ صفوں کی درستگی کا اہتمام ہوسکے، اور کتبِ فقہ میں ''حی علی الصلوٰۃ'' پر کھڑے ہونے کی جو بات لکھی گئی ہے، اس کا مطلب علامہ طحطاویؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ کھڑے ہونے میں حی علی الصلوٰۃ سے تاخیر نہ کی جائے۔

والظاهر أنه احتراز عن التاخير لا التقديم. (طحطاوي على الدر بحواله: أحسن الفتاویٰ ۳۰۶/۲)

اور پھر یہ زیادہ سے زیادہ ادب ہے، اور ادب کو واجب کا درجہ دینا اور اسے اپنا شعار بنالینا یہ کسی طرح درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۸/۱۹ھ

اِقامت کھڑے ہوکر سننی چاہئے یا بیٹھ کر؟

سوال (۱۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اقامت کھڑے ہوکر سننی جائز ہے یا بیٹھ کر؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَحادیث وآثار واعمال صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ ابتداء اقامت ہی سے مقتدیوں کو کھڑا ہوجانا چاہئے؛ تاکہ اقامت کے اختتام تک صفیں مکمل طور پر درست ہوجائیں، اور حاضرین میں سے سب لوگ تکبیرِ اُولیٰ کے ساتھ نماز میں شرکت کرسکیں۔

الصلاة كانت تقام لرسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم فيأخذ الناس مصافهم قبل أن يقوم النبي مقامه. (صحيح مسلم ۲۲۰/۱)

Marfat.com

أقيمت الصلاة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا قام في مصلاه قبل أن يكبر. (صحيح مسلم ۲۲۰/۲)

إذا قال المؤذن الله أكبر وجب القيام. (عمدة القاري ۲۱۵/۵، فتح الباري ۱۲۰/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۶/۱۳ ۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا کھڑے ہوکر اقامت سننی مکروہ ہے؟

سوال (۱۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلہ کی مسجد میں ہمیشہ سے اقامت مقتدی اور امام کھڑے ہوکر سنتے تھے؛ لیکن ابھی کچھ عرصہ سے امام صاحب ہماری مسجد میں آئے ہیں وہ مصلّی پر بیٹھ کر تکبیر سنتے ہیں، نیز کھڑے ہوکر اقامت سننے کو مکروہ قرار دیتے ہیں، کیا کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کی روشنی میں اقامت کھڑے ہوکر سننا مکروہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتى تروني. (صحيح البخاري ۸۸/۱)

والقيام لإمام ومؤتم حين قيل حي على الفلاح، إن كان الإمام بقرب المحراب وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر، وإن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه إلا إذا قام الإمام بنفسه في مسجد، فلا يقفوا حتى يتم إقامته. (درمختار مع الشامي ۱۷۷/۲)

والقيام حين قيل حي على الفلاح؛ لأنه أمر به فيستحب المسارعة إليه أطلقه فشمل الإمام والماموم إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام وهو الأظهر، وإن دخل من قدام وقفوا حين يقع بصرهم

Marfat.com

عليه. (البحر الرائق ٣٠٤/١ كراچی)

عن عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه سمع أبا هريرة رضي الله عنه قال: أقيمت الصلاة وصف الناس صفوفهم، وخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقام مقامه فأومأ إليهم بيده أن مكانكم، فخرج وقد اغتسل، ورأسه ينطف الماء فصلى بهم. الحديث. (صحيح مسلم ٢٢٠/١)

عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: أقيمت الصلاة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا قام في مصلاه قبل أن يكبر ذكر فانصرف، وقال لنا مكانكم: فلم نزل قياماً ننتظره حتى خرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقد اغتسل ينطف راسه ماءً، فكبر فصلى بنا. (صحيح مسلم ٢٢٠/١)

مذکورہ بالا اَحادیث وجزئیات سے معلوم ہوگیا کہ کھڑے ہوکر تکبیر سننا منع نہیں ہے، اور جن جزئیات میں ''حی علی الصلوٰۃ'' پر کھڑے ہونے کو مستحب کہا گیا ہے، ان کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے پہلے ضرور کھڑے ہوجائیں، اور کھڑے ہونے میں اس سے تاخیر نہ کریں؛ لہٰذا اصرار کرنا بالکل بے دلیل ہے، اور موجودہ دور میں اہلِ بدعت کا شعار بن گیا ہے، اس لئے اس پر نکیر کرنی چاہئے، اور شروع تکبیر ہی سے کھڑے ہوکر صف بندی کا واجب ادا کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۹/۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مقتدی نماز کے لئے کب کھڑے ہوں؟

سوال (۱۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مقتدی نماز کے لئے کب کھڑے ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء احناف نے اس مسئلہ میں مختلف صورتوں میں

Marfat.com

الگ الگ استحبابی حکم بیان فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) اگر امام صف کے درمیان موجود نہ ہو اور پیچھے سے مصلیٰ کی طرف آرہا ہو، تو جس صف تک پہنچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے۔

فـإمـا إذا كان الإمام خارج المسجد فإن دخل المسجد من قبل الصفوف فكلما جاوز صفاً قام ذلك الصف. (الفتاوى الهندية ۵۷/۱، درمختار ۱۷۷/۲ زكريا)

(۲) اور اگر امام سامنے سے آرہا ہو تو اس پر نظر پڑتے ہی جماعت کھڑی ہو جائے۔

وإن كـان الإمـام دخـل الـمسـجـد مـن قدامهم يقومون كما رأوا الإمام.

(الفتاوىٰ الهندية ۵۷/۱، درمختار ۱۷۷/۲ زكريا، خانية ۵۳۰/۱)

(۳) اور اگر امام پہلے ہی سے صف میں موجود ہو (اور صفیں بھی سب درست ہوں) اور اقامت کا وقت ہو جائے تو اس خاص صورت میں مکبر کی اقامت سے پہلے کسی کا کھڑا ہونا مکروہ ہے، اور افضل یہ ہے کہ جب مکبر حی علی الفلاح تک پہنچے تو امام سمیت پوری جماعت کھڑی ہو جائے، کھڑے ہونے میں حی علی الفلاح سے تاخیر کرنا اور اس کے بعد تک بیٹھا رہنا مکروہ ہے۔

إن كـان الـمـؤذن غير الإمام و كان القوم مع الإمام في المسجد فإنه يقوم الإمام و القوم إذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة و هو الصحيح.

(الفتاوىٰ الهندية ۵۷/۱، درمختار ۱۷۷/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۹/۲۴ھ

امام اور مقتدی جماعت میں کب کھڑے ہوں؟

سوال (۱۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام اور مقتدی جماعت میں کس وقت کھڑے ہوں؟ بعض لوگ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو ضروری خیال کرتے ہیں اور اس کو اسلام کا شعار قرار دیتے ہیں، آخر اس کی کیا حقیقت ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیر کے وقت حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو ضروری سمجھنا اور اسے اسلامی شعار قرار دینا صحیح نہیں ہے؛ بلکہ ابتداء تکبیر سے ہی کھڑے ہوکر صفوں کی درستگی کرنا اور نماز کی طرف مسارعت کا ثبوت دینا چاہئے؛ اس لئے کہ:

الف:- صفوں کا سیدھا کرنا واجب ہے اور حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا زیادہ سے زیادہ مستحب ہے؛ لہٰذا واجب کی ادائیگی کے وقت مستحب کی رعایت نہیں کی جائے گی۔

ب:- حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو فقہی عبارتوں میں محض مستحب قرار دیا گیا ہے اور شرعی ضابطہ یہ ہے کہ جب کسی مستحب کا درجہ بڑھا کر واجب سمجھا جانے لگے تو وہ مستحب بھی مکروہ کے درجہ میں آجاتا ہے۔

إن المندوب ربما انقلب مكروهاً إذا خيف أن يرفع عن رتبته. (مجمع الأنهر ۲۴۴/۲)

آج کے زمانہ میں چوں کہ ایک خاص فرقہ نے حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کے ادب اور استحباب کو واجب اور فرض کا درجہ دے دیا ہے؛ لہٰذا مذکورہ فقہی ضابطہ کی روشنی میں یہ مستحب بھی مکروہ کے درجہ میں آکر قابلِ ترک ہوگیا ہے۔

ج:- جن عبارتوں میں حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو مستحب کہا گیا ہے، اُن کا مطلب خود علامہ طحطاویؒ نے درمختار کے حاشیہ میں یہ بیان کیا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ کھڑے ہونے میں حی علی الفلاح سے تاخیر نہ کی جائے، یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے کھڑے ہی نہ ہوں۔ (طحطاوی علی الدر ۲۲۲/۱، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ ۱۱۶/۲)

د:- احادیثِ طیبہ اور تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دورِ نبوی اور دورِ صحابہ ﷺ میں ابتداء تکبیر سے ہی قیام کا دستور تھا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ تکبیر پڑھی گئی اور ہم کھڑے ہوگئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارکہ سے تشریف لانے سے پہلے ہم نے صفیں درست کرلیں۔ (مسلم شریف ۲۲۰/۱)

Marfat.com

مشہور محدث علامہ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا یہ معمول تھا کہ مؤذن کے اللہ اکبر کہتے ہی وہ نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ پر تشریف لانے سے پہلے ہی صفوں کی درستگی کا کام پورا ہوجاتا تھا۔ (فتح الباری ۲/۹۵)

ان کے علاوہ بھی بہت سی روایتوں سے یہی مضمون مستفاد ہوتا ہے؛ لہٰذا ان احادیث وآثار کے مقابلہ میں مضمرات قہستانی کی وہ فقہی عبارت معمول بہا نہیں ہوگی جس میں اقامت کے وقت مسجد میں داخل ہونے والے کو بیٹھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل دیکھنے کے لئے ملاحظہ کریں: (جواہر الفقہ ۱/۳۱۴، امداد الفتاویٰ ۱۸۴، فتاویٰ دار العلوم ۲/۱۱۳، احسن الفتاویٰ ۲/۳۰۶، فتاویٰ محمودیہ ۲/۱۱۶، فتاویٰ رحیمیہ ۴/۳۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۳/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام محراب کے قریب ہو تو مقتدی کب کھڑے ہوں؟

سوال (۱۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام اپنی قوم کے ساتھ مسجد کے اندر محراب کے قریب موجود ہے، تو کیا معتبر کتبِ حنفیہ کے نزدیک تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑے ہونے کا حکم ایسا موجود ہے، جس کو ائمہ ثلاثہ نے اپنا مذہب بنایا ہو، اور بیٹھے رہنے کو مکروہ، حوالہ اصل عبارت سے مع ترجمہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: امام پہلے سے محراب کے قریب بیٹھا ہو اور صفیں بھی پہلے ہی سے بنی ہوئی ہوں، صفوں کی درستگی کے لئے پہلے سے کھڑے ہونے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہو، تو ایسی شکل میں ادب یہ ہے کہ ابتداءِ تکبیر سے نہ کھڑے ہوں؛ بلکہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تب کھڑے ہوں؛ تاکہ مؤذن جس بات کی دعوت حی علی الفلاح سے دے رہا ہے، کھڑے ہونے سے اس کا عملی جواب بھی ہوجائے، اتنی بات ائمہ ثلاثہ سے ثابت ہے، جب کہ

Marfat.com

حوالہ اس سے پہلے جواب میں گذر چکا ہے؛ لیکن یہ محض ادب ہے، اس کے خلاف کرنے والے پر ملامت نہ کی جائے۔ اور امام اگر محراب کے قریب نہ ہو تو جیسے ہی وہ صفوں میں داخل ہو، ہر صف کھڑی ہوتی جائے، اس طرح اگر صفیں پہلے سے درست نہ ہوں، تو ابتداء تکبیر سے کھڑے ہوکر صفوں کی درستگی کا کام انجام دیا جائے؛ اس لئے کہ صفوں کی درستگی واجب ہے، واجب کی ادائیگی کے لئے ادب پر عمل کی رعایت نہیں کی جائے گی۔

هذا إذا كان الإمام في المسجد فإن كان خارج المسجد لايقومون ما لم يحضر لقول النبي صلى الله عليه وسلم: لاتقوموا في الصف ما لم تروني خرجت. (بدائع الصنائع ٤٦٨/١)

وإن لم يكن الإمام حاضراً لاتقوموا حتى يصل إليهم، وفي أخرى يقومون إذا اختلط بهم. (تبيين الحقائق ٢٨٣/١)

فأما إذا كان الإمام خارج المسجد، فإن دخل المسجد من قبل الصفوف فكلما جاوز صفا قام ذلك الصف، وإليه مال شمس الأئمة الحلواني والسرخسي وشيخ الإسلام، خواهر زاده. وإن كان الإمام دخل المسجد من قدامهم يقومون كما رأوا الإمام. (الفتاوى الهندية ٥٧/١، درمختار ٤٧٨/١ كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۹/۲۴ھ

تکبیر کے وقت مقتدی حضرات کب کھڑے ہوں؟

سوال (۱۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تکبیر کے وقت امام مقتدی کھڑے ہوتے ہیں، حی علی الصلوٰۃ پر، آیا یہ طریقہ حضور سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور تکبیر کے وقت صحابہ کس حالت پر رہتے تھے؟ اور ہمیں کیا کرنا چاہئے؛ اس لئے کہ بعض جگہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہوتے ہیں اور بعض جگہ مکبر کے ساتھ کھڑے ہوجاتے ہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تکبیر کے وقت امام ومقتدی سب کو کھڑا ہونا چاہئے؛ تاکہ صفوں کی درستگی کا واجب ادا کیا جاسکے، حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں تشریف لاتے دیکھ کر کھڑے ہوجاتے تھے، اور اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تکبیر شروع فرماتے تھے۔ (مسلم شریف ۱/۲۲۰)

اور کتبِ حنفیہ میں حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کا جو حکم مذکور ہے، اس کے بارے میں علامہ طحطاویؒ نے صراحت کی ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ حی علی الصلوٰۃ سے تاخیر نہ ہو، پہلے کھڑے ہونے سے ممانعت نہیں ہے۔ (کمانقل فی احسن الفتاویٰ ۲/۳۰۶)

اور اگر بالفرض یہی حکم ہو کہ ابتدا سے کھڑے نہ ہوں تو زیادہ سے زیادہ ایک امر مستحب ہوگا؛ لہٰذا اس کے تارک پر نکیر کرنا اور اسے واجب کے درجہ میں رکھنا جائز نہ ہوگا؛ کیوں کہ جب امر مستحب کو واجب سمجھا جانے لگے تو مستحب مکروہ میں بدل جاتا ہے۔

إن المندوب ربما انقلب مکروهاً إذا خیف أن یرفع عن رتبته. (مجمع البحار ۲/۲٤٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۳/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ابتداء اقامت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے؟

سوال (۱۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض لوگ تکبیر کے وقت شروع میں ہی کھڑے ہوجاتے ہیں اور بعض لوگ شہادتین تک بیٹھے رہتے ہیں، پہلے لوگ کھڑے ہونے کو سنت اور بیٹھے رہنے کو مستحب کہتے ہیں، کیا مسئلہ ایسا ہی ہے، بحوالہ تحریر فرمائیں، اور اگر کوئی حدیث ہو تو اس کی نشان دہی فرمائیں؟ اس سلسلہ میں کا ایک فتویٰ بھی ہم رشتہ ہے، جو درج ذیل ہے:

Marfat.com

الجواب بعون الملك الوهاب نحمده ونصلي علی حبیبه الکریم: حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا ہی مستحب ہے اور ابتداء اقامت سے کھڑا ہو جانا مکروہ ہے، درمختار میں ہے:

(ومن الأدب) القيام لإمام ومؤتم حين قيل حي على الفلاح. (درمختار) وتحته في الشامية: كذا في الكنز ونور الإيضاح والظهيرية والبدائع وغيرها: والذي قال في الذخيرة: يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة. (درمختار مع الشامي ١٧٧/٢ زكريا)

طحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے:

وإذا أخذ المؤذن في الإقامة ودخل رجل المسجد فإنه يقعد ولا ينتظر قائماً فإنه مكروه كما في المضمرات. قهستاني. ويفهم منه كراهة القيام ابتداء الإقامة والناس عنه غافلون. (طحطاوي على مراقي الفلاح ١٥١ لاهور)

یعنی جب مؤذن اقامت شروع کرے اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھ جائے کھڑا رہ کر انتظار نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے۔ (المضمرات قہستانی) اس سے ابتداءً اقامت سے ہی کھڑے ہو جانے کی کراہت معلوم ہوئی اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

اس فتویٰ کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کے بارے میں مجیب نے جو جواب لکھا ہے اس میں چشم پوشی سے کام لیا ہے، جب کہ حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کے سلسلہ میں حضرت امام اعظمؒ کے یہاں تفصیل ہے؛ لیکن مجیب نے تفصیل سے قطع نظر کرتے ہوئے جواب لکھا ہے، دیکھئے فقہ کی معتبر کتاب: بدائع، البحر الرائق، عالمگیری، تاتارخانیہ وغیرہ میں اس کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، اور اسی کو صحیح قول کہا گیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

Marfat.com

إن كـان الـمـؤذن غير الإمام و كان القوم مع الإمام في المسجد فإنه يقوم الإمـام والـمـؤتم إذا قال حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة وهو الصحيح، فأما إذا كـان الإمـام خارج المسجد فإن دخل من قبل الصفوف فكلما جاوز صفاً قام ذلك الصف وإليـه مال شمس الأئمة السرخسي وشيخ الإسلام، خواهر زاده. وإن كـان الإمـام دخـل الـمـسـجـد من قدامهم يقومون كما روا الإمام، وإن كان الـمـؤذن والإمـام واحـداً فإن أقام في المسجد فالقوم لا يقومون ما لم يفرغ من الإقـامـة وإن أقـام خـارج الـمـسـجـد فـمشائخنا اتفقوا على أنهم لا يقومون مالم يـدخل الإمام المسجد. (الفتاوىٰ الهندية ٥٧/١، بدائع الصنائع ٢٠٠/١، الفتاوىٰ التاتارخانية ٥٣٠/١، درمختار مع الشامي ٤٧٩/١ كراچی، شامي ١٧٧/٢ زكريا، البحر الرائق ٣٤١/١)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ’’امام ومقتدی اگر اقامت سے قبل مسجد میں موجود تھے تو صحیح روایت کے مطابق حی علی الفلاح پر اٹھ جانا چاہئے اور اگر امام باہر سے آرہا ہے تو وہ محراب کے کسی دروازہ سے یا اگلی صف کے سامنے سے آئے، بہرصورت جیسے ہی مقتدی امام کو دیکھیں اسی وقت کھڑے ہو جائیں اور اگر امام پچھلی صفوف کی طرف سے آرہا ہے تو جس صف سے گزرے وہ صف کھڑی ہوتی چلی جائے‘‘۔

- تو حنفیہ کے یہاں کھڑا ہونے میں اسی تفصیل کو پیش نظر رکھنا ہوگا، اور مذکورہ عبارت میں صرف ایک صورت ایسی ہے جس میں حی علی الفلاح پر کھڑا ہوا جاتا ہے، یعنی جب کہ امام ومقتدی مسجد میں موجود ہوں، بقیہ تمام صورتوں میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا قول خود حنفیہ کا مسلک نہیں، جیسا کہ عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا۔ اب علامہ ابن نجیم مصریؒ حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی علت تحریر فرماتے ہیں، جس سے بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو فقہاء نے مستحب جو کہا ہے اس کا کیا مطلب ہے، چناں چہ عبارت دیکھئے:

والـقـيـام حيـن قيـل حي على الفلاح لأنه أمر به فيستحب المسارعة إليه. (البحر الرائق ٣٠٤/١)

Marfat.com

یعنی حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا اس لئے افضل ہے کہ لفظ حی علی الفلاح امر ہے جو حکم دیتا ہے کہ کامیابی کی طرف آؤ، لہٰذا اس کی طرف جلدی کرنا مستحب ہوگا، اب جس کے پاس بھی ادنیٰ سی سوچنے کی صلاحیت ہے، وہ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا کہ حی علی الفلاح کے بعد بیٹھے رہنا المسارعة إلى الطاعة کے خلاف ہونے کی وجہ سے خلافِ ادب ہے؛ لیکن حی علی الفلاح سے قبل کھڑے ہونے میں اور بھی زیادہ مسارعت پائی جاتی ہے؛ لہٰذا اس کو مکروہ یا خلافِ ادب کہنا صحیح نہیں۔

نیز خود فقہی اصطلاح کے اعتبار سے شروع اقامت میں کھڑے ہونے کو مکروہ یا باعثِ عتاب گرداننا اور نہ کرنے والے پر نکیر کرنا درست نہیں ہے، چناں چہ علامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں:

ولها آداب تركه لا يوجب إساءةً لا عتاباً كترك سنة الزوائد. (درمختار مع الشامي ۴۷۷/۱ کراچی، شامي ۱۷۵/۲ زکریا)

یعنی نماز کے کچھ آداب ہیں، جن کے چھوڑنے سے گناہ نہیں ہوگا اور نہ ملامت ہوتی ہے، انہیں آداب کے ضمن میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اس لئے مذکورہ عبارت کے اعتبار سے اس وقت سے پہلے کھڑے ہونے والے پر نکیر کرنے کی اجازت نہ ہوگی؛ بلکہ ادب کو ادب ہی کے درجہ میں رکھا جائے گا، پس اگر کوئی شخص آداب واستحباب کو اپنے رتبہ سے بڑھا کر وجوب کی طرف مداومت وغیرہ کرنے لگے جیسا کہ حی علی الفلاح پر مداومت بعض حضرات کرتے ہیں اور نہ کرنے والے کو برا جانتے ہیں، تو اس کو حافظ ابن حجرؒ مکروہ تحریر فرماتے ہیں:

قال ابن المنير: إن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها فإن التيامن مستحب في كل شيء أي من أمور العبادة؛ لكن لما خشي ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه أشار إلى كراهته. (فتح الباري شرح بخاري ۲۸۱/۲ مصری)

ابن منیر سے روایت ہے کہ کبھی کبھی مندوبات مکروہ کے دائرہ میں آجاتا ہے مثلاً تمام امور عبادت میں داہنی طرف سے البتہ مستحب ہے؛ لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ کو جب اندیشہ ہونے لگا کہ لوگ وجوب کا درجہ دے دیں گے تو اس کو مکروہ قرار دیا۔

Marfat.com

حاصل یہ کہ حی علی الفلاح سے قبل کھڑا ہونا بلا کراہت وجائز درست ہے، اور یہی تعامل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی رہا ہے، چناں چہ ابتداءِ اقامت میں کھڑے ہونے کو مکروہ قرار دینا گویا عمل صحابہ کو مکروہ قرار دینا ہے۔ دیکھئے مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کھڑی کی گئی تھی، پس ہم لوگ کھڑے ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے درمیان تشریف لانے سے پہلے ہی ہم نے صفیں درست کرلیں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: أقيمت الصلاة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله ﷺ. (صحيح مسلم ۱/۲۲۰)

اس حدیث کے ذیل میں علامہ نووی شرحِ مسلم میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہی ان کے نزدیک سنت ہے۔

إشارة أنه هٰذه سنة معهودة عندهم. (نووي شرح لمسلم ۱/۲۲۱)

حضرت علامہ حافظ ابن حجرؒ اپنی کتاب فتح الباری شرح بخاری میں ابن شہاب کی روایت نقل فرماتے ہیں جس میں بالکل صریح ہے کہ وہ لوگ تکبیر کہتے ہی کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔

روىٰ عبد الرزاق عن ابن جريج عن ابن شهاب أن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن: الله أكبر يقومون إلىٰ الصلاة فلا يأتي النبي ﷺ مقامه حتى تعتدل الصفوف. (فتح الباري ۲/۹۵)

یعنی ابن شہاب سے مروی ہے جس وقت مؤذن اللہ اکبر کہتا تھا لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوجایا کرتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے تک صفیں درست ہوجاتی تھیں، ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا یہی عمل رہا ہے کہ شروع اقامت سے صفوں کی درستگی کا عمل شروع ہوجاتا تھا، اسی بنا پر مشہور تابعی حضرت سعید ابن المسیبؒ نے ابتداءِ اقامت میں کھڑے ہونے کو واجب قرار دیا ہے۔

وعن سعيد ابن المسيب قال: إذا قال المؤذن التكبير وجب القيام. (عون المعبود ۱/۲۱۱)

Marfat.com

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تک نماز کی تکبیر نہ کہتے تھے، جب تک کہ ان کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ صفیں درست ہوگئیں۔

ورُوِيَ عن عمر رضي الله عنه أنه كان يوكّل رجلاً بإقامة الصفوف ولا يكبر حتى يخبر أن الصفوف قد استوت. (ترمذي مع العرف الشذي ۱/۵۳)

معلوم ہوا کہ یہ جب ہی ہوگا جب کہ شروع اقامت میں کھڑا ہوا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حی علی الفلاح سے پہلے کھڑا ہونا بلا کراہت درست و جائز ہے، اور صحابہ کرام ﷺ کا تعامل ہے اور فقہاء کا حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو مستحب کہنا بایں معنی ہے کہ اس کے بعد بیٹھے رہنا خلاف ادب ہے، جیسا کہ "البحرالرائق" کی عبارت سے معلوم ہوا۔

البتہ مجیب نے علامہ طحطاوی کے قول سے ابتداء اقامت میں کھڑے ہونے کو کراہت لکھا ہے، جو حنفیہ کی متون وشروح کی تفصیل کے مخالف اور آثار صحابہ اور سنت خلفاء راشدین کے معارض ہے، نیز کسی بھی امام سے کراہت کا ثبوت نہیں؛ لہٰذا طحطاوی کی عبارت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے تعامل اور حنفیہ کی تمام کتابوں کے بظاہر معارض ہونے کی وجہ سے مرجوح سمجھی جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۳/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ابتداء تکبیر سے کھڑا ہونے والوں کو خلافِ سنت کہنا؟

سوال (۱۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اقامت کے وقت امام اور مقتدیوں کا حی علی الفلاح تک بیٹھے رہنا کہاں تک درست ہے؟ اور کیا شریعت نے اس کی تاکید کی ہے؟ اِقامت شروع ہونے پر کھڑے ہوکر صفوں کو درست کرنا کیا خلافِ سنت ہے؟ کیا امام ان کھڑے ہونے والوں کو بیٹھنے کی ہدایت کرسکتا ہے؟ نہ کھڑے ہونے والوں کو خلافِ سنت بتانا کہاں تک درست ہے؟ ایسے امام کے بارے میں کیا رائے ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اقامت کے شروع میں ہی امام ومقتدیوں کا کھڑا ہوجانا خلافِ سنت نہیں ہے، اس بارے میں احادیثِ صحیحہ موجود ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر ابتداء اقامت ہی سے حضراتِ صحابہ کھڑے ہوکر صفیں بنالیا کرتے تھے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أن الصلاة كانت تقام لرسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: فيأخذ الناس مصافهم قبل أن يقوم النبي صلى اللّٰه عليه وسلم مقامه. (صحيح مسلم ۱/۲۲۰)

لہٰذا جو امام اس طرح کھڑے ہونے کو خلافِ سنت کہتا ہے وہ خود سنت کے خلاف کرنے والا ہے اور کتبِ فقہ میں آداب کے ذیل میں جو ''حی علی الفلاح'' پر کھڑے ہونے کی بات آئی ہے، تو اولاً یہ محض ادب ہے، اس کے خلاف کرنے پر نکیر کی اجازت نہیں۔

ولها أداب تركه لا يوجب إساءة ولا عتاباً كترك السنة الزوائد؛ ولكن فعله أفضل. (درمختار مع الشامي ۱/۴۷۷ كراچی)

دوسرے اس کا مطلب یہ ہے کہ ''حی علی الفلاح'' سے تاخیر نہ کرنی چاہئے۔

والقيام لإمام ومؤتم حين قيل حي على الفلاح (درمختار) والظاهر أنه احتراز عن التاخير لا التقديم، حتى لو قام أول الإقامة لا بأس به: (طحطاوي على الدر بحواله: إعلاء السنن ۴/۳۲۸)

وقال القاضي عياض رحمه اللّٰه: يجمع بين مختلف هذه الأحاديث بأن بلالاً كان يراقب خروج النبي صلى اللّٰه عليه وسلم من حيث لا يراه غيره أو إلا القليل، فعند أول خروجه يقيم، ولا يقوم الناس حتى يروه، ثم لا يقوم مقامه حتى يعدلوا الصفوف. (شرح النووي على الصحيح لمسلم ۱/۲۲۱)

تیسرے یہ کہ اب یہ طریقہ اہل بدعت کا شعار بن گیا ہے؛ اس لئے اب اس کا ترک

Marfat.com

ضروری ہے۔ (دیکھئے: احسن الفتاویٰ ۱/۳۰۶، امداد الفتاویٰ ۱/۱۸۴، فتاویٰ محمودیہ ۲/۱۱۶، فتاویٰ رحیمیہ ۴/۳۶۷، فتاویٰ دارالعلوم ۲/۱۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۴/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اقامت کے وقت ''حی علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا؟

سوال (۱۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اقامت کے وقت مکبر کھڑے ہوکر تکبیر کہتا ہے اور امام صاحب اور بقیہ نمازی بیٹھے رہتے ہیں، اور جب مکبر حی علی الفلاح کہتا ہے، تو سب کھڑے ہوجاتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ اگر حدیث سے ثابت ہے تو صحیح اور راجح حدیث کیا ہے؟ تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اقامت کے شروع ہوتے ہی امام اور مقتدیوں کو کھڑے ہوکر صفوں کی درستگی کرنا اور نماز کی طرف مسارعت کا ثبوت دینا چاہئے؛ اس لئے کہ صفوں کا سیدھا کرنا واجب ہے، اس بارے میں احادیثِ صحیحہ موجود ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر ابتداء اقامت ہی سے حضراتِ صحابہ کھڑے ہوکر صفیں درست کیا کرتے تھے۔

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه يقول: أقيمت الصلاة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. (صحيح مسلم ١/٢٢٠، فتح الباري ٢/١٥٣ بيروت)

اور کتبِ فقہ میں آداب کے ذیل میں جو حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی بات آئی ہے، تو وہ اولاً محض ادب ہے، اس کے خلاف کرنے والے پر نکیر کی اجازت نہیں۔

ولها آداب تركه لا يوجب إساءة ولا عتاباً كترك السنة الزوائد ولكن فعله أفضل. (درمختار ٤٧٧ كراچی، درمختار مع الشامي ٢/١٥٤ بيروت)

Marfat.com

ثانیاً اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حی علی الفلاح سے تاخیر نہ کی جائے، جیسا کہ علامہ طحطاوی نے وضاحت فرمائی ہے۔

قال العلامة الطحطاوي: والظاهر أنه احتراز عن التاخير لا التقدم حتى لو قام أول الإقامة لا بأس. (طحطاوی علی الدر ۱/۳۳۱ بحواله: إعلاء السنن ٤/٣٤٥ بيروت)

ثالثاً یہ بات ہے کہ اب یہ طریقہ اہلِ بدعت کا شعار بن گیا ہے؛ اس لئے اس کا ترک لازم اور ضروری ہے۔

إن المندوب ربما انقلب مكروهًا إذا خيف أن يرفع عن رتبته. (مجمع بهار الأنوار ٢/٢٤٤

اس مسئلہ کو ہمارے اکابر نے بھی بڑے شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل کتبِ فتاویٰ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۱/۱۸۴، جواہر الفقہ ۱/۳۱۴، فتاویٰ دار العلوم ۲/۱۱۳، احسن الفتاویٰ ۲/۳۰۶، فتاویٰ رحیمیہ ۴/۳۲۷، کفایۃ المفتی ۳/۱۴، فتاویٰ محمودیہ ۲/۱۱۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کے سلسلہ میں امام محمدؒ کے قول کا مطلب؟

سوال (۱۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قال محمد ينبغي للقوم إذا قال المؤذن حي على الفلاح أن يقوموا إلى الصلاة، إذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتى تروني. (موطا إمام محمد ٨٨-٨٩)

اس قول اور حدیث کی تشریح فرمایئے، یہ حدیث اور قول صحیح نہیں ہے، تو امام محمد کا قول لغو اور بیکار ہوجائے گا، اگر یہ قول صحیح ہے تو اثبات فرمایئے ورنہ منفیت کا حکم دیجئے۔ زید مثبت کہتا ہے اور بکر منفی کہتا ہے، ان دونوں کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ اس حدیث کے بارے میں

Marfat.com

آپ مفصل لکھئے؟ زید یہ کہتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ضعیف حدیث پر عمل کرنا فضائل میں صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو عمل کرنا چاہئے، اور تارکِ حدیث اور تارکِ قولِ محمدؒ کے بارے میں حکم فرمایئے، کافر ہیں یا منکر؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: امام محمدؒ نے جہاں مذکورہ عبارت لکھی ہے وہیں آگے یہ بھی تحریر فرمایا ہے: فإذا أقام المؤذن للصلاة كبر الإمام. (موطا إمام محمدؒ ۸۹) یعنی جب مؤذن "قد قامت الصلاۃ" کہے تو فوراً امام تکبیر تحریمہ کہہ دے؛ لیکن ظاہر ہے کہ امام محمدؒ کے بتائے ہوئے اس ادب پر کہیں عمل نہیں کیا جاتا، اور تکبیر پوری ہونے کے بعد ہی نماز شروع کی جاتی ہے، اور اس تاخیر کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مؤذن کی تکبیر اولیٰ نہ فوت ہو جائے، تو جب ایک مؤذن کی رعایت میں اس ادب کو چھوڑا جا سکتا ہے تو صفیں درست کرنے کے لئے پہلے ادب کو بھی چھوڑنے کی اجازت ہونی چاہئے۔ ایک ادب پر تو اس قدر اصرار کہ نہ کرنے والے پر نکیر ہو، اور دوسرے ادب سے پہلو تہی انصاف کے خلاف ہے۔

نیز احادیث سے اس بات کا ثبوت ہے کہ شروع تکبیر سے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی؛ لہٰذا شروع تکبیر سے کھڑے ہونے کو خلافِ سنت ہرگز نہیں کہا جا سکتا، اور حدیث: إذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتى تروني صحیح ہے، اور یہ حکم اُمت پر شفقت کے لئے آپ نے دیا تھا کہ کہیں آپ کو آنے میں کوئی عارض پیش آ جائے اور لوگ کھڑے کھڑے انتظار کرتے رہیں۔

قال العلماء: والنهي عن القيام قبل أن يرده لئلا يطول عليهم القيام؛ لأنه قد يعرض له عارض فيتأخر بسببه. (عمدة القاري ۵/۱۵۳-۱۵۴)

نیز فقہاء حنفیہ کے نزدیک یہ حکم (امام کو دیکھ کر کھڑے ہونے) کا حکم اس وقت ہے جب

Marfat.com

امام مسجد کے باہر سے حجرہ وغیرہ سے آرہا ہو، اس اعتبار سے تو جب امام مسجد میں آئے تو اسے دیکھ کر کھڑے ہو جانا چاہئے؛ لیکن امام کے آتے وقت جماعت کا نہ کھڑا ہونا اور امام کا آکر سیدھے مصلیٰ پر بیٹھ جانا، پھر مؤذن کا تکبیر کہنا، اور حی علی الفلاح پر سب مقتدیوں کا کھڑے ہونا اس تفصیل کے ساتھ کسی ضعیف حدیث سے بھی ثبوت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارکہ سے تشریف لاکر سیدھے مصلیٰ پر قیام فرما ہوتے تھے، اور آپ کو دیکھتے ہی تکبیر شروع ہو جاتی تھی، آپ کا تشریف لاکر مصلیٰ پر بیٹھنا پھر کھڑا ہونا کہیں ثابت نہیں ہے، اسی طرح جمعہ کے دن خطبہ کے بعد مصلیٰ پر بیٹھنا اور پھر حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حدیث وفقہ کہیں سے ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۷/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر بریلوی مسجد میں نماز پڑھانے کا اتفاق ہو تو کیا ان کے طریقوں پر عمل کیا جائے گا؟

سوال (۱۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر زید کسی بدعتی کی مسجد میں چلا جائے اور وہاں کے لوگ اس کو امام بنادیں اور تکبیر کے وقت سب لوگ بیٹھے رہیں، اور یہ خوف ہو کہ اگر زید تکبیر کے وقت نہیں بیٹھا، تو لوگ فساد کریں گے یا کسی مسجد میں فجر کی نماز کے بعد سلام ہوتا ہو اور زید اپنا ذکر کر رہا ہو یا بیٹھا ہوا ہو اور یہ خوف ہو کہ اگر زید سلام میں نہ شریک ہوا تو لوگ اس سے جھگڑیں گے، تو ایسے موقع پر زید کو کیا کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیر کے وقت باقاعدہ مصلیٰ پر بیٹھنا اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا، اسی طرح سلام کے وقت کھڑے ہونے کا التزام حدیث سے ثابت نہیں ہے؛ لہٰذا کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے جو حدیث کے خلاف ہو اور جو لوگ فساد کریں، انہیں حکمتِ عملی سے سمجھایا جائے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۲/۳۰۵)

Marfat.com

﴿اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ﴾ [لنحل: ١٢٥]

فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروهاً. (سباحة الفكر مع مجموعة الرسائل الست ٧٢، فتح الباري ٦٠٩/٢ بيروت، مرقاة المفاتيح ١٤/٢، فتاویٰ محمودیہ ٣٠١/١١ میرٹھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٣/٧/١٤١٢ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اقامت سے پہلے صفیں درست کرنا؟

سوال (١٤٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم نے سنا ہے کہ نماز کے واسطے اقامت سے قبل صفیں درست کرنا واجب ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ثابت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صفوں کی درستگی واجب کے درجہ کی چیز ہے، بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سوّوا صفوفكم فإن تسوية الصفوف من إقامة الصلاة. (صحيح لبخاري ١٠٠/١)

یعنی صفیں درست کیا کرو؛ اس لئے کہ صفوں کا درست کرنا نماز کے قائم کرنے میں شامل ہے، تاہم یہ ضروری نہیں ہے کہ اقامت شروع ہونے سے قبل تمام صفیں درست ہوجائیں؛ بلکہ مقصود یہ ہے کہ تکبیرِ اولیٰ سے قبل صفیں ٹھیک ہوجانی چاہئیں اور یہ اسی وقت ہوگا جب کہ ابتداء اقامت سے مقتدی کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرنے کا اہتمام کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ٢٣/٥/١٤١٥ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

صفوں کی درستگی کے لئے ابتداءِ اقامت سے کھڑا ہونا؟

سوال (۱۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید امام ہے اور خالد، بکر، عمر وغیرہ مقتدی ہیں، اور جب مکبر اقامت کہنا شروع کرتا ہے تو مکبر کے ساتھ ہی امام اور مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے ہیں، ان حضرات کے لئے کس وقت کھڑا ہونا سنت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں صفوں کی درستگی کی بڑی اہمیت ہے اس کا پوری طرح لحاظ جبھی ہوسکتا ہے جب کہ ابتداء اقامت سے ہی نماز میں کھڑا ہو جائے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کا ابتداء اقامت سے کھڑا ہونا منقول ہے، اور فقہاء نے حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو جو مستحب لکھا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہونے میں اس سے تاخیر نہ کی جائے؛ لہٰذا مقتدیوں کا امام کے ساتھ ابتداء تکبیر سے کھڑے ہو جانا صحیح اور شریعت کے مطابق ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۲/۳۰۶-۳۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۴/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اَذان واِقامت کا جواب دینا

اَذان کا جواب دینا باعثِ ثواب ہے

سوال (۱۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا اذان کا جواب دینا ضروری ہے؟ اگر کوئی شخص اذان سن کر جواب نہ دے، تو کیا وہ گنہگار ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان کا جواب دینا بہت ثواب کا عمل ہے۔ ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جو شخص اخلاص کے ساتھ مؤذن کے کلمات اذان دہرائے اور حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوۃ إلا باللّٰہ العلي العظیم کہے، تو انشاء اللہ وہ جنت میں داخل ہوگا''۔

عن حفص بن عاصم بن محمد بن خطاب عن أبیه عن جده عمر بن خطاب رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا قال المؤذن اللّٰه أکبر اللّٰه أکبر، فقال أحدکم: اللّٰه أکبر اللّٰه أکبر، ثم قال: أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، قال: أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، ثم قال: أشهد أن محمد رسول اللّٰه، قال: أشهد أن محمد رسول اللّٰه، ثم قال: حي علی الصلاة، قال: لا حول ولا قوة إلا باللّٰه، ثم قال: حي علی الفلاح، قال: لا حول ولا قوة إلا باللّٰه، ثم قال: اللّٰه أکبر اللّٰه أکبر، قال: اللّٰه أکبر اللّٰه أکبر، ثم قال: لا إله إلا اللّٰه، قال: لا إله إلا اللّٰه من قلبه دخل الجنة. (صحیح مسلم ۱/۱۶۷، سنن بیهقي ۱/۶۰۲)

اور جو شخص اذان کے بعد یہ دعائے وسیلہ پڑھے اس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

Marfat.com

کی شفاعت نصیب ہوگی:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلوٰۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ. (صحیح البخاري ۱/۸٦)

ترجمہ: ''اے اللہ! اے اس مکمل دعوت اور قائم شدہ نماز کے مالک! محمد ﷺ کو مقام وسیلہ (جو جنت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے) اور فضیلت اور برتری سے سرفراز فرمایئے، اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز فرمایئے جس کا آپ نے وعدہ فرمایا ہے''۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''یہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ آدمی مؤذن کی اذان سن کر اس کا جواب نہ دے''۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من الجفاء أن تسمع المؤذن فلا تقول مثل ما يقول. (رواه الطبراني في كتاب الدعاء ١٦٥ رقم: ٤٨١ بيروت)

تاہم فقہاء احناف نے اس بارے میں بحث فرمائی ہے کہ زبان سے اذان کے جواب دینے کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ تو اس بارے میں دو نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں:

(۱) علامہ ابن الہمامؒ اور صاحبِ درمختار علامہ علاء الدین حصکفیؒ وغیرہ حضرات کے نزدیک اذان سننے والے کے لئے زبان سے جواب دینا واجب ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص بلا عذر جواب نہ دے، وہ ایک واجب کا ترک کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

(۲) اس کے برخلاف علامہ شمس الائمہ حلوانیؒ وغیرہ حضرات کا موقف یہ ہے کہ اذان سننے پر مسجد یا جماعت کی طرف چل کر جانا یعنی عملاً جواب دینا لازم ہے؛ لیکن زبان سے جواب دینا مسنون اور مستحب ہے، اس قول کے اعتبار سے جو شخص اذان سن کر بلا عذر جواب نہ دے، وہ صرف خلافِ اولیٰ کا مرتکب ہوگا، گنہگار نہ کہلائے گا۔ علامہ شامیؒ نے بحث کر کے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الأمر في حديث ''إذا سمعتم المؤذن

Marfat.com

فقولوا مثل ما يقول'' كما بسط في البحر، وأقره المصنف، وقواه في النهر ناقلاً عن المحيط وغيره. (درمختار ٦٩/٢- ٧٠ زكريا)

وفي الشامي: قوله: (والظاهر وجوبها باللسان) كذا قاله في فتح القدير معللاً بأنه لم تظهر قرينة تصرف الأمر عن الوجوب ...... الخ. نعم! أخرج الإمام أبو جعفر الطحاوي في كتابه شرح الآثار: بسنده إلى عبد الله رضي الله عنه قال: كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في بعض أسفاره فسمع منادياً، وهو يقول: ''الله أكبر الله أكبر''، فقال صلى الله عليه وسلم: ''على الفطرة''، فقال: ''أشهد أن لا إله إلا الله''، فقال صلى الله عليه وسلم: ''خرج من النار''. فابتدرناه، فإذا صاحب ماشية أدركته الصلاة، فنادیٰ بها. قال أبو جعفر: فهٰذا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: غير ما قال المنادي، فدل أن الأمر للاستحباب والندب كأمره بالدعاء في أدبار الصلوات ونحوه، فهٰذه قرينة صارفة للأمر عن الوجوب، وبه تأيد ما صرح به جماعة من أصحابنا من عدم وجوب الإجابة باللسان، وأنها مستحبة، وهٰذا ظاهرٌ في ترجيح قول الحلواني، وعليه مشیٰ في الخانية والفيض، ويدل عليه قوله صلى الله عليه وسلم ''إذا سمعتَ النداء فأجب داعي الله''، وفي رواية: ''فأجب وعليك السكينة''. ويكفي في ترجيحه الأدلة على وجوب الجماعة، فإنک علمت أن قول الحلواني مبني على أن الإجابة لقصد الجماعة، والذي ينبغي تحريره في هٰذا المحل أن الإجابة باللسان مستحبة، وأن الإجابة بالقدم واجبة، إن لزم من تركها تفويت الجماعة ...... الخ. (شامي ٦٩/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ٢/٣/١٤٣٦ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اذان پوری ہونے کے بعد ایک ساتھ جواب دینا؟

سوال (۱۴۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدیث میں جواذان کے جواب دینے کی فضیلت آئی ہے، تو میرا سوال یہ ہے کہ مؤذن کے کلمہ کو سن کر فوراً جواب دینے ہی سے یہ فضیلت حاصل ہوگی یا اگر کوئی شخص پوری اذان ہونے تک خاموش رہے یا اپنے کام میں مشغول رہے، اور پھر اذان ختم ہونے پر ایک ساتھ سب کلمات دہرادے، تو کیا اس کو بھی جواب دینے کی فضیلت ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اولیٰ بات تو یہی ہے کہ جوکلمہ مؤذن سے سنتا رہے، فوراً جواب دیتا رہے؛ تاہم اگر شروع میں خاموش رہا اوراذان کی تکمیل کے بعد زیادہ فصل کیے بغیر اذان کے کلمات دہرالئے، تو امید ہے کہ اس کو بھی اذان کے جواب دینے کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

ولو لم يجبه حتى فرغ لم أر، وينبغي تدار كه إن قصر الفصل. (درمختار)

وفي الشامي: وصرح به ابن حجر في شرح المنهاج حيث قال: فلو سكت حتى فرغ كل الأذان ثم أجاب قبل فاصل طويل، كفى في أصل سنة الإجابة، كما هو ظاهر. (شامي ٦٧/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۳/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کن حالتوں میں اذان کا جواب دینا منع ہے؟

سوال (۱۵۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کن کن حالتوں میں اذان کا جواب دینا منع ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آٹھ حالتوں میں اذان کا جواب دینا منع ہے:

Marfat.com

(۱) حالت نماز میں (۲) جمعہ وعیدین کے خطبہ کے دوران (۳) نماز جنازہ کے دوران (۴) دینی تعلیم کے وقت (۵) ہم بستری کی حالت میں (۶) غسل خانہ میں (۷) پیشاب کرتے وقت (۸) قضاء حاجت کے وقت۔

وفي المجتبى: في ثمانية مواضع إذا سمع الأذان لا يُجيب: في الصلوٰة وثلاث خطب الموسم، والجنازة، وفي التعلم العلم وتعليمه، والجماع، والمستراح وقضاء الحاجة والتغوط. (البحر الرائق ۱/ ۲٦٠)

ويجيب وجوباً مع سمع الأذان ولو جنباً لا حائضاً ونفساء وسامع خطبة وفي صلاة جنازة وجماع، ومستراح وأكل وتعليم علم وتعلمه (درمختار) قال الشامي: قوله: لا حائضًا ولا نفساء: لأنهما ليسا من أهل الإجابة بالفعل بخلاف الجنب؛ لأن حدثه أخف من الحيض والنفاس لا مكان إزالته شريعا، قوله: مستراح: أي بيت الخلاء، قوله: وتعليم علم، أي شرعي فيما يظهر ولذا عبر في الجوهرة: بقراءة الفقه. (درمختار مع الشامي ۱/ ۳۹٦ كراچی، ۲/ ٦٥-٦٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ تلاوت اَذان شروع ہوجائے تو کیا کرے؟

سوال (۱۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر قرآنِ کریم کی تلاوت کے دوران اذان شروع ہوجائے تو کیا جواب دینا ضروری ہے؟ یا تلاوت کو جاری رکھنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اذان کے وقت مسجد میں تلاوت کررہا ہے تو تلاوت جاری رکھنے کی اجازت ہے، اذان کا جواب دینا اس پر لازم نہیں؛ البتہ مستحب ہے، اور اگر

Marfat.com

اذان کے وقت مکان میں ہو تو یہ دیکھے کہ اس کے محلہ کی مسجد کی اذان ہے یا دوسری مسجد کی، اگر دوسرے محلّہ کی مسجد کی اذان ہے تو اس کا جواب نہ دے اور اگر اسی محلّہ کی مسجد کی اذان ہے تو تلاوت موقوف کر کے اذان کا جواب دینا چاہئے۔

عن أبي سعيد الخدري ﷺ أن رسول الله ﷺ قال: إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن. (صحيح البخاري ٨٦/١)

ولا يشتغل بقراءة القرآن، ولا بشيء من الأعمال سوى الإجابة، ولو كان في القراءة ينبغي أن يقطع ويشتغل بالاستماع والإجابة، كذا في البدائع. (الفتاوى الهندية ٥٧/١)

فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله ويجيب لو أذان مسجده، وأما عندنا فيقطع ويجيب باللسان مطلقاً، والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الأمر في حديث: "إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول". (درمختار مع الشامي ٣٩٨/١ كراچي، شامي ٦٩/٢ زكريا، بدائع الصنائع، الصلاة / فصل فيما يجب على السامعين ٦٦٠/١ بيروت، الفتاوى التاتارخانية ١٥٤/٢ رقم: ٢٠١١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وضو کے درمیان اذان کا جواب دینا؟

سوال (۱۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وضو کے درمیان اذان کا جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وضو کرتے ہوئے اذان شروع ہو جائے تو وضو کرتے ہوئے بھی اذان کا جواب دینا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۳۲/۹ میرٹھ)

Marfat.com

عن أبي سعيد الخدري ﷺ أن رسول الله ﷺ قال: إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن. (صحيح البخاري ٨٦/١)

المستفاد: ولا يشتغل بقراءة القرآن، ولا بشيء من الأعمال سوى الإجابة، ولو كان في القراءة ينبغي أن يقطع ويشتغل بالاستماع والإجابة، كذا في البدائع. (الفتاوىٰ الهندية ٥٧/١)

فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله ويجيب لو أذان مسجده.

(درمختار مع الشامي ٣٩٨/١ كراچی، شامي ٦٩/٢ زكريا، بدائع الصنائع ٦٦٠/١ بيروت، الفتاوىٰ التاتارخانية ١٥٤/٢ رقم: ٢٠١١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۶/۶ھ

کھانے کے دوران اَذان کا جواب دینا؟

سوال (۱۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ہم کھانا کھا رہے ہیں اور درمیان میں اذان ہو جائے، تو کیا کھانا کھانے کے درمیان اذان کا جواب دے سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کھانے کے دوران اذان ہونے کی صورت میں جواب دینا ضروری نہیں ہے؛ لیکن اگر کھاتے ہوئے جواب دے دیں، تو کوئی حرج بھی نہیں۔

وكذا لا تجب الإجابة عند الأكل. (البحر الرائق ٢٦٠/١ كوئٹه)

ويجيب من سمع الأذان لا حائضا ونفساء ...... وأكل. (درمختار مع الشامي ٣٩٦/١ كراچی، ٦٥/٢-٦٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۴/۲۳ھ

Marfat.com

دورانِ اذان دعا میں مشغول رہنا؟

سوال (۱۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص قبل الاذان دعا میں مشغول تھا تو کیا اذان سننے کے بعد اس کو فوراً دعا منقطع کرنا چاہئے یا اسی طرح اپنی مناجات میں مشغول رہے، نیز ایسے شخص کے لئے اذان کا جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان سن کر دعا روک کر اذان کا جواب دینا چاہئے، مستحب یہی ہے۔

ولا يشتغل بقراءة القرآن، ولا بشيء من الأعمال سوى الإجابة، ولو كان في القراءة ينبغي أن يقطع ويشتغل بالاستماع والإجابة، كذا في البدائع.

(الفتاویٰ الهندية ۱/۵۷)

فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله ويجيب لو أذان مسجده.

(درمختار مع الشامي ۱/۳۹۸ كراچی، شامي ۲/۶۹ زكريا، بدائع الصنائع ۱/۶۶۰ بيروت، الفتاویٰ التاتارخانية ۲/۱۵٤ رقم: ۲۰۱۱ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۴/۷ھ۱۴

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

اذان سننے والے کو سلام کرنا؟

سوال (۱۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان سننے والے کو سلام کرنا کیسا ہے؟ فتاویٰ دار العلوم میں عدم کراہت کی صراحت ہے؛ لیکن اگر حالتِ اذان میں سوائے مؤذن کے اور کسی کو سلام کرے تو مکروہ نہیں ہے۔

حاصلها أنه يأثم بالسلام على المشغولين بالخطبة ...... أو الأذان

Marfat.com

والإقامة. (شامی ۶۱۸/۱ بیروت)

اورشامی میں باب شروط الصلاۃ سے پہلے:

قولہ: لایرد السلام لم أره في النهر، وفي التحفة: ينبغي للسامع أن لا يتكلم، ولايشتغل بشيء في حالة الأذان والإقامة، ولا يرد السلام أيضا؛ لأن الكل يخل بالنظم. (شامي ۳۹۹/۱ بيروت)

شامی کی مذکورہ عبارت سے سلام کا جواب نہ دینا چاہئے، اس بارے میں مفتی بہ قول کیا ہے؟ آیا سلام کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جواب مثبت میں ہے تو اب سامع پر سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بہتر یہی ہے کہ جو آدمی غور سے اذان سن رہا ہے اور اس کے جواب میں مشغول ہو، تو اسے سلام نہ کیا جائے، اور اگر سلام کرلیا جائے تو اس کے لئے اجازت ہے کہ جواب نہ دے۔

ولایرد السلام أیضاً. (شامي ۷۰/۲ زکریا، فتاویٰ دار لعلوم ۱۳۰/۲، أحسن لفتاویٰ ۲۸۳/۲)

نقل العلاء رحمه الله عن النهر معزيا إلى المحيط وغيره أنه لا يرد السلام ولا يسلم ولا يقرأ؛ بل يقطعهما ويجيب ولا يشتغل بغير الإجابة. (شامي ۱۷۱/۱ کراچی، أحسن الفتاویٰ ۲۸۸/۱)

حاصلها أنه يأثم بالسلام على المشغولين بالخطبة ...... أو الأذان والإقامة. (شامي ۶۱۸/۱ بيروت)

قوله: لایرد السلام لم أره في النهر، وفي التحفة: ينبغى للسامع أن لايتكلم، ولايشتغل بشيء في حالة الأذان والإقامة، ولا يرد السلام أيضا؛ لأن الكل يخل بالنظم. (شامی ۳۹۹/۱ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۳/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اَذان کے دوران وظیفہ پڑھنا اور دعا مانگنا؟

سوال (۱۵٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان کے دوران کوئی وظیفہ پڑھنا یا دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر ہے کہ اذان کے وقت دیگر کسی وظیفے وغیرہ میں مشغول نہ رہا جائے۔

ولا يشتغل بقراءة القرآن، ولا بشيء من الأعمال سوى الإجابة. (الفتاویٰ الهندية ٥٧/١)

فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله ويجيب لو أذان مسجده.

(درمختار مع الشامي ٣٩٨/١ كراچی، شامي ٦٩/٢ زكريا، بدائع الصنائع ٦٦٠/١ بيروت، الفتاوىٰ التاتارخانية ١٥٤/٢ رقم: ٢٠١١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۳/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اقامت کا جواب دینا؟

سوال (۱۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا جس طرح اذان کا جواب دیا جاتا ہے، اسی طرح اقامت کا جواب بھی دینا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں! تکبیر کا بھی جواب دینا مستحب ہے۔

ويجيب الإقامة ندبا إجماعاً كالأذان ويقول عند قد قامت الصلاة "أقامها الله وأدامها". (درمختار مع الشامي، الصلاة / باب الأذان، قبيل شروط الصلاة كراچی ٤٠٠/١، ٧٢/٢ زكريا)

Marfat.com

وفي فتح القدير: أن إجابة الإقامة مستحبة. (البحر لرائق ۲۵۹/۱، لفتاوىٰ الهندية ۵۷/۱)

وشروع الإمام في الصلاة مذ قيل "قد قامت الصلاة" ولو أخر حتى أتمها لا بأس به إجماعا وهو أعدل المذاهب ...... وفي القهستاني معزياً للخلاصة أنه الأصح (درمختار) لأن فيه محافظة على فضيلة المؤذن وإعانة له على الشروع مع الإمام.

(درمختار، باب صفة الصلاة / آداب لاصلاة ۱۷۷/۲-۱۷۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۱۱/۱۴۱۹ھ

اَذان واِقامت میں شہادتین کے بعد جواب میں درود شریف پڑھنا؟

سوال (۱۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان واقامت میں جواب میں اشہد أن محمداً رسول اللّٰہ کے جواب میں اگر "صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ دیا اور بعینہ اسی کلمہ کو نہ دہرایا، تو کیا شرک ہو جائے گا، نیز اذان واقامت میں شہادتین کے جواب میں درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟ سنت ہے یا مستحب یا صرف ادب ہے؟

(۲) کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے بعد بھی اگر "صلی اللہ علیہ وسلم" کہا، تو کیا یہ بھی شرک ہو جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) شہادت اذان اور کلمہ طیبہ میں ذکرِ نبوی "صلی اللہ علیہ وسلم" کے بعد درود شریف پڑھنا شرک نہیں ہے۔

البتہ اَحادیثِ صحیحہ میں کلماتِ اذان کے جواب میں بعینہ اُنہیں کلمات کو دہرانے کی بڑی فضیلت وارد ہوتی ہے، اس لئے اذان واقامت میں شہادتین کے جواب میں شہادتین ہی کو دہرانا مسنون ہے، درود شریف پڑھنا مسنون نہیں، درود شریف پر مشتمل دعا اذان کے بعد پڑھنی مسنون ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۲۷۸/۲، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۹۴۲/۲)

Marfat.com

عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالىٰ عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول: ثم صلوا عليّ. (صحيح مسلم ١٦٦/١)

يستحب أن يقال عند سماع الأول من الشهادة "صلى الله عليك يا رسول الله" وعند الثانية منها: قرت عيني بك يا رسول الله. (شامي ٣٩٨/١ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۴/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان میں "اشہد ان محمد رسول اللہ" کے جواب میں درود شریف پڑھنا ثابت نہیں

سوال (۱۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مؤذن نے اذان کے دوران "اشہد ان محمد رسول اللہ" پڑھا، تو کیا عوام کے لئے "صلی اللہ علیہ وسلم" کہنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اذان میں "اشہد ان محمدا رسول اللہ" کے جواب میں درود شریف پڑھنا مسنون نہیں ہے؛ بلکہ صرف اسی کلمہ کو دہرانا مسنون ہے؛ البتہ پوری اذان ختم ہونے کے بعد دعاء وسیلہ (جو اعلیٰ درجہ کا درود شریف ہے) کی تاکید وارد ہے، اس لئے عوام وخواص سب کو چاہئے کہ وہ شہادتین کے وقت درود شریف پڑھنے کے بجائے اذان کے ختم ہونے کے بعد درود شریف پڑھنے کا اہتمام کریں۔

وعن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا قال المؤذن: "الله أكبر" فقال أحدكم: الله أكبر الله أكبر، ثم قال:

Marfat.com

''أشهد أن لا إله إلا الله" قال: أشهد أن لا إله إلا الله، ثم قال: ''أشهد أن محمد رسول الله'' قال: "أشهد أن محمدا رسول الله'' ثم قال: "حي على الصلاة" قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، ثم قال: "حي على الفلاح'' قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، ثم قال: ''الله أكبر الله أكبر" قال: الله أكبر الله أكبر، ثم قال: ''لا إله إلا الله'' قال: لا إله إلا الله من قلبه دخل الجنة. (صحيح مسلم ١٦٧/١، السنن الكبرى ٦٠٢/١ رقم: ١٩٢٦، الترغيب والترهيب ٢٥٤/١، رقم: ٣٨٦)

عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول، ثم صلوا علي، فإنه من صلى علي صلاة صلى الله عليه بها عشرا، ثم سلوا الله لي الوسيلة، فإنها منزلة في الجنة لا ينبغي إلا لعبد من عباد الله، وأرجو أن أكون أنا هو، فمن سأل الله لي الوسيلة حلت عليه الشفاعة. (سنن أبي داؤد ٧٧/١-٧٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۴/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حیعلتین کے جواب میں ''لاحول ولاقوۃ'' پڑھنا؟

سوال (۱۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان کے جواب میں حی علی الصلوٰۃ کے جواب میں ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' پڑھتے ہیں، اگر مسجد کے اندر ہو تو کیا پڑھنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اذان میں ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' کے جواب میں مطلقاً ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کہنا مستحب اور مسنون ہے، اور جو شخص اذان کے وقت مسجد میں موجود ہو، اس کے لئے اگر چہ زبانی جواب دینے کی زیادہ تاکید نہیں ہے؛ لیکن پھر بھی اگر

Marfat.com

وہ جواب دیتے ہوئے ''لاحول ولاقوۃ الاباللہ'' پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا قال المؤذن ...... حي على الصلاة قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، ثم قال: حي على الفلاح قال: لا حول ولا قوة إلا بالله ...... من قلبه دخل الجنة.

(صحيح مسلم ١/١٦٧ رقم: ٣٨٥)

ولو كان في مسجده حين سمعه ليس عليه الإجابة، ولو كان خارجه أجاب بالمشي إليه بالقدم ...... الخ، كما هو قول الحلواني. وعليه فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله، ويجيب لو أذان مسجده كما يأتي ولو بمسجد لا؛ لأنه أجاب بالحضور، وهذا متفرع على قول الحلواني، وأما عندنا فيقطع ويجيب بلسانه مطلقاً (درمختار) وقال الشامي بحثًا: والذي ينبغي تحريره في هذا المحل أن الإجابة باللسان مستحبة، وأن الإجابة بالقدم واجبة إن لزم من تركها تفويت الجماعة ...... الخ. (شامي ٢/٦٩ زكريا)

وأما الحوقلة عند الحيعلة فهو وإن خالف ظاهر قوله عليه السلام: فقولوا مثل ما يقول، لكنه ورد فيه حديث مفسر لذلك رواه مسلم واختاره المحقق ابن الهمام في فتح القدير: الجمع بين الحوقلة والحيعلة عملاً بالأحاديث. (البحر الرائق ١/٢٥٩، فتح القدير ١/٢٤٨، مراقي الفلاح ١٦٤، شامي ٢/٦٧ زكريا)

وعند قوله: حي على الصلاة حي على الفلاح يقول: لا حول ولا قوة إلا بالله ما شاء الله كان. (الفتاوى التاتارخانية ٢/١٥٣ رقم: ٢٠٠٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۴/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کا جواب؟

سوال (۱۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کے جواب میں کیا پڑھنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فجر کی اذان میں جب مؤذن ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہے تو اس کے جواب میں کیا کہا جائے؟ اس کے متعلق حدیث میں کوئی صراحت منقول نہیں ہے؛ البتہ بعض سلف سے منقول ہے کہ سننے والوں کو جواب میں ''صدقتَ وبررتَ'' (تو نے سچ کہا اور تو نے نیکی کا کام کیا) کے الفاظ کہنے چاہئیں اور بعض علماء نے اس میں یہ بھی بڑھایا ہے: وبالحق نطقتَ (تو نے حق بات زبان سے نکالی)

وفي ''الصلاة خير من النوم'' فيقول: صدقت وبررت. (در مختار) ونقل الشيخ اسماعيل عن شرح الطحاوي زيادة ''وبالحق نطقت''. (شامي ٦٧/٢ زكريا، شامي ٦٢/٢ بيروت)

قال الرافعي: ولم يرد حديث اٰخر في ''صدقت وبررت''؛ بل نقلوه عن بعض السلف. (تقريرات رافعي ٤٧/٢)

وفي التحفة: وإذا قال المؤذن ''الصلاة خير النوم'' لا يقوله السامع؛ لأن فيه شبه المحاكاة كما في قوله ''حي على الصلاة، حي على الفلاح'' بل يقول: صدقت وبررت. (الفتاوىٰ التاتارخانية ١٥٣/٢ رقم: ٢٠٠٨ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٥٠٧/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا

سوال (۱۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان میں ان تینوں دعاؤں کو پڑھنا سنت ہے، جسے مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی نے ''مسائل اذان'' میں صفحہ ۹۸ پر لکھا ہے، یا صرف اللّٰہم رب ہٰذہ الخ دعا پڑھنا سنت ہے، اور اگر کوئی صرف اللّٰہم الخ دعاء پڑھے تو کیا حکم ہوگا؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اذان کے بعد اللّٰهم رب هٰذه الدعوة التامة الخ، حدیث سے ثابت ہے، اگر صرف اسی دعا پر اکتفاء کیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ ساری ثابت شدہ دعائیں پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

ويدعو ...... رواه البخاري وغيره، من قال حين يسمع النداء: اللّٰهم رب هٰذه الدعوة التامة والصلاة القائمة آت محمدن الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاماً محموداً ن الذي وعدته حلت له شفاعتي يوم القيامة، وزاد البيهقي في آخره: إنك لا تخلف الميعاد. (شامي ٦٨/٢ زكريا)

عن جابر بن عبد اللّٰه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من قال حين يسمع النداء: اللّٰهم رب هٰذه الدعوة التامة والصلاة القائمة آت محمدن الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاماً محموداً الذي وعدته. حلت له شفاعتي يوم القيامة. (صحيح البخاري ٨٦/١ رقم: ٦٠٦، سنن الترمذي ٥١/١، سنن أبي داؤد ٧٨/١، سنن النسائي ٧٩/١، مشكوٰة المصابيح ٦٥، إعلاء السنن ١١٠/٢)

دلالة أحاديث الباب ظاهرة، والأمر محمول على الاستحباب. إعلاء السنن ١١٠/٢ إدارة القرآن كراچی، ملتقى الأبحر ٧٨/١ بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

اَذان کی دعا کی فضیلت

سوال (۱۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان کی دعا کی فضیلت کیا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اذان کی دعا کے بارے میں حدیث شریف میں بہت بڑی فضیلت آئی ہے، چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اذان سننے کے بعد اس کی دعا پڑھے گا، تو ایسے شخص کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوجائے گی۔

عن جابر بن عبد الله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من قال حين يسمع النداء: اللّٰهم رب هذه الدعوة التامة والصلاة القائمة آت محمدا الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاماً محموداً الذي وعدته. حلت له شفاعتي يوم القيامة. (صحيح البخاري ٨٦/١ رقم: ٦٠٦، سنن الترمذي ٥١/١، سنن أبي داؤد ٧٨/١، سنن النسائي ٧٩/١، مشكوة المصابيح ٦٥، إعلاء السنن ١١٠/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۴/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

شرائطِ نماز

نماز صحیح ہونے کے لئے کتنی شرطیں ہیں؟

سوال (۱۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز کے صحیح ہونے کے لئے کتنی شرطیں ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز کی صحت کے لئے کل سات شرطیں ہیں: (یعنی جن کا نماز کے شروع کرنے سے پہلے اہتمام کرنا ضروری ہے)

(۱) حدثِ اکبر (جنابت) اور حدثِ اصغر سے پاک ہونا۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدة جزء آيت: ٦]

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ [المائدة جزء آيت: ٦]

عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تقبل صلاة من أحدث حتى يتوضأ. (صحيح البخاري، الوضوء / باب لا تقبل صلاة بغير طهور ۲۵/۱ رقم: ۱۳۵، سنن الترمذي، الطهارة / باب لا تقبل الصلاة بغير طهور ۳/۱ رقم: ۱)

(۲) نمازی کے بدن، کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا۔

قال تعالىٰ: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ [المدثر: ٤]

قال تعالىٰ: ﴿وَعَهِدْنَا اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ [البقرة: ١٢٥]

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا عمار إنما یغسل الثوب من

خمس: من الغائط والبول والقيء والدم والمني. (سنن الدارقطني، [illegible]

[illegible]

[illegible] (٦)

[illegible]

قال اللہ تعالی: ﴿[illegible]﴾ [illegible]

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: لا تقبل صلاة [illegible]. (سنن الترمذي، أبواب الطهارة، [illegible]

[illegible]

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين وفرقوا

بينهم في المضاجع [illegible]

[illegible]

عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] (٦)

Marfat.com

قال تعالیٰ: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ [البقرة: ١٤٤]

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: الحرم قبلة لأهل الأرض في مشارقها ومغاربها من أمتي. (السنن الكبرىٰ، الصلاة / أبواب استقبال القبلة ٢/ ٢٨٠ رقم: ٢٢٧٦)

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد أنزل عليه الليلة قران، وقد أمر أن يستقبل الكعبة فاستقبلوها وكانت وجوههم إلى الشام، فاستداروا إلى الكعبة. (صحيح البخاري / باب ما جاء ومن لم ير الإعادة على من سهى فصلى إلى غير القبلة ١/ ٥٨ رقم: ٤٠٣)

ومن جملة ذٰلک: استقبال القبلة، قال بعضهم: معرفة القبلة فرض. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢/ ٣٦ رقم: ١٦٠٧ زكريا)

(۵) نماز کا وقت ہونا۔

قال الله تعالیٰ: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَوْقُوتًا﴾ [النساء: ١٠٣]

قال الله تعالیٰ: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ﴾ [طٰه: ١٣٠]

ومن جملة ذٰلک: الوقت؛ حتى لو صلى قبل دخول الوقت لا يجوز. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢/ ٣٣ رقم: ١٦٠٦ زكريا)

(۶) نماز شروع کرنے سے پہلے نماز کی نیت کرنا۔

وأما الكلام في كيفيتها فنقول: المصلي لا يخلو إما أن يكون متنفلاً أو مفترضا، فإن كان متنفلاً يكفيه نية مطلق الصلاة؛ لأن الصلاة أنواع في منازلها، وأدناها منزلة النفل فانصرف مطلق النية إليه. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة / الفرائض ٢/ ٣٩ زكريا)

Marfat.com

(۷) تکبیر تحریمہ کہنا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ﴾ [المدثر: ۳]

عن علي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: مفتاح الصلاة الطهور، وتحریمها التکبیر، وتحلیلها التسلیم. (سنن أبي داؤد، لصلاة/ باب ما جاء في تحریم الصلاة وتحلیها ۱/ ۹۱ رقم: ۶۱۸، سنن الترمذي، الطهارة / باب ما جاء مفتاح لصلاة الطهور ۱/ ۶ رقم: ۳)

وهي عندنا سبعة: الطهارة من الأحداث والطهارة من الأنجاس وستر العورة واستقبال القبلة والوقت والنیة والتحریمة. (لفتاویٰ الهندیة ۱/ ۵۸، تاتارخانیة ۲/ ۴۷-۲۱ زکریا، درمختار مع الشامي زکریا ۲/ ۱۲۸-۷۳، فتاویٰ دار العلوم ۲/ ۱۴۹-۱۳۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بدن پر معمولی سی نجاستِ غلیظہ لگے رہنے کے ساتھ نماز پڑھنا؟

سوال (۱۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی نمازی کے بدن یا کپڑے پر معمولی نجاست خون پیشاب استنجا وغیرہ لگی رہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھ لے، تو کیا نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی نمازی کے بدن یا کپڑے پر ایک درہم یعنی تقریباً ساڑھے تین ماشہ کے بقدر یا اس سے کم کوئی نجاستِ غلیظہ مثلاً خون پیشاب وغیرہ لگی رہ جائے تو کراہت کے ساتھ نماز درست ہو جائے گی، اس لئے بہتر یہی ہے کہ اگر پہلے سے نجاست کا علم ہو جائے تو اسے زائل کرنے کے بعد ہی نماز پڑھیں۔ اور اگر یہ نجاست ساڑھے تین ماشہ سے زیادہ ہو تو اس کے ساتھ نماز درست نہ ہوگی۔

ومن أصابته من النجاسة المغلظة کالدم والبول والغائط والخمر مقدار

Marfat.com

الدرهم فما دونه جازت صلاته معه، وإن زاد لم يجز. (قدوري مع الهداية ۱۳۰/۱-۱۳۱ کراچی)

وعفا الشارع عن قدر درهم وإن كره تحريماً، فيجب غسلهٔ وما دونهٔ تنزيهاً فيسن، وفوقه مبطل فيفرض. (درمختار) وفي الشامية: وقدر الدرهم لا يمنع ويكون مسيئاً وإن قل فالأفضل أن يغسلها ولا يكون مسيئًا. (شامي ۱/۵۲۰۴ کراچی، شامي ۱/۵۲۰ زکریا، شرح وقاية ۱/۱۲٤، الفتاویٰ الهندية ۱/۵۸، الأوزان المحمودة ۱۷، فتاویٰ دار العلوم ۲/۱۳۳)

قال محمد في الجامع الصغير: الدرهم الكبير أكبر ما يكون من الدراهم، ولم يبين أنه أراد به الكبير من حيث العرض والمساحة أو من حيث الوزن، وذكر في النوادر: أن الدرهم الكبير أكبر ما يكون من الدراهم، كالدراهم السود الزبرقانية، درهم كبير ضربه الزبرقان، وقال في موضع آخر: الدرهم الكبير ما يكون عرض الكف كالدرهم الشهليلي، وهذا اعتبار التقدير من حيث العرض. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطهارة / باب معرفة النجاسات وأحكامها ۱/٤٤۰ رقم: ۱۱۲۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نجاستِ خفیفہ کے ساتھ نماز

سوال (۱۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن پر لگی رہ جائے تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نجاستِ خفیفہ (جیسے حلال جانوروں کا پیشاب

Marfat.com

وغیرہ) کپڑے یا بدن پر لگے رہنے کی حالت میں نماز پڑھی، تو اس نماز کا حکم یہ ہے کہ یہ نجاستِ خفیفہ اگر چوتھائی بدن یا کپڑے کے برابر یا اس سے متجاوز ہو تو نماز درست نہ ہوگی، اور اگر اس سے کم ہو تو نماز درست ہو جائے گی۔

وعفي دون ربع جميع بدن وثوب وكبيراً هو المختار، وعليه الفتوىٰ من نجاسة مخففة كبول مأكول. (درمختار مع الشامي ٥٢٦/١ زكريا، شامي ٤٥٦/١ بيروت، الفتاوىٰ الهندية ٥٨/١، هداية ١٣٢/١ مكتبة البشرىٰ كراچى)

وعن محمد أنه قال: الكثير الفاحش هو ربع الثوب، قال مشائخنا: التقدير بالربع أصح؛ لأن الربع أقيم مقام الكل في كثير من الأحكام كمسح ربع الرأس أقيم مقام الكل. ونجاسة ما يؤكل لحمه على قول من يقول بنجاسة خفيفة حتى لو أصاب الثوب لا يمنع جواز الصلاة ما لم يكن كثيراً فاحشا. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الطهارة / باب معرفة النجاسات وأحكامها ٤٤٠/١-٤٤١ رقم: ١١٢١-١١٢٣-١١٢٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جیب میں گندہ انڈا رکھ کر نماز پڑھنا؟

سوال (۱۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص جیب میں گندہ انڈا رکھ نماز پڑھے درست ہو جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کوئی شخص جیب میں گندہ انڈا (جو خراب خون بن گیا ہو) رکھ کر نماز پڑھے، تو اس کی نماز درست ہے (کیوں کہ یہ نجاست اپنے محل میں ہے اور اپنے محل میں رہتے ہوئے شئ پر نجاست کا اطلاق نہیں ہوتا، جیسے انسان کے معدے میں نجاست کا

Marfat.com

ہونا مانعِ نماز نہیں)

کما لو صلی حاملا بیضة مذرة صار مخها دمًا جاز؛ لأنه في معدنه والشيء ما دام في معدنه لا يعطى له حكم النجاسة. (شامي ۶۸/۲ بيروت، شامي ۷۴/۲ زكريا، البحر الرائق ۲۶۷/۱، صغيرى ۱۱۰، الفتاوى الهندية ۶۲/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناپاک بدن والے بچہ کا نمازی پر چڑھ جانا؟

سوال (۱۶۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر نماز کے دوران چھوٹا کھیلتا بچہ نمازی کے اوپر چڑھ جائے اور اس کے بدن اور کپڑوں سے مل جائے، جب کہ اس بچے کے جسم پر پیشاب وغیرہ کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی ہو تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نماز کی حالت میں پاؤں چلتا بچہ ناپاک بدن یا کپڑوں کے ساتھ نمازی پر چڑھ جائے تو نمازی کی نماز فاسد نہ ہوگی؛ لیکن اگر بچہ اتنا چھوٹا ہو جو خود نہیں چل سکتا ہو اور اسے کوئی اٹھا کر نماز کی حالت میں نمازی پر رکھ دے، اور اس بچے کے بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو، تو ایسی صورت میں اگر ایک رکن ادا کرلیا، تو نمازی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

کصبي عليه نجاسة إن لم يستمسك بنفسه منع وإلا لا (درمختار) وفي الشامي عن الظهيرية: لو جلس على المصلي صبي ثوبه نجس وهو يستمسك بنفسه أو حمام نجس جازت صلاته؛ لأن الذي على المصلي مستعمل للنجس، فلم يصر المصلي حاملاً للنجاسة. (شامي ۶۸/۲ بيروت، شامي ۷۴/۲ زكريا، البحر الرائق ۲۶۷/۱، صغيرى ۱۰۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

ایسی جائے نماز پر نماز پڑھنا جس کا ایک حصہ ناپاک ہو؟

سوال (۱۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسی جائے نماز پر نماز پڑھنا کیسا ہے جس کا ایک حصہ ناپاک ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی جائے نماز کا ایک کنارہ ناپاک ہو؛ لیکن نمازی جس جگہ کھڑا ہے وہ اور سجدہ کی جگہ پاک ہے تو اس پر نماز پڑھنا درست ہے۔

بخلاف ما لم يتصل كبساط طرفه نجس وموضع الوقوف والجبهة طاهر فلا يمنع مطلقًا. (شامي ۶۸/۲ بيروت، شامي ۷۴/۲ زكريا، البحر الرائق ۲۶۸/۱، الفتاوىٰ الهندية ۶۲/۱، الفتاوىٰ التاتارخانية ۳۰۲/۲ رقم: ۱۵۸۷ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا جس کا ایک کونہ ناپاک ہو؟

سوال (۱۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے جس کا ایک کونہ ناپاک ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھے جس کا ایک کونہ ناپاک ہو اور رکوع اور سجدہ میں جاتے ہوئے اس ناپاک حصہ میں بھی حرکت ہوتی ہو، تو اس چادر میں نماز درست نہ ہوگی، اور اگر چادر اتنی طویل وعریض ہو کہ اوڑھنے کے باوجود نمازی کی حرکات سے ناپاک حصہ حرکت میں نہ آتا ہو، تو نماز درست ہوجائے گی۔

أي شيء متصل به يتحرك بحركته كمنديل طرفه على عنقه وفي الآخر نجاسة مانعة إن تحرك موضع النجاسة بحركات الصلوة منع وإلا لا. (شامي

Marfat.com

۲/ ۶۸ بیروت، شامي ۲/ ۷۳-۷٤ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ۱/ ٦۲، الفتاویٰ التاتارخانیة ۲/ ۲۷ رقم: ۱۵۷۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۶/۲/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خشک ناپاک زمین پر نماز پڑھنا؟

سوال (۱۷۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسی زمین پر نماز پڑھنا کیسا ہے جو نجاست لگنے کے بعد خشک ہو چکی ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر ناپاک زمین خشک ہوجائے اور اس پر نجاست کا اثر اور بدبو ظاہر نہ ہو تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے؛ لیکن اس جگہ پر تیمم کرنا درست نہیں۔

عن أبي جعفر قال: ذكاة الأرض يبسها. (المصنف لابن أبي شيبة ۱/ ٤۳۰ رقم: ٦۲٤)

وتطهر الأرض بيبسها أي جفافها وذهاب أثرها لأجل الصلوة لا لِيُتَمَّم بها. (درمختار ۱/ ٤٤٤-٤٤٥ بيروت، درمختار مع الشامي ۱/ ۵۱۲-۵۱۳ زکریا، ۱/ ۳۱۱ کراچی، الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۳۲ رقم: ۱٦۰۰ زکریا، الفتاویٰ الهندية ۱/ ٦۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۶/۲/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گٹر کے اوپر نماز پڑھنا

سوال (۱۷۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گٹر کے اوپر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ گٹر کے اوپر فرش بچھا ہوا ہے، اور گھر میں زیادہ جگہ بھی نہیں ہے، تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: گٹر کے اوپری حصہ پر جب کہ کوئی ناپاکی ظاہر نہ ہو

Marfat.com

اور پاک فرش بچھا ہوا ہو تو اس کے اوپر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ولو صلیٰ علیٰ زجاج یصف ما تحتہٗ قالوا جمیعا یجوز. (شامي ٣/٦٨ بیروت، شامي ٢/٧٤ زکریا، کبیري ٢٠٢)

بخلاف غیر مضرب ومبسوط علی نجس إن لم یظهر لون أو ریح (درمختار) وکذا الثوب إذا فرش علی النجاسة الیابسة، فإن کان رقیقًا یشف ما تحته أو توجد منه رائحة النجاسة علی تقدیر أن لها رائحة، لا یجوز الصلاة علیه، وإن کان غلیظا بحیث لا یکون کذلک جاز. (درمختار مع الشامي، الصلاة / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، قبیل مطلب في المشي في الصلاة کراچی ١/٦٢٦، زکریا ٢/٣٨٧، حلبي کبیر ٢٠٢، الفتاوی التاتارخانیة ٢/٣٢ رقم: ١٦٠١ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۶/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناپاک زمین پر کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھنا؟

سوال (۱۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص ناپاک زمین پر کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر ناپاک تر یا خشک زمین پر ایسا موٹا کپڑا یا چٹائی یا پلاسٹک بچھا کر نماز پڑھیں جس سے نجاست کا اثر اوپر ظاہر نہ ہو تو نماز درست ہو جائے گی۔

بخلاف غیر مضرب ومبسوط علی نجس إن لم یظهر لون أو ریح (درمختار) وکذا الثوب إذا فرش علی النجاسة الیابسة، فإن کان رقیقًا یشف ما تحته أو توجد منه رائحة النجاسة علی تقدیر أن لها رائحة، لا یجوز الصلاة علیه، وإن کان غلیظا بحیث لا یکون کذلک جاز. (درمختار مع الشامي، الصلاة / باب ما یفسد

Marfat.com

الصلاة وما يكره فيها، قبيل مطلب في المشي في الصلاة. كراچی ۶۲۶/۱، زكريا ۳۸۷/۲، حلبي كبير ۲۰۲،

الفتاوىٰ التاتارخانية ۳۲/۲ رقم: ۱۶۰۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَخبار بچھا کر نماز پڑھنا؟

سوال (۱۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر سفر میں کپڑا میسر نہ ہوتو اخبار بچھا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سفر میں پاک کپڑا میسر نہ ہوتو بلا تصویر والے اخبارات بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے؛ اس لئے کہ اخبارات کی نجاست کا یقین نہیں ہے۔

ولو شک في نجاسة ماءٍ وثوبٍ لم يعتبر. (درمختار ۲۵۴/۱ كراچی، ۲۸۳/۱ زكريا)

لأن اليقين لا يزول بالشک (درمختار) من شک في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا فهو طاهر ما لم يستيقن وكذا ما يتخذه أهل الشرک أو الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والأطعمة والثياب. (الدر المختار مع الشامي، الطهارة / قبيل أبحاث الغسل ۲۸۴/۱ زكريا، فتاوىٰ دار العلوم ديو بند ۱۳۴/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گوبر سے لپی ہوئی زمین پر نماز پڑھنا؟

سوال (۱۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسی زمین جس کو گوبر سے لیپا گیا ہو اور اوپر سے پاک مٹی لیپی گئی ہو، جس سے گوبر دکھائی نہ دیتا ہو اور بو وغیرہ بھی محسوس نہ ہوتی ہو، تو اس زمین پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر زمین کو پہلے گوبر سے لیپا گیا ہو اور بعد میں پاک مٹی اس پر اتنی مقدار میں لیپ دی کہ گوبر بالکل چھپ گیا اور اس کی بو وغیرہ اوپر سے محسوس نہیں ہو رہی ہے، تو اس جگہ پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر گوبر کی بو محسوس ہو رہی ہے، تو وہاں کوئی پاک چیز بچھائے بغیر نماز پڑھنا درست نہ ہوگا۔

إذا أراد أن يصلي على أرض عليها نجاسة فكبسها بالتراب ينظر إن كان التراب قليلاً بحيث لو استشمه يجد رائحة النجاسة لايجوز، وإن كان كثيراً لا يجد الرائحة يجوز. (الفتاویٰ لهندية ٦٢/١، الفتاوىٰ التاترخانية ٣٢/٢ رقم: ١٦٠٠ زكريا، حلبي كبير ٢٠٢، نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكنوي: ٨٠ كراچی)

بخلاف غير مضرب ومبسوط على نجس إن لم يظهر لون أو ريح (درمختار) وكذا الثوب إذا فرش على النجاسة اليابسة، فإن كان رقيقًا يشف ما تحته أو توجد منه رائحة النجاسة على تقدير أن لها رائحة، لا يجوز الصلاة عليه، وإن كان غليظا بحيث لا يكون كذلك جاز. (درمختار مع الشامي، الصلاة / باب ما يفسد لصلاة ومايكره فيها، قبيل مطلب في المشي في الصلاة ٦٢٦/١ كراچی، شامي ٧٤/٢ زكريا، خانية على الفتاوىٰ الهندية ٢٣/١ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مٹی اور گوبر سے لیپنے کے بعد گیلی زمین پر کپڑا بچھا کر نماز پڑھنا؟

سوال (۱۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صورت مسئلہ یہ ہے کہ گھر کے اندر مٹی اور گوبر ملا کر زمین پر پھیرتے ہیں، اب اگر وہ زمین گیلی ہے، یعنی خشک نہیں ہوئی ہے تو اس پر کپڑا وغیرہ بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جیسے چٹائی یا

Marfat.com

فرش وغیرہ جب کہ اس میں کپڑے کے اوپری حصہ پر کوئی تری بھی محسوس نہیں ہوتی ہے، اگر تری محسوس ہو جائے تو اس پر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی گیلی اور تر زمین پر چٹائی وغیرہ بچھا کر نماز پڑھنا جب کہ اس پر اس کا اثر نہ آئے تو درست ہے، اور اگر اس کا اثر اس میں ظاہر ہو، تو اس صورت میں اگر گوبر زیادہ تھا اور اس کی بو آئے تو نماز پڑھنا درست نہیں ہے، اور اگر مٹی زیادہ تھی اور ساتھ ہی بو بھی نہ آنے لگے، تو نماز درست ہے۔

إذا أراد أن يصلي على أرض عليها نجاسة فكبسها بالتراب ينظر إن كان التراب قليلاً بحيث لو استشمه يجد رائحة النجاسة لايجوز، وإن كان التراب كثيراً لايجد الرائحة يجوز. (الفتاوىٰ الهندية، الطهارة / الفصل الثاني في طهارة ما يستر به العورة وغيره ٦٢/١، خانية على هامش لفتاوىٰ لهندية ٢٣/١ كوئته، الفتاوىٰ التاتارخانية ٣٢/٢ رقم: ١٦٠٠ زكريا، حلبي كبير ٢٠٢، نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكنوي: ٨٠ كراچی، شامي ٦٢٦/١ كراچی، شامي ٣٨٧/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۲/۲۷ھ

پرال یا گھاس پر نماز پڑھنا؟

سوال (۱۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تر گھاس، جنگل کی ہو یا پارک کی، اسی طرح دھان کے پرال پر نماز پڑھنے سے نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پرال (دھان کے خشک پودے جنہیں سردی کے زمانہ

Marfat.com

میں گرمی کے لئے کمروں میں بچھایا جاتا ہے) اسی طرح تر گھاس پر نماز پڑھنا درست ہے بشرطیکہ وہ پاک ہو، اور اس پر سجدہ کرنے سے سر، زمین پر ٹک جائے۔

وشرط سجودٍ فالقرار لجبهةٍ. (شرح منظومة ابن وهبان، درمختار)

أي يفترض أن يسجد علی ما يجد حجمه. (شامي، الصلاة / باب صفة الصلاة ۱۲۷/۲ بيروت، شامي ۱۴۳/۲-۱۴۴ زكريا)

والسجود علی ما يجد حجمه وتستقر عليه جبهته بحيث لو بالغ لا تتسفل رأسه أبلغ مما كان حال الوضع فلا يصح السجود علی القطن والثلج والقبن والأرز والذرة وبرز الكتان. (طحطاوي علی مراقي الفلاح / كتاب الصلاة ۸۵ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

ستر کے احکام

نماز میں مرد کو کن اعضاء کو چھپانا ضروری ہے؟

سوال (۱۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں مرد کو کن اعضاء کو چھپانا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مرد کو نماز میں درج ذیل اعضاء کو چھپانا فرض ہے:

(۱) پیشاب کا مقام اور اس کے اردگرد۔

(۲) خصیتین اور اس کے اردگرد۔

(۳) پائخانہ کا مقام اور اس کے آس پاس۔

(۴-۵) دونوں کولہے۔

(۶-۷) دونوں رانیں گھٹنے سمیت۔

(۸) ناف سے لےکر زیرناف بالوں اور ان کے مقابل میں کوکھ پیٹ اور پیٹھ کا حصہ۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مروا أولادكم بالصلاة لسبع سنين واضربوهم عليها لعشر سنين وفرقوا بينهم في المضاجع، وإذا أنكح أحدكم عبده أو آجره فلا ينظرن إلى شيء من عورته فإن ما أسفل من سرته إلى ركبته من عورته. (مسند أحمد ۱۸۷/۲ رقم: ٦٧٥٦)

أعضاء عورة الرجل ثمانية: الأول: الذكر وما حوله. الثاني: الأنثيان وما حولهما. الثالث: الدبر وما حوله. الرابع والخامس: الإليتان. السادس والسابع:

Marfat.com

الفخذان مع الركبتين. الثامن: ما بين السرة إلى العانة مع ما يحاذي ذلك من الجنبين و الظهر و البطن. (شامي ۲/۷۵ بيروت، لفتاوى التاتارخانية ۲/۲۱ رقم: ۱۰۳۸ زكريا، الفتاوى الهندية ۱/۵۸، البحر لرائق ۱/۲۶۹، هداية ۱/۱۷۲ كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں عورت کے اعضاءِ مستورہ

سوال (۱۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں عورت کے لئے کن کن اعضا کا چھپانا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں آزاد عورت کے لئے درج ذیل چوبیس اعضاء بدن کا چھپانا فرض ہے:

(۱) پیشاب کا مقام۔

(۲) پاخانہ کا مقام۔

(۳-۴) دونوں کولہے۔

(۵-۶) دونوں رانیں گھٹنوں سمیت۔

(۷) پیٹ۔

(۸) پیٹھ (دونوں پہلوؤں سمیت)

(۹-۱۰) دونوں پنڈلیاں (ٹخنوں سمیت)

(۱۱-۱۲) دونوں اُبھرے ہوئے پستان۔

(۱۳-۱۴) دونوں کان۔

(۱۵-۱۶) دونوں بازو (کہنیوں سمیت)

(۱۷-۱۸) دونوں کلائیاں (گٹوں سمیت)

Marfat.com

(۱۹) سینہ۔

(۲۰) سر۔

(۲۱) سر کے بال۔

(۲۲) گردن۔

(۲۳-۲۴) دونوں مونڈھے۔

اور بعض حضرات نے عورت کی دونوں ہتھیلیوں کے ظاہری حصہ اور دونوں قدموں کے نچلے حصہ کو بھی اس کے ستر میں داخل کیا ہے، مگر اکثر فقہاء کے نزدیک یہ اعضاء ستر میں داخل نہیں۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن أسماء بنت أبي بكر دخلت على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وعليها ثياب رقاق، فأعرض عنها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وقال: يا أسماء إن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح لها أن يرى منها إلا هٰذا وهٰذا، وأشار إلى وجهه وكفيه. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب فيما تبدي المرأة من زينتها ٢/٥٦٧ رقم: ٤١٠٤ دار الفكر بيروت)

وفي الأمة ثمانية أيضا: الفخذان مع الركبتين والإليتان والقبل مع ماحوله والدبر كذٰلك والبطن والظهر مع ما يليهما من الجنبين، وفي الحرة هذه الثمانية ويزاد فيها ستة عشر: الساقان مع الكعبين والثديان المنكسران والأذنان والعضدان مع المرفقين والذراعان مع الرسغين والصدر والرأس والشعر والعنق وظهر الكفين وينبغي أن يزاد فيه الكتفان. (شامي ٢/٧٥ بيروت، شامي ٢/٨٣ زكريا)

وفي التنوير: وللحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين. (التنوير مع الشامي ٢/٧١ بيروت، شامي ٢/٧٨ زكريا)

فظهر الكف عورة على المذهب. (درمختار) وفي الشامي: أي ظاهر الرواية، وفي مختلفات قاضيخان وغيرها أنه ليس بعورة، وأيده في شرح المُنية بثلاثة أوجه، وقال: فكانَ هو الأصح وإن كان غير ظاهر الرواية. (شامي ٢/٧٨ زكريا)

Marfat.com

وفي المنية وإلا قدميها أيضا فأنهما ليسا بعورة ولكن في القدمين اختلاف المشائخ، وذكر في المحيط: أن الأصح أنهما ليسا بعورة. (غنية المستملي شرح منية المصلى ٢١٠، البحر الرائق زكريا ٤٦٩/١، الفتاوى التاترخانية ٢٣/٢ رقم: ١٥٤٦ زكريا، شامي مع الدر المختار، الصلاة / باب شروط الصلاة ٧٨/٢ زكريا، شامي ٧٥/٢ زكريا، هداية ٧٣/١-١٧٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کا آدھی آستین پہن کر دوپٹے سے چھپا کر نماز پڑھنا؟

سوال (۱۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورت کا آدھی آستین پہن کر دوپٹے سے چھپا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آدھی آستین پہننے والی عورت اگر دبیز دوپٹے وغیرہ سے اپنے ہاتھ کا کھلا ہوا حصہ چھپالے، تو شرعاً اس کی نماز درست ہوجائے گی؛ البتہ اگر دوپٹہ اتنا باریک ہو کہ اندر کا بدن صاف جھلکتا ہو تو اس کی نماز درست نہ ہوگی، اور بہر صورت عورت کا نامحرموں کے سامنے آدھی آستین پہن کر آنا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴۰۳/۳)

قال الله تعالیٰ: ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾ [الأعراف: ٢٦]

عن عائشة رضي الله عنها أن أسماء بنت أبي بكر دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب رقاق، فاعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال: يا أسماء إن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح لها أن يرى منها إلا هذا وهذا، وأشار إلى وجهه وكفيه. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب فيما تبدي المرأة من زينتها ٥٦٧/٢ رقم: ٤١٠٤ دار الفكر بيروت)

Marfat.com

والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لا تجوز الصلاة فيه؛ لأنه مكشوف العورة معنى. (تبيين الحقائق ۱/۲۵۲-۲۵۳ زكريا، الفتاوى الهندية، الطهارة / الفصل الأول في الطهارة وستر العورة ۱/۵۸ كوئٹه)

إذا كان الثوب رقيقاً بحيث يصف ما تحته أي لون البشرة لا يحصل به ستر العورة إذ لا ستر مع رؤية لون البشرة. (حلبي كبير ۲۱٤ أشرفي لاهور، عمدة لقاري ۲/۲٤٦ زكريا)

أما لو كان غليظاً لا يرىٰ منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو وتشكل بشكله فصار شكل العضو مرئياً فينبغي أن لا يمنع جواز الصلاة لحصول الستر. (كبيري ۲۱٤ لاهور، البحر الرائق ۱/۴٦۷ رشيديه، الفتاوى الهندية ۱/۲٦۸ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کا گیلے بال باندھے بغیر نماز پڑھنا؟

سوال (۱۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی عورت غسل کر کے آئی اور نماز کا وقت ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے اور بال گیلے ہیں، تو کیا وہ بال ایسے ہی کھلے چھوڑ کر نماز پڑھ سکتی ہے یا بال باندھنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں مذکورہ عورت کو چاہئے کہ گیلے بالوں کو اچھی طرح دوپٹے میں چھپا کر نماز ادا کرلے اور بال باندھنا ضروری نہیں ہے۔

وأعضاء عورة ...... في الأمة ثمانية: ...... الرأس والشعر، وللحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين. (درمختار مع تنوير الأبصار ۲/۷۸ زكريا، ۲/۷۵ بيروت)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۲/۱۲/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کتنا حصہ ستر کھلنا مانع نماز ہے؟

سوال (۱۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ستر کا کتنا حصہ کھلنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر شروع ہی سے اتنا حصہ ستر کا کھلا رہے تو نماز کا شروع کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد اور عورت کے لئے نماز میں جن اعضاء مستورہ کو ڈھانکنا ضروری ہے، اُن میں سے اگر کسی ایک عضو (مثلاً ایک ران یا ایک کولہے) کا ایک چوتھائی حصہ بھی نماز کے کسی رکن میں تین مرتبہ (رکوع یا سجدہ والی) تسبیح پڑھنے کے بقدر خود بخود کھل جائے تو نماز صحیح نہ ہوگی اور اگر شروع نماز میں یہ کیفیت ہو تو نماز شروع ہی نہ ہوگی۔

عن عائشة رضي الله عنها أن أسماء بنت أبي بكر دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب رقاق، فأعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال: يا أسماء إن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح لها أن يرى منها إلا هذا وهذا، وأشار إلى وجهه وكفيه. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب فيما تبدي المرأة من زينتها ٥٦٧/٢ رقم: ٤١٠٤ دار الفكر بيروت)

ويمنع كشف ربع عضو قدر أداء ركن بلا صنعه. (درمختار) قال شارحها: وذلك قدر ثلث تسبيحات الخ. قال ح: واعلم أن هذا التفصيل في الإنكشاف الحادث في أثناء الصلوٰة، أما المقارن لابتدائها فإنه يمنع انعقادها مطلقاً اتفاقاً بعد أن يكون المكشوف ربع العضو. (درمختار مع الشامي / باب شروط الصلاة، مطلب: في لنظر إلى وجه الأمرد ٧٤/٢-٧٥ بيروت، شامي ٨٢/٢ زكريا، نور الايضاح ٦٨، البحر الرائق ٤٧١/١ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٣/٢ رقم: ١٥٤٧ زكريا، هداية ١٧٣/١ كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

دورانِ نماز پیٹھ کی جانب سے ناف کے نیچے کا حصہ کھل جانا؟

سوال (۱۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض لوگ جینس کی پینٹ اور بنیان پہن کر نماز پڑھتے ہیں، بسا اوقات رکوع یا سجدے میں بنیان اوپر ہوجاتا ہے، اور پینٹ نیچے جس کی بنا پر پیٹھ کا نیچے کا وہ حصہ کھل جاتا ہے جو ناف سے نیچے آتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسے شخص کی نماز ہوجاتی ہے، اگر چوتھائی عضو کے کھلنے سے نماز ٹوٹتی ہے، تو یہ پورا عضو کہاں تک ہوگا اور چوتھائی کتنا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ صورت میں ناف اور اس کے بالمقابل سے لے کر شرم گاہ تک اور پیچھے کی جانب اس کے بالمقابل تک ایک عضو شمار ہوگا، اور اس حصہ کا چوتھائی یا اس سے زائد مقدار کے بہ قدر ایک رکن تک کھلا رہ جانا نماز کے لئے مفسد ہوگا، اور اگر اس مقدار سے کم کھلا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱/۲۵۴)

أعضاء عورة الرجل ثمانية: الأول: الذكر وماحوله، الثاني: الأنثيان وماحوله، الثالث: الدبر وماحوله، الرابع والخامس: الإليتان، السادس والسابع: الفخذان مع الركبتين، الثامن: ما بين السرة الى العانة، مع ما يحاذي ذلك من الجنبين والظهر والبطن. (شامي ۲/ ۸۲ زكريا)

ويمنع حتى انعقادها كشف ربع عضو قدر أداء ركن بلا صنعه، وفي الشامي قال شارحها: وذلك قدر ثلاث تسبيحات الخ، واعلم أن هذا التفصيل في الإنكشاف الحادث في أثناء الصلاة، أما المقارن لابتدائها؛ فإنه يمنع انعقادها مطلقاً اتفاقاً بعد أن يكون المكشوف ربع العضو. (درمختار مع الشامي ۲/ ۸۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۷/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نماز میں جان بوجھ کر ستر کھولنا؟

سوال (۱۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص نماز میں جان بوجھ کر اپنا ستر کھول دے تو اس شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر نماز پڑھتے ہوئے کوئی شخص جان بوجھ کر ایک سکنڈ کے لئے بھی اعضاء مستورہ میں سے کوئی عضو چوتھائی کے بقدر کھول دے، تو فوراً نماز باطل ہو جائے گی، تین تسبیح کے بقدر بھی مہلت نہ ہوگی۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تقبل صلاة حائض إلا بخمار. (سنن الترمذي ۸۶/۱ رقم: ۳۷۷، سنن أبي داؤد ۱۰۱/۱ رقم: ٦٤١)

قوله بلا صنعه فلو به فسدت في الحال عند هم، قنية. قال ح: أي وإن كان أقل من أداء ركن. (شامي ۷۹/۲ بيروت، ۸۲/۲ زكريا، الفتاوى الهندية ۵۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۶ ۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اندھیرے کمرے میں بھی ستر ضروری ہے

سوال (۱۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر نماز پڑھنے والے کو کوئی نہ دیکھ رہا ہو، مثلاً وہ اندھیرے میں ہو یا بند کمرے میں ہو، تو ایسی حالت میں ستر کا چھپانا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جس شخص کے پاس ستر کے لئے کپڑا وغیرہ موجود ہو اس کے لئے نماز میں ستر چھپانا مطلقاً ضروری ہے، خواہ دوسرا دیکھ سکتا ہو یا نہیں، یا جگہ روشن ہو یا اندھیری، بہر حال ستر لازم ہے۔

Marfat.com

عن ابن عباس رضي الله عنه أنه قال: الذي يصلي في السفينة والذي يصلي عريانا يصلي جالساً، وعن ميمون بن مهران قال: سئل علي رضي الله عنه عن صلاة العريان، فقال: إن كان حيث يراه الناس صلّى جالسا، وإن كان حيث لا يراه الناس صلّى قائماً. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصلاة / باب صلاة العريان ٢/ ٥٨٤ رقم: ٤٥٦٥-٤٥٦٦)

ولو صلى عرياناً في الظلمة بلا عذرٍ لا تجوز إجماعاً. (منحة الخالق ١/ ٤٦٨)

في الخلوة أما لو صلى عريانا لو في بيت مظلم وله ثوب طاهر، لا يجوز إجماعا كما في البحر. (شامي ٢/ ٧٦ بيروت، ٢/ ٨٣ زكريا، ١/ ٤٤٠ كراچی، الفتاوىٰ الهندية ١/ ٥٨، البحر الرائق ١/ ٢٦٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/ ۵/ ۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر ستر کے لئے کوئی چیز دستیاب نہ ہو تو نماز کیسے پڑھے؟

سوال (۱۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ستر چھپانے کے لئے کوئی چیز کپڑا وغیرہ دستیاب نہ ہو تو ایسا شخص نماز کیسے پڑھے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر ستر کے لئے کپڑا، درخت کے بڑے پتے، اخبار، پلاسٹک، یا چٹائی وغیرہ کچھ بھی دستیاب نہ ہو یا کپڑا وغیرہ تو ملے مگر وہ سارا کا سارا نجس ہو اور اسے پاک کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور نماز کا وقت ختم ہونے کا خطرہ ہو، تو ایسا شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع سجدہ بھی اشارے سے کرے؛ تاکہ حتی الامکان ستر کا لحاظ ہو سکے۔

عن ابن عباس ﷺ أنه قال: الذي يصلي في السفينة والذي يصلي عريانا يصلي جالساً، وعن ميمون بن مهران قال: سئل علي رضي الله عنه عن صلاة العريان، فقال: إن كان حيث يراه الناس صلّى جالسا، وإن كان حيث لا يراه الناس صلّى قائماً. (مصنف عبد الرزاق، كتاب لصلاة / باب صلاة العريان ٢/ ٥٨٤ رقم: ٤٥٦٥-٤٥٦٦)

Marfat.com

وفي الحجة: إذا وجد العاري حصيراً أو بساطاً صلیٰ فیه ولا يصلي عرياناً. (الفتاویٰ الهندية ۱/۵۹)

وكذا إن أمكنه أن يستر عورته بالحشيش وأوراق القرع. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱/۴۱٦ قديم، ۲/۲۵ رقم: ۱۵٦۲ زكريا)

وعادم ساتر يصلي قاعداً مومياً بركوع وسجود وهو أفضل من صلوته قائماً بركوع وسجود؛ لأن الستر أهم من أداء الأركان. (درمختار ۲/۷٦-۷۷ بيروت، التنوير والدر المختار ۲/۸۴ زکریا، صغیری ۱۲۱، ہدایة ۱/۱۷٦ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳٦/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر پورے ستر کو چھپانے کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو کیا کرے؟

سوال (۱۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کے پاس اس قدر کپڑا نہ ہو کہ اسے پورے ستر پر چھپا سکے؛ بلکہ اس قدر کپڑے سے جسم کا کوئی نہ کوئی حصہ کھلا رہتا ہے، تو کیا ایسا شخص اتنے ہی کپڑے کو پہن کر نماز پڑھے گا یا اس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر پاک صاف کپڑا (یا کوئی اور ڈھانپنے والی چیز) صرف اس قدر دستیاب ہو کہ اس سے ستر کا کچھ حصہ ہی ڈھانکا جاسکتا ہو، وہ پورے ستر کے لئے کافی نہ ہو، تو اسی کپڑے کا استعمال کرنا لازم ہے، اولاً اس سے شرم گاہ چھپائے پھر جہاں تک ہوسکے ستر ڈھانکے، اس کے بعد ہی نماز پڑھے۔

- ولو وجد ما يستر به بعض العورة وجب استعماله وإن قل، ويقدم في الستر ما هو أغلظ كالسوءتين. (صغيري ۱۲۱، تنوير الأبصار مع الدر المختار ۲/۸۰ بيروت،

Marfat.com

شامي ۸۸/۲ زکریا، الفتاوی الهندیة ۵۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ستر کے لئے صرف ریشم کا کپڑا مہیا ہو؟

سوال (۱۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسلمان مردوں کے لئے ریشم کا کپڑا پہننا حرام ہے؛ لیکن اگر کسی کے پاس ریشم کے کپڑے علاوہ ستر چھپانے کے لئے دوسرا کپڑا موجود نہ ہو، تو کیا وہ ریشم کو پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر مرد کے پاس ستر کے لئے ریشم کے کپڑے کے سوا کوئی چیز مہیا نہ ہو، تو اسی ریشم کے کپڑے سے ستر چھپا کر نماز پڑھنا اس کے لئے لازم ہے، ایسی صورت میں ننگے بدن نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی؛ کیوں کہ ریشم کا استعمال مرد کے لئے حرام ہونے کے باوجود اس کو پہن کر نماز پڑھنے سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔

ولو وجد ثوب حرير لا يصلي عرياناً عندنا؛ لأن الصلوٰة فيه صحيحة وإن كان حراماً. (غنية المستملي شرح منية المصلي ۲۱٦، الفتاوی الهندية ۵۹/۱، الفتاوی التاتارخانية ۱۸/۱-٤ قديم، ۲۸/۲ رقم: ۱۵۷٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انتہائی باریک کپڑے پہن کر نماز پڑھنا

سوال (۱۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انتہائی باریک کپڑے جس میں ستر چھپانے کے باوجود اندر کا حصہ صاف باہر جھلکتا رہتا ہے، ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ایسے باریک کپڑے سے ستر چھپایا جس سے بدن کا اندرونی حصہ باہر سے صاف جھلکتا ہے، تو ایسے باریک کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا درست نہ ہوگا۔

عن علقمة بن أبي علقمة عن أمه قالت: دخلت حفصة بنت عبد الرحمن على عائشة وعليها خمار رقيق، فشقته عائشة وكستها خماراً كثيفاً. (رواه مالك، مشكوٰة المصابيح / باب الخاتم ۳۷۷)

والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لاتجوز الصلاة فيه، كذا في التبيين. (الفتاویٰ الهندية ۵۸/۱، درمختار مع الشامي ۷۶/۲-۷۷ بيروت، شامي ۸٤/۲ زكريا)

وحد الستر أن لا يرى ما تحته، حتى لو سترها بثوب رقيق يصف ما تحته، لايجوز. (البحر الرائق ٤٦٧/۱، رشيدية، ۲٦۸/۱ كوئٹه)

والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته، لا تجوز الصلاة فيه؛ لأنه مكشوف العورة معنی. (تبيين الحقائق ۲۵۲/۱ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں باریک دوپٹہ کا استعمال

سوال (۱۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورت کا ایسا باریک دوپٹہ پہن کر نماز پڑھنا جس سے بال صاف نظر آتے ہوں، کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کا ایسا باریک دوپٹہ پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے، جس سے بال صاف نظر آتے ہوں۔

دخلت حفصة بنت عبد الرحمن على عائشة وعليها خمار رقيق، فشقته عائشة وكستها خماراً كثيفاً. (الموطأ لمالك، مشكوٰة المصابيح / كتاب اللباس ۳۷۷)

Marfat.com

وعادم ساتر لایصف ما تحته. (درمختار ۲/ ۷٦-۷۷ بیروت، درمختار ۲/ ۸٤ زکریا، البحر الرائق ۱/ ٤٦۷ زکریا).

والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لاتجوز الصلاة فيه، كذا في التبيين. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۵۸، درمختار مع الشامي ۲/ ۷٦-۷۷ بیروت، شامي ۲/ ۸٤ زکریا)

وحد الستر أن لا يرى ما تحته، حتى لو سترها بثوب رقيق يصف ما تحته لا يجوز. (البحر الرائق ۱/ ٤٦۷ رشیدیة، ۱/ ۲٦۸ کوئٹه)

والثوب الرقيق الذي يصف ماتحته، لا تجوز الصلاة فيه؛ لأنه مكشوف العورة معنى. (تبیین الحقائق ۱/ ۲۵۲ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳٦/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کی چٹیا بھی ستر ہے

سوال (۱۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عورت کی چٹیا کے بال بھی ستر میں داخل ہیں اور نماز میں ان کا چھپانا بھی ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کی چٹیا کے بال بھی ستر ہیں؛ لہٰذا چٹیا کے بالوں کو بھی چھپانا عورت پر لازم ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها أن أسماء بنت أبي بكر دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب رقاق، فأعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال: يا أسماء إن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح لها أن يرى منها إلا هذا وهذا، وأشار إلى وجهه وكفيه. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب فيما تبدي المرأة من زينتها ۲/ ۵٦۷ رقم: ٤١٠٤ دار الفكر بيروت)

Marfat.com

وأما المسترسل ففيه روايتان، الأصح أنه عورة. (درمختار ۲/ ۷۱ بيروت، شامي ۲/ ۷۸ زكريا، هندية ۱/ ۵۸، صغيري ۱۱۹، شرح الوقاية ۱/ ۱۳۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ساڑی پہن کر نماز پڑھنا

سوال (۱۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ساڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر ساڑی مکمل ساتر بلاؤز کے ساتھ پہنی کہ اعضاء مستورہ کا کوئی حصہ کھلا ہوا نہیں رہا، تو ایسی ساڑی پہن کر نماز درست ہو جائے گی، لیکن جن علاقوں میں ساڑی غیر مسلموں کا خاص لباس شمار ہوتا ہے، جیسا کہ مغربی اتر پردیش کا علاقہ، تو یہاں کی مسلمان عورتوں کے لئے ساڑی کا استعمال تشبہ کی وجہ سے مطلقاً ناجائز ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، الباس / باب في لبس الشهرة رقم: ۴۰۳۱)

عن عائشة رضي الله عنها أن أسماء بنت أبي بكر دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب رقاق، فأعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال: يا أسماء إن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح لها أن يرى منها إلا هذا وهذا، وأشار إلى وجهه وكفيه. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب فيما تبدي المرأة من زينتها ۲/ ۵۶۷ رقم: ۴۱۰۴ دار الفكر بيروت)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صنفان من أهل النار...... ونساء كاسيات عاريات. (صحيح مسلم، اللباس والزينة / باب النساء الكاسيات العاريات ۲/ ۲۰۵)

Marfat.com

قال الإمام النووي رحمه الله: معناه تلبس ثوبا رقيقا يصف لون بدنها.

(شرح النووي على مسلم ۲/۲۰۵)

والرابع ستر عورته للحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين على المعتمد. (درمختار ۲/۶۹-۷۱ بیروت، درمختار ۲/۷۵-۷۸ زکریا، نور الایضاح ۶۹، الفتاوی التاتارخانية ۲/۲۳ رقم: ۱۰۴۵ زکریا، هداية ۱/۱۸۳ کراچی، البحر الرائق ۱/۴۶۹ رشيدية، ۱/۲۶۹ کوئٹه، الفتاوی الهندية ۱/۵۸ کوئٹه). فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دھوتی باندھ کر نماز پڑھنا؟

سوال (۱۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دھوتی باندھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر دھوتی اس طرح باندھی کہ اعضاء مستورہ میں سے کوئی عضو چوتھائی سے زیادہ کھلا رہ گیا (جیسا کہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے کہ اکثر ان کی دھوتی میں رانیں کھلی رہتی ہیں) تو ایسی دھوتی پہن کر نماز درست نہ ہوگی، اور اگر دھوتی اس طرح باندھی کہ ستر نہیں کھلا تو نماز تو ہوجائے گی، مگر غیر مسلموں کا شعار ہونے کی وجہ سے یہ لباس مسلمانوں کے لئے استعمال کرنا مکروہ ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مروا أولادكم بالصلاة لسبع سنين واضربوهم عليها لعشر سنين وفرقوا بينهم في المضاجع، وإذا أنكح أحدكم عبده أو آجره فلا ينظرن إلى شيء من عورته فإن ما أسفل من سرته إلى ركبته من عورته. (مسند أحمد ۲/۱۸۷ رقم: ۶۷۵۶)

Marfat.com

وهي للرجل ما تحت سرته إلى ما تحت ركبته. (درمختار مع لشامي ٧٠/٢ بيروت، شامي ٧٦/٢ زكريا، هداية ١٨٢/١ كراتشي، الفتاوى التاتارخانية ٢١/٢ رقم: ١٥٣٧ زكريا، لبحر الرائق ٢٦٩/١ كوئٹه)

والرابع: ستر عورته ووجوب عام، ولو في الخلوة على الصحيح. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ٤٠٤/١ کراچی، شامی ٧٥/٢ زكريا)

لقوله تعالىٰ: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ قيل في التاويل: الزينة ما يواري العورة، المسجد الصلاة، فقدأمر بمواراة العورة في الصلاة. (بدائع الصنائع ٥٤٣/١ بيروت، فتاوىٰ دار العلوم ديوبند ١٤٣/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جارجٹ کا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنا؟

سوال (۱۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل باریک جارجٹ کے دوپٹے چل رہے ہیں، جن کو اوڑھ کر سر کے بالوں کی رنگت صاف دکھائی دیتی ہے، کیا اتنا باریک دوپٹہ اوڑھ کر عورت کی نماز درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عورت کے سر سے لگے ہوئے بال بھی ستر میں داخل ہیں، اس لئے اتنا باریک دوپٹہ جس سے سر کے بالوں کی رنگت صاف ظاہر ہوجاتی ہو، پہن کر نماز درست نہیں ہوتی ہے؛ البتہ اگر باریک دوپٹہ کو دوہرا کر کے اوڑھ لیا جائے جس سے مکمل ستر ہوجائے، تو اسے اوڑھ کر نماز پڑھنا درست ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صنفان من أهل النار......ونساء كاسيات عاريات. (صحيح مسلم، اللباس والزينة / باب النساء الكاسيات العاريات ٢٠٥/٢)

Marfat.com

عن علقمة بن أبي علقمة عن أمه قالت: دخلت حفصة بنت عبد الرحمن على عائشة وعليها خمار رقيق، فشقته عائشة وكستها خماراً كثيفاً. (رواه مالك، مشكوٰة المصابيح / باب الخاتم ۲۷۷)

وشعر المرأة ما على الرأس عورة، وأما المسترسل ففيه روايتان: الأصح أنه عورة. (الفتاوىٰ الهندية ۵۸/۱)

والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لا تجوز الصلاة فيه، كذا في التبيين.

(الفتاوىٰ الهندية ۵۸/۱، درمختار مع الشامي ۲/ ۷۶-۷۷ بيروت، شامي ۲/ ۸۴ زكريا)

وحد الستر أن لا يرى ما تحته، حتى لو سترها بثوب رقيق يصف ما تحته لا يجوز. (البحر الرائق ۴۶۷/۱)

والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته، لا تجوز الصلاة فيه؛ لأنه مكشوف العورة معنى. (تبيين الحقائق ۲۵۲/۱ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۰/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کا آدھی آستین پہن کر نماز پڑھنا؟

سوال (۱۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عورت آدھی آستین پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ (جیسا کہ آج کل رواج چل رہا ہے کہ آدھی آستین پہنتی ہیں) حالانکہ اپنے دوپٹہ سے اپنی دونوں کہنیوں کو چھپالیتی ہیں، اگر نہیں پڑھ سکتی ہے تو جو نمازیں پڑھ چکی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عورت کے لئے نماز کے تمام ارکان میں کہنیوں اور کلائیوں کو گٹوں سمیت چھپانا ضروری ہے؛ اس لئے پوری آستین کی قمیص پہن کر ہی نماز پڑھنی

Marfat.com

چاہئے، اگر آدھی آستین پہن کر نماز پڑھی؛ لیکن کلائیوں کو دوپٹہ سے اس طرح چھپائے رکھا کہ کسی بھی رکن میں وہ ظاہر نہیں ہوئیں تو نماز درست ہوگئی، اور اگر کسی بھی رکن میں کلائیوں کا چوتھائی حصہ تین تسبیح کہہ لینے کے بقدر کھلا رہ گیا تو نماز فاسد ہوگئی، ایسی نماز کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، اندازہ لگا کر ایسی جتنی بھی نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ کیا جائے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن أسماء بنت أبي بكر دخلت على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وعليها ثياب رقاق، فأعرض عنها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وقال: يا أسماء إن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح لها أن يرى منها إلا هٰذا وهٰذا، وأشار إلى وجهه وكفيه. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب فيما تبدي المرأة من زينتها ٢/٥٦٧ رقم: ٤١٠٤ دار الفكر بيروت)

وفي الحرة هذه الثمانية ويزاد فيها ستة عشر — إلى قوله — والعضدان مع المرفقين والزرعان مع الرسغين. (شامي ٢/٨٣ زكريا)

وبدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها. (الفتاوى الهندية ١/٥٨، البحر الرائق ١/٢٦٩ كراچی)

ويمنع حتى انعقادها كشف ربع عضو قدر أداء ركن بلا صنعه. (درمختار مع الشامي ٢/٨١ زكريا)

قليل الإنكشاف عفو بالإجماع، فقال أبو حنيفة ومحمد: الربع وما فوقه كثير — إلى قوله — الصحيح قولهما. (الفتاوى التاتارخانية ٢/٣٣ رقم: ١٠٤٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

مسائلِ استقبالِ قبلہ

استقبالِ قبلہ کی شرعی حیثیت

سوال (۱۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شریعت میں قبلہ کی حیثیت کیا ہے؟ اور استقبالِ قبلہ نماز میں کیوں ضروری ہے؟ نیز قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے میں اصل مقصد کعبہ اور قبلہ ہے یا رضائے الٰہی مطلوب ہے اور کعبہ کسے کہتے ہیں؟ کیا بیت اللہ شریف کی عمارت کا نام قبلہ ہے، نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ قبلہ کی تبدیلی کا حکم کب نازل ہوا؟ اور اس کی کیا حکمت تھی؟ اور قبلہ کی اس تبدیلی سے بندوں کو کیا سبق دینا مقصود تھا؟ وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلامی شریعت میں قبلہ متعین کرنے کی خاص حکمت یہ ہے کہ اجتماعی عبادات میں یکسانیت اور اتحاد کی صورت پیدا کی جائے؛ کیوں کہ اگر ہر شخص کو ایک ہی جگہ رہتے ہوئے الگ الگ قبلہ متعین کرنے کا اختیار دیا جائے گا تو نہایت ناگوار افتراق کا منظر سامنے آئے گا، جو کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے، اس لئے اجتماعیت پیدا کرنے کی غرض سے تمام ہی اہل ایمان کو ایک ہی قبلہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(بیان القرآن ۱/۸۲-۸۷، معارف القرآن ۱/۸۸-۳۵۷)

قبلہ کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم جس معبودِ حقیقی کی عبادت کر رہے ہیں وہ نعوذ باللہ قبلہ کی جہت میں محدود ہے؛ بلکہ اسلامی عقیدہ کے اعتبار سے معبودِ حقیقی اللہ رب العالمین کی ذات والا صفات ہر قسم کی جہت اور زمان ومکان کی حدوں سے بالاتر ہے، وہ ہر جگہ وجود کی صفت سے متصف

Marfat.com

ہے، اور کوئی بھی جگہ اس کے وجود سے خالی نہیں، کیا مشرق، کیا مغرب، کیا شمال، کیا جنوب، یہ سب سمتیں پوری طرح اس کے احاطہ میں ہیں، اسی لئے اس نے قرآنِ کریم میں اعلان فرمایا:

قال تعالیٰ: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ، فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ [البقرة: ۱۱۵]

اس سے معلوم ہوگیا کہ قبلہ کی طرف رخ کرنا محض اس وجہ سے ہے کہ حکم خداوندی یہی ہے، اس نے جب اور جس طرف رخ کرنے کا حکم دیا اس کی تعمیل ہی اصل مقصود ہے، ارشاد خداوندی ہے:

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ﴾ [البقرة: ۱۷۷]

گویا کہ قبلہ وکعبہ اصل مقصود نہیں؛ بلکہ رضائے حق اصل مطلوب ہے، اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ مسلمانوں کے نزدیک کعبۂ مشرفہ بجائے خود معبود اور قابل پرستش نہیں (جیسا کہ بعض غیر مسلم اعتراض کرتے ہیں) بلکہ اس کی طرف رخ کرنے سے صرف اجتماعیت کی شان باقی رکھنا منظور ہے۔ اسی لئے حضرات علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کی عمارت قبلہ نہیں؛ بلکہ اس جگہ کے خلاء ہی کو آسمانوں تک قبلہ کی حیثیت حاصل ہے، اگر بالفرض کسی وجہ سے کعبۂ مشرفہ کی موجودہ عمارت نہ رہے پھر بھی قبلہ باقی رہے گا۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ''مسلمان ہرگز کعبہ پرست نہیں ہیں'' کیوں کہ اگر وہ کعبہ پرست ہوتے تو اس کی عمارت باقی نہ رہنے کی صورت میں وہ اس کی جگہ کو قبلہ نہ بناتے۔

اسی طرح کے شبہات کو دفع فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے قبلہ کو تبدیلی کے مرحلہ سے گذارا تاکہ یہ بات آشکارا ہو جائے کہ قبلہ اصل نہیں؛ بلکہ حکم خداوندی اصل ہے۔ چناں چہ ہجرت سے قبل تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کے سامنے نماز ادا فرماتے تھے؛ تاکہ بیت اللہ کے ساتھ بیت المقدس کی طرف بھی رخ ہو سکے، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ فروکش ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل کتاب کی موافقت کی غرض سے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، جس کا رخ مکہ معظمہ کے بالکل جانب مخالف تھا۔ ۱۶-۱۷ ماہ مہینہ آپ نے اور مسلمانوں نے حکم خداوندی کی تعمیل میں بیت

Marfat.com

المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش پر بیت المقدس کے بجائے مسجد حرام بیت اللہ شریف کو دائمی قبلہ بنانے کا اعلان کردیا گیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ [البقرة: ١٤٤]

یہ تبدیلی اس حقیقت کی روشن دلیل ہے کہ عبادت کسی خاص قبلہ کی نہیں؛ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ نماز میں استقبال قبلہ کی شرط ایسی نہیں کہ ہر حال میں لازماً ضروری ہو؛ بلکہ بعض خاص حالت میں مثلاً شدید مرض یا سفر کے دوران غیر قبلہ کی طرف بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر تحری کر کے نماز پڑھی اور بعد میں معلوم ہوا کہ رخ غلط تھا پھر بھی نماز معتبر قرار پاتی ہے، نیز دور سے عین قبلہ کا نہیں؛ بلکہ سمت قبلہ کی طرف رخ کرنے کا م ہے جس میں اگر کچھ ڈگری اِدھر اُدھر رخ ہو جائے پھر بھی نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

أخرج البيهقي عن ابن عباس رضي الله عنهما بألفاظ مختلفة أن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم قال: البيت قبلة لأهل المسجد، والمسجد قبلة لأهل الحرم، والحرم قبلة لأهل الأرض في مشارقها ومغاربها من أمتي. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٢/ ٢٨٠ رقم: ٢٢٧٦)

والمعتبر في القبلة العرصة لا البناء فهي من الأرض السابعة إلى العرش (درمختار) أي ليس المراد بالقبلة الكعبة التي هي البناء المرتفع على الأرض ولذا لو نقل البناء إلى موضع اٰخر وصلىٰ إليه لم يجز؛ بل تجب الصلوة إلى أرضها. (شامي ٢/ ١٠٢ بيروت، شامي ٢/ ١١٤ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ١/ ٦٣، طحطاوي على المراقي ٢١٢، البحر الرائق ١/ ٢٨٥ كوئٹه)

سواء كانت الكعبة مبنية أو منهدمة يتوجه إليها؛ لأن الكعبة ليست باسم

Marfat.com

للحيطان، ألا أنه لو وضع الحيطان في موضع آخر و صلى إليها لا يجوز. (الفتاوىٰ التارتاخانية ۳۶/۲ رقم: ۱٦١٦ زكريا، البحر الرائق ۲۸٤/۱ كوئٹه)

فيعلم منه أنه لو انحرف عن العين انحرافاً لا تزول منه المقابلة بالكلية جاز، ويؤيده ما قال في الظهيرية: إذا تيامن أو تياسر تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس، لأن عند التيامن أو التياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة. (شامی ۹۸/۲ بيروت، ۱۰۹/۲ زكريا، البحر الرائق ۲۸٤/۱ كوئٹه)

استقبال القبلة شرط إن قدر عليه، وإلا فيكفي بالجهة، والمعتبر التوجه إلى مكان البيت دون البناء. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۳۶/۲ رقم: ۱٦١٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبلہ؛ عمارتِ کعبہ کا نام نہیں

سوال (۱۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قبلہ کسے کہتے ہیں؟ کیا عمارتِ کعبہ کا نام قبلہ ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: بیت اللہ شریف کی عمارت اصل میں قبلہ نہیں؛ بلکہ جس جگہ میں وہ عمارت قائم ہے وہی زمین سے آسمان تک قبلہ ہے؛ لہٰذا اگر عمارت نہ بھی رہے پھر بھی قبلہ باقی رہے گا۔

والمعتبر في القبلة العرصة لا البناء فهي من الأرض السابعة إلى العرش (درمختار) أي ليس المراد بالقبلة الكعبة التي هي البناء المرتفع على الأرض ولذا لو نقل البناء إلى موضع آخر وصلىٰ إليه لم يجز؛ بل تجب الصلوة إلى أرضها. (شامي ۱۰۲/۲ بيروت، شامي ۱۱٤/۲ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٦٣/۱، طحطاوی علی المراقي ۲۱۲، البحر الرائق ۲۸٥/۱ كوئٹه)

Marfat.com

سواء كانت الكعبة مبنية أو منهدمة يتوجه إليها؛ لأن الكعبة ليست باسم للحيطان، ألا أنه لو وضع الحيطان في موضع آخر و صلى إليها لا يجوز. (الفتاوى التارتاخانية ۲/ ۳٦ رقم: ١٦١٦ زكريا، البحر الرائق ١/ ٢٨٤ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبلہ کی سمت جاننے کے ذرائع

سوال (۱۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قبلہ کی سمت جاننے کے معتبر ذرائع کیا ہے اور قبلہ کا رخ کس طریقہ سے صحیح طور پر جانا جائیگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جن شہروں اور آبادیوں میں پرانی مساجد موجود ہوں انہی مساجد کی محرابوں کو قبلہ کا معیار بنایا جائے گا، اور جہاں پہلے سے مساجد تعمیر شدہ نہ ہوں، تو وہاں کے آس پاس رہنے والے مسلمانوں سے قبلہ کی تحقیق کی جائے گی؛ اور جن جگہوں پر کوئی بتانے والا نہ ملے مثلاً جنگلات یا نوتعمیر آبادیاں تو ان میں قطب نما اور چاند سورج وغیرہ کے ذریعہ سمت کی پہچان کر کے غور وفکر کے بعد قبلہ متعین کیا جائے گا۔

وجهة الكعبة تعرف بالدليل، والدليل في الأمصار والقرى المحاريب التي نصبها الصحابة والتابعون فعلينا اتباعهم، فإن لم تكن فالسوال من أهل ذلك الموضع، وأما في البحار والمفاوز فدليل القبلة النجوم، هكذا في فتاوى قاضي خان. (الفتاوى الهندية ١/ ٦٣)

وعلى ما وضعوه لها من الألات كالربع والاصطرلاب، فإنها إن لم تفد اليقين تفيد غلبة الظن للعالم بها وعليه الظن كافية في ذلك. (شامي ٢/ ١٠٠ بيروت، شامي ٢/ ١١٢ زكريا، مجمع الأنهر ١/ ٨٣ بيروت، الجوهرة النيرة ١/ ٦٨، الفتاوى التاتارخانية

Marfat.com

٣٤/٢-٣٥ رقم: ١١١ ١٦١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

برصغیر ہند وپاک میں قبلہ کا صحیح رخ جاننے کا آسان طریقہ

سوال (۱۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: برصغیر ہند وپاک میں قبلہ کا صحیح رخ جاننے کا آسان طریقہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: برصغیر ہند وپاک اور اس سے جانب مشرق میں واقع تمام علاقہ جات میں سمتِ قبلہ معلوم کرنے کا آسان اور محتاط طریقہ یہ ہے کہ گرمی کے سب سے بڑے دن (۲۲/جون) اور موسم سردی کے سب سے چھوٹے دن (۲۲/دسمبر) سورج غروب ہونے کی جگہ دیکھ لی جائے، تو قبلہ ان دونوں مقامات کے درمیان ہوگا، یعنی اس درمیانی رخ میں کسی طرف بھی نماز پڑھنا درست رہے گا۔ (جواہر الفقہ ۱/۲۷۶)

وقال العلامة الشامي: أقربها إلى الصواب قولان، الأول: أن ينظر من مغرب الصيف في أطول أيامه ومغرب الشتاء في أقصر أيامه فليدع الثلثين في الجانب الأيمن والثلث في الأيسر والقبلة عند ذلک ولو لم يفعل هكذا وصلىٰ فيما بين المغربين يجوز، وإذا وقع خارجاً منها لايجوز بالإتفاق. (شامي ٩٩/٢ بيروت، شامي ١١١/٢ زكريا، حلبي كبير ٢١٨، البحر الرائق ٢٨٥/١ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا قبلہ کی تعیین میں غیر مسلم کا قول معتبر ہے؟

سوال (۲۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا قبلہ کی تعیین میں غیر مسلم کا قول معتبر ہوگا یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں یہ پتہ ہی نہ ہو کہ قبلہ کس سمت میں ہے، یعنی مثلاً یہ معلوم نہ ہو کہ یہاں سے قبلہ مشرق کی جانب ہے یا مغرب کی؟ تو اگر کوئی غیر مسلم ایسی جگہ قبلہ کی سمت بتائے تو محض اس کی خبر کا اعتبار نہ ہوگا، جب تک کہ قرائن سے اس کی تصدیق نہ ہو جائے، اور اگر ایسی جگہ ہے جہاں اتنا تو معلوم ہے کہ قبلہ یہاں مثلاً جانبِ مغرب ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ مغرب کدھر ہے تو مغرب کا رخ جاننے کے لئے کسی غیر مسلم سے بھی تحقیق کی جاسکتی ہے اور محض رخ بتانے میں اس کی خبر معتبر ہوگی جب کہ اس کی سچائی کا غالب گمان ہو جائے۔

ولا يقبل خبر الكافر والفاسق والصبي لعدم قبول خبرهم في أمور الديانات إلا إذا غلب على ظنه صدقهم. (الفقه الحنفي في ثوبه الجديد ١٩٧/١)

لأن قول الكافر مقبول في المعاملات. (هداية ٤٣٧/٤) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

سمتِ قبلہ معلوم نہ ہو تو کیا کرے؟

سوال (۲۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص مثلاً سفر میں ہو اور اسے سمتِ قبلہ معلوم نہ ہو اور نہ ہی کوئی بتانے والا موجود ہو، تو ایسا شخص نماز کس طرف منہ کر کے پڑھے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی شخص مثلاً سفر میں ہو اور اسے سمتِ قبلہ معلوم نہ ہو اور نہ ہی کوئی بتانے والا موجود ہو تو تحری کرنا اس پر فرض ہے، یعنی قبلہ کی تعیین میں غور وفکر اور علامات وقرائن کا جائزہ لے کر نماز پڑھنا اس پر لازم ہے۔

وإن اشتبهت عليه القبلة وليس بحضرته من يسأله عنها اجتهد وصلى.

Marfat.com

(الفتاویٰ الهندية ١/ ٦٤)

(ويتحرىٰ) هو بذل المجهود لنيل المقصود (عاجز عن معرفة القبلة) بما مر: فإن ظهر خطأ، لم يعد مما مرَّ. (شامي مع الدر المختار ١/ ٤٣٢ كراچی، ٢/ ١١٥ زكريا، البحر الرائق ١/ ٢٨٦ كوئته، ١/ ٤٩٩ رشيدية، الفتاویٰ السراجية ٦٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرض نمازوں میں استقبالِ قبلہ سے عاجز رہ جانے والے کا حکم

سوال (۲۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص معقول عذر کی وجہ سے قبلہ رخ نماز پڑھنے سے قاصر ہو، تو ایسے شخص کے لئے استقبال قبلہ کا کیا حکم ہے، کیا اس پر بھی قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے یا اپنی معذوری اور بیماری کے سبب سہولت کے مطابق استقبالِ قبلہ کی رعایت کئے بغیر نماز پڑھ سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی شخص معقول عذر کی وجہ سے قبلہ رخ نماز پڑھنے سے قاصر ہو، تو اس سے استقبالِ قبلہ کی شرط ساقط ہو جاتی ہے اور وہ حسبِ سہولت کسی طرف بھی رخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ معقول عذر درج ذیل ہو سکتے ہیں:

(۱) مریض اتنا کمزور ہے کہ وہ خود قبلہ رو نہیں ہو سکتا اور اس کا کوئی تیماردار بھی نہیں ہے جو اسے قبلہ رخ کر سکے۔

(۲) قبلہ رخ نماز پڑھنے میں جانی یا مالی نقصان کا شدید خطرہ ہو۔

(۳) آدمی سواری پر سوار ہو اور نیچے زمین پر کیچڑ ہی کیچڑ ہو، کوئی پاک جگہ نماز کے لئے میسر نہ ہو۔

(۴) سواری سے اتر کر چڑھنے کی قدرت نہ ہو خواہ اپنی کمزوری کی وجہ سے یا سواری کے

Marfat.com

سرکش ہونے کی وجہ سے۔

(۵) مسافر سواری رکوانے پر قادر نہ ہو اور نماز کا وقت نکلا جا رہا ہو۔

(۶) سواری روک کر نماز پڑھنے میں بقیہ قافلہ والوں سے بچھڑ کر اکیلے رہ جانے کا خطرہ ہو ان جیسی صورتوں میں فرض نماز قبلہ کے علاوہ رخ پر پڑھنا بھی درست ہے۔

وقبلة العاجز عنها لمرض وإن وجد موجها عند الإمام أو خوف مال، وكذا كل من سقط عنه الأركان جهة قدرته ولو مضطجعاً بإيماء لخوف رؤية عدو ولم يعد؛ لأن الطاعة بحسب الطاقة. (در مختار) ويشترط في الصلوة على الدابة إيقافها إن قدر وإلا بأن خاف الضرر كان تذهب القافلة وينقطع فلا يلزمه إيقافها ولا استقبال الكعبة. (شامي ۱۰۳/۲ بيروت، شامي ۱۱۵/۲ زكريا، كبيرى ۲۱۹، تبيين الحقائق ۲٦٥/۱، الفتاوىٰ الهندية ٦۳/۱، الفتاوىٰ التاتارخانية ۳۸/۲ رقم: ۱٦۲۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر تحری کے نماز پڑھنا؟

سوال (۲۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور اس پر قبلہ مشتبہ ہو جائے، تو کیا ایسے شخص کے لئے کیف ما اتفق کسی بھی رخ نماز پڑھنا جائز ہے یا اس کے لئے تحری کر کے قبلہ معلوم کرنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس شخص پر قبلہ مشتبہ ہو اس کے لئے تحری کے بغیر نماز شروع کرنا درست نہیں ہے؛ تاہم اگر تحری کے بغیر نماز شروع کر دی اور فراغت کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی قبلہ رخ نماز پڑھی ہے تو نماز درست ہوگئی، اور اگر دوران نماز ہی یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ قبلہ کا رخ صحیح یا غلط ہے تو نماز فاسد قرار پائے گی اور از سر نو پڑھنی ہوگی۔

Marfat.com

فإن شرع بلا تحر فعلم بعد فراغه أنه أصاب صحت وإن علم بإصابة فيها فسدت. (نور الإيضاح ٦٩)

وإن شرع بلا تحر لم يجز وإن أصاب؛ إلا إذا علم أصابته بعد فراغه فلا يعيد اتفاقاً. (درمختار) بخلاف صورة عدم التحري فإنه لم يعتقد الفساد؛ بل هو شاك فيه وفي عدمه فإذا ظهرت أصابته بعد التمام زال أحد الاحتمالين وتقرر الأخر بلا لزوم بناء القوى على الضعيف بخلاف ما إذا علم الإصابة قبل التمام.

(درمختار مع الشامي ١٠٦/٢ بيروت، شامي ١١٩/٢ زكريا، غنية المستملي شرح منية المصلي ٢٢٢، تبيين الحقائق ٢٦٩/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز معلوم ہوا کہ قبلہ دوسری طرف ہے

سوال (۲۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر تحری کر کے نماز شروع کی پھر دورانِ نماز میں ہی معلوم ہوا کہ قبلہ دوسری جانب ہے تو اب نماز پڑھنے والا کیا کرے اسی رخ پر پڑتا رہے یا دوسری سمت گھوم جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر تحری کر کے نماز شروع کی پھر دورانِ نماز میں ہی معلوم ہوا کہ قبلہ دوسری جانب ہے، تو نماز ہی میں اس جانب گھوم جائے، ازسرنو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

وإن علم وهو في الصلوة استدار إلى القبلة وبنى عليها. (الفتاوى الهندية ٦٤/١، درمختار مع لشامي ١١٦/٢ زكريا، ١٠٣/٢ بيروت، تبيين الحقائق ٢٦٨/١)

وإن علم في الصلاة أنه أصاب يستقبل. (البحر الرائق ٢٨٧/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نماز کے بعد قبلہ کی غلطی کا علم ہوا؟

سوال (۲۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے غور وفکر کر کے ایک جانب قبلہ سمجھتے ہوئے رخ کر کے نماز پڑھ لی بعد میں معلوم ہوا کہ قبلہ صحیح نہیں تھا تو اب ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی شخص نے تحری کر کے کسی طرف نماز پڑھی، پھر نماز سے فراغت کے بعد علم ہوا کہ اس نے غلط رخ پر نماز پڑھی ہے تو نماز صحیح ہوگئی لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

فإن علم أنه أخطأ بعد ما صلیٰ لا یعیدها. (الفتاویٰ الهندیة ۱/ ٦٤، درمختار مع الشامي ۲/ ۱۱٦ زکریا، شامي ۲/ ۱۰۳ بیروت، تبیین الحقائق ۱/ ۲٦۷)

رجل صلی في المسجد في لیلة مظلمة بالتحری فتبین أنه صلی إلی غیر القبلة جازت صلاته. (البحر الرائق ۱/ ۲۸۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبلہ سے معمولی انحراف مضر نہیں

سوال (۲۰۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر نماز پڑھتے ہوئے قبلہ سے معمولی سا انحراف ہو جائے اور دائیں بائیں تھوڑا سا سینا اور چہرا مڑ جائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مکہ سے باہر رہنے والے شخص نے اگر قبلہ کی سمت سے معمولی طور پر ہٹ کر نماز پڑھی تو بھی نماز درست ہو جائے گی۔ معمولی انحراف کا مطلب یہ ہے کہ صرف اس قدر انحراف ہو کہ نمازی کی پیشانی کا کوئی نہ کوئی حصہ قبلہ کی سیدھ میں باقی رہے، اس کی

Marfat.com

مقدار فقہاء نے دونوں جانب ۴۵-۴۵ درجہ مقرر کی ہے۔ (امداد المفتین ۲/۳۱۳، جواہر الفقہ ۱/۲۴۲، احسن الفتاویٰ ۲/۳۱۳)

فيعلم منه أنه لو انحرف عن العين انحرافاً لا تزول منه المقابلة بالكلية جاز، ويؤيده ما قال في الظهيرية: إذا تيامن أو تياسر تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس، لأن عند التيامن أو التياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة. (شامي ۲/۹۸ بيروت، شامي ۲/۱۰۹ زكريا، البحر الرائق ۱/۲۸٤ كوئته) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز کے دوران سینہ قبلہ سے پھر جانا؟

سوال (۲۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر دوران نماز سینہ قبلہ سے پھر گیا تو نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر نماز کے دوران نمازی کا سینہ قبلہ کے رخ سے بلا عذر پوری طرح پھر گیا تو فوراً نماز فاسد ہوجائے گی، اور اگر بھول سے بلا عذر پھر گیا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر فوراً صحیح رخ پر کرلیا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اگر ایک رکن یعنی تین تسبیحات پڑھنے کے بقدر رخ پھرا رہا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

والحاصل أن المذهب أنه إذا حول صدره فسدت وإن كان في المسجد إذا كان من غير عذر كما عليه عامة الكتب وأطلقه فشمل ما لو قل أو كثر وهذا لو باختياره وإلا فإن لبث مقدار ركن فسدت وإلا فلا. (شامي ۲/۳٤ بيروت، شامي ۲/۳۸۸ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ۲/۳۸ رقم: ۱٦۳۰ زكريا، حلبي كبير ۲۲۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نماز کے دوران چہرہ قبلہ سے پھر جانا؟

سوال (۲۰۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز کے دوران چہرہ اگر قبلہ سے پھر جائے تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز میں صرف چہرہ قبلہ سے پھر جانے سے اگر چہ نماز فاسد نہیں ہوتی ، مگر یہ فعل مکروہ تحریمی اور گناہ ہے۔

والالتفات بوجهه كله أو بعضه للنهي. (درمختار) وينبغي أن تكون تحريمية كما هو ظاهر الأحاديث. (شامي ۲/٤٣٥ بيروت، شامي ۲/٤١٠ زكريا، الفتاوى الهندية ٦٣/١)

ولو حول وجهه عنها كان عليه واجبا أن يستقبل القبلة من ساعة، ولا تفسد صلاته بذل التحويل، ولكن يكره أشد الكراهة، لما روى البخاري عن عائشة رضي الله عنها قالت: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الالتفات في الصلاة، فقال هو اختلاس يختلسه الشيطان. (حلبي كبير ٢٤-٢٢٣ لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کس طرح کی سواری پر نفل نماز پڑھتے وقت استقبالِ قبلہ نہ کرنے کی رخصت ہے؟

سوال (۲۰۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سواری پر چلتے ہوئے نفل نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اگر چلتی سواری پر سمت قبلہ کی رعایت کئے بغیر جس رخ گاڑی چل رہی ہو اس رخ پر نفل نماز پڑھ لی تو نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دورانِ سفر جس رخ پر سواری جارہی ہو اس رخ پر نفل نماز پڑھنا بلا عذر بھی مطلقاً جائز ہے، مگر اس سے وہ سواری مراد ہے جس میں چلتے ہوئے قبلہ رخ نماز پڑھنے کی رعایت نہ رکھی جاسکتی ہو، جیسے اونٹ، گھوڑا، موٹر سائیکل وغیرہ؛ لیکن اگر سواری وسیع ہو جیسے ریل، ہوائی جہاز اور بس وغیرہ، تو اس میں نماز نفل کے لئے بھی قبلہ رخ ہونا ضروری ہوگا؛ کیوں کہ یہ بڑی سواریاں کشتیوں کے حکم میں ہیں اور ان میں قبلہ کا لحاظ کرنا متعذر نہیں ہے۔

وأما في النفل فتجوز على المحمل والعجلة مطلقا. (تنوير) أي سواء كانت واقفة أو سائرة على القبلة أولا، قادر على النزول أولا، طرف العجلة على الدابة أولا. (شامي ٤٢٨/٢ بيروت، شامي ٤٩١/٢ زكريا، الفتاوى الهندية ٦٣/١)

ومن أراد أن يصلي في سفينةٍ تطوعاً أو فريضةً فعليه أن يستقبل القبلة ولا يجوز له أن يصليَ حيث ما كان وجهه. (الفتاوى الهندية ٦٤/١، البحر الرائق / باب صلاة المريض ٢٠٧/٢ رشيدية، ١١٧/٢ كوئته) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

ریل اور جہاز میں استقبالِ قبلہ؟

سوال (۲۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ریل، ہوائی جہاز، کشتی اور سمندری سواریوں میں نماز پڑھنے کے لئے استقبالِ قبلہ کیسے کیا جائے گا؟ کیا سواری کی سمت رخ کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ فرض اور نفل نماز کے بارے میں استقبالِ قبلہ کی کیا تفصیل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ریل، کشتی، بحری جہاز اور ہوائی جہاز جیسی سواریاں

Marfat.com

میں نماز فرض یا نفل پڑھتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے، بعض ناواقف لوگ بلا عذر کے ریل وغیرہ کے سفر میں قبلہ کا لحاظ کئے بغیر جدھر چاہتے ہیں حسبِ سہولت نماز پڑھ لیتے ہیں، یہ جائز نہیں ہے۔

ومن أراد أن يصلي في سفينةٍ تطوعاً أو فريضةً فعليه أن يستقبل القبلة ولا يجوز له أن يصليَ حيث ما كان وجهه. (الفتاوى الهندية ١/١٤٦، البحر الرائق / باب صلاة المريض ٢/٢٠٧ رشيدية، ٢/١١٧ كوئٹه)

وإن شرع بلا تحر لم يجز وإن أصاب. (درمختار ٢/١١٩ زكريا، ٢/١٠٦ بيروت)

ويلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وكلما دارت. (درمختار مع الشامي / باب صلاة المريض، قبيل: باب سجود التلاوة ٢/١٠٢ كراچی، شامي ٢/٥٧٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہوائی جہاز میں سمت قبلہ؟

سوال (۲۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جہاز کے لمبے سفر کے دوران قبلہ کی سمت کا تعین مشکل ہوتا ہے اور بعض اوقات کھڑے ہوکر نماز پڑھنا مشکل ہوتا ہے، ایسے میں کیا کیا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موجودہ دور میں جہاز میں سمت قبلہ متعین کرنا کوئی مشکل نہیں ہے، اس بارے میں عملہ سے بھی معلومات کی جاسکتی ہے، اور یہ ممکن نہ ہوتو خود غور وفکر کر کے جس جانب قلبی رجحان ہو اس سمت رخ کر کے نماز پڑھ لی جائے اور جہاز کے پیچھے اور درمیانی حصہ میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی گنجائش ہوتی ہے، اس لیے جو شخص کھڑے ہوکر نماز پڑھنے پر قادر ہو، اس کے لیے جہاز میں بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہ ہوگا، البتہ کوئی شخص کھڑے

Marfat.com

ہونے سے معذور ہو یا جہاز اس قدر حرکت کرنے والا ہو کہ کھڑا رہنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی گنجائش ہوگی۔

وإن اشتبهت عليه القبلة، وليس بحضرته من يسأله عنها اجتهد وصلى. (الفتاوى الهندية ٦٤/١)

ويتحرى عاجز عن معرفة القبلة (در مختار ١١٥/٢ زكريا)

ومن أراد أن يصلي في سفينة تطوعا أو فريضة فعليه أن يستقبل القبلة، ولا يجوز له أن يصلي حيث ما كان وجهه (الفتاوى الهندية ٦٤/١)

وإن شرع بلاتحر لم يجز وإن أصاب (در مختار ١١٩/٢ زكريا، كتاب المسائل ٢٨٣/١، ٢٨٤)

القيام في الصلاة بإجماع المفسرين وهو فرض في الصلاة للقادر عليه في الفرض. (البحر الرائق ٢٩٢/١)

ومنها القيام في فرض القادر عليه. (در مختار ١٣١/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۱/۵ھ

دورانِ نماز ریل اور جہاز کا گھوم جانا؟

سوال (۲۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دورانِ سفر ریل یا ہوائی جہاز میں تحری کر کے ایک رخ پر نماز پڑھنا شروع کرتے ہیں، پھر دوران نماز ہی ریل یا ہوائی جہاز دوسری طرف گھوم جاتے ہیں، تو ایسی صورت میں نماز پڑھنے والا کیا کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر نماز کے دوران ریل یا جہاز وغیرہ کا رخ قبلہ سے

Marfat.com

پھر جانے کا علم ہو جائے تو نمازی پر لازم ہے کہ وہ بھی گھوم کر اپنا رخ قبلہ کی طرف کر لے، اگر گھوم جانے کا اندازہ نہ ہو تو اسی طرح نماز درست ہو جائے گی۔

حتی لو دارت السفينةُ وهو يصلي توجه إلى القبلة حيث دارت. (الفتاوى الهندية ٦٤/١)

وإن علم به في صلاته ...... استدار وبنى. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ١١٦/٢ زكريا، درمختار ١٠٣/٢ بيروت)

وقيد بترك القيام؛ لأنه لو ترك استقبال وجهه إلى القبلة وهو قادر عليه، لا يجزيه في قولهم جميعا، فعليهم أن يستقبلوا بوجههم القبلة كلما دارت السفينة يحول وجهه إليها كذا في الاستيجابي. (البحر الرائق ١١٧/٢ رشيدية، ٢٠٧/٢ باب صلاة المريض كوئته) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکہ مکرمہ میں رہنے والوں کا قبلہ کیا ہے؟

سوال (۲۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہو اور مسجد حرام یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھتا ہو جہاں سے بیت اللہ شریف صاف نظر آتا ہو، تو ایسے شخص کے لئے نماز میں بیت اللہ شریف کی عین مواجہت ضروری ہے یا اس سمت رخ کر کے نماز پڑھنا کافی ہوگا، اور جو شخص مکہ معظمہ سے باہر کا رہنے والا ہو اور اس کے لئے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ممکن نہ ہو، تو اس کے لئے استقبالِ قبلہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مکہ معظمہ میں مسجدِ حرام کے اندر نماز پڑھنے والے یا ایسی اونچی عمارت یا پہاڑی پر نماز پڑھنے والے کے لئے جہاں سے بیت اللہ شریف صاف نظر آتا

Marfat.com

ہو، عین کعبۂ مشرفہ کی طرف نماز پڑھنا ضروری ہے، اور حرم شریف سے باہر جو شخص نماز پڑھے اور عمارات اور مکانات کی آڑ کی وجہ سے کعبۂ مشرفہ کو نہ دیکھ سکتا ہو، تو اس کے لئے کعبہ کی جہت کی طرف نماز پڑھنا کافی ہے، عین کعبہ کی طرف رخ کرنا لازم نہیں۔ حج اور بھیڑ کے زمانے میں حرم شریف کے اندر اور باہر بسا اوقات قبلہ کی طرف توجہ کرنے میں کوتاہی ہوجاتی ہے اس لئے وہاں خاص طور پر استقبالِ قبلہ کا خیال رکھا جائے۔

اور مکہ معظّمہ کے علاوہ دنیا کے دیگر مقامات پر رہنے والوں کے لئے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا لازم نہیں؛ بلکہ سمت قبلہ کی طرف رخ کر لینا کافی ہے، جیسے ہمارے ہندوستان میں جانب مغرب۔

أخرج البيهقي عن ابن عباس رضي الله عنهما بألفاظ مختلفة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: البيت قبلة لأهل المسجد، والمسجد قبلة لأهل الحرم، والحرم قبلة لأهل الأرض في مشارقها ومغاربها من أمتي. (السنن الكبرى للبيهقي ٢/٢٨٠ رقم: ٢٢٧٦)

فللمكي......، إصابة عينها يعم المعاين وغيره، لكن في البحر أنه ضعيف والأصح أن من بينه وبينها حائل كالغائب. (درمختار مع لشامي ٢/٩٧ بيروت، شامي ٢/١٠٨ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ٢/٣٣ رقم: ١٦٠٨ زكريا، البحر الرائق ١/٢٨٤ كوئته)

ومن كان بمكة وبينه وبين الكعبة حائل يمنع المشاهدة كأبنيةٍ، فالأصح أن حكمه حكم الغائب. (طحطاوي على المراقي ١١٦، غنية المتملي شرح منية المصلي ٢١٨، مجمع الأنهر ١/٨٣ بيروت)

ومن كان خارجاً عن مكة فقبلته جهة الكعبة، وهو قول عامة المشائخ وهو الصحيح. (الفتاوى الهندية ١/٦٣)

حتى لو أزيلت الموانع لايشترط أن يقع استقباله على عين الكعبة لا

Marfat.com

محالة. (غنية المتملي ۲۱۸، شامی ۱۰۹/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۵/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجدِ حرام میں امام سے آگے اُسی رخ میں نماز پڑھنا؟

سوال (۲۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج کے موقع پر حجاجِ کرام کی کثرت اور بھیڑ کی وجہ سے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض ناواقف لوگ مسجدِ حرام میں مطاف کے اندر امام سے آگے بڑھ کر نیت باندھ لیتے ہیں، تو ایسے لوگوں کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا مسجدِ حرام میں امام سے آگے اس رخ میں نماز پڑھنا نا جائز ہے، اگر پڑھ لی تو نماز کا کیا حکم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجدِ حرام میں امام جس جانب امامت کررہا ہو اس رخ میں امام سے آگے نماز پڑھنے والوں کی نماز درست نہ ہوگی؛ البتہ دوسرے رخ میں اگر بالکل کعبۂ مشرفہ کی دیوار کے قریب نماز پڑھے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ آج کل ناواقفیت کی وجہ سے مسجدِ حرام میں اس سلسلہ میں بڑی کوتاہی ہوتی ہے، امام صاحب دھوپ کے وقت یا زیادہ بھیڑ کی وجہ سے یا نماز تراویح میں رکنِ یمانی اور حجر اسود کے بالمقابل مکبرہ (شیشے والے کمرے) کے نیچے نماز پڑھاتے ہیں، اور بہت سے حضرات اسی جانب آگے مطاف میں نماز کی نیت باندھ لیتے ہیں جو صحیح نہیں ہے، ایسے لوگوں کی نماز درست نہیں ہوتی، ان پر بعد میں قضا لازم ہے۔

ولو تقدم على الإمام من غير عذر فسدت صلاته. (الفتاوىٰ الهندية ۱۰۳/۱)

قال القدوري رحمه الله: إن صلوا جماعة استداروا حول الكعبة بهٰذا جرت العادة، ومن كان منهم أقرب إلى الكعبة في الإمام، فإن كان في الجهة التي يصلى إليها الإمام لم يجز، وإن كان في جهة أخرىٰ جاز. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۳۶/۲ رقم: ۱۶۱۷ زكريا)

Marfat.com

وإذا صلى الإمام في المسجد الحرام وتحلق الناس حول الكعبة وصلوا صلاة الإمام فمن كان منهم أقرب إلى الكعبة من الإمام جازت صلاته، إذا لم يكن في جانب الإمام كذا في الهداية. (الفتاوى الهندية ١/ ٦٥، هداية ١/ ٤٣٥ مكتبة البشرى كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کعبہ کے اندر یا چھت پر نماز پڑھنے والے کا قبلہ؟

سوال (۲۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کعبہ کے اندر یا چھت پر نماز پڑھنے والا کس طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا اور اس کا قبلہ کیا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''کعبۂ مشرفہ'' کے اندر یا اس کی چھت پر تنہا نماز پڑھنے والا شخص کسی جانب بھی رخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے، وہاں رہتے ہوئے ہر جانب اس کے لئے قبلہ ہے۔

ولو صلى في جوف الكعبة أو على سطحها جاز إلى أي جهةٍ توجه.

(الفتاوى الهندية ١/ ٦٣، النتف في الفتاوى ٤٣، الفتاوى التاتارخانية ٢/ ٣٧ رقم: ١٦٢٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کعبہ کے اندر نماز باجماعت میں صفوں کی ترتیب؟

سوال (۲۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کعبہ کے اندر نماز باجماعت میں صفوں کی ترتیب کس طرح بنائی جائے گی؟ تفصیل کے

Marfat.com

ساتھ جتنی بھی صورتیں نکلتی ہوں، ہر ایک کو تحریر فرمائیں نیز ہر ایک کا حکم بھی واضح فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بیت اللہ شریف میں نماز با جماعت ادا کی جائے تو امام اور مقتدیوں کے مقام اور صفوں کی ترتیب کے اعتبار سے کل سات صورتیں نکلتی ہیں، جن میں سے چھ جائز اور ایک ناجائز ہے۔ تفصیل یہ ہے:

(۱) امام دیوار کی طرف پشت کرکے اور مقتدیوں کی طرف چہرہ کرکے کھڑا ہو اور سب مقتدیوں کا رخ امام کی طرف ہو۔

(۲) امام دیوار کی طرف رخ کرے اور سب مقتدی اس کے بالمقابل دوسری دیوار کی طرف رخ کریں گویا کہ امام کی پشت مقتدیوں کی پشت کی طرف اور مقتدیوں کی پشت امام کی پشت کی طرف۔

(۳) مقتدیوں کا رخ امام کی پشت کی طرف ہو جیسا کہ عام جماعت میں ہوتا ہے۔

(۴) سب مقتدی امام کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہوں۔

(۵) مقتدیوں کا رخ امام کے دائیں بائیں پہلو کی طرف ہو۔

(٦) امام کا رخ مقتدیوں کے پہلو کی طرف ہو۔

مذکورہ سب صورتوں میں جماعت درست ہے؛ اس لئے کہ خاص اس رخ میں جس کی طرف امام نماز پڑھ رہا ہے کوئی مقتدی اس رخ میں اس سے آگے نہیں بڑھ رہا ہے؛ کیوں کہ بقیہ مقتدیوں کا رخ دوسری جانب ہے جو ممنوع نہیں۔

(۷) اور اگر امام کا رخ مقتدیوں کی پشت کی طرف ہو تو ان مقتدیوں کی نماز درست نہ ہوگی؛ اس لئے کہ وہ خاص اسی رخ میں امام سے آگے واقع ہو رہے ہیں۔

وإن صلوا جماعة فإنها على سبعة أوجه: أحدها: أن يكون وجه الإمام إلىٰ وجه القوم ووجه القوم إلىٰ وجه الإمام. والثاني: أن يكون ظهر الإمام إلىٰ ظهر

Marfat.com

القوم وظهر القوم إلىٰ ظهر الإمام. والثالث: أن يكون وجه القوم إلىٰ ظهر الإمام. والرابع: أن يكون جنب القوم إلىٰ جنب الإمام. والخامس: أن يكون وجه القوم في جنب الإمام. والسادس: أن يكون وجه الإمام في جنب القوم، ففي كل هٰذه الوجوه جازت صلاتهم متفقاً عليه. والسابع: أن يكون وجه الإمام في ظهر القوم، فعند الفقهاء لا تجوز صلاته؛ لأنه غاية الخلاف والانحراف. (التتف في الفتاوىٰ ٤٣، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/٣٧ رقم: ١٦٢٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نیت سے متعلق مسائل

نیت کی تعریف

سوال (۲۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نیت کسے کہتے ہیں؟ نیت کا معنی اور مطلب کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول اور اس کے حکم کی تعمیل کی غرض سے کسی کام کو انجام دینے کا ارادہ کرنا شرعاً نیت کہلاتا ہے۔

عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إنما الأعمال بالنيات. (صحيح البخاري ۱/۱ رقم: ۱)

وعرفها القاضي البيضاوي: بأنها شرعاً الإرادة المتوجهة نحو الفعل ابتغاءً لوجه اللّٰه تعالىٰ وامتثالاً لحكمه. (الأشباه والنظائر قديم ۱/۵٦، جديد ۱۰۹ زكريا)

والنية: إرادة الصلاة للّٰه تعالىٰ على الخلوص، والاستدلال على اشتراطها بقوله تعالىٰ: ﴿وَمَآ أُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (البحر الرائق ۱/۲۷٦ كوئٹہ، درمختار مع الشامي / باب شروط الصلاة ۱/۳۸۵ كراچی، ۲/۹۰ زكريا)

وفي نور الإيضاح: حقيقتها عقد القلب على الفعل. (قواعد الفقه ۵۳۷)

وتشترط النية: وهي الإرادة الجازمة لتتميز العبادة عن العادة ويتحقق الإخلاص فيها للّٰه سبحانه وتعالىٰ. (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح ۸۲ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نیت کیوں کی جاتی ہے؟

سوال (۲۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نیت کیوں کی جاتی ہے؟ شریعت میں نیت کو کیوں مشروع کیا گیا؟ اور اس کا کیا مقصد ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نیت کرنے سے مقصود شرعاً دو چیزیں ہیں:

(۱) عبادات کو عادات سے امتیاز کرنا (مثلاً کھڑا ہونا کبھی محض طبعی خواہش کی بنا پر ہوتا ہے اور یہی کھڑا ہونا جب نماز کی نیت سے ہو تو عبادت بن جاتا ہے)

(۲) بعض عبادات کو بعض سے ممتاز کرنا (مثلاً ظہر اور عصر کی رکعات ایک جیسی ہیں، مگر نیت الگ الگ ہونے سے یہ الگ الگ عبادتیں قرار پاتی ہیں)

المقصود منها تمييز العبادات من العادات، وتمييز بعض العبادات عن بعض . (الأشباه والنظائر قديم ۱/۵۷، جديد ۱۰۹ زكريا)

قال ابن رجب: النية تقع بمعنيين أحدهما: تمييز العبادات بعضا عن بعض، كتمييز صلاة الظهر من صلاة العصر، والثاني: تمييز المقصود بالعمل هل هو لله وحده. (قواعد الفقه ۵۳۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا زبان سے نیت کرنا ضروری ہے؟

سوال (۲۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا نیت کے تحقق کے لئے زبان سے نیت کرنا ضروری ہے، یا صرف دل کا ارادہ ہی کافی ہے؟ اگر کسی نے زبان سے الفاظِ نیت ادا نہ کیے، صرف دل میں ارادہ کیا کہ میں فلاں وقت کی نماز پڑھ رہا ہوں؟ تو کیا صرف اس کا ارادہ تحقق نیت کے لئے کافی ہو جائے گا؟ یا اسے زبان سے الفاظ

Marfat.com

بھی کہنا ضروری ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نیت صرف دل سے ارادہ کرلینے کا نام ہے؛ لہٰذا نیت کی صحت کے لئے زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا لازم نہیں ہے؛ لیکن جو شخص زبان سے الفاظِ نیت ادا کئے بغیر اپنے دل کو متحضر کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے زبانی نیت کرنا بھی کافی ہے؛ بلکہ بہتر ہے۔

لايشترط مع نية القلب التلفظ في جميع العبادات. (الأشباه والنظائر قديم ۸۸/۱، جديد ۱٦۳ زكريا)

وفي القنية والمجتبى: ومن لايقدر أن يحضر قلبه لينوي بقلبه أو يشك في النية يكفيه التكلم بلسانه؛ لأنه لايكلف الله نفساً إلا وسعها. (الأشباه والنظائر قديم ۸٤/۱، جديد ۱٥٦ زكريا)

فالحاصل أن حضور النية بالقلب من غير احتياج إلى اللسان أفضل وأحسن، وحضورها بالتكلم باللسان إذا تعسر بدونه حسن والاكتفاء بمجرد التكلم من غير حضورها رخصة عند الضرورة وعدم القدرة على استحضارها. (شرح المنية ۲٥٥، شامي ۹۱/۲ زكريا، البحر الرائق ۱۷۷/۱، الفتاوى السراجية ٦۱، دار العلوم زكريا افريقيه الجنوبيه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عربی زبان میں نیت کو ضروری سمجھنا؟

سوال (۲۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عربی زبان میں نماز کی نیت کرنا بعض لوگ افضل کہتے ہیں اور بعض لوگ ضروری سمجھتے ہیں یہ کہنا اور ضروری سمجھنا کیسا ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نیت کا مطلب دل سے ارادہ کرنا ہے اگر زبان سے بھی کہہ لے تو بہتر ہے ضروری نہیں ہے، اور غیر عربی شخص کے لئے عربی میں کلمات نیت کہنے کی ضرورت نہیں اردو میں کہہ دے گا، تو بھی استحباب کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔

النية إرادة الدخول في الصلاة ...... ولا عبرة بالذكر باللسان فإن فعله لتجتمع عزيمة قلبه فهو حسن. (الفتاوى الهندية، الصلاة، الفصل الرابع في النية ١/٦٥)

لايشترط مع نية القلب التلفظ في جميع العبادات. (الأشباه والنظائر قديم ١/٨٨، جديد ١٦٣ زكريا)

وفي القنية والمجتبى: ومن لايقدر أن يحضر قلبه لينوي بقلبه أو يشك في النية يكفيه التكلم بلسانه؛ لأنه لايكلف الله نفساً إلا وسعها. (الأشباه والنظائر قديم ١/٨٤، جديد ١٥٦ زكريا)

فالحاصل أن حضور النية بالقلب من غير احتياج إلى اللسان أفضل وأحسن، وحضورها بالتكلم باللسان إذا تعسر بدونه حسن والاكتفاء بمجرد التكلم من غير حضورها رخصة عند الضرورة وعدم القدرة على استحضارها.

(شرح المنية ٢٥٥، شامی ٢/٩١ زكريا، البحر الرائق ١/١٧٧، الفتاوى السراجية ٦١، دار العلوم زكريا افريقيه الجنوبيه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا نماز شروع کرنے کے بعد کی جانے والی نیت معتبر ہے؟

سوال (۲۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نیت کب کرنی چاہئے؟ کیا عین نماز شروع کرنے سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے؟ یا تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد بھی نیت کر سکتے ہیں؟ مثلاً اگر کوئی شخص رکعت پانے کی وجہ سے بغیر نیت کے

Marfat.com

استحضار کے جلدی سے یوں ہی نماز میں شریک ہوگیا، نیت باندھنے کے بعد اسے یاد آیا کہ نیت تو کی نہیں، اب اگر وہ نماز شروع کرنے کے بعد نیت کرلے تو اس کی نیت درست ہوجائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نیت کے لئے زبان سے الفاظ کہنے ضروری نہیں؛ بلکہ دل کا ارادہ کافی ہے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی شخص نماز کے ارادہ سے گھر سے چلا اور فوراً آ کر نماز میں شریک ہوگیا، الگ سے نیت نہیں کی تو یہ ارادہ ہی نیت کے لئے کافی ہے، اور اس کی نماز صحیح ہے؛ لیکن اگر پہلے سے ارادہ کچھ نہیں تھا، بغیر کسی نیت کے تکبیر تحریمہ کہہ لی، اور اب نماز کی نیت کر رہا ہے تو یہ نیت معتبر نہیں، اس طرح نماز درست نہ ہوگی۔ اور بہر حال افضل یہی ہے کہ تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے باقاعدہ نیت کا استحضار کیا جائے۔

فالحاصل جواز الصلوٰة عندنا بنية متقدمة إذا لم يفصل بينها و بين التكبير عمل ليس للصلوٰة. (حلبي كبير ٢٥٥)

أجمع أصحابنا أنَّ الأفضل أن تكون مقارنةً للشروع ولا يكون شارعاً بنية متأخرة. (الأشباه والنظائر قديم ١/١٨، جديد ١٥٠ زكريا)

وجاز تقديمها على التكبيرة ما يوجد بينهما قاطعها من عمل غير لائق للصلاة، وفي الشامي: وأما اشتراطهم عدم الفاصل بين النية والتكبيرة، فالمراد به ما كان من أعمال الدنيا كما في التاتارخانية، وفي البحر: المراد به الفاصل الأجنبي. (درمختار مع الشامي ٩٣/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نیت کے مستحضر ہونے کی کیا علامت ہے؟

سوال (۴۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دل میں تو نیت ہوتی ہے کہ میں ظہر کے وقت میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے تکبیر کہہ رہا ہوں؛ لیکن دل کے خیال میں غلطی ہورہی ہے، کبھی خیال آتا ہے کہ یہ عشاء کی نماز ہے، پھر ایک دم یہ خیال آتا ہے کہ نہیں عصر کی نماز ہے، پھر عین تکبیر کہتے کہتے یہ خیال مستحکم ہوتا ہے کہ نہیں ظہر کی نماز ہے، جب کہ نیت پہلے سے ظہر ہی کی نماز پڑھنے کی ہے؛ لیکن خیال میں غلطی ہورہی ہے، تو کیا اس خیال کی غلطی کا استحضار نیت پر کوئی فرق تو نہیں پڑے گا، کیا اس طریقے پر نماز شروع کرنے سے نماز درست ہوجائے گی یا نہیں؟ نیت کے متحضر ہونے کی کیا علامت ہے؟ نیز کیا پوری نماز میں اس نیت کا حاضر رکھنا ضروری ہے یا شروع کی نیت کافی ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نیت متحضر ہونے کی علامت یہ ہے کہ مثلاً نماز شروع کرنے سے پہلے کسی شخص سے پوچھا جائے کہ بتاؤ کون سی نماز پڑھنے کا ارادہ ہے؟ تو وہ بلا کسی تأمل کے فوراً صحیح جواب دیدے، اگر ذرا بھی توقف کرے گا اور سوچنے کی ضرورت پڑے گی تو سمجھا جائے گا کہ اس کی نیت حاضر نہیں ہے۔ نیت کی ضرورت صرف نماز کے شروع کرنے سے قبل پڑتی ہے، بعد میں ارکانِ نماز ادا کرتے وقت نیت کا استحضار ضروری نہیں ہے، یعنی بعد میں استحضار نہ بھی رہے تو بھی نماز ادا ہوجائے گی؛ البتہ افضل یہی ہے کہ اخیر نماز تک خشوع وخضوع اور استحضار باقی رکھا جائے۔

وعلامة التعيين للصلوٰة أن تكون بحيث لو سئل أي صلوٰة تصلي يمكنه أن يجيب بلا تأمل. (الأشباه والنظائر ۱/۵۸ قديم)

والشرط أن يعلم بقلبه أي صلاة يصلي وأدناها ما لم يسئل لأمكنه أن يجيب بالبديهة، وإن لم يقدر على أن يجيب إلا بالتأمل لم تجز صلاته. (الفتاویٰ الهندية ۱/۶۵)

قالوا في الصلاة لا تشترط النية في البقاء للحرج. (الأشباه والنظائر قديم ۱/۸۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

سنتوں میں رسول اللہ ﷺ اور فرائض میں اللہ کے لئے نیت کر کے ہاتھ باندھنا؟

سوال (۲۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سنت نماز کی نیت یوں کرتا ہے کہ "نیت کرتا ہوں میں نماز کی، نماز پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے لئے دو رکعت نماز سنت، سنت رسول کی، وقت فجر منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر"۔

اور فرضوں کی نیت یوں کرتا ہے کہ "فرض اللہ تعالیٰ کے"۔ اور نفل کی یوں کہ "دو رکعت نماز نفل"۔

بہت دنوں سے اکثر مصلیان مذکورہ طرز پر نیت کرتے ہیں؛ لیکن بہت سے علماء حضرات نے اس کی تردید کی؛ لیکن لوگ نہیں مانتے کہ کیا حرج ہے؟

زیر بحث وزیر غور مسئلہ دریافت یہ ہے کہ سنت کی نسبت رسول کی طرف اور فرضوں کی اللہ کی طرف کرنا، اور نفل کی نسبت کسی کی طرف نہ کرنا، نہ اللہ کی طرف نہ رسول کی طرف کیسا ہے؟، دوسرے مشابہت رضا خانیوں کی پوری کی پوری پائی جاتی ہے، جب کہ نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں، مگر لوگوں نے سنتِ رسول کے لئے خاص کر دی ہے، منع کرنے پر مصلیان مانتے نہیں ہیں، تو اس طرح نیت کرنا کیسا ہے؟ شرک کی آمیزش ہے یا نہیں، یا شرک پایا جاتا ہے یا اس طرح کوئی حرج نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز کی نیت کے لئے زبان سے تلفظ ضروری نہیں ہے؛ بلکہ دل سے جو بھی نیت کرے گا اس کے مطابق نماز درست ہو جاتی ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص دل کے استحضار کو مزید پختہ کرنے کے لئے زبان سے بھی نیت کے الفاظ ادا کر لے تو شرعاً کوئی حرج نہیں، اور سنتوں کی ادائیگی میں یہ کہنے میں بھی حرج نہیں ہے کہ میں اتنی رکعت سنت رسول پڑھتا ہوں، یہ کلام واقعہ کے خلاف نہیں ہے؛ لیکن اگر یہ کہے گا کہ میں رسول اللہ کے لئے سنت پڑھ رہا ہوں، جیسا کہ بعض جاہل بدعتیوں کا طریقہ ہے، تو یہ جائز نہیں؛ اس لئے کہ نماز اللہ کے علاوہ کسی کے لئے نہیں پڑھی جا سکتی۔

Marfat.com

الاكتفاء بنية القلب وهو مجزئ. (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ١/١٣٩)

وكفى مطلق نية الصلاة وإن لم يقل لله لنفل وسنة راتبة وتراويح على المعتمد. (الدر المختار مع الشامي ٢/٩٤ زكريا)

ويكفيه مطلق النية للنفل والسنة و التراويح هو الصحيح، كذا في التبيين، وهو ظاهر الجواب واختيار عامة المشائخ كذا في التجنيس. (الفتاوىٰ الهندية ١/٦٥)

- وعرفها القاضي البيضاوي: بأنها شرعاً الإرادة المتوجهة نحو الفعل ابتغاءً لوجه اللّٰه تعالىٰ وامتثالاً لحكمه. (الأشباه والنظائر قديم ١/٥٦، جديد ١٠٩ زكريا)

والنية: إرادة الصلاة للّٰه تعالىٰ على الخلوص، والاستدلال على اشتراطها بقوله تعالىٰ: ﴿وَمَا أُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (البحر الرائق ١/٢٧٦ كوئٹه)

وفي نور الإيضاح: حقيقتها عقد القلب على الفعل. (قواعد الفقه ٥٣٧)

وتشترط النية: وهي الإرادة الجازمة لتتميز العبادة عن العادة ويتحقق الإخلاص فيها للّٰه سبحانه وتعالىٰ. (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح ٨٢ بيروت)

والخامس النية: وهي الإرادة المرجحة. (درمختار مع الشامي ١/٢٨٥ کراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۳/۷/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اکیلا نماز پڑھنے والا نیت کیسے کرے گا؟

سوال (۲۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اکیلا نماز پڑھنے والا نیت کس طرح کرے گا؟ آیا زبان سے کہے گا یا صرف دل میں نیت کر لینا کافی ہوگا کہ میں فلاں وقت کی نماز پڑھ رہا ہوں۔

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اکیلے نماز پڑھنے والے کے لئے صرف دل سے یہ ارادہ کرلینا کافی ہے کہ میں فلاں وقت کی فرض نماز (مثلاً ظہر، عصر) ادا کر رہا ہوں، تعداد رکعات اور قبلہ رخ ہونے کی نیت لازم نہیں۔

والمفترض المفرد لايكفيه نية مطلق الفرض الخ، ما لم يقل في نية الظهر أو العصر مثلاً الخ. فإن نوى فرض الوقت الخ، أجزأه الخ، ولايشترط نية أعداد الركعات. (غنية المتملي شرح منية المصلي ٢٤٩، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/٤٠ رقم: ١٦٣٥ زكريا)

وأما استقبال القبلة فشرط الجرجاني لصحته النية والصحيح خلافه.

(الأشباه والنظائر قديم ٣٦/١، جديد زكريا ٧٦، البحر الرائق ١٧٧/١، الفتاوىٰ الهندية ٦٥/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا کس طرح نیت کرے گا؟

سوال (۲۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جماعت کے ساتھ پڑھنے والا مقتدی امام کے پیچھے اپنی نماز کی نیت کس طرح کرے گا اور اس کے لئے کتنی چیزوں کی نیت کرنا ضروری ہے، کیا صرف نماز کی نیت کرے گا یا اقتداء کی بھی نیت کرنا ضروری ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جماعت میں شامل ہونے والے مقتدی کے لئے دو باتوں کی نیت ضروری ہے: اول یہ کہ متعین کرے کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے؟ دوسرے یہ نیت کرے کہ میں اس محراب میں کھڑے ہوئے امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہوں۔

Marfat.com

وأما المقتدى فينوى الاقتداء أيضاً ولايكفيه في صحة الاقتداء نية الفرض والتعيين أى تعيين الفرض؛ بل يحتاج في صحته إلى نيتين نية الصلوٰة مطلقاً إن تطوعاً، ومعينةً إن غيره ونية المتابعة للإمام. (شرح المنية ٢٥١)

وذكر شمس الأئمة السرخسي: إن نوى صلاة الإمام جاز عن نية ذاتية الصلاة، وعن نية الاقتداء ...... ولو نوى الاقتداء بالإمام، ولكن لم ينو صلاة الإمام، إنما نوى الظهر، فإذا هي جمعة لا يجوز لأن اختلاف الفرضين يمنع الاقتداء. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٤١/٢ رقم: ١٦٤٨ زكريا)

وإذا أراد المقتدي بتيسير الأمر على نفسه، ينبغي أن ينوي صلاة الإمام والاقتداء به. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٢/٢ رقم: ١٦٤٩ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٦٦/١، شامي مع الدر المختار ٩٧/٢ زكريا)

ولا يصح الاقتداء بإمام إلاّ بنية. (الأشباه والنظائر قديم ٣٤/١، جديد ٧٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا امام نماز پڑھاتے ہوئے اپنی نماز کے ساتھ امامت کی نیت کرسکتا ہے؟

سوال (۲۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید امام ہے نماز پڑھاتا ہے، کیا زید نماز پڑھاتے وقت امامت کی نیت بھی کرلے؟ بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص: ۳۱ پر لکھا ہے کہ امام کو صرف اپنی نماز کی نیت کرنا شرط ہے، امامت کی نیت کرنا شرط نہیں ہے، جب کہ فتاوی محمودیہ ۸۸/۲ پر لکھا ہے: البتہ تحصیلِ ثواب جماعت کے لئے امامت کی نیت کرنا بھی ضروری ہے، ان دونوں حوالوں کو سامنے رکھ کر زید امامت کی نیت

Marfat.com

کرے یا نہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہشتی زیور اور فتاویٰ محمودیہ کے مسئلوں میں کوئی تعارض نہیں ہے؛ اس لئے کہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ امامت کی صحت کے لئے نیتِ امامت اصالۃً شرط نہیں ہے؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ امام اس کی نیت کرلیا کرے؛ تاکہ اسے امامت کا ثواب حاصل ہوجائے۔

والإمام ينوي صلوته فقط، ولا يشترط لصحة الاقتداء نيته إمامته المقتدي؛ بل لنيل الثواب، وفي الشامي: أي بل يشترط نية إمامة المقتدي لنيل الإمام ثواب الجماعة. (شامي ٢/ ١٠٤ زكريا)

ولا يحتاج الإمام في صحة الاقتداء به إلى نية الإمامة حتى لو شرع على نية الانفراد فاقتدى به يجوز. (شرح المنية ٢٥١)

وتصح الإمامة بدون نيتها. (الاشباه والنظائر جديد ٧٢)

إلا أنّه لايكون مثاباً عليها لما تقدم أنه لا ثواب إلا بالنية. (غمز عيون البصائر ١/ ٣٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا امام کے لئے امامت کی نیت لازم ہے؟

سوال (۲۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا جماعت کی نماز میں امام کے امام بننے کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ نماز کے ساتھ اپنے امام ہونے کی بھی نیت کرے، یا امامت کی نیت کے بغیر مقتدیوں کی نماز اس کے پیچھے صحیح ہوجائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جماعت کی نماز میں امام کے امام بننے کے لئے یہ لازم

Marfat.com

نہیں ہے کہ وہ نماز کے ساتھ اپنے امام ہونے کی بھی نیت کرے؛ بلکہ امامت کی نیت کے بغیر بھی مقتدیوں کے لئے اس کی اقتدا کرنا درست ہو جائے گا، تاہم امام کو امامت کا ثواب اسی وقت ملے گا جب کہ امامت کی نیت کرے۔

ولا یحتاج الإمام في صحة الاقتداء به إلی نیة الإمامة حتی لو شرع علی نیة الانفراد فاقتدی به یجوز. (شرح المنیة ۲۵۱)

وتصح الإمامة بدون نیتها. (الإشباه والنظائر جدید ۷۲)

إلا أنّه لایکون مثاباً علیها لما تقدم أنه لا ثواب إلا بالنیة. (غمز عیون البصائر ۳٤/۱، درمختار مع الشامي ۴/۲-۱۰۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا امام کے لئے عورتوں کی اقتداء کی بھی نیت کرنا ضروری ہے؟

سوال (۲۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر جماعت کی نماز میں عورتیں بھی شامل ہوں اور امام ان کی اقتدا کی نیت نہ کرے، تو کیا ان کی نماز امام کے پیچھے صحیح ہو جائے گی؟ نیز جمعہ، عیدین اور حرمین شریفین میں امام کی نیت کے بغیر عورتوں کی اقتداء کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عام نمازوں میں (جن میں مجمع زیادہ نہیں ہوتا) عورتوں کی نماز باجماعت میں شمولیت اسی وقت درست ہوگی جب کہ امام (عموماً یا خصوصاً) ان کی اقتداء کی بھی نیت کرے، اگر امام نے عورتوں کی نیت نہیں کی تو مقتدی عورتوں کی نماز درست نہ ہوگی؛ البتہ جمعہ وعیدین (یا جہاں مجمع کثیر ہو مثلاً حرمین شریفین) میں امام کی نیت کے بغیر بھی عورتوں کی اقتداء درست ہے؛ لیکن عورتوں کے لئے جماعت سے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں اپنے

Marfat.com

گھروں میں ہی تنہا نماز پڑھنا افضل ہے، جیسا کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

ولا يصير إماما للنساء إلا بالنية هكذا في المحيط. (الفتاوىٰ الهندية ٦٦/١، شامي ٣٩٤/١ نعمانية، ١٠٤/٢ زكريا)

فإن اقتداء هن به لايجوز ما لم ينو أن يكون إماماً لهن أو لمن تبعه عموماً. (شرح المنية ٢٥١، الأشباه والنظائر قديم ٣٥/١، جديد ٧٣ زكريا)

واستثنىٰ بعضهم الجمعة والعيدين وهو الصحيح كما في الخلاصة. (الأشباه والنظائر قديم ٣٥/١، جديد ٧٣ زكريا)

عن عمرة بنت عبد الرحمن أن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت: لو أدرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد، كما منعت نساء بني إسرائيل. (صحيح البخاري / باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغلس رقم: ٨٦٩، صحيح مسلم رقم: ٤٤١، سنن الترمذي / باب في خروج النساء في العيدين رقم: ٥٤٠)

وعن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: صلاة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها، وصلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها. (سنن أبي داؤد ٨٤/١ / باب ما جاء في خروج النساء إلى المسجد) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قضاءِ عمری کی نیت کیسے کی جائے گی؟

سوال (۲۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص پر اگر لمبی مدت کی نمازیں قضا ہوں پھر وہ ان کو ادا کرنے کا ارادہ کرے تو ان کی ادائیگی کے لئے نیت کس طرح کی جائے گی؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی شخص پر اگر لمبی مدت کی نمازیں قضا ہوں تو ان کو ادا کرتے وقت نیت کا آسان طریقہ یہ ہے کہ نیت کرے کہ میں مثلاً قضا شدہ ظہر کی نمازوں میں سے پہلی یا آخری ظہر ادا کر رہا ہوں، ہر قضا نماز میں اسی طرح نیت کرتا رہے تو اسی نیت سے اس کی نمازیں ادا ہوتی رہیں گی۔

ولو نوی أول ظهر علیه أو آخر ظهر علیه جاز، وهذا هو المخلص لمن لم یعرف أوقات الفائتة أو اشتبهت علیه أو أراد التسهیل علی نفسه. (الأشباه والنظائر قدیم ۱/ ۶۰)

ولو انفرض قضاء لکنه یعین ظهر یوم کذا علی المعتمد، والأسهل نیة أول ظهر علیه أو أخر ظهر. (درمختار مع الشامي ۲/ ۹۶ زکریا، الفتاویٰ التاتارخانیة ۲/ ۴۰ رقم: ۶۴۰ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ۱/ ۶۶) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

واجب الاعادہ نماز کی نیت

سوال (۲۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز ادا کر لینے کے بعد اگر اس کا لوٹانا واجب ہو جائے، مثلاً کسی مکروہ تحریمی کا ارتکاب ہو جائے یا کوئی واجب چھوٹ جائے، تو اس کی ادائیگی میں نیت کس طرح کی جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی نماز کسی مکروہِ تحریمی کے ارتکاب یا ترکِ واجب کی بناپر واجب الاعادہ ہونے کی وجہ سے لوٹائی جائے، تو اس میں یہ نیت کی جائے گی کہ میں فرض میں نقصان کی تلافی کے لئے نماز پڑھ رہا ہوں؛ اس لئے کہ فرض تو پہلی نماز سے ساقط ہوگیا۔ اور یہ دوسری نماز اصل میں نفل ہے، جس کا مقصد نقصانِ فرض کی تلافی ہے۔

Marfat.com

وأما الصلاة المعادة لارتكاب مكروه أو ترك واجب فلا شك أنها جابرة لا فرض لقولهم بسقوط الفرض بالأولى، فعلى هذا ينوي كونها جابرة لنقص الفرض على أنها نفل تحقيقاً. (الأشباه والنظائر قديم ۷۲/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز وتر کی نیت

سوال (۲۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز وتر میں نیت کس طرح کی جائے گی؟ کیا وتر کی نماز میں نیت کرتے وقت واجب کہنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وتر پڑھتے وقت صرف یہ نیت کافی ہے کہ میں نماز وتر پڑھ رہا ہوں، وتر واجب کہنے کی ضرورت نہیں۔

وينوي الوتر لا الوتر الواجب للاختلاف فيه. (الأشباه والنظائر قديم ۶۲/۱)

ولا بد من التعيين عند النية لفرض وواجب أنه وتر (درمختار) قوله: أنه وتر: إشارة إلى أنه لا ينوي فيه أنه واجب. (درمختار مع الشامي ۹۷/۲-۹۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا سننِ مؤکدہ میں تعیین نیت شرط ہے؟

سوال (۲۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سننِ مؤکدہ جیسے فجر اور ظہر کی سنتیں ان کی ادائیگی کے وقت تعیین شرط ہے یا نہیں؟ یعنی اگر

Marfat.com

کوئی شخص محض یہ نیت کرلے کہ میں دو یا چار رکعت سنت پڑھ رہا ہوں، تو کیا اس کی یہ نیت کافی ہوگی اور متعینہ سنتیں ادا ہو جائیں گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سننِ مؤکدہ میں صرف یہ نیت کافی ہے کہ میں اتنی رکعت نماز پڑھ رہا ہوں، یہ کہنا لازم نہیں کہ میں مثلاً فجر یا ظہر کی سنت ادا کر رہا ہوں، اس تعیین کے بغیر بھی سنتیں ادا ہو جاتی ہیں؛ تاہم اگر کوئی متعین کرلے تو کوئی حرج بھی نہیں۔

المصلي إذا كان متنفلا سواء كان ذٰلك النفل سنة مؤكدة أو غيرها يكفيه مطلق نية الصلاة ولا يشترط تعيين ذٰلك النفل بأنه سنة الفجر مثلا. (غنية المتملي شرح منية المصلي ٢٤٧، الأشباه والنظائر قديم ٦٣/١)

وكفى مطلق نية الصلاة لنفل وسنة راتبة ولو سنة فجر؛ وكذا الأربع المتوي بها أخر ظهر أدركته عند الشك في صحة الجمعة، وبه تتأدى السنة كما بسطه في الفتح، وأخره في البحر والنهر. (درمختار مع الشامي ٩٤/٢ زكريا، الفتاوى الهندية ٦٧/١، الفتاوى التاتارخانية ٣٩/٢ رقم: ١٦٣٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نمازِ تراویح کی نیت کس طرح کی جائے گی؟

سوال (۲۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا تراویح کی نماز مطلق نماز کی نیت سے ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ یا تراویح کے لئے الگ سے نیت کرنا ضروری ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تراویح کی نماز اگرچہ محض مطلق نماز کی نیت سے بھی

Marfat.com

ہوسکتی ہے؛ تاہم متعین کر کے تراویح کی نیت کر لی جائے تو بہتر ہے۔

واختلف التصحيح في التراويح هل تقع التراويح بمطلق النية أولا بد من التعيين فصحح قاضي خان الاشتراط والمعتمد خلافه كالسنن الرواتب. (الأشباه والنظائر قديم ۱/۶۳، شرح المنية ۲۴۸)

وكفى مطلق نية الصلاة لنفل وسنة راتبة وتراويح على المعتمد، والتعيين أحوط (درمختار) أي بالنية أحوط، أي لاختلاف في الصحيح. (درمختار مع الشامي ۲/۹۴ زکریا، الفتاوی الهندية ۱/۶۶، الفتاوی التاتارخانية ۲/۳۹ رقم: ۱۶۳۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نوافل کی نیت

سوال (۴۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نوافل کی نیت کس طرح کی جائے گی؟ کیا نوافل کی نیت میں تعداد رکعات، وقت وغیرہ کی تعیین ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نفل نمازوں میں صرف یہ نیت کافی ہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں وقت وغیرہ کی تعیین ضروری نہیں ہے۔

وأما النوافل فاتفق أصحابنا أنها تصح بمطلق النية. (الأشباه والنظائر قديم ۱/۶۲، درمختار مع الشامي ۲/۹۴ زکریا، الفتاوی الهندية ۱/۶۶، الفتاوی التاتارخانية ۲/۳۹ رقم: ۱۶۳۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نمازِ جنازہ کی نیت

سوال (۲۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز جنازہ کی نیت کس طرح کی جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نمازِ جنازہ میں نماز کی نیت کے ساتھ میت کے لئے دعاء اور سفارش کی بھی نیت کی جائے گی۔

وفي صلاة الجنازة ينوي الصلوٰة للّٰه تعالى والدعاء للميت. (الأشباه والنظائر قديم ۱/ ۶۲)

وللجنازة ينوي الصلاة والدعاء للميت. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/ ۴۳ رقم: ۱۶۵۷ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۱/ ۶۶، درمختار مع الشامي ۲/ ۱۰۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سجدۂ تلاوت کی نیت؟

سوال (۲۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سجدۂ تلاوت کی نیت کس طرح کی جائے گی؟ نیز کیا ہر آیتِ سجدہ کے لئے الگ سے سجدۂ تلاوت کی نیت کرنا ضروری ہے یا ایک ہی نیت سے متعدد آیات کے سجدے کئے جاسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سجدۂ تلاوت میں بھی نیت ضروری ہے، اس میں یہ نیت کی جائے کہ آیتِ سجدہ پڑھنے سے جو سجدہ مجھ پر واجب ہوا ہے وہ ادا کر رہا ہوں۔

سجدۂ تلاوت ادا کرتے وقت یہ لازم نہیں کہ آیتِ سجدہ کی تعیین کی جائے؛ بلکہ مطلق نیت سے بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

وسجود التلاوة كالصلوٰة. (الأشباه والنظائر قديم ۱/ ۳۵)

ولا بد من التعيين عند النية لفرو واجب أنه ...... أو سجد تلاوة. (درمختار مع الشامي ۲/ ۹۷ زكريا)

ولا يلزمه التعيين في سجود التلاوة لأيّ تلاوةٍ سجد لها كما في القنية. (الأشباه والنظائر قديم ۱/ ۶۲)

ولا يجب تعيين السجدات التلاوة لو تكررت التلاوة. (شامي ۲/ ۹۷ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نیت کرتے وقت رکعات کی تعداد میں غلطی ہوگئی؟

سوال (۲۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص سے نیت کرتے وقت نماز کی رکعتوں کی تعداد میں غلطی ہوجائے، مثلاً کہا کہ میں ظہر کی نماز ۳/ رکعت پڑھ رہا ہوں یا فجر کی نماز چار رکعت پڑھ رہا ہوں، تو کیا تعداد رکعات میں غلطی سے اصل نماز پر کچھ فرق پڑے گا یا نماز صحیح ہوجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی شخص سے نیت کرتے وقت نماز کی رکعتوں کی تعداد میں غلطی ہوجائے (مثلاً کہا کہ میں ظہر کی نماز ۳/ رکعت پڑھ رہا ہوں) تو بھی نماز درست ہوجائے گی؛ اس لئے کہ تعداد رکعات کا بیان ضروری نہیں؛ لہٰذا اس میں غلطی مضر بھی نہیں۔

فلو عيّن عدد ركعات الظهر ثلثاً أو خمساً صح؛ لأن التعيين ليس بشرط فالخطأ فيه لا يضر. (الأشباه والنظائر قديم ۱/ ۶۶، الفتاوى الهندية ۱/ ۶۶)

دون تعيين عدد ركعات محصولها ضمناً فلا يضر الخطأ في عددها، وفي

Marfat.com

الأشباه: الخطأ فيما لا يشترط له التعيين لا يضر كتعيين مكان الصلاة وزمانها وعدد الركعات. (درمختار مع الشامي ۲/ ۹۸-۹۷ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ۲/ ٤٤ رقم: ١٦٦٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اداء اور قضاء کی نیت میں اُلٹ پلٹ؟

سوال (۲۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے ادا نماز پڑھتے وقت قضاء کی نیت کرلی، یا قضا پڑھتے وقت ادا کی نیت کرلی تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ادا نماز پڑھتے وقت قضاء کی نیت کرلی، یا قضا پڑھتے وقت ادا کی نیت کرلی پھر بھی نماز صحیح ہوجائے گی۔

أما جواز القضاء بنية الأداء وعكسه فمجمع عليه عندنا. (شرح المنية ۲۵۳، الأشباه والنظائر قديم ۱/ ٦٦)

لصحة القضاء بنية الأداء كعكسه هو المختار. (درمختار مع الشامي، مطلب: يصح القضاء بنية الأداء وعكسه ۲/ ۱۰۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نماز کے فرائض

جس عمر میں احتلام ہوتا ہے اس عمر میں نماز چھوڑنا؟

سوال (۲۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس عمر میں احتلام ہوتا ہے اس میں نماز کو چھوڑنا یا قضا کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: احتلام ہونا بالغ ہونے کی علامت ہے، اور بالغ ہونے کے بعد کسی بھی مسلمان کے لئے نماز چھوڑنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی تو اس نے کافروں جیسا عمل کیا''۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جب بچہ سات سال کا ہو تو اسے نماز کا حکم کرو اور جب دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اس کی تادیب وتنبیہ کی جائے''، یہ سب احکام اس لئے ہیں؛ تاکہ بالغ ہونے سے پہلے آدمی نماز کا پکا عادی بن جائے، اور بالغ ہونے کے بعد اس کی کوئی نماز قضا نہ ہو۔

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلاة. (صحيح مسلم ۱/۶۱)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ترك الصلاة متعمداً فقد كفر جهاراً. (المعجم الأوسط ۴/۲۱۱)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''مروا الصبيان بالصلاة بسبع سنين واضربوهم عليها في عشر سنين''.

(المستدرك للحاكم ۱/۳۱۲)

Marfat.com

هي فرض عين على كل مكلف. (درمختار مع الشامي، كتاب الصلاة ۱/۱ ۳۵ كراچی، ۴/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرائضِ نماز

سوال (۲۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز کے فرائض چھ ہیں:

(۱) تحریمہ: کلماتِ ذکر (جیسے اللہ اکبر) سے نماز شروع کرنا۔

قال الله تعالىٰ: ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ [المدثر: ۳]

عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ...... وتحريمها التكبير. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب في تحريم الصلاة و تحليلها ۱/ ۹۱ رقم: ۶۱۸)

عن زياد بن أبي مسلم قال: سمعت أبا العالية سئل: بأي شيء كان الأنبياء يستفتحون الصلاة؟ قال: بالتوحيد و التسبيح و التهليل. (مصنف بن أبي شيبة، الصلاة / باب ما يجزي من افتتاح الصلاة ۲/ ۴۲۰ رقم جديد: ۲۴۷۸-۲۴۷۹)

(۲) قیام: فرض، واجب اور نذر کی نمازوں میں کھڑا ہونا۔

قال الله تعالىٰ: ﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ [البقرة: ۲۳۸]

ومنها القيام في فرض لقادر عليه. (تنوير الأبصار مع الشامي ۲/ ۱۳۱ زكريا)

(۳) قرأت: یعنی فرض نماز کی دو رکعتوں اور سنن، نوافل اور وتر کی ہر رکعت میں قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھنا۔

Marfat.com

قال الله تعالیٰ: ﴿فَاقْرَءُ وْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ [المزمل: ۲۰]

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا صلاة إلا بقراءة. (صحيح مسلم / الصلاة رقم: ۳۹۶)

عن عبد الله بن أبي قتادة عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الركعتين الأوليين بفاتحة الكتاب وسورة، وفي الأخريين بفاتحة الكتاب. (مصنف لابن أبي شيبة، لصلاة / باب من كان يقرأ في الأوليين بفاتحة الكتاب وسورة ۲۶۱/۲ رقم: ۳۷۶۲)

يجب أن يعلم بأن القراءة في الصلاة ركن، قال تعالیٰ: ﴿فَاقْرَءُ وْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ الأمر للوجوب، والمراد به حالة الصلاة، إذ هي لا تجب خارج الصلاة فتعينت حالة الصلاة. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۵۹/۲ رقم: ۱۷۲۱ زكريا)

وهي فرض عملي في جميع ركعات النفل والوتر وفي ركعتين من الفرض. (شامي / مبحث القراءة ۱۳۳/۲ زكريا، طحطاوي على مراقي الفلاح ۲۶۶)

محل القراءة في التطوع الركعات حتى يفترض القراءة في الركعات كلها، وفي الفرائض محل القراءة الركعتان. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۵۶/۲ رقم: ۱۷۲۴ زكريا)

(۴) رکوع کرنا۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا﴾ [الحج: ۷۷]

قال الله تعالیٰ: ﴿وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ﴾ [البقرة: ۴۳]

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل المسجد ...... الخ، وفيه: ثم اركع حتى تطمئن راكعاً. (سنن الترمذي، الصلاة / باب ما جاء في وصف الصلاة ۶۶/۱ رقم: ۳۰۲)

(۵) سجدہ کرنا۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا﴾ [الحج: ۷۷]

Marfat.com

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل المسجد ثم ذكر الحديث بطوله، وفيه: ثم أسجد حتى تطمئن ساجداً، ثم أجلس حتى تطمئن جالساً. (سنن أبي داؤد، تفريع أبواب الصفوف / حديث المسيئ صلاته رقم: ٨٥٦)

(٦) تشہد پڑھنے کے بقدر قعدۂ اخیرہ میں بیٹھنا۔

أخرج أبوداؤد عن القسم بن مخيمرة قال: أخذ علقمة بيديّ، فحدثني أن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه أخذ بيده وأن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بيد عبد الله، فعلمه التشهد في الصلاة، فذكر مثل دعا حديث الأعمش، إذا قلت هٰذا أو قضيت هٰذا، فقد قضيت صلاتک إن شئت أن تقوم فقم، وإن شئت أن تقعد فاقعد. (سنن أبي داؤد، الصلاة / جاب التشهد ١/ ١٣٩ رقم: ٩٧٠ دار الفكر بيروت)

يجب أن يعلم بأن القعدة الأخيرة فرض عندنا. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/ ١٢٨ رقم: ١٩٣٩ زكريا)

فرائض الصلوٰة ستة: التحريمة والقيام والقراءة والركوع والسجود والقعدة في اٰخر الصلوٰة مقدار التشهد. (هداية ١/ ٩٨، الجوهرة النيرة ١/ ٦٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اللہ اکبر کے ساتھ تکبیرِ تحریمہ فرض ہے یا واجب؟

سوال (۲۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تکبیرِ تحریمہ شرط نماز ہے یا واجب وفرض ہے؟

مفتی حبیب الرحمٰن صاحب نے تکبیر تحریمہ کو شرط نماز قرار دیا ہے۔ (مسائل سجدۂ سہو۲۰)

اور دوسری جگہ واجب لکھا ہے اور خاص لفظ اللہ اکبر کے ساتھ واجب ہے۔ (مسائل سجدہ سہو۲۲)

اور بہشتی زیور میں ہے کہ تکبیر تحریمہ فرض ہے اور خاص اسی لفظ اللہ اکبر کے ساتھ نہیں کچھ اور بھی الفاظ تکبیر تحریمہ کہتے وقت ادا کرسکتے ہیں۔ (حاشیہ بہشتی زیور اختری سطر ۱۳-۱۸)

Marfat.com

خود مفتی صاحب کی عبارت میں تعارض معلوم ہو رہا ہے اور بہشتی زیور اور مفتی صاحب کی بات میں بالکل تعارض ہے، صحیح قول تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرض کا اطلاق رکن اور شرط دونوں پر ہوتا ہے؛ لہٰذا نفس تحریمہ کو فرض بھی کہہ سکتے ہیں اور شرط بھی کہہ سکتے ہیں۔

قوله: من فرائضها جمع فريضة أعم من الركن الداخل الماهية والشرط الخارج عنها فيصدق على التحريمة. (شامي ۱/۴۴۲ كراچي، ۲/۱۲۷ زكريا)

اور اس مسئلہ میں مفتی صاحب کی عبارت میں کوئی تعارض نہیں ہے؛ اس لئے کہ نفسِ تحریمہ خواہ ''اللہ اکبر'' کے لفظ کے ساتھ ہو یا ''اللہ اجل'' اور ''اللہ اعظم'' وغیرہ الفاظ کے ساتھ ہو، یہ فرض اور شرط ہے، اور لفظ اللہ اکبر کے ساتھ خاص کر تحریمہ یہ واجب کے درجہ کی چیز ہے، حاصل یہ کہ نفس تحریمہ فرض ہے اور اللہ اکبر کی خصوصیت واجب ہے، اسی کو مفتی صاحب مذکور نے واضح کیا ہے۔

اور بہشتی زیور کی نقل شدہ عبارت میں صرف تحریمہ کی فرضی حیثیت سے بحث کی گئی ہے، واجبی حیثیت کی وضاحت وہاں نہیں ہے؛ لہٰذا دونوں مسئلوں میں کوئی تعارض نہ رہا۔

عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مفتاح الصلاة الطهور، وتحريمها التكبير، وتحليلها التسليم. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب في تحريم الصلاة وتحليلها ۱/۹۱ رقم: ۶۱۸ دار الفكر بيروت)

ومن فرائضها التي لا تصح بدونها التحريمة قائماً (درمختار) ثم قال في صفة الصلاة: وإذا أراد الشروع في الصلاة كبر لو قادراً على الافتتاح أي قال وجوباً الله أكبر. وفي الشامي: فإن الأصح أنه يكره الافتتاح بغير الله أكبر عند أبي حنيفة، وعليه فلو افتتح بأحد الألفاظ الأخيرة لا يحصل الواجب. (درمختار مع الشامي / باب صفة الصلاة ۲/۱۲۷-۱۲۸ زكريا، ۱/۴۸۰ كراچي)

Marfat.com

ثم تكبيرة الافتتاح ليس من جهة أركان الصلاة؛ بل هي شرط الدخول في الصلاة، وفي الكافي: وعدت التحريمة من فرائض الصلاة؛ لأنها تتصل بالأركان فالتحقت بها، على أن عند بعض أصحابنا ركن. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/ ۵۰ رقم: ۱٦۹٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تکبیرِ تحریمہ کا مصداق ''اللہ اکبر'' ہے

سوال (۲۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز اسلام کا ایک اہم رکن ہے، اور اس کی اصلاح کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت فکر فرمائی تھی، اسلام میں صحتِ صلاۃ کے لئے نماز کو بے شمار قیود وشروط سے مقید کیا؛ کیوں کہ صحیح نماز ہی بہتر نتائج مرتب کرتی ہے، بصورتِ دیگر منہ پر ماردی جاتی ہے، ہمارے ایک دوست نے یہ سوال کیا ہے کہ نماز میں تکبیرِ تحریمہ کا مصداق کیا ہے؟ یعنی کن الفاظ کے ساتھ اس کی ادائیگی ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حدیث میں تکبیرِ تحریمہ سے مراد لفظ ''اللہ اکبر'' ہے، اور نماز بعینہٖ اسی لفظ کے ساتھ شروع کرنا واجب ہے، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت بھی ثابت ہے۔

عن أبي حميد الساعدي رضي الله عنه قال: كان رسول الله ﷺ إذا قام إلى الصلاة استقبل القبلة ورفع يديه، وقال: الله أكبر. (مشكوة المصابيح ۷۷)

قال المؤلف: دلالته على أنه صلى الله عليه وسلم كان يواظب على قوله الله أكبر ظاهرةٌ. (إعلاء السنن ۲/ ۱۷٤ دار الكتب العلمية بيروت)

والتكبير معناه التعظيم فيجوز بلفظ "الله أكبر" وقوله عليه السلام: في

Marfat.com

أوائل صلاته الله أكبر مع المواظبة عليه يدل على كونه واجبا لا على كونه ركنا. (مرقاة المفاتيح ٢/ ٤٦٠ بيروت)

وتكبيرة الإحرام واجبة عند أبي حنيفة والشافعي ومالك والثوري وأحمد والعلماء كافة من الصحابة والتابعين فمن بعدهم، إلا ما حكاه القاضي عياض رحمه الله وجماعة عن ابن المسيب والحسن والزهري وقتادة والحكم والأوزاعي أنه سنة ليس بواجب ...... ولا أظن هٰذا يصح عن هٰؤلاء الأعلام مع هٰذه الأحاديث الصحيحة مع حديث علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''مفتاح الصلاة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم'' ولفظة التكبير الله أكبر فهٰذا يجزي بالإجماع. (نووي على مسلم / باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام الخ ١/ ١٦٨، الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ١٢٩، الفقه الإسلامي وأدلته ١/ ٦٧٩، فتح القدير ١/ ٢٨٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام تکبیرِ تحریمہ میں آواز کتنی بلند کرے؟

سوال (۲۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب جماعت کی نماز میں تکبیرِ تحریمہ کتنی آواز سے ادا کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تکبیرِ تحریمہ میں امام کے لئے یہ حکم ہے کہ اتنی زور سے کہے کہ مقتدی اس کی آواز سن کر اس کی اتباع کریں؛ البتہ اگر امام کی آواز پست ہو، تو مکبر تیار کرلیا جائے؛ تاکہ امام کی اتباع ہوتی رہے۔

عن سعيد ابن الحارث قال: اشتكى أبو هريرة رضي الله عنه أو غاب،

Marfat.com

فصلى لنا أبو سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه فجهر بالتكبير حين افتتح الصلاة...... (رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح ۱۸/۳، مجمع الزوائد)

قال المؤلف: دلالته على الجهر بالتكبير ظاهرة. (إعلاء السنن ١٧٥/٢ رقم: ٦٦٢ بيروت)

عن جابر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: صلى بنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم الظهر وأبو بكر خلفه فإذا كبر كبر أبوبكر يسمعنا. (صحيح مسلم رقم: ٤١٣، سنن النسائي ١٢٠٠)

قال المؤلف: استدل به على جواز رفع الصوت بالتكبير ليسمعه الناس ويتبعوه وعلى أنه يجوز للمقتدي اتباع صوت المكبر. (إعلاء السنن ١٧٥/٢ بيروت)

وسننها جهر الإمام بالتكبير لحاجته إلى الإعلام بالدخول والانتقال.

(تبيين الحقائق ٢٧٨/١، الفتاوىٰ الهندية ٧٢/١، شامي ١٧١/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا پوری تکبیرِ تحریمہ کا زور سے تلفظ ضروری ہے؟

سوال (۲۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا پوری تکبیرِ تحریمہ کا زور سے تلفظ ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کو پوری تکبیرِ تحریمہ ''اللہ اکبر'' کو جہراً ادا کرنا واجب تو نہیں؛ لیکن مسنون ہے؛ تاکہ مقتدی حضرات کو نماز شروع ہونے کی اطلاع ہو جائے۔

وسننها جهر الإمام بالتكبير لحاجته إلى الإعلام بالدخول والانتقال.

(تبيين الحقائق ٢٧٨/١، هندية ٧٢/١، شامي ١٧١/٢ زكريا)

Marfat.com

وفيه إشارة إلى أنه لا بد لصحة الشروع من جملة تامة وهو ظاهر الرواية.

(حاشية الطحطاوي ۲۷۹-۲۸۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۲/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تکبیرِ تحریمہ میں لفظ ''اللہ'' زور سے کہہ کر ''اکبر'' آہستہ سے کہا؟

سوال (۲۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر امام صاحب تکبیرِ تحریمہ میں لفظ ''اللہ'' اتنی زور سے بولیں کہ سارے مقتدی سن لیں اور لفظ ''اکبر'' اس طرح کہ بالکل پیچھے کھڑا رہنے والا مقتدی بھی نہ سنے، تو نماز کی ابتدا صحیح ہو جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر امام نے تکبیرِ تحریمہ میں صرف لفظ ''اللہ'' کہا اور ''اکبر'' چھوڑ دیا، یعنی اس لفظ کا تلفظ بھی نہیں کیا، نہ سراً نہ جہراً، تو ایسی صورت میں اگرچہ نماز کا شروع کرنا صحیح ہو جائے گا؛ لیکن ترک واجب کی وجہ سے اس کا لوٹانا ضروری ہوگا؛ کیوں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لفظ ''اللہ'' سے نماز کی ابتدا درست ہو جاتی ہے؛ لیکن اس کے ساتھ لفظ ''اکبر'' کا ملانا واجب ہے، اور اگر صورت یہ پیش آئی جیسا کہ سوال سے واضح ہوتا ہے کہ امام نے لفظ ''اللہ'' تو جہراً کہا اور لفظ ''اکبر'' سراً کہا تو نماز درست ہو جائے گی؛ اس لئے کہ نفس تکبیر پائی گئی، اور امام کے لئے تکبیر کا جہر لازم نہیں؛ بلکہ مسنون ہے۔

وسننها جهر الإمام بالتكبير لحاجته إلى الإعلام بالدخول والانتقال.

(تبيين الحقائق ۲۷۸/۱، هندية ۷۲/۱، شامي ۱۷۱/۲ زكريا)

ويصح الشروع بكل ذكر خالص لله تعالى عن اختلاطه بحاجة الطالب، وإن كره أي تحريما لترك الواجب وهو لفظ التكبير وفيه إشارة إلى أنه لا بد لصحة الشروع من جملة تامة وهو ظاهر الرواية. (طحطاوي) وفي المراقي:

Marfat.com

والمختار والأشبه كما في ابن أمير حاج، وروى الحسن عن الإمام أنه يصير شارعًا بالمُفرد. وفي الدرر: ولو ذكر الإسم بلا صفة صح عند الإمام خلافا لمحمد. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / فصل في كيفية تركيب أفعال الصلاة ٢٧٩-٢٨٠)

قال أبو حنيفةؒ بإسم من اسمائه كلفظة اللّٰه أو الرحمٰن يصير شارعًا وهو الصحيح الأظهر، والأصح أنه بكل اسم من اسمائه كذا ذكره الكرخي، وافتى به المرغيناني. (كفاية على فتح القدير ١/٢٩١)

باب اتمام التكبير؛ لأن حقيقة التكبير لا تزيد ولا تنقص ...... يجوز أن يكون المراد من إتمام التكبير في الركوع ...... هو تبيين حروفه من غير حذفيه، فإن قلت هذا لابد فيه في سائر تكبيرات الصلاة فما معنى تخصيصه بالركوع ...... قلت: لما كان الركوع والسجود من أعظم أركان الصلاة خصها بالذكر، وإن كان الحكم في تكبيرات غيرهما مثله. (عمدة القاري ٦/٥٦٧)

ولو قال: اللّٰه يصير شارعًا عند أبي حنيفةؒ في رواية الحسن عنه. وفي ظاهر رواية الأصل لا يصير شارعًا، وفي رواية الحسن عنه: اكتفى بذكر الاسم، وفي ظاهر الرواية الأصل: اعتبر الصفة مع الاسم. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/١٥١ زكريا)

الحنفية قالوا: إنما الافتتاح بهٰذا اللفظ واجب لايترتب على تركه بطلان الصلاة في ذاتها؛ بل يترتب عليه إثم تارك الواجب ...... ومن هذا تُعُلِّمَ أن افتتاح الصلاة بهذه الصفة مطلوب عند الحنفية ...... إلا أن الحنفية قالوا: لاتبطل الصلاة بتركه، ولكن تركه يوجب إعادة الصلاة؛ فإن لم يعدها سقط عنه الفرض وأثم ذلك الإثم التي لايوجب العذاب. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ١٢٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اَن پڑھ اور گونگا آدمی نماز کیسے شروع کرے؟

سوال (۲۴۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص بالکل اَن پڑھ اور جاہل ہو، اس طرح کہ تکبیرِ تحریمہ کے الفاظ جانتا ہی نہ ہو، یا ایسا گونگا جس کی زبان سے حروف نکل ہی نہ سکیں، تو ایسا معذور شخص نماز کس طرح شروع کرے گا؟ آیا اس کے لئے تکبیرِ تحریمہ کے الفاظ کا ادا کرنا ہی ضروری ہے یا صرف اشارہ بھی نماز شروع کرنے کے لئے کافی ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر کوئی شخص بالکل اَن پڑھ اور جاہل ہو کہ الفاظِ تحریمہ جانتا ہی نہ ہو، یا گونگا ہو کہ حروف اس کی زبان سے نکل ہی نہ سکیں، تو ایسے معذور افراد کے لئے زبان سے تکبیرِ تحریمہ کے الفاظ ادا کرنا لازم نہیں؛ بلکہ صرف تحریمہ کی نیت ہی سے ان کی نماز شروع ہوجائے گی۔

أما الأمي والأخرس لو افتتحا بالنية جاز؛ لأنهما أتيا بأقصى ما في وسعهما. (شامی ۱۱۳/۲ بیروت، ۱۲۸/۲ زکریا)

وفي المحيط: الأخرس والأمي لو افتتحا بالنية أجزأهما؛ لأنهما أتيا بأقصى ما في وسعهما، وفي شرح منية المصلي: ولا يجب عليهما تحريك اللسان عندنا وهو الصحيح. (البحر الرائق ۲۹۱/۱ کوئٹہ)

ولا يلزم العاجز عن النطق كأخرس وأمي تحريك لسانه وكذا في القراءة وهو الصحيح. (درمختار مع الشامي ۱۸۱/۲ زکریا، البحر الرائق ۱۹۱/۱ کوئٹہ) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۵/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر امام سے پہلے مقتدی کی تکبیر ختم ہوگئی؟

سوال (۲۴۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: اگر تکبیر تحریمہ میں امام سے پہلے مقتدی نے اپنی تکبیر ختم کردی، تو مقتدی کی نماز امام کے ساتھ شروع ہوئی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مقتدی نے تکبیرِ تحریمہ اتنی جلدی کہہ لی کہ امام کی ''اللہ اکبر'' کا کوئی جز باقی تھا تو مقتدی کی نماز شروع نہیں ہوئی، از سرنو تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو؛ اس لئے کہ امام کے نماز میں داخل ہونے سے قبل مقتدی کا کوئی عمل معتبر نہیں ہے۔

أخرج عبد الرزاق عن الثوري قال: إذا كبر الرجل قبل الإمام فليعد التكبير، فإن لم يعد حتى يقضي الصلاة فليعد الصلاة. (مصنف ابن عبد الرزاق، الصلاة / باب الرجل يكبر قبل الإمام ۲/ ۷٤ رقم: ۲٥٤۸)

إنما يصير شارعاً بالكل أي بمجموع الله أكبر لا بقوله الله فقط، فيقع الكل فرضاً، وإذا كان كذلك يكون قد أوقع فرض التكبير قبل الإمام وكل فرض أوقعه قبل الإمام فهو غير معتبر ولا معتد به، فكان كأنه لم يكبر فلا يصح شروعه. (حلبی کبیر ۲٦۰، شامی ۲/ ۱۷۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رکوع کی حالت میں تکبیرِ تحریمہ معتبر نہیں

سوال (۴۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص ایسے وقت نماز میں شریک ہو جب کہ امام رکوع میں تھا اور اس نے اللہ اکبر کی تکبیرِ تحریمہ جلد بازی میں رکوع کے لئے جھکتے ہوئے کہی، حالتِ قیام میں نہیں، کیا ایسے شخص کی نماز امام کے ساتھ شروع مانی جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی شخص مسجد میں اس وقت پہنچا جب کہ امام رکوع

Marfat.com

میں جاچکا تھا، اب اس شخص نے جلد بازی میں رکوع میں یا رکوع کے قریب پہنچ کر تکبیرِ تحریمہ کہی، تو اس کی نماز شروع نہیں ہوئی؛ اس لئے کہ تکبیرِ تحریمہ بحالتِ قیام کہنی فرض ہے، رکوع کی حالت میں کہی گئی تکبیرِ تحریمہ کا اعتبار نہیں؛ لہٰذا ایسے شخص کو چاہئے کہ از سرِ نو حالتِ قیام میں تکبیر کہے اور اگر رکعت چھوٹ جائے تو بعد میں اس کی قضا کرے۔

قال في البرهان: ولو أدرك الإمام راكعاً فحنى ظهره ثم كبر إن كان إلى القيام أقرب صح الشروع الخ، وإن كان إلى الركوع أقرب لا يصح الشروع.

(طحطاوي على المراقي ۱۱۹)

أو أدرك الإمام راكعاً فقال: الله قائما وأكبر راكعاً لم يصح في الأصح.

(شامی ۲/ ۱۸۰ زکریا)

وكذا لو أدرك الإمام في الركوع فقال: الله أكبر إلا أن قوله الله كان في قيام، وقوله: أكبر وقع في ركوعه لا يكون شارعاً في الصلاة. (الفتاوى الهندية ۱/ ۶۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/ ۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آدھی تکبیر قیام میں اور آدھی رکوع کی حالت میں کہی؟

سوال (۲۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے آدھی تکبیر قیام میں اور آدھی رکوع کی حالت میں کہی اور اسی حال میں امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوا، تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ آیا اس کی نماز امام کے ساتھ شروع مانی جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مقتدی اس حال میں جماعت میں پہنچا کہ امام

Marfat.com

رکوع میں جا چکا تھا، مقتدی نے جلد بازی میں اس طرح تکبیر کہی کہ لفظ ''اللہ'' تو کھڑے ہونے کی حالت میں ادا کیا اور لفظ ''اکبر'' اس کی زبان سے اس وقت نکلا جب کہ وہ رکوع کی حالت میں پہنچ چکا تھا تو اس مقتدی کی نماز شروع نہیں ہوئی؛ اس لئے کہ پوری تکبیرِ تحریمہ کا کھڑے ہونے کی حالت میں کہنا ضروری ہے۔

أخرج عبد الرزاق عن الثوري قال: إذا كبر الرجل قبل الإمام فليعد التكبير، فإن لم يعد حتى يقضي الصلاة فليعد الصلاة. (المصنف لعبد الرزاق، الصلاة / باب الرجل يكبر قبل الإمام ٢/٧٤ رقم: ٢٠٤٨)

أو أدرک الإمام راكعاً فقال: الله قائما وأكبر راكعاً لم يصح في الأصح. (درمختار مع الشامي ٢/١٧٨ زكريا)

لو أدرک الإمام راكعاً فقال الله في حال القيام ولم يفرغ من قوله أكبر إلا وهو في الركوع لا يصح شروعه؛ لأن الشرط وقوع التحريمة في محض القيام. (شامی ٢/١٧٨ زكريا، الفتاویٰ الهندية ١/٦٩، حلبي كبير ٢٦٠)

لو أدرک الإمام في الركوع، وقال: ''الله أكبر'' إلا أن قوله ''الله'' كان في قيامه، وقوله: ''أكبر'' وقع في الركوع لا يكون شارعاً في الصلاة عندهم. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢/٥٣ رقم: ١٧١٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں کتنی مقدار قیام فرض ہے؟

سوال (۲۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں قیام کتنی دیر فرض ہے؟ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ تین بار سبحان اللہ کہنے کے بقدر فرض ہے، مگر حضرت مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیر آبادی مدظلہ کہتے ہیں کہ اتنی دیر تک کھڑا رہنا

Marfat.com

فرض ہے جس میں فرض کی مقدار قرأت کی جا سکے۔ (مسائل سجدۂ سہو ۲۱)

اور پھر آگے چل کر مفتی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے بعد اتنی دیر تک قیام کرنا واجب ہے کہ جس میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھ جا سکے۔ ذہن بڑی الجھن میں ہے کہ بہشتی زیور میں کچھ اور مسائل سجدۂ سہو میں کچھ اور، پھر مفتی صاحب کی باتوں میں تعارض، کیا کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں قیام اتنی دیر فرض ہے جتنی دیر میں فرض قرأت پڑھی جا سکے اور فرض قرأت کی مقدار حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قرانِ کریم کی ایک آیت کے بقدر پڑھنا ہے، اسی کو تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ لہٰذا مندرجہ سوال میں بہشتی زیور کی عبارت اور مفتی صاحب کی تحریر میں مفہوم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، یہ بحث فرض کی مقدار کے بارے میں ہے، یعنی اگر عام حالات میں قدرت رکھنے والا شخص اس سے کم قیام کرے تو اس کی نماز درست ہی نہ ہوگی۔

لیکن قیام کا ایک درجہ واجب کا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر واجب کے بقدر قیام نہ کرے تو نماز تو ہو جائے گی مگر ناقص رہے گی، اور اس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہوگی، اس کی وضاحت مفتی صاحب نے واجب قیام کی بحث میں کی ہے کہ اتنی دیر قیام واجب ہے جتنی دیر میں واجب قرأت (سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت) پڑھی جا سکے؛ لہٰذا آپ الجھن میں نہ پڑیں، مفتی صاحب نے صحیح مسئلہ لکھا ہے اور آپ کو غلط فہمی غالباً اس لئے ہوئی ہے کہ آپ نے فرض اور واجب کو ایک ہی درجہ میں رکھ دیا ہے، حالاں کہ دونوں کا درجہ افعالِ نماز میں الگ الگ ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ [البقرۃ: ۲۳۸]

عن عمران بن حصين رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: كان بي الناصور فسألت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عن الصلاة؟ فقال: صلّ قائماً فإن لم تستطع فقاعداً فإن لم تستطع فعلى جنب. (مسند أحمد ٤/٤٢٦ رقم: ٢٠٠٥٧)

Marfat.com

وحينـئذٍ فهو بقدر آية فرض وبقدر الفاتحة وسورة واجب. (شامی ۱/۴۴۴

کراچی، شامي ۲/۱۳۱ زکریا)

وقال الطحطاوي: ومفروض القيام وواجبه ومسنونه ومستحبه بقدر القرأة فيه كما في سكب الأنهر، ويقدر ذٰلک في نحو الأمي فلا بد أن يقف قدر ثلاث آيات قصار على قولهما أو آية طويلة على قول الإمام لتحصيل الغرض.

(طحطاوي على المراقي ۱۲۲ کراچی، حلبي كبير / فصل في النوافل ۳۸۳ لاهور، درمختار / باب صفة الصلاة، بحث القيام ۲/۱۳۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۲/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رکوع میں شریک ہونے کیلئے تکبیرِ تحریمہ کے بعد قیام فرض نہیں

سوال (۲۵۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مقتدی نے امام کو حالت رکوع میں پایا، کیا مقتدی کو تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد قیام کرنا چاہئے یا فوراً تکبیر کہنے کے بعد رکوع میں چلا جائے؟ اگر قیام کرنا ہے تو کتنی دیر اور اگر قیام نہ کرے تو بہشتی زیور کی عبارت کے مطابق یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار قیام فرض ہے، تو فرض ساقط ہو رہا ہے اور بعض حضرات کی عبارت کے مطابق واجب ساقط ہو رہا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو قیام کی حالت میں تکبیر کہہ کر فوراً رکوع میں چلا جائے تاخیر نہ کرے، اور اس حکم میں اشکال اس لئے نہ ہونا چاہئے کہ قیام کی جو فرض یا واجب کے اعتبار سے تحدید ہے، یہ وہاں ہے جہاں قرأت کا حکم ہو، اور جس جگہ قرأت ساقط ہو جاتی ہے، وہاں سے قیام کی تحدید بھی ساقط ہو جاتی ہے، اور صحت نماز کے لئے نفسِ قیام کا تحقق کافی ہوتا ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں چوں کہ مقتدی سے قرأت کا حکم ساقط ہے؛

Marfat.com

لہٰذا اس پر اتنی دیر قیام بھی ضروری نہیں، ہاں یہ ضروری ہے کہ قیام کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے؛ اس لئے کہ تکبیر تحریمہ کی صحت کے لئے قیام شرط ہے۔

قال في الطحطاوي: وعند سقوط القراءة يسقط التحديد كالقيام في الشفع الثاني من الفرض؛ لأنه لا قراءة فيه، فالركن فيه أصل القيام لا امتداده كما في القهستاني. (طحطاوي ۱/۱۲۲، حاشیہ امداد الفتاویٰ ۱/۱۹۲-۱۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۳/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بلا عذر بیٹھ کر نماز فرض جائز نہیں

سوال (۲۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بلا عذر بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی نے پڑھ لی تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں، فریضہ ذمہ سے ساقط ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص کھڑے ہوکر نماز پڑھنے پر قادر ہو، اس کے لئے فرض یا واجب نماز بیٹھ کر پڑھنی جائز نہیں ہے؛ لہٰذا جو لوگ ٹرین اور ہوائی جہاز کے سفر میں بلا عذر سیٹ پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ لیتے ہیں، ان کی نماز درست نہیں ہوتی۔

عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان بي الناصور فسألت النبي صلى الله عليه وسلم عن الصلاة؟ فقال: صلّ قائماً فإن لم تستطع فقاعداً فإن لم تستطع فعلى جنب. (مسند أحمد ٤/٤٢٦ رقم: ٢٠٠٥٧)

ولو صلى الفريضة قاعداً مع القدرة على القيام لا تجوز صلاته. (حلبی کبیر ٢٦١)

من فرائضها: القيام في فرض لقادر عليه (درمختار) فلو عجز حقيقة وهو ظاهر أو حكماً كما لو حصل له به ألم شديد أو خاف زيادة المرض فإنه يسقط.

Marfat.com

(درمختار مع الشامي ۱۳۲/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک پیر پر وزن ڈال کر نماز پڑھنا؟

سوال (۲۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بغیر کسی عذر شرعی کے دوران نماز ایک پیر پر وزن ڈال کر کھڑا ہونا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قیام کی حالت میں بلاعذر صرف ایک پیر پر وزن ڈال کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

ویکره علی إحدی الرجلین إلا لعذرٍ. (طحطاوي علی المراقي الفلاح ۱۲۲ کراچی)

ویکره القیام علی إحدی القدمین في الصلاة بلا عذر. (شامی ۱۳۱/۲ زکریا، الجوهرة لنيرة ۶۹/۱، الفتاوی الہندیة ۶۹/۱، الفتاویٰ لتاتارخانیة ۲۰۸/۲ رقم: ۲۱۷۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کُبڑے شخص کا قیام ورکوع؟

سوال (۲۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس شخص کی کمر بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے رکوع تک جھک گئی ہو اور اس کے کھڑا ہونا مشکل ہو تو ایسا شخص نماز میں قیام کس طرح کرے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص کی کمر بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے رکوع تک جھک گئی ہو اس کے لئے اپنی حالت پر قائم رہنا ہی قیام کے حکم میں ہے، بس ایسا شخص جب رکوع کا

Marfat.com

ارادہ کرے تو اپنے سر کو نیچے جھکالے اس کا رکوع صحیح ہوجائے گا۔

والأحدب إذا بلغت حدوبته إلى الركوع يشير برأسه للركوع لأنه عاجز عما هو أعلى ولا تجزيه حدوبته عن الركوع لأنه كالقائم. (طحطاوي على مراقي الفلاح ١٢٥ كراچي، الفتاوىٰ الهندية ٧٠/١، حلبي كبير ٢٨٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر سہارے سے کھڑے ہونے پر قادر ہو تو کیا کرے؟

سوال (۲۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص براہ راست کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو؛ البتہ کسی چیز مثلاً دیوار وغیرہ پر ٹیک لگا کر کھڑا ہوسکتا ہو، تو کیا ایسا مجبور شخص بیٹھ کر فرض نماز پڑھ سکتا ہے یا اسے بھی کھڑے ہوکر سہارے سے نماز پڑھنا ضروری ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر چھتری یا دیوار وغیرہ پر ٹیک لگا کر کھڑا ہوسکتا ہو، تو ایسے شخص پر بھی کھڑے ہوکر ہی فرض نماز پڑھنا لازم ہوگا، بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی۔

أخرج ابن أبي شيبة عن الحسن أنه كان يكره أن يعتمد الرجل على الحائط في صلاة المكتوبة إلا من علة، ولم ير به في التطوع بأساً. (مصنف ابن أبي شيبة / باب في الرجل يعتمد على الحائط وهو يصلي ٥٥١/٣ رقم: ٤٩٠٧)

ولو قدر على القيام متكئاً الصحيح أنه يصلي قائما متكئاً ولا يجزيه غير ذلك وكذلك لو قدر على أن يعتمد على عصا أو على خام له فإنه يقوم ويتكئ كذا في التبيين. (الفتاوىٰ الهندية ١٣٦/١، حلبي كبير ٢٦١-٢٦٢)

وإن قدر على بعض القيام ولو متكئاً على عصا أو حائط قام لزوماً بقدر

Marfat.com

ما يقدر ولو قدر آية أو تكبيرة على المذهب؛ لأن البعض معتبر بالكل (درمختار) أي أن حكم البعض كحكم الكل بمعنى أن من قدر على كل القيام يلزمه فلذا من قدر على بعضه. (درمختار مع الشامي ۲/۵۶۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرض رکوع کی حد؟

سوال (۲۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رکوع میں کتنی مقدار جھکنا فرض ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کامل رکوع یہ ہے کہ آدمی اتنا جھکے کہ اس کا سر آدھے بدن کی سیدھ میں آجائے، اب اگر کوئی شخص رکوع میں اس سے کم جھکا تو دیکھا جائے گا کہ وہ جھکنے میں قیام سے زیادہ قریب ہے یا کامل رکوع کی حالت سے زیادہ قریب ہے، اگر رکوع کی حالت کے قریب ہوگا تو اس کا رکوع درست ہوجائے گا، اور اگر قیام کی حالت کے قریب ہوگا تو رکوع معتبر نہ ہوگا۔

أخرج ابن أبي شيبة عن ابنة لسعد أنها كانت تفرط في الركوع تطأطواً منكراً، فقال لها سعد: إنما يكفيك إذا وضعت يديك على ركبتيك. (المصنف لابن أبي شيبة، الصلاة / باب في أدنى ما يجزئ أن يكون من الركوع والسجود ۲/۴۵۲ رقم: ۲۵۹۲)

عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: إذا أمكن الرجل يديه من ركبتيه، والأرض من جبهته فقد أجزأه. (المصنف لابن أبي شيبة، الصلاة / باب في أدنى ما يجزئ أن يكون من الركوع والسجود ۲/۴۵۳ رقم: ۲۵۹۳)

وإن طأطأ رأسه قليلاً ولم يعتدل إن كان إلى الركوع أقرب جاز، وإن كان إلى القيام أقرب لايجوز. (حلبی کبیر ۲۸۰)

Marfat.com

ومنها الركوع بحيث لو مد يديه نال ركبتيه، وفي شرح المنية: هو طأطأة الرأس أي خفضه لكن مع انحناء الظهر؛ لأنه هو المفهوم من موضوع اللغة، وأما كماله: فبانحناء الصلب حتى يستوي الرأس بالعجز وهو حد الاعتدال فيه.

(درمختار مع الشامي ۲/ ۱۳٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۶ ۱۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مقتدی کا امام سے پہلے رکوع میں چلے جانا؟

سوال (۲۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مقتدی امام سے پہلے رکوع میں چلا جائے اور امام کے قومہ کرنے سے پہلے وہ قومہ میں آجائے تو ایسے شخص کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اس کا یہ رکوع شرعاً درست ہوا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مقتدی امام سے پہلے ہی رکوع میں چلا گیا پھر امام کے رکوع میں جانے سے پہلے ہی رکوع کرکے قیام کی حالت میں آگیا تو اس کا یہ رکوع شرعاً معتبر نہیں ہوا، اسے دوبارہ امام کے ساتھ یا اس کے بعد رکوع کرنا پڑے گا ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ ہاں اگر پہلے رکوع کیا تھا؛ لیکن ابھی وہ رکوع ہی میں تھا کہ امام بھی رکوع میں چلا گیا، تو اس صورت میں مقتدی کا رکوع معتبر ہو جائے گا؛ کیوں کہ اس کا رکوع امام کے ساتھ ہو گیا ہے۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: صلّى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم، فلما قضى الصلاة أقبل علينا بوجهه، فقال: يا أيها الناس إني أمامكم فلا تسبقوني بالركوع ولا بالسجود ولا بالقيام ولا بالانصراف، فإني أراكم أمامي ومن خلفي...... الخ. (صحيح مسلم، الصلاة / باب تحريم سبق الإمام بركوع أو سجود أو نحوهما ١/ ١٨٠ رقم: ٤٢٦ بيت الأفكار)

Marfat.com

وإذا ركع المقتدي قبل ركوع الإمام فرفع رأسه قبل أن يركع الإمام لم يجز ذلك الركوع ولم يحسب له الخ. وإن أدركه الإمام أي ركع المقتدي قبل الإمام فأدركه الإمام وهو في الركوع بعد أجزأه. (حلبي كبير ٢٨٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص رکوع کس طرح کرے؟

سوال (۲۵۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص رکوع کس طرح کرے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص اگر بیٹھا اور سر قدرے جھکا دے تو اس کا رکوع ادا ہو جائے گا؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ اتنا جھکے کہ اس کا سر گھٹنوں کے سامنے آجائے؛ تاہم اس میں سرین کا اٹھانا ضروری نہیں۔

روي عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من لم يقدر على السجود فليجعل سجوده ركوعاً، وركوعه إيماءً، والركوع أخفض من الإيماء. (بدائع الصنائع ٢٨٤/١-٢٨٥ زكريا)

وفي حاشية الفتال عن البرجندي: ولو كان يصلي قاعداً ينبغي أن يحاذي جبهته قدام ركبتيه ليحصل الركوع. قلت: ولعله محمولٌ على تمام الركوع وإلّا فقد علمت حصوله بأصل طأطأة الرأس أي مع إنحناء الظهر تأمل. (شامي ١٣٤/٢ زكريا، بدائع الصنائع ٢٨٤/١، خانية ١٧١/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

سورت ملائے بغیر رکوع کے لئے ہاتھ چھوڑنا

سوال (۲۵۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے فرض کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد بجائے سورت ملانے کے رکوع میں جانے کے لئے ہاتھ چھوڑ دئے، مگر جھکنے سے پہلے یاد آ گیا، پھر ہاتھ باندھ کر سورت پڑھ کر رکوع کیا، کیا ان ہاتھوں کو چھوڑنے سے سجدۂ سہو تو لازم نہیں آیا؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورت ملائے بغیر رکوع میں جانے کی نیت سے محض ہاتھ چھوڑ دینے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۷/۴۰۵ ڈابھیل)

ولا یجب السجود إلا بترک واجب. (الفتاوی الهندیة / الباب الثاني عشر في سجود السهو ۱/۱۲۶، حلبي کبیر / فصل في سجود السهو ٤٥٥، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح / باب سجود السهو ٤٦١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر سورت ملائے بغیر بھول سے رکوع میں چلا جائے تو کیا کرے؟

سوال (۲۶۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ندائے شاہی اکتوبر ۲۰۰۲ء میں صفحہ ۵۷ پر ''کتاب المسائل'' کے تحت سجدۂ سہو سے متعلق مسائل کے ضمن میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ: ''اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملائے بغیر رکوع میں چلا گیا، پھر رکوع میں یا رکوع سے اٹھ کر اس بھول کا احساس ہوا، تو اس پر لازم ہے کہ پہلے سورت ملائے، پھر دوبارہ رکوع کرے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے''۔

اس کے برخلاف اور کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ اگر بھول سے واجب چھوٹ جائے تو اخیر میں سجدۂ سہو کر لے، اب جو بھی فعل کرے گا قصداً کرے گا، جب کہ حضرت تھانویؒ نے بہشتی زیور

Marfat.com

حصہ دوم میں مسئلہ ۱۷ رسجدہ کے بیان میں اس طرح لکھا ہے: ''تین رکعت یا چار رکعت والی نماز میں بیچ میں بیٹھنا بھول گئی اور دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑی ہوگئی تو اگر نیچے کا آدھا دھڑ ابھی سیدھا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ لے، تب کھڑی ہو، اور ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں، اور اگر نیچے کا دھڑ سیدھا ہو گیا تو نہ بیٹھے؛ بلکہ کھڑی ہو کر چاروں رکعات پڑھ لے فقط اخیر میں بیٹھے، اور اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے، اور اگر سیدھی کھڑی ہو جانے کے بعد پھر لوٹ آئے گی اور بیٹھ کر التحیات پڑھے گی تو گنہگار ہوگی اور سجدۂ سہو کرنا اب بھی واجب ہوگا''۔

برائے مہربانی تشریح کریں اور سمجھا دیں کہ درست کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ندائے شاہی اکتوبر ۲۰۰۲ء میں شائع شدہ مذکورہ مسئلہ اپنی جگہ صحیح ہے، اس کا دیگر کتابوں سے کوئی تعارض نہیں، بات اصل میں یہ ہے کہ افعالِ نماز میں حتی الامکان ترتیب کا باقی رکھنا واجب ہے؛ لہٰذا اگر کسی سے نماز کا کوئی واجب چھوٹ جائے اور پھر ایسے وقت یاد آجائے جب اسے ترتیب وار پڑھنے کا موقع محل موجود ہو اور اس ترتیب پر عمل کرنے میں کوئی خلافِ اصول بات بھی لازم نہ آرہی ہو، تو اس واجب کو فوری طور پر ادا کر کے بالترتیب سب افعال دوبارہ ادا کر لئے جائیں گے؛ تاکہ کوتاہی کی حتی الامکان تلافی صحیح طرح ہو سکے۔

اب ہمارے زیر بحث مسئلہ میں غور فرمایئے کہ یہاں نمازی سورت ملانا بھول گیا پھر اسے رکوع میں یا رکوع سے اٹھ کر یاد آیا کہ اس نے سورت نہیں پڑھی، تو ابھی سجدہ کرنے سے پہلے تک اس کے لئے اپنی ترتیب کو صحیح کرنے کا موقع موجود ہے، اور یہ خلافِ اصول بھی نہیں ہے؛ اس لئے کہ جب وہ قرأت کی طرف لوٹے گا تو یہ قرأت اور قیام مجموعی طور پر فرض میں شمار ہوگی نہ کہ واجب میں، اور اس فرض کی ادائیگی سے اس کا پہلے اداشدہ رکوع کالعدم ہو جائے گا، اس لئے اسے دوبارہ رکوع کرنا ہوگا اور پھر اخیر میں تاخیر واجب اور تکرار فرض کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ اور آپ نے بہشتی زیور کے جس مسئلہ کا ذکر کیا ہے وہ اس کے خلاف نہیں ہے؛ کیوں کہ جب نمازی قعدۂ اولیٰ

Marfat.com

چھوڑ کر کھڑا ہوگیا تو قعدہ کی ادائیگی کا محل فوت ہوگیا، اب اگر وہ لوٹ کر قعدہ کرے گا تو فرض سے واجب کی طرف لوٹنے کی خرابی لازم آئے گی، اس لئے اس کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ نہ لوٹے؛ بلکہ اخیر میں سجدۂ سہو کرے، اور اگر لوٹ گیا تو نماز گو کہ صحیح ہوجائے گی؛ لیکن خلاف ورزی کا گناہ ہوگا۔

اور یہ اصول درست ہے کہ ترک واجب یا تاخیر واجب سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؛ لیکن اس میں کچھ تفصیلات اور جزئیات بھی ہیں، جن کا اندازہ درج بالا تفصیل سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ کی فقہی عبارتیں ذیل میں درج ہیں:

ولو ترک السورة فتذكرها في الركوع أو بعد الرفع منه قبل السجود يعود ويقرأ السورة ويعيد الركوع وعليه السهو؛ لأنه بقراءة السورة وقعت فرضاً فيرتفض الركوع حتى لو لم يعده فسدت صلاته ...... بخلاف ما لو تذكر القنوت في الركوع فإنه لا يعود ولا يقنت فيه لفوات محله. (طحطاوي على المراقي ٢٥٠)

وفي البدائع: فإذا تذكر في محلها كان عليه مراعاة الترتيب. (بدائع الصنائع ٤١/١ ٤)

وقال الشامي: حتى لو تذكر السورة راكعاً فعاد وقرأها لزم إعادة الركوع؛ لأن السورة التحقت بما قبلها وصارت القراءة حكمها فرضاً، فيلزم تاخير الركوع عنها، ويظهر من هذا أن هذا الترتيب واجب قبل وجود القراءة فرض بعدها. نظيره قراءة السورة فإنها قبل قراءتها تسمى واجباً وبعدها تسمى فرضاً وحينئذٍ فيكون الأصل في هذا الترتيب الوجوب. (شامی ١٣٥/٢ بیروت)

وفي الدر المختار: ولو ذكرها في ركوعه قرأها وأعاد الركوع، قال الشامي: لأن ما يقع من القراءة في الصلاة يكون فرضاً فيرتفض الركوع ويلزمه إعادته؛ لأن الترتيب بين القراءة والركوع فرض كما مر بيانه في الواجبات حتى لو لم يعده تفسد صلاته ...... والفرق بين القراءة وبين القنوت حيث لا يعود لأجله لو تذكره في ركوعه، ولو عاد لا يرتفض هو ما ذكرنا من القراءة تقع

Marfat.com

فرضاً، أما القنوت إذا أعيد يقع واجباً وبيان ذلك أن القراءة والركوع فرض وواجب وسنة إلا أنه مهما أطال يقع فرضاً. (شامی، مطلب مهم فیها لو تذکر في رکوعه ۲/۲۲٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سورت ملائے بغیر رکوع سجدہ کر کے سجدۂ سہو کے ساتھ نماز پوری کرنا؟

سوال (۲٦۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ندائے شاہی فروری ۲۰۰۳ء کے ۵٦/ پر کتاب المسائل کے تحت ترجیح الصواب کے عنوان سے آپ نے وسیم احمد کانکی نارہ کے سوال وجواب کو لکھا ہے، جو ندائے شاہی اکتوبر ۲۰۰۲ء میں کتاب المسائل کے تحت اس مسئلہ سے متعلق تھا کہ اگر کوئی شخص سورت ملانا بھول گیا اور رکوع میں احساس ہوا کہ اس نے سورت چھوڑ دی تو اس پر لازم ہے کہ کھڑا ہوجائے اور سورت ملائے پھر رکوع کرے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے گا۔ ندائے شاہی فروری ۲۰۰۳ء کے شمارہ میں آپ نے اس کو درست کہا، نیز فقہی عبارت کے ذریعہ مدلل فرمایا؛ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ترکِ سورت کا خیال رکوع میں آنے کے بعد نہ قیام کرے نہ سورت ملائے؛ بلکہ سجدہ کرلے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے تو کیا وہ گنہگار ہوگا؟ اور نماز ہوگئی یا نہیں؟ آپ نے لازم کا لفظ استعمال کیا ہے، جب کہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹ میں لکھا ہے کہ صورتِ مذکورہ میں رکوع قومہ کے بعد سجدہ کرے گا اور آخر میں سجدۂ سہو کرلیا تو نماز ہوگئی۔ (محشی مفتی ظفیر الدین صاحبؒ) آپ جس صورت کو لازم کہہ رہے ہیں اس کو وہ بہتر فرمارہے ہیں، حقیقت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زیر بحث مسئلہ میں بدائع کی عبارت فإذا تذکر في

Marfat.com

محلها كان عليه مراعاة الترتيب. (بدائع الصنائع ۱/۱٤۱۶) سے لزوم کے معنی ثابت ہوتے ہیں؛ اس لئے کہ علیہ کا لفظ لزوم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

اب رہ گئی یہ بات کہ اگر وہ سورت کی طرف نہ لوٹے؛ بلکہ بقیہ اعمال پورے کرکے اخیر میں سجدۂ سہو کرلے تو بھی اس کی نماز درست ہوجاتی ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر نماز میں سجدۂ سہو کے کئی اسباب جمع ہوجائیں پھر بھی ایک ہی مرتبہ سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؛ لہٰذا جو شخص صحیح مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود اس کے خلاف کرے گا تو وہ کوتاہی کرنے والا ہوگا اور جو ناواقفیت کی وجہ سے اس کا مرتکب ہوجائے تو اس پر کوئی وبال نہیں ہے۔

ولو سها في صلاته مراراً يكفيه سجدتان. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۱۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۴/۱/۱۸ھ

سجدہ کی تعریف؟

سوال (۲۶۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سجدہ کی تعریف کیا ہے؟ اور کن اعضاء کے زمین پر ٹیکنے سے سجدہ کا تحقق ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: درج ذیل سات اعضاء کو زمین یا اس کے حکم کی چیز پر ٹیک دینا شرعاً سجدہ کہلاتا ہے، وہ اعضاء یہ ہیں: (۱) پیشانی اور ناک (۲-۳) دونوں قدم (۴-۵) دونوں ہاتھ (۶-۷) دونوں گھٹنے۔ (ان میں سے پیشانی یا ناک رکھنا بالاتفاق فرض ہے، دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے رکھنا سنت ہے، اور قدم کے بارے میں فرضیت اور وجوب کا اختلاف ہے)

عن العباس بن عبد المطلب أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا سجد العبد سجد معه سبعة أطراف: وجهه وكفاه وركبتاه وقدماه.

(صحيح مسلم، الصلاة / باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر رقم: ٤٩١، سنن الترمذي، الصلاة / باب ما جاء في السجود على سبعة أعضاء ١/ ٦٢ رقم: ٢٧١)

Marfat.com

فهو بوضع الجبهة والأنف والقدمين واليدين والركبتين لما في الصحيحين من قوله عليه الصلاة والسلام أمرت أن أسجد على سبعة أعظمٍ: على الجبهة واليدين والركبتين وأطراف القدمين والأنف داخل في الجبهة؛ لأن عظمهما واحد، وهٰذه الصفة المذكورة هي الكمال. وإن وضع جبهته دون أنفه جاز سجوده بالإجماع، ولٰكن إن كان ذٰلك من غير عذر الخ يكره. (حلبي كبير ٢٨٢-٢٨٣، طحطاوي ٢٢٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صرف پیشانی یا ناک پر سجدہ کرنا؟

سوال (۲۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنے کے بجائے صرف پیشانی یا صرف ناک پر سجدہ کرے تو ایسے شخص کا سجدہ درست ہوگا یا نہیں؟ اور اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی شخص پیشانی پر سجدہ کرے اور ناک زمین پر نہ رکھے تو بھی اس کا سجدہ ادا ہو جائے گا؛ لیکن بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص سجدہ میں محض ناک زمین پر رکھے اور پیشانی نہ رکھے تو امام صاحبؒ کے نزدیک اس کا سجدہ بکراہت ادا ہو جائے گا، بشرطیکہ ناک کی ہڈی زمین پر ٹکی ہو؛ البتہ اگر صرف ناک کا نرم حصہ زمین سے ملایا تو سجدہ معتبر نہ ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر بلا عذر صرف ناک پر اکتفاء کیا تو سجدہ ادا نہ ہوگا، اسی پر فتویٰ ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: أمرت أن أسجد على سبعة أعظم، على الجبهة وأشار بيده على أنفه واليدين والركبتين وأطراف القدمين. (صحيح البخاري / باب السجود على الأنف ١١٢، رقم: ٨١٢،

Marfat.com

صحيح مسلم / باب أعضاء السجود والنهي عن كفي الشعر ١٩٣ رقم: ٤٩٠، سنن الترمذي / باب ما جاء في السجود على الجبهة والأنف ٦١ رقم: ٢٧٠)

وإن وضع جبهته دون أنفه جاز سجوده بالإجماع. (حلبي كبير ٢٨٢، بدائع الصنائع ٢٨٣/٢)

وإن وضع أنفه دون جبهته فكذلك يجوز سجوده ولكن يكره إن كان بغير عذر. (حلبي كبير ٢٨٣)

إنما يجوز الاقتصار على الأنف إذا سجد على ما صلب منه، وأما إذا سجد على ما لان منه وهو الأرنبة فلا يجوز. (الفتاوىٰ الهندية ٧٠/١)

وقالا لا يجوز الاختصار على الأنف من غير عذر، وهو مذهب أئمة الثلاثة، ورواية عن الإمام، وعليه الفتوىٰ. (مجمع الأنهر ٩٨/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر صرف رخسار یا ٹھوڑی زمین پر رکھی تو سجدہ صحیح نہ ہوگا

سوال (۲۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص سجدہ میں پیشانی اور ناک ٹیکنے کے بجائے رخسار یا ٹھوڑی زمین پر رکھے اور اسی پر سجدہ کرلے، تو اس کا سجدہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی شخص نے سجدہ میں پیشانی یا ناک زمین پر ٹیکنے کے بجائے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا یا ٹھوڑی کو ٹیک دیا تو سجدہ درست نہیں ہوا، خواہ یہ عمل عذر کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہو۔

عن العباس بن عبد المطلب أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا سجد العبد سجد معه سبعة أطراف: وجهه وكفاه وركبتاه وقدماه.

Marfat.com

(صحيح مسلم، الصلاة / باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر رقم: ٤٩١، سنن الترمذي، الصلاة / باب ما جاء في السجود على سبعة أعضاء ٦٢/١ رقم: ٢٧١)

ولو وضع خده في السجود أو ذقنه وهو ملتقى اللحيين من الحنک لا يجوز سجوده بالإجماع الخ، ولو كان ذٰلک من عذر مانع. (حلبي كبير ٢٨٣، الجوهرة النيرة ٧٤/١)

وفي البحر: حقيقة السجود: وضع بعض الوجه على الأرض مما لا سخرية فيه، فدخل الأنف وخرج الخد والذقن. (شامي ٣٥/٢-١٣٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہتھیلی پر پیشانی رکھ کر سجدہ کرنا

سوال (۲۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہتھیلی پر پیشانی رکھ کر سجدہ کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر سجدہ میں پیشانی زمین پر رکھنے کے بجائے زمین پر رکھی ہوئی اپنی ہتھیلی پر ٹیک لی، تو بھی سجدہ درست ہے۔

عن العباس بن عبد المطلب أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا سجد العبد سجد معه سبعة أطراف: وجهه وكفاه وركبتاه وقدماه.

(صحيح مسلم، الصلاة / باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر رقم: ٤٩١، سنن الترمذي، الصلاة / باب ما جاء في السجود على سبعة أعضاء ٦٢/١ رقم: ٢٧١)

ولو وضع كفه بالأرض وسجد عليها يجوز على الصحيح. (حلبي كبير ٢٨٥)

ولو سجد على كمه فيصح اتفاقاً، وكذا حكم كل متصل ولو بعضه

Marfat.com

ككفه في الأصح. (درمختار مع الشامي ٢/٢٠٧ زكريا)

ولو سجد على كفه و هي على الأرض جاز على الأصح، كذا في تبيين. (الفتاوى الهندية ١/٧٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھیڑ کے وقت اپنی ران پر سجدہ کرنا؟

سوال (۲۶۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بسا اوقات مسجد حرام کے اندر مطاف میں اور مسجد نبوی میں خاص طور پر ریاض الجنہ میں اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ نمازی کے لئے پیشانی زمین پر رکھنا ناممکن ہوجاتا ہے، تو کیا ایسی صورتِ حال میں آدمی اپنی ران پر سر رکھ کر سجدہ کرسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مجمع بہت زیادہ ہو اور زمین پر سجدہ کرنے کی قطعاً گنجائش نہ ہو، جیسا کہ ریاض الجنۃ (مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) یا مسجدِ حرام میں کبھی کبھی یہ صورت پیش آجاتی ہے، تو نمازی خود اپنی ران پر سر رکھ کر سجدہ کرسکتا ہے؛ البتہ بلا عذر ایسا کرنے سے سجدہ ادا نہ ہوگا۔

ولو سجد بسبب الازدحام على فخذه جاز. (حلبی کبیر ٢٨٥)

ولو سجد على فخذه إن كان بغير عذر فالمختار أنه لا يجوز، وإن كان بعذر فالمختار أنه يجوز، هكذا ذكر صدر الشهيد. (الفتاوى التاتارخانية ٢/١٧٧ رقم: ٢٠٦٢ زكريا، الفتاوى الهندية ١/٧٠)

وكذا حكم كل متصل ولو بعضه ككفه في الأصح و فخذه لو بعذر. (در مختار مع الشامي زكريا ٢/٢٠٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نمازی کا دوسرے نمازی کی پیٹھ پر سجدہ کرنا؟

سوال (۲٦۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر جماعت میں زبردست مجمع ہو اور زمین پر سجدہ کرنے کی گنجائش نہ ہو تو سجدہ کہاں کرے؟ کیا ایسی صورت میں دوسرے نمازی کی پیٹھ پر سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر جماعت میں زبردست مجمع ہو، جیسا کہ حج کے موقع پر حرمین شریفین زادهما الله شرفاً وعظمةً میں ہوتا ہے، اور زمین پر سجدہ کرنے کی گنجائش نہ ہو تو پچھلے صف والے نمازیوں کے لئے اپنے سے آگے جماعت میں شریک نمازیوں کی پیٹھ پر سجدہ کرنا جائز ہے۔

أخرج ابن أبي شيبة عن سعيد بن ذي لعوة قال: قال عمر رضي الله عنه: إذا لم يقدر أحدكم على السجود يوم الجمعة فليسجد على ظهر أخيه. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۹۲/۲ رقم: ۲۷۳۵ المجلس العلمي)

وإن سجد على ظهر رجلٍ وهو أي والحال أن ذٰلك الرجل المسجود على ظهره في الصلاة يجوز سجوده. (حلبي كبير ۲۸٦)

ولو سجد على ظهر رجل إن كان للضرورة بأن لم يسجد موضعا من الأرض يسجد عليه و المسجود على ظهره في الصلاة جاز. (الفتاوىٰ الهندية ۷۰/۱، البحر الرائق ۳۱۹/۱)

وإن سجد للزحام على ظهر مصل صلاته التي هو فيها جاز للضرورة. (درمختار مع الشامي ۲۰۹/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳٦/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

کھڑے ہونے کی جگہ سے اونچی جگہ سجدہ کرنا؟

سوال (۲٦۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر سجدہ میں سر رکھنے کی جگہ نمازی کے قدم رکھنے اور کھڑے ہونے کی جگہ سے اونچی ہو تو اس اونچی جگہ پر سجدہ کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر سجدہ میں سر رکھنے کی جگہ قدم رکھنے کی جگہ سے اونچی ہو تو دیکھا جائے گا کہ اونچائی اگر بارہ انگل سے کم ہے تو سجدہ درست ہو جائے گا، اور اگر اس سے زیادہ اونچائی ہے تو سجدہ درست نہ ہوگا۔

ولو كان موضع سجوده أرفع من موضع القدمين بمقدار لبنتين منصوبتين جاز سجوده، وإن أكثر لا. (درمختار مع الشامي ۲/ ۲۱۰ زكريا)

فمقدار ارتفاع اللبنتين المنصوبتين نصف ذراع طول اثنتي عشر إصبعاً.

(حلبی کبیر ۲۸٦)

إذا كان موضع السجود أرفع من موضع القدمين بقدر لبنة أو لبنتين منصوبتين جاز، وإن زاد لم يجز. (الفتاوىٰ الهندية ۱/ ۷۰)

وفي منية المصلي: ولو أن موضع السجود أرفع من موضع القدمين مقدار لبنتين منصوبتين جاز، وإن كان أكثر لا يجوز. (البحر الرائق ۱/ ۳۲۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳٦ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے گدوں اور فوم پر سجدہ کرنا؟

سوال (۲٦۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں مساجد میں روئی کے گدے آدھی صف پر بچھائے جانے کا معمول ہے، لیکن

Marfat.com

جدید انتظامیہ نے جدت کر کے پوری صف کا گدا بنایا ہے، بعض نمازی کہتے ہیں کہ پوری صف پر روئی کا گدا بچھانا جائز نہیں، اس پر نماز نہیں ہوتی۔ واضح ہو کہ آدھا گدا گھٹنوں تک سجدہ کی حالت میں آتا ہے اور پورا گدا سجدہ کی جگہ پیشانی تک آتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ آدھا صحیح ہے یا پورا صحیح ہے، یا دونوں طرح درست ہے؟

اسی طرح اب مساجد میں کارپیٹ کے نیچے فوم بچھانے لگے ہیں، تو بعض فوم تو ہلکے والے ہوتے ہیں، جب کہ بعض فوم اتنے موٹے ہوتے ہیں کہ ان پر پیشانی ٹک نہیں پاتی، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں بچھائے جانے والے گدے اور فوم اگر اتنے ہلکے ہوں کہ سجدہ کرتے وقت پیشانی زمین پر ٹک جاتی ہے، تو ایسے گدوں پر نماز پڑھنا فی نفسہٖ جائز اور درست ہے، خواہ پوری صف کے ہوں یا آدھی صف کے؛ لیکن اگر گدے اور فوم اتنے دبیز ہوں کہ پیشانی ان پر نہ ٹکے، تو ان پر سجدہ درست نہ ہوگا۔

ومن هنا يعلم الجواز على الطراحة القطن، فإن وجد الحجم جاز وإلا فلا. (شامي / باب صفة الصلاة ۲/۲۰۶ زكريا، ۱/۵۰۱ كراچی، فتح القدير ۱/۳۰۴، الطحطاوي ۱۲۶ كراچي، ۸۴-۸۵ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۶/۲۷ھ

ہر رکعت میں دونوں سجدے فرض ہیں، اور اُنہیں پے در پے کرنا واجب ہے

سوال (۲۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں دونوں سجدے فرض ہیں یا دونوں واجب ہیں یا ایک فرض اور ایک واجب، نیز اگر

Marfat.com

کسی آدمی نے دوسرا سجدہ یا پہلا سجدہ ترک کردیا تو کیا سجدۂ سہو سے اس کی نماز درست ہوجائے گی یا نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہر رکعت میں دونوں سجدے فرض ہیں؛ لیکن انہیں پے در پے ادا کرنا واجب ہے؛ لہٰذا اگر کسی شخص سے سہواً کسی رکعت میں ایک سجدہ رہ گیا تو سلام پھیرنے سے پہلے پہلے اگر یاد آنے پر اسے ادا کرلیا اور پھر سجدۂ سہو کرلیا تو نماز درست ہوجائے گی، ورنہ نہیں۔

قال تعالیٰ: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ﴾ [الحج: ۷۷]

إن المتروک ثلاثة أنواع: فرض وسنة وواجب، ففي الأول إن أمكنه التدارک بالقضاء يقضي، وإلا فسدت صلاته. (الفتاوىٰ الهندية ۱۲۶/۱، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ۳۸۷/۲ رقم: ۲۷۵۱ زكريا)

ومنها رعاية الترتيب في فعل مكرر فلو ترک سجدة من ركعة فتذكرها في آخر الصلوة سجدها وسجد للسهو لترک الترتيب فيه، وليس عليه إعادة ماقبلها. (الفتاوىٰ الهندية ۱۲۷/۱)

السجود الثاني فرض كالأول بإجماع الأمة. (الفتاوىٰ الهندية ۷۰/۱، طحطاوي على مراقي الفلاح ۱۸۵ مصري، السعاية شرح شرح الوقاية ۱۱٤/۲ لاهور)

قلت: قد تدل على فرضية السجدتين في الصلاة الأحاديث التي وردت فيها الطمانينة والأدعية بينهما وقصة تعليم الصلاة للأعرابي، وصفة صلاة النبي صلى الله عليه وسلم حيث وردت في كل منها سجدتان. (أنظر: صحيح البخاري رقم: ۸۲۸–۸۵۷، صحيح مسلم رقم: ۳۹۷، سنن أبي داؤد رقم: ۸۵۷–۹٦٦، سنن النسائي رقم: ۱۰۳۵، سنن الترمذي رقم: ۲۸۲–۳۰۳–۳۰۵، سنن ابن ماجة رقم: ۸۹۱–۸۹۸–۱۰٦۰–۱۰٦۱)

قال العلامة التهانوي بعد نقل هٰذه الأحاديث في إعلاء السنن: قلت: دلالته

Marfat.com

علی مسائل الباب ما سوی الذکر بین السجدتین ظاهرة، لما فیه من صیغة الأمر المقتضیة للوجوب. (إعلاء السنن، الصلاة / باب وجوب الرفع من السجدة والجلسة بین السجدتین واستحباب الذکر بینهما وافتراض السجدة الثانیة ۳/ ٤٤ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مائک خراب ہوجانے کی وجہ سے بعض مقتدیوں کا پہلی رکعت کا ایک سجدہ چھوٹ گیا؟

سوال (۲۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب عید الاضحیٰ کی نماز پڑھا رہے تھے، پہلی رکعت کے سجدہ میں تھے کہ اسی دوران مائک خراب ہوگیا، جس کی بناء پر امام صاحب اور کچھ مقتدی کھڑے ہوگئے، امام صاحب نے دوسری رکعت کی قرأت شروع کردی، تو اکثر لوگ دوسرے سجدہ کی تکبیر کا انتظار کرکے ایک ہی سجدہ پر اکتفا کرکے کھڑے ہوگئے، اور پھر بقیہ نماز ادا کی، تو گویا کہ پہلی رکعت میں زیادہ زیادہ تر لوگوں کا ایک ہی سجدہ ہو پایا تھا، جس کی وجہ سے لوگوں کو تشویش ہوئی اور شور وغل ہوا، تو امام صاحب نے فرمایا کہ جم غفیر کی وجہ سے نماز ہوگئی، کسی کو لوٹانے کی ضرورت نہیں، تو کیا جن لوگوں کا ایک سجدہ ہوا ہے ان لوگوں کی نماز ہوگئی یا نہیں، لوٹانا تو ضروری نہ ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جن نمازیوں کا سجدہ چھوٹ گیا ان کی نمازیں فاسد ہوگئیں، اور اب چوں کہ وقت نکل چکا ہے؛ لہٰذا قضا کی بھی کوئی صورت نہیں ہے، اور امام صاحب کا یہ کہنا کہ جم غفیر کی وجہ سے سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں، اس وقت صحیح ہوتا جب کہ کوئی واجب چھوٹ جاتا اور یہاں واجب نہیں؛ بلکہ فرض چھوٹ گیا؛ لہٰذا اس کی تلافی سجدۂ سہو سے نہیں ہوسکتی، غالباً واجب والے مسئلہ سے امام صاحب کو اشتباہ ہوگیا۔

السجود الثاني فرض کالأول بإجماع الأمة. (الفتاویٰ الهندیة ۱/ ۷۰)

Marfat.com

أو دخل معه فأفسدها فلا قضاء عليه. (البحر الرائق ۱۶۳/۲)

الأصل في هذا أن المتروك ثلاثة أنواع: فرض وسنة وواجب، ففي الأول إن أمكنه التارك بالقضاء يقضي وإلا فسدت صلاته. (الفتاوىٰ الهندية ۱۲۶/۱ باب سجود السهو، الفتاوىٰ التاتارخانية ۳۸۷/۲ رقم: ۲۷۵۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۸/۱/۱۴۲۴ھ

قیام، رکوع اور سجدہ میں ترتیب لازم ہے

سوال (۲۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ارکانِ نماز، قیام، رکوع اور سجدہ کو ترتیب کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے؟ اگر خلاف ترتیب مثلاً رکوع کو سجدہ پر مقدم کر دیا تو نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز میں قیام، رکوع اور سجدہ میں ترتیب فرض ہے؛ لہٰذا اگر رکوع کر کے پھر قیام کر لیا یا رکوع سے قبل سجدہ کر لیا، تو از سر نو رکوع اور سجدہ کرنا پڑے گا ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔

وترتيب القيام على الركوع والركوع على السجود والقعود الأخير على ما قبله. (در مختار) أي تقديمه على الركوع حتى لو ركع ثم قام لم يعتبر ذلك الركوع، فإن ركع ثانياً صحت صلاته لوجود الترتيب المفروض. (شامي ۱۳۸/۲ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۷۰/۱، شرح وقاية ۱۴۱/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قعدۂ اخیرہ میں فرض کی مقدار؟

سوال (۲۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: قعدۂ اخیرہ میں فرض کی مقدار کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قعدۂ اخیرہ میں کم از کم اتنی دیر بیٹھنا فرض ہے جس میں پوری التحیات جلدی سے جلدی پڑھی جاسکتی ہو۔

أخرج أبوداؤد عن القسم بن مخيمرة قال: أخذ علقمة بيدي، فحدثني أن عبد اللّٰه بن مسعود رضي الله عنه أخذ بيده وأن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بيد عبد الله، فعلمه التشهد في الصلاة، فذكر مثل دعا حديث الأعمش، إذا قلت هٰذا أو قضيت هٰذا، فقد قضيت صلاتک إن شئت أن تقوم فقم، وإن شئت أن تقعد فاقعد. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب التشهد ١٣٩/١ رقم: ٩٧٠ دار الفكر بيروت)

وقدر الفرض في القعدة هو القعود مقدار أدنىٰ قراءة التشهد وهو أسرع ما يكون مع تصحيح الألفاظ. (حلبي كبير ٢٩٠)

والقعود الأخير قدر التشهد وهي فرض بإجماع الأمة، قال الشيخ قاسم فى شرح الدر: قد وردت أدلة كثيرة بلغت مبلغ التواتر على أن القعدة الأخيرة فرض. (الفتاوىٰ الهندية ٧٠/١، الفتاوىٰ التاتارخانية ١٢٨/٢ رقم: ١٩٣٩ زكريا)

ومنها: القعود الأخير مقدار التشهد كذا في التبيين. (البحر الرائق ٢٩٤/١)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سونے کی حالت میں ارکانِ نماز ادا کرنا؟

سوال (۲۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص دورانِ نماز سوگیا اور ایک دو رکن اس کا سونے کی حالت میں ادا ہوا، بایں طور کہ ایسے بالکل شعور نہ رہا، مثلاً سوتے ہوئے سجدہ، یا رکوع یا قرأت کی اور ان ارکان کی ادائیگی کے وقت اسے بالکل تیقظ اور بیداری نہ رہی ہو، تو ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سونے کی حالت میں ارکانِ نماز کی ادائیگی معتبر نہیں ہے؛ لہٰذا اگر پوری طرح سوتے ہوئے قرأت کی، یا بالکل گہری نیند میں رکوع، سجدہ اور قعدۂ اخیرہ کیا تو اس کا کچھ اعتبار نہیں، ازسرنو ان ارکان کو جاگ کر ادا کرے اور اخیر میں سجدۂ سہو بھی کرے۔

فإن أتی بها أو بأحدها بأن قام أو قرأ أو رکع أو سجد أو قعد الأخیر نائماً لا یعتد بما أتی به بل یعیده ولو القراءة أو القعدة علی الأصح وإن لم یعده تفسد لصدوره لا عن اختیار فکان وجوده کعدمه به والناس عنه غافلون. (درمختار مع الشامي ۲/ ۱٤٥-۱٤٦ زکریا، البحر الرائق / باب صفة الصلاة ۱/ ۲۹٥ کوئٹه) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رکوع یا سجدہ کی حالت میں سوجانا؟

سوال (۲۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص رکوع یا سجدہ کی حالت میں سوجائے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر رکوع یا سجدہ میں جاتے وقت بیدار تھا پھر سو گیا اور بعد میں بیدار ہوکر سر اٹھایا نماز درست ہوگئی؛ اس لئے کہ اصل فرض کی ادائیگی اپنے اختیار سے رکوع سجدہ میں جانے اور اٹھنے سے ہوچکی ہے۔

ولو رکع أو سجد فنام فیه أجزأه لحصول الرفع منه والوضع بالاختیار.

(درمختار مع الشامي ۲/ ۱٤٦ زکریا)

ولو سجد وهو نائم أعاد السجدة، ولو نام في رکوعه وسجوده لا یعید شیئاً، کذا في محیط السرخسي. (الفتاویٰ الهندیة ۱/ ۷۰، البحر الرائق / باب صفة الصلاة

Marfat.com

۱۹۵/۱ کوئٹہ، الفتاویٰ التاتارخانیة ۲/۲۴۲ رقم: ۲۳۰۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قعدہ اخیرہ میں حدث لاحق ہوگیا؟

سوال (۲۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اس شخص کی نماز کا کیا حکم ہے جس کو قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کے بعد بلا ارادہ حدث لاحق ہوگیا، آیا اس کی نماز تام ہوئی یا نہیں؛ اس لئے کہ نماز کو بالقصد ختم کرنا ضروری ہے، وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز سے اپنے ارادہ سے نکلنا بھی فرض ہے؛ لہٰذا اگر قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کے بعد بلا ارادہ کوئی حدث لاحق ہوگیا، تو اس کی نماز تام نہیں ہوئی، اس پر لازم ہے کہ دوبارہ وضو کر کے نماز پوری کرے۔

إذا سبقه الحدث بعد ما قعد قدر التشهد في القعدة الأخيرة، فإن صلاته تامةٌ فرضاً عندهما، وعند أبي حنيفةؒ لم تتم صلاته فرضاً فيتوضأ ويخرج منها بفعلٍ منافٍ لها. (البحر الرائق ۲۹۵ کراچی)

وإن سبقه الحدث من غير عمده في هذه الحالة فكذلك تمت صلاته عندهما، وقال أبو حنيفة: يتوضأ ويخرج عن الصلاة، بفعله قصداً لكونه فرضا قد بقي عليه من فرائضهما، حتى لو لم يتوضأ ولم يخرج بصنعه؛ بل عمل عملاً ينافي الصلاة من غير متعلقات الوضوء تبطل صلاته لفعله فرضا من فرائضهما، وهو الخروج منها بغير طهارة. (حلبي كبير ۲۹۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

قرأت کے مسائل

قرأت کی اصطلاحی تعریف

سوال (۲۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرأت کی شرعی حیثیت کیا ہے اور قرأت کسے کہتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء سے شرعی قرأت کے مفہوم کے متعلق دو اقوال منقول ہیں:

(۱) ایک یہ کہ زبان سے صحیح حروف کی ادائیگی اس طرح ہو کہ آدمی خود اپنے پڑھے ہوئے کو سن سکے (یہ علامہ ہندوانیؒ وعلامہ فضلیؒ کا قول ہے)

(۲) دوسری رائے یہ ہے کہ قرأت کے لئے صرف زبان سے تصحیح حروف کافی ہے خود سننا لازم نہیں (یہ علامہ کرخیؒ کا قول ہے)

اور اگرچہ دونوں اقوال کی تصحیح کی گئی ہے؛ لیکن زیادہ تر فقہاء کا رجحان پہلے قول کی طرف ہے۔

القراءة وهو تصحيح الحروف بلسانه بحيث يسمع نفسه. فإن صحّح الحروف من غير أن يسمع نفسه لا يكون ذلك قراءة في اختيار الهندواني والفضلي الخ، وقيل: إذا صحّح الحروف يجوز وإن لم يسمع نفسه وهو اختيار الكرخي. (حلبي كبير ٢٧٥، الفتاوىٰ الهندية، الباب الرابع / الفصل الأول في الفرائض ٦٩/١، مجمع الأنهر، الصلاة / فصل في القراءة ١٥٧/١ دار الكتب العلمية بيروت)

Marfat.com

وذكر أن كلًّا من قولي الهندواني والكرخي مصححان، وأن ما قاله الهندواني أصح وأرجح لاعتماد أكثر علماء نا عليه. (شامی ۲/۲۵۳ زکریا)

وقال في البدائع: وقول الكرخي أصح. (طحطاوي ۲۲۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زبان سے تلفظ کے بغیر دل میں قرأت کرنا؟

سوال (۲۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور قرأت زبان سے ادا نہیں کرتا ہے؛ بلکہ دل ہی دل میں پڑھتا ہے، کیا ایسے شخص کی نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز میں قرأت کا تلفظ زبان سے کرنا ضروری ہے، دل دل میں پڑھنے سے فرض قرأت ادا نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۳۱۹)

تصحيح الحروف أمر لازم لابد منه، ولا تصير قراءة إلا بعد تصحيح الحروف، قال شمس الأئمة الحلواني رحمه الله: الأصح أنه لا يجزيه ما لم يسمع نفسه ويسمع من هو بقربه. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲ ٥٦ رقم: ۲۲۳ ۷ زكريا، شامی، فصل في القراءة ۲/۲٥۲ زكريا، حلبي كبير، فرائض الصلاة / الثالث: القراءة ۲۷٥ لاهور)

أكثر المشائخ على أن الصحيح أن الجهر حقيقته أن يسمع غيره، والمخافتة أن يسمع نفسه، وقال الهندواني: لاتجزيه ما لم تسمع أذناه ومن يقربه فالسماع شرعاً فيما يتعلق بالنطق باللسان كالشربة والقراءة السرية والتشهد. (مراقي الفلاح على الطحطاوي / باب شروط الصلاة وأركانها ۱۷٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

جو شخص قرآن پڑھا ہوا نہ ہو وہ نماز کیسے پڑھے؟

سوال (۲۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص قرآن پڑھا ہوا نہ ہو اور ما یجوز بہ الصلوٰۃ مقدار قرأت بھی اسے یاد نہ ہو، تو ایسا شخص نماز کیسے پڑھے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو شخص قرآن پڑھا ہوا نہ ہو اس پر قرآن سیکھنا اور سورۂ فاتحہ اور دیگر سورتیں یاد کرنا لازم ہے ورنہ وہ کوتاہی پر گنہگار ہوگا، اور جب تک نہ سیکھ سکے تو نماز اس طرح پڑھے کہ نیت باندھ کر نماز کا تصور کر کے کھڑا رہے اور قرأت کرنے کے بقدر کھڑے رہنے کے بعد رکوع سجدہ وغیرہ کرے۔

أما الأمي والأخرس لو افتتحا بالنية جاز؛ لأنهما أتيا بأقصى ما في وسعهما. (شامي، صفة الصلاة / مطلب: قد يطلق الفرض على ما يقابل الركن ۱۲۸/۲ زكريا، البحر الرائق / باب صفة الصلاة ۱۹٤/۱-۱۹۵ كوئٹه)

ولا يلزم العاجز عن النطق كأخرس وأمي تحريك لسانه، وكذا في حق القراءة، هو الصحيح لتعذر الواجب وهو التحريك بلفظ التكبير والقراءة.

(درمختار مع الشامي / باب صفة الصلاة، مطلب في حديث الأذان جزم ۱۸۱/۲ زكريا)

- وزاد في البحر: وفي شرح منية المصلي: ولا يجب عليهما تحريك اللسان عندنا وهو الصحيح. (البحر الرائق ۲۹۱/۲ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱۲/۱ھ

گونگا شخص نماز کیسے پڑھے؟

سوال (۲۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: گونگا شخص نماز کیسے پڑھے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گونگا شخص خاموش رہ کر پوری نماز ادا کرے گا اور اس کی نماز اسی طرح درست ہوجائے گی۔

إن العاجز عن النطق لا يلزمه تحريك لسانه للتكبير أو القراءة في الصحيح. (شامی ۹۱/۲ زکریا، البحر الرائق ۲۹۱/۲ کوئٹہ) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں قرأت سبعہ وعشرہ تلاوت کرنا؟

سوال (۲۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام کے لئے مروجہ قرأت کے علاوہ نماز کے اندر قرأت سبعہ، اور عشرہ وغیرہ پڑھنا کیا حکم رکھتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مقتدی حضرات علماء اور طلبہ پر مشتمل ہوں جو قرأت کے فرق سے واقف ہیں، تو ایسی صورت میں امام کے لئے قرأت سبعہ وعشرہ کے موافق قرأت کرنے کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ یہ قرأتیں بھی متواتر ہیں؛ لیکن جہاں عام نمازیوں کا مجمع ہو جو قرأت کے فرق سے واقف نہیں، تو ایسی مسجد میں امامت کرتے ہوئے قرأت حفص کے علاوہ دوسری کوئی قرأت کرنا قطعاً مناسب نہ ہوگا؛ کیوں کہ اس کی وجہ سے مقتدی عوام سخت فتنہ میں مبتلا ہوجائیں گے؛ لہٰذا ایسی عام مساجد میں قرأتِ سبعہ کے موافق قرأت نہیں کرنی چاہئے۔

ويجوز بالروايات السبع؛ بل يجوز بالعشر أيضاً كما نص عليه أهل الوصول (لكن الأولىٰ أن لا يقرأ بالعربية) أي بالروايات الغريبة والأمالات.

Marfat.com

(عند العوام صيانة لدينهم) لأن بعض السفهاء يقولون ما لا يعلمون، فيقعون في الإثم والشقاء. (درمختار مع الشامي ۲/۲۶۲ زكريا)

وقراءة القرآن بالقراءة السبع والروايات كلها جائزة ولكني أرى الصواب أن لا يقرأ بالقراءة العجيبة بالأمالات وبالروايات الغريبة ...... ولا ينبغي للأئمة أن يحملوا العوام إلى ما فيه نقصان دينهم ودنياهم وحرمان ثوابهم في عقابهم. (الفتاوى التاتارخانية ۲/۷۲ رقم: ۱۷۸۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲۰/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز کی کن کن رکعات میں قرأت فرض ہے؟

سوال (۲۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز کی کن رکعات میں قرأت فرض ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تمام سنن ونوافل اور وتر کی ہر رکعت میں قرأت فرض ہے، جب کہ دو رکعت سے زائد والی فرض نمازوں میں لاعلی التعیین صرف دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔ (اور ہر فرض میں ابتدائی دو رکعتوں میں قرأت کی تعیین واجب ہے)

وهي فرضٌ عمليّ في جميع ركعات النفل والوتر وفي ركعتين من الفرض. (شامي، مبحث القراءة ۲/۱۳۳ زكريا)

وتعيين القراءة في الأوليين من الفرض على المذهب. (درمختار مع الشامي ۲/۱۵۱ زكريا، طحطاوي على المراقي ۲۶۶)

في الفرائض محل القراءة الركعتان، حتى يفترض القراءة في الركعتين، إن كانت الصلاة من ذوات المثنى يقرأ فيهما جميعاً، وإن كانت من ذوات

Marfat.com

الأربع يقرأ في الركعتين الأوليين بفاتحة الكتاب وسورة، وفي الأخريين بفاتحة الكتاب. (المصنف لابن أبي شيبة ٢٦١/٣ رقم: ٣٧٤١)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں کتنی مقدار قرأت فرض ہے؟

سوال (۲۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں کتنی مقدار قرأت فرض ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک رکعت میں کم از کم ایک آیتِ قرآن کریم پڑھنا فرض ہے۔ (اور کم از کم تین چھوٹی سے چھوٹی آیتوں یا اس کے بقدر کا سورۂ فاتحہ کے ساتھ ملاکر پڑھنا واجب ہے)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: لا تجزئ المكتوبة إلا بفاتحة الكتاب وثلاث آيات فصاعداً. (كنز العمال ١٨٠/٧ رقم: ١٩٦٨٦ دار الكتب العلمية بيروت)

فالفرض قراءةُ آيةٍ واحدةٍ في كل ركعةٍ فرضت فيها القرأة. (حلبی کبیر ٢٧٨)

ومنها القراءة لقادر عليها. (شامی ١٣٣/٢ زكريا)

ولها واجبات: وهي قراءة فاتحة الكتاب وضم سورة كالكوثر أو ما قام مقامها، وهو ثلاث آيات قصار نحو ﴿ثُمَّ نَظَرَ. ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ. ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ وكذا لو كانت الآية أو الآيتان تعول ثلاثاً قصاراً. (درمختار مع الشامي / باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة ١٤٦/٢-١٤٩ زكريا)

فرض القراءة عند أبي حنيفة يتأدى بآية واحدة وإن كانت قصيرة، وفي الخلاصة: وهو الأصح. (الفتاوى التاتارخانية ٥٨/٢ رقم: ١٧٣٠ زكريا، فتح القدير ٣٣١/١)

Marfat.com

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱؍۲؍۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں تلاوت کے کتنے درجے ہیں؟

سوال (۴۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تلاوتِ قرآن کی کتنی وجوہ اور کتنے مراتب ہیں؟ اور نماز میں وجوہِ قرأت میں سے کس کے مطابق قرأت کرنا چاہئے؟ کیا فرائض سنن ونوافل اور تراویح سب میں ایک طرح ہی قرأت مسنون ہے یا سنن ونوافل میں حدراً بھی جلدی جلدی پڑھنے کی گنجائش ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اہل تجوید کے نزدیک قرآنِ کریم کی تلاوت کے چار مراتب ہیں:

(۱) ترتیل:- یعنی مخارج وصفات کی رعایت رکھتے ہوئے خوش الحانی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا، اس طرح کی تلاوت فرض نماز میں ہونی چاہئے۔

(۲) تحقیق:- یعنی ترتیل سے بھی زیادہ اطمینان سے پڑھنا جیسا کہ جلسوں میں تلاوت ہوتی ہے۔

(۳) حدر:- یعنی قواعد تجوید کی رعایت رکھتے ہوئے قدرے رواں پڑھنا جیسا کہ تراویح میں پڑھا جاتا ہے۔

(۴) تدویر:- یعنی ترتیل وحدر کے درمیانی انداز میں تلاوت کرنا۔

ان میں سب سے افضل مرتبہ ترتیل کا ہے، چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا گیا: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ اس لئے افضل یہ ہے کہ فرض اور واجب نمازوں میں ترتیل کا لحاظ رکھا جائے، اور دیگر سنن ونوافل میں اگر حدراً یا تدویراً تلاوت کی جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: تسہیل جمال القرآن ۵-۶)

Marfat.com

ثم القراءة على ثلاثة أوجه في الفرائض: على التؤدة والترسل والتدبر حرفاً حرفاً. وفي التراويح يقرأ بقراءة الأئمة بين التؤدة والسرعة، وفي النوافل بالليل له أن يسرع بعد أن يقرأ كما يفهم وذلك مباح. (الفتاویٰ التاتارخانية ٦٧/٢ رقم: ١٧٦٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرأت کے درجات، اور مایجوز بہ الصلوٰۃ کی مقدار؟

سوال (۲۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مایجوز بہ الصلوٰۃ قرأت کی مقدار کو فقہاء کرام نے ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیتوں کو مقرر کیا ہے، شامی نے چھوٹی تین آیتوں کا معیار ﴿ثُمَّ نَظَرَ. ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ. ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ کو قرار دیا ہے، اور محشی ہدایہ نے ﴿قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ، ثُمَّ نَظَرَ، ثُمَّ عَبَسَ﴾ کو قرار دیا ہے، محشی منیۃ المصلی نے بھی چھوٹی آیت کا معیار ﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ ہی کو قرار دیا ہے، محشی ہدایہ کی عبارت یہ ہے کہ: الواجب مع الفاتحة هو قدر ثلاث آيات قصار كما هو المذكور في الكتب المعتبرة والآيات القصار مثل ﴿قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ. ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ﴾ وعند تفاوت الآيات المعتبرة كثرة الكلمات وعدد الحروف ذكره في الخانية. (هداية ١٠٤ حاشيه ٥) دیگر کتب میں بھی یہی معیار مقرر کیا گیا۔ فتاویٰ رضویہ نے مذکورہ آیتوں کے ساتھ ساتھ دوسری آیتوں کو بھی معیار بنایا، وہ ﴿اَلرَّحْمٰنُ، عَلَّمَ الْقُرْآنَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ﴾ ہے، یہ دوسرا معیار پہلے معیار سے حروف میں کم ہے، اب دریافت یہ ہے کہ یہ مذکورہ معیار چھوٹی تین آیتوں کا قرار دینا صحیح ہے یا نہیں، اگر یہ صحیح نہیں ہے تو صحیح معیار مقرر فرما کر مشکور فرمائیں، اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ کے بعد ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ جو مذکورہ بالا معیار کے مطابق ہیں، ان کے بقدر بڑی سورت سے پڑھ کر نماز مکمل کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرأت کے درجات مختلف ہیں: فرض، واجب، سنت، مکروہ، تو فرض یعنی ما یجوز به الصلاة قرأت جو سقوط ذمہ کے لئے کافی ہو جاتی ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف ایک آیت ہے، جو کم از کم دو کلمہ جیسے ﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ یا دو سے زائد کلمات جیسے ﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾ پر مشتمل ہو، چناں چہ اگر کوئی شخص محض ﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ یا ﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾ کی تلاوت کرے، تو اس سے فرضیت ساقط ہو جائے گی؛ البتہ کوئی ایک آیت ایسی پڑھے جو صرف ایک کلمہ مثلاً: ﴿مُدْهَامَّتَانِ﴾ یا صرف ایک حرف مثلاً: نٓ صٓ پر مشتمل ہو تو صحیح قول کے مطابق فرضیت ساقط نہیں ہوگی، یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے، جیسا کہ عبارت ذیل سے واضح ہو جاتا ہے۔

القراءة فرض وواجب وسنة ومكروه، فالفرض عنده في رواية آية. وفي رواية ما يطلق عليه اسم القرآن. (فتح القدير ۳۳۲/۱)

وفرضها عند أبي حنيفة يتأدى بآية واحدة وإن كانت قصيرة، كذا في المحيط. وفي الخلاصة: وهو الأصح كذا في التاترخانية. (الفتاوى الهندية ۶۹/۱ كراچی، الفتاوى التاتارخانية ۵۸/۲ رقم: ۱۷۳۰ زكريا)

ثم عنده لو قرأ آية هي كلمات أو كلمتان نحو ﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾ أو ﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ جازت بلاخلاف بين المشائخ أما لو كانت كلمه اسماً أو حرفاً نحو ﴿مُدْهَامَّتَانِ، صٓ قٓ نٓ﴾ فإن هذه آيات – إلى قوله – والأصح أنه لا يجوز. (فتح القدير ۳۳۲/۱، الفتاوى الهندية ۶۹/۱ كراچی)

لیکن نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اور اس کے ساتھ کم از کم تین چھوٹی آیتیں یا اس کے برابر ایک آیت پڑھنا بالاتفاق واجب ہے؛ لہٰذا صورتِ مذکورہ میں صرف ایک آیت یعنی ﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ وغیرہ پر اکتفا کرنے والا ترک واجب کی وجہ سے گنہ گار ہوگا، جیسا کہ عالمگیری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

والمكتفي بها مسيء. (الفتاوىٰ الهندية ۱/۶۹)

اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ما تجوز بہ الصلاۃ کی مقدار جو سقوط فرضیت کے لئے کافی ہوتی ہے، وہ کم از کم تین چھوٹی آیتیں ہیں جن کی مقدار تیس حروف ہیں، یا اس کے برابر ایک بڑی آیت ہے، بغیر اس کے فرض قرأت ادا نہیں ہوگی اور اس سے کم کوئی پڑھ لے تو اس کی نماز ذمہ سے ساقط نہیں ہوگی۔

قالا: ثلاث آيات قصار أو آية طويلة. (هدايه ۱/۱۱۸)

البتہ ان دونوں روایتوں میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہی کتب معتبرہ سے راجح معلوم ہوتا ہے، چناں چہ عبارات ملاحظہ ہوں:

قال ابن الهمام: ثم عنده لو قرأ آية هي كلمات أو كلمتان نحو: ﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾ أو ﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ جازت الصلاة بلا خلاف بين المشائخ. (فتح القدير ۱/۳۳۲، الفتاوىٰ الهندية ۱/۶۹)

وفي الدر المختار: وفرض القراءة آية على المذهب وتحته في الذي هو ظاهر الرواية عن الإمام — إلى قوله — وجزم القدوري بأنه الصحيح من مذهب الإمام، ورجحه الزيلعي بأنه أقرب إلى القواعد الشرعية. (درمختار مع الشامي ۱/۵۳۷ کرچی)

وفي الخلاصة: وهو الأصح، كذا في التاتارخانية. (الفتاوىٰ الهندية ۱/۶۹، الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۱۵۸ رقم: ۱۷۳۰ زكريا)

نیز اصول افتاء کی رو سے بھی عبادات میں حضرت امام اعظم کا قول راجح ہوتا ہے، ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ ما تجوز به الصلاة کے لئے ایک آیت جو دو کلمہ یا زائد پر مشتمل ہو کافی ہے، اس سے فرضیت ساقط ہو جائے گی؛ البتہ تین چھوٹی آیات جس کی مقدار ۳۰ حروف ہیں، یا ایک بڑی آیت جو تیس حروف یا اس سے زائد پر مشتمل ہو، پڑھنا واجب ہے، جس کا معیار فقہاء نے ﴿ثُمَّ نَظَرَ. ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ. ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ کو ٹھہرایا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲/۱۵۸)

لہٰذا ''فتاویٰ رضویہ'' میں جو مذکورہ آیتوں کے ساتھ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ، خَلَقَ

Marfat.com

الْاِنْسَانَ﴾ کو معیار قرار دیا ہے، تیس حروف سے کم ہونے کی وجہ سے قرأت واجبہ کے معیار کو بالاتفاق اور قرأت مفروضہ کے معیار کو صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک نہیں پہنچ سکتی۔

وفي الدر المختار: أقصر سورة كالكوثر أو ما قام مقامها وهو ثلاث اٰيات قصار نحو: ﴿ثُمَّ نَظَرَ. ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ. ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ وفي الشامية: وهي ثلاثون حرفاً، فلو قرأ اٰية طويلة قدر ثلاثين حرفاً يكون بقدر ثلاث اٰياتٍ. (شامی ٤٥٨/١ کراچی)

چناں چہ اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ کی ایک آیت یا دو آیت پڑھنے کے بعد ایک بڑی سورت پڑھ کر نماز مکمل کرلے تو اکثر سورۂ فاتحہ (جس کا پڑھنا واجب ہے) ترک کرنے کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا، تاہم اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو بالاتفاق فرضیت ساقط ہو جائے گی، اور نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

وتجب قراءة فاتحة الكتاب فيسجد للسهو بترك أكثرها لا أقلها لكن في المجتبىٰ يسجد بترك اٰية منها. (درمختار مع الشامي ٦٤/٢ كراچی، شامی ١٤٩/٢ زكريا)

وذكر هشام عن محمد: إذا سها عن الأكثر من فاتحة الكتاب فعليه السهو، يعني إذا قرأ الأقل ونسي الأكثر، وإذا قرأ الأكثر ونسي فلا سهو عليه.

(الفتاوىٰ التاتارخانية ٣٩٢/٢ رقم: ٢٧٦٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۷/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

"ما يجوز به الصلوٰة" قرأت کی واجبی مقدار کیا ہے؟

سوال (۲۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے وتر کی پہلی رکعت میں ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ، وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَانٍ. فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ اور تیسری

Marfat.com

رکعت میں ﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلَانِ. فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ پڑھی، کیا ما یجوز به الصلاة قرأت ادا ہوئی یا نہیں؟ بالخصوص تیسری رکعت میں مدلل باحوالہ جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: راجح اور محتاط قول کے مطابق ہر رکعت میں کم از کم ۳۰/حروف پر مشتمل آیت یا آیات متوالیہ پڑھنی ضروری ہیں، اور مسئولہ صورت میں تینوں رکعتوں میں اس مقدار کے مطابق قرأت پائی گئی ہے؛ لہٰذا نماز میں کوئی خرابی نہیں آئی۔

وضم آية سورة أو ما قام مقامها وهو ثلاث آيات قصار نحو: ﴿ثُمَّ نَظَرَ. ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ. ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ وكذا لو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاثاً قصاراً. (درمختار) أي مثل ثم نظر ...... وهي ثلاثون حرفاً. (شامی ۱۴۹/۲ زکریا)

فرض القراءة عند أبي حنيفة رحمه الله يتأدى بآية واحدة وإن كانت قصيرة وهو الأصح، وروى الحسن عن أبي حنيفة: أدنى ما يجوز من القراءة في الصلاة في كل ركعة ثلاث آيات تكون تلك الآيات الثلاث مثل أقصر سورة من القرآن، وإن قرأ بآيتين طويلتين أو بآية طويلة تكون تلك الآيات مثل أقصر سورة في القرآن يجزيه ذلك. (الفتاوى التاتارخانية ۵۹/۲ رقم: ۱۷۳۵ زكريا، الفتاوى الهندية / الفصل الثاني في واجبات الصلاة ۷۱/۱، البحر الرائق / باب صفة الصلاة ۵۱۶/۱ رشيدية، مراقي الفلاح مع الطحطاوي / فصل في بيان واجب الصلاة ۲۰۰، هداية / باب النوافل ۱۴۷/۱ ياسر نديم، مجمع الأنهر، الصلاة / باب صفة الصلاة ۱۳۰/۱ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۱۹/۱۱/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں قرأت کی مستحب مقدار؟

سوال (۲۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: نماز میں کتنی مقدار کی قرأت پڑھنا مستحب ہے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس سلسلہ میں نمازی کی تین حالتوں کے اعتبار سے حکم الگ الگ ہے:

(۱) اگر نمازی سفر میں ہو اور سفر جاری ہو تو سورۂ فاتحہ کے بعد حسبِ سہولت جو سورت پڑھنا چاہے پڑھے، خواہ وہ چھوٹی سے چھوٹی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ کوئی سی نماز کیوں نہ ہو؟

(۲) اگر نمازی مسافر ہو؛ لیکن کسی جگہ اطمینان کے ساتھ ٹھہرا ہو، تو نماز فجر وظہر میں اوساطِ مفصل میں سے لمبی سورتیں، نماز عصر وعشاء میں اوساطِ مفصل کی چھوٹی سورتیں اور نماز مغرب میں قصارِ مفصل کی چھوٹی سے چھوٹی سورتیں پڑھنا مستحب ہے۔

(۳) اور اگر نمازی مقیم ہو اور وقت میں بھی گنجائش ہو، تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ نماز فجر وظہر میں طوالِ مفصل، نماز عصر وعشاء میں اوساطِ مفصل اور نماز مغرب میں قصارِ مفصل پڑھے۔

اور طوالِ مفصل سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتوں کو کہا جاتا ہے، جب کہ سورۂ طارق سے سورۂ لم یکن تک اوساطِ مفصل، اور سورۂ زلزال سے آخر قرآن تک کی سورتیں قصارِ مفصل کہلاتی ہیں۔

عن عقبة بن عامر رضي الله عنه أنه سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن المعوذتين، قال عقبة: فأمنا بهما رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلاة الفجر. (سنن لنسائي، لصلاة / باب القراءة في الصبح بالمعوذتين ۱/۱۱۱ رقم: ۹٤۸ دار الفكر بيروت)

عن أبي برزة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في صلاة الغداة بالستين إلى المائة. (سنن النسائي، الصلاة / باب القراءة في الصبح بالستين إلى المائة ۱/۱۱۰ رقم: ۹٤٤ دار الفكر بيروت)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

Marfat.com

يقرأ في المغرب بقصار المفصل. (شرح معاني الآثار ٢٧٨/١ رقم: ١٢٤٣ بيروت)

والمستحب على ثلاثة أوجه، أحدها أن يقرأ في السفر حالة الضرورة الخ. بفاتحة الكتاب وأي سورة شاء أو مقدار أقصر سورة من أي محل تيسر الخ. والوجه الثاني أن يكون في السفر حالة الا ختيار الخ. يقرأ في صلاة الفجر مع الفاتحة سورة البروج الخ. ويقرأ في الظهر كذلك ويقرأ في العصر والعشاء دون ذلك، وفي المغرب يقرأ بالقصار جداً الخ. والوجه الثالث أن يكون في الحضر الخ. (حلبي كبير ٣١٠، الفتاوى التاتارخانية ٦١/٢ رقم: ١٧٤٧، ٦٢/٢ رقم: ١٧٥٠ زكريا)

ويسن في الفجر والظهر ومنها الخ. لم يكن أوساطه في العصر والعشاء وباقيه قصاره في المغرب أي في كل ركعة سورة مما ذُكِرَ، ذكره الحلبي. (درمختار ٢٦١/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱۱/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں قرأت مسنونہ کی اہمیت؟

سوال (۲۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں قرأت مسنونہ کی اہمیت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں قرأتِ مسنونہ کا اہتمام مستحب ہے۔

ويستحب في الحضر أن يقرأ في الفجر طوال المفصل وفي الظهر كذلك. (منية المصلي ٩٧)

والمستحب قراءة المفصل تيسراً للأمر. (فتاوىٰ قاضي خان ١٠٦/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۲/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

بلاعذر نماز میں قرأتِ مسنونہ کوترک کرنا؟

سوال (۲۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بلاعذر قرأت مسنونہ ترک کرنا اوراس ترک پر کثرت سے عمل کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عام حالات میں بلاعذر اس کا ترک مناسب نہیں ہے، بالخصوص اس کے ترک پر کثرت سے عمل کرنا اوراس کی عادت بناکر بالقصد کراہتِ تنزیہی کا مرتکب ہونا قابل اصلاح ہے، ایسے امام کونرمی سے سمجھادیا جائے ۔(احسن الفتاویٰ ۷۲/۳)

تارة يقتصر على أدنى ما ورد كأقصر سورة من طوال المفصل في الفجر، أو أقصر سورة من قصاره عند ضيق وقت أو نحوه من الأعذار؛ لأنه عليه السلام قرأ في الفجر بالمعوذتين لما سمع بكاء صبي خشية أن يشق على أمه، فليس المراد إلغاء الوارد ولو بعذر. (ردالمحتار لابن عابدين الشامي، فصل في القراءة / مطلب أن تكون سنة عين وسنة كفاية ۲/ ۲٦۲ زكريا)

وفي الضرورة بقدر الحال أيٌ سواء كان في الحضر أو السفر. (ردالمحتار لابن عابدين الشامي، فصل في القراءة / مطلب أن تكون سنة عين وسنة كفاية ۲/ ۲۵۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرأتِ مسنونہ کوچھوڑ کرامام کا کہنا کہ ترکِ سنت گناہ نہیں

سوال (۲۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگرکوئی امام قرأتِ مسنونہ کوچھوڑتا ہو پھر متوجہ کرنے پرامام کا یہ کہنا ہو کہ ترک سنت گناہ نہیں ہے، تواس کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سنتِ مؤکدہ کا ترک تو بلاعذر موجبِ گناہ ہے؛ لیکن قرأتِ مسنونہ جو مستحب کے درجہ میں ہے، اس کے ترک میں اتنی کراہت نہیں ہے؛ پھر بھی امام صاحب کو خواہ مخواہ ترک پر اصرار نہیں کرنا چاہئے، اور لوگوں کو مقدار مسنونہ کا عادی بنانا چاہئے۔

أقول: قد مثلوا لسنة الزوائد أيضاً بتطويله عليه الصلاة والسلام القراءة ......، ولا شك في كون عبادة، وحينئذ فمعنى كون سنة الزوائد عادة أن النبي صلى الله عليه وسلم واظب عليها حتى صارت عادة له ولم يتركها إلا أحياناً؛ لأن السنة هي الطريقة المسلوكة في الدين، فهي في نفسها عبادة وسميت عادة، ولما لم تكن من مكملات الدين وشعائره سميت سنة الزوائد، بخلاف سنة الهدي وهي السنن المؤكدة القريبة من الواجب التي يضلل تاركها؛ لأن تركها استخفاف بالدين. (شامي، الطهارة / مطلب في السنة وتعريفها ۱/ ۲۱۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۴ ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں جہری اور سری قرأت کی حکمت؟

سوال (۲۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فجر کی نماز میں قرأت آواز سے پڑھی جاتی ہے، مغرب میں دو رکعت میں آواز سے اور ایک رکعت خاموشی سے، عشاء میں دو رکعت آواز سے دو رکعت خاموشی سے، ظہر اور عصر میں بالکل خاموشی کے ساتھ، ایسا کیوں ہوتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: احکام کی اصل علتوں اور حکمتوں کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، ہم تو اس کے بندے ہیں جیسا حکم ملا اس کے پابند ہیں، باقی بظاہر آپ کے سوال کا جواب یہ ہے

Marfat.com

کہ قرآن کا استماع تدبر کا مقتضی ہے، جو سکون کو چاہتا ہے، اس بنا پر سکون کے اوقات فجر، مغرب اور عشاء میں جہر کا حکم دیا گیا ہے، اور ظہر وعصر چوں کہ مشغولیت کے اوقات ہیں، ان میں تدبر کا مقصود حاصل ہونا دشوار ہے، اس لئے ان نمازوں میں سر کا حکم دیا گیا۔ (مستفاد: المصالح العقلیۃ ۹۱)

وأوجبت أيضا أنه لا يحل أن يتوقف في امتثال أحكام الشرع إذا صحت بها الرواية على معرفة تلك المصالح لعدم استقلال عقول كثير من الناس في معرفة كثير من المصالح ولكون النبي صلى الله عليه وسلم أوثق عندنا من عقولنا. (حجة الله البالغة، مقدمة شيخ محدث الدهلوي ٤٣/١ حجاز ديوبند)

اور فرض نمازوں کی صرف ابتدائی دو رکعتوں میں سر وجہر کا مدار قرأت کے حکم پر ہے، یعنی چوں کہ قرأتِ قرآن کی فرضیت اور وجوب کا تعلق صرف ابتدائی دو رکعتوں سے ہے، اس لئے بقیہ رکعتوں میں جب قرأت ہی فرض نہیں تو سر وجہر کا بھی سوال نہیں، ہاں نفلی نماز ہو تو اس میں ہر شفعہ مستقل نماز کے حکم میں ہے، اور اس کی ہر رکعت میں قرأت فرض ہے۔ (مستفاد: شامی ۳/۲ ۱۵ زکریا)

عن الزهري قال: سن رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يجهر بالقراءة في الفجر في الركعتين، وفي الأوليين من المغرب والعشاء، ويسر فيما عدا ذلك. (أخرجه أبوداؤد في مراسيله، دراية ٩١، إعلاء السنن، أبواب القراءة / باب وجوب الجهر في الجهرية والسر في السرية ٥/٤ رقم: ٩٧١ دار الكتب العلمية بيروت)

والأصل في الجهر والإسرار أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يجهر بالقراءة في الصلاة كلها في الابتداء، وكان المشركون يؤذونه ويقولون لاتباعهم إذا سمعتموه يقرأ فارفعوا أصواتكم بالأشعار. (طحطاوي ٢٥٣، بدائع الصنائع ٣٩٥/١ زكريا)

ويجهر الإمام بالقراءة في الفجر وأولى المغرب والعشاء والجمعة والعيدين للتوارث من زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى هذا الآن، والجهر واجب ويخفي الإمام في الظهر والعصر للتوارث المذكور. (رسائل

Marfat.com

الأركان ۱۰۰، ط: العلوي لكهنؤ، بحواله: فتاویٰ محمودیه ۱۰/۴۵۲ میرٹھ، طحطاوي على مرقي الفلاح / فصل في بيان واجبات الصلاة ۲۰۵، بدائع الصنائع، الصلاة / فصل في بيان واجبات الصلاة الأصلية ۱/۳۹۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دن کی نماز میں سری قرأت اور رات کی نماز میں جہری قرأت کی وجہ؟

سوال (۲۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دن کی نماز میں قرأت سراً کیوں ہے وجہ کیا ہے؟ جب کہ رات کی نماز میں جہراً ہے، آخر فرق کیوں ہے، جب کہ دونوں نماز ہی ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں بہت سے احکام ایسے ہیں جن کی عقلی وجہ سمجھ میں نہیں آسکتی، اور نہ اس کو جاننے کی ضرورت ہے، مثلاً نماز کی رکعتوں کی الگ الگ تعداد کہ کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ فجر میں دو رکعت اور ظہر میں چار رکعت ہی کیوں متعین کی گئی، اسی طرح کے احکامات میں یہ بھی ہے کہ دن کی عام نمازوں میں آہستہ قرأت اور رات کی نمازوں میں جہری قرأت کی جائے۔ جب اس بارے میں پیغمبر علیہ السلام نے ہمیں کوئی وجہ نہیں بتائی، تو ہم اپنے طور پر کوئی حتمی علت متعین نہیں کر سکتے؛ البتہ بہت سے علماء نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ دورِ نبوت میں دن میں جہری قرأت کی وجہ سے مشرکین کی طرف سے ایذاء رسانی کا اندیشہ زیادہ تھا، اس لئے سری قرأت کا حکم دیا گیا، اور رات میں یہ اندیشہ زیادہ نہیں تھا، اس لئے جہر کا حکم دیا گیا ہے۔

ويجهر الإمام بالقراءة في الفجر، وفي المغرب، والعشاء، والجمعة، والعيدين للتوارث من زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى هذا الآن، والجهر واجب، ويخفي الإمام في الظهر والعصر للتوارث المذكور. (أركان الإسلام ۱۰۰ بحواله: فتاویٰ محمودیه ۷/۹۶، شامي ۲/۲۵۱ زكريا، مجمع الأنهر ۱/۱۰۳)

Marfat.com

والأصل في الجهر والإسرار أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يجهر بالقراءة في الصلوات كلها في الابتداء وكان المشركون يؤذونه ويقولون لأتباعهم إذا سمعتموه يقرأ فارفعوا أصواتكم بالأشعار وإلا أجيز، وقابلوه بكلام اللغو حتى تغلبوه، فيسكت ويسبون من أنزل القرآن، ومن أنزل عليه فانزل الله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ أي لا تجهر بصلاتک كلها ولا تخافت بها كلها ﴿وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِکَ سَبِيْلًا﴾ بأن تجهر بصلاة الليل وتخافت بصلاة النهار فكان بعد ذٰلک يخافت في صلاة الظهر والعصر. ويجهر في المغرب والعشاء والفجر. (طحطاوي على مرقي الفلاح ٢٥٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۷/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ظہر اور عصر میں جہری قرأت نہ ہونے کی وجہ

سوال (۲۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ظہر وعصر میں جہری قرأت نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کونسی نماز میں جہری قرأت کی جائے اور کن نمازوں میں سری قرأت کی جائے؟ اس میں عقل سے کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ اس بارے میں ہم حکم شرعی کے پابند ہیں، چوں کہ پیغمبر علیہ السلام نے ظہر اور عصر میں جہری قرأت نہیں فرمائی ہے، اس لئے ہم بھی اسی کے مکلف ہیں؛ البتہ روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں دن کے اوقات میں جہری قرأت کرنے پر مشرکین شور وشر مچاتے تھے، اس لئے جہری قرأت کے بجائے سری قرأت کا حکم دیا گیا۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجهر بالقراءة في الصلوات كلها

Marfat.com

في الابتداء، إلا أن الكفار لما لغوا عند القراءة وغلطوه في الظهر والعصر ترک الجهر فيهما بهذا العذر، إن زال بكثرة المسلمين بقيت المخافته كالرمل في الطواف، وأما في المغرب والعشاء والفجر، فالكفار كانوا متفرقين ونياما. (عناية مع الفتح ۳۳۱/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرّی ادنیٰ مقدار کیا ہے؟

سوال (۲۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بکر نماز کی حالت میں قرآنِ پاک بہت آہستہ آہستہ پڑھتا ہے، یعنی بذاتِ خود اپنے کانوں کو بھی آواز نہیں آتی، صرف ہونٹ حرکت کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں امام کرخیؒ کے قول کے مطابق اس کی نماز صحیح ہوگئی؛ لیکن زیادہ تر مشائخ احناف نے اس بارے میں علامہ ہندوانی کے قول کو ترجیح دی ہے، جن کا کہنا یہ ہے کہ صحت نماز کے لئے محض تصحیح حروف کافی نہیں؛ بلکہ اتنی آواز سے پڑھنا ضروری ہے کہ کم از کم خود سن سکے؛ لہٰذا آئندہ اسی قول پر عمل کرے؛ تاکہ بلا اختلاف اس کی نمازیں صحیح ہوں۔

وأخرج ابن أبي شيبة عن عبيدة وعن ليث عن ابن سابط قالا: أدنىٰ ما يقرأ القرآن أن تسمع أذنيک. (المصنف لابن أبي شيبة ۲۴۷/۳ رقم: ۳٦۵۸)

وأدنى المخافتة إستماع نفسه ومن يقربه. (شامی ۵۳۵/۱ کراچی، شامی ۲۵۲/۲ زکریا)

وذكر أن كلا من قولي الهندواني والكرخي: مصححان، وإن ما قاله الهندواني أصح وأرجح لاعتماد أكثر علمائنا عليه. (شامی ۵۳٤/۱ کراچی، شامی ۲۵۳/۲ زکریا)

Marfat.com

إعلم أنهم اختلفوا في حد وجود القراءة على ثلاثة أقوال فشرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يصل إلى إذنه ...... ولم يشترط الكرخي وأبو بكر البلخي السماع واكتفيا بتصحيح الحروف، واختار شيخ الإسلام وقاضي خان وصاحب المحيط والحلواني قول الهندواني كذا في معراج الدراسة. (شامي ۲/ ۲۵۲ زكريا، مجمع الأنهر ۱/ ۱۵۷ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرأت میں سر کا درجہ کتنا ہے؟

سوال (۲۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں قرآن کس انداز پر سری نماز میں پڑھنا چاہئے، ہونٹوں کو حرکت ہو کہ نہ ہو، بغیر ہونٹوں کی حرکت کے کیا پڑھنا تصور کیا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سری نماز میں کم از کم اس طرح قرأت کرنا احوط ہے کہ خود سن سکے؛ البتہ اگر اس طرح قرأت کی کہ حروف صحیح مخرج سے ادا ہوگئے گو کہ آواز کچھ بھی نہ نکلی ہو تو بھی امام کرخی کے قول کے مطابق نماز صحیح ہو جاتی ہے، اور ہونٹوں کو حرکت تو بہر حال ہوگی، اس کے بغیر حروف صحیح نکل ہی نہیں سکتے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۲/ ۲۳۵)

وأخرج ابن أبي شيبة عن عبيدة وعن ليث عن ابن سابط قالا: أدنىٰ ما يقرأ القرآن أن تسمع أذنيك. (المصنف لابن أبي شيبة ۳/ ۲۴۷ رقم: ۳۶۵۸)

وأدنىٰ المخافتة إستماع نفسه ومن يقربه. (شامی ۱/ ۵۳۵ کراچی، شامی ۲/ ۲۵۲ زکریا)

أكثر المشائخ على أن الصحيح أن الجهر حقيقته أن يسمع غيره،

Marfat.com

والمخافتة أن يسمع نفسه، وقال الهندواني: لاتجزيه ما لم تسمع أذناه ومن يقربه فالسماع شرعاً فيما يتعلق بالنطق باللسان كالشربة والقراءة السرية والتشهد. (مراقي الفلاح على الطحطاوي / باب شروط الصلاة وأركانها ١٧٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۲/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چار رکعت والی نماز میں دو میں سورت ملانے اور دو میں نہ ملانے کی وجہ کیا ہے؟

سوال (۲۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چار رکعت والی نماز میں دو میں سورت ملانے کا حکم ہے، اور دو میں نہیں ہے، اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آرہی ہے، اس لئے مدلل ومفصل تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بخاری ومسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل نماز دو ہی رکعت فرض کی گئی تھی، بعد میں اس میں اضافہ کیا گیا، اس لئے قرأت کی فرضیت کا تعلق صرف دو ہی رکعتوں سے ہے، اور مابقیہ دو رکعتوں میں قرأت فرض نہیں ہے، اور ان میں سورۂ فاتحہ پڑھنا بھی ضروری نہیں، اگر خاموش کھڑا رہے یا کوئی ذکر واذکار پڑھ لے، پھر بھی نماز درست ہوجاتی ہے۔

وأما بيان محل القراءة المفروضة فمحلها الركعتان الأوليان عينا في الصلاة الرباعية هو الصحيح من مذهبنا. (بدائع الصنائع ۱/ ۲۹۵، الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۵۷ رقم: ۱۷۲۶ زكريا)

وعلي وابن مسعود كان يقولان: المصلي بالخيار في الأخريين إن شاء قرأ وإن شاء سكت وإن شاء سبّح، وسأل رجل عن عائشة رضي الله عنه عن قراءة

Marfat.com

الـفاتحة في الأخريين فقالت: "لكن على وجه الثناء" ولم يرو عن غيرهم خلاف ذٰلک فيكون ذٰلک إجـماعاً ولأن القراءة في الأخريين ذكر يخافت بها على كل حالٍ فلا تكـون فرضا كثناء الافتتاح - إلى قوله - قالت عائشة رضي الله عنها: الصلاة في الأصل ركعتان، زيدت في الحضر وأقرت في السفر. (وحديث عائشة أخرجه الإمام البخاري في صحيحه ۱/۵۱ رقم: ۳۵۰، مسلم في صحيحه ۱/۲٤۱ رقم: ٦۸۵)

عن عبد الله بن أبي قتادة عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الركعتين الأوليين بفاتحة الكتاب وسورة، وفي الأخريين بفاتحة الكتاب.

(مصنف ابن أبي شيبة، الصلاة / باب من كان يقرأ في الأوليين بفاتحة لكتاب وسورة ۳/۲٦۱ رقم: ۳۷٦۲)

والزيادة على الشيء لا يقتضي أن يكون مثله ولهٰذا اختلف الشفعان في وصف القرآن من حيث الجهر والإخفاء وفي قدرها وهو قراءة الصلاة. (بدائع الصنائع ۱/۲۹٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۷/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس شخص کو کوئی سورت یاد نہ ہو وہ نماز کس طرح پڑھے؟

سوال (۲۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک انسان ہے اس کو سورتیں یاد نہیں ہیں، کافی محنت کرنے کے بعد بھی سورت اسے یاد نہیں ہوتی ہے، اور وہ کوشش میں لگا ہوا ہے؛ لیکن وہ نماز پڑھتا ہے، اس میں امام کے پیچھے صرف کھڑا رہتا ہے رکوع اور سجدے پورے کرلیتا ہے؛ لیکن جب اکیلے پڑھے گا، تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ شخص کو چاہئے کہ وہ کم از کم سورۂ فاتحہ اور کوئی

Marfat.com

چھوٹی سے چھوٹی سورت یاد کرنے کی لگاتار کوشش کرتا رہے، اور جس قدر بھی یاد ہوا تنا نماز میں پڑھتا رہے، تو اس کی نماز اسی طرح درست ہوجائے گی؛ لیکن اگر یاد کرنے کی کوشش چھوڑ دی تو بقدر فرض قرأت نہ ہونے کی شکل میں نماز فاسد ہوجائے گی، اس لئے اس کے اوپر کوشش کرتے رہنا لازم ہے۔

عن عبد الله بن أبي أوفى رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إني لا أستطيع أن آخذ من القرآن شيئاً فعلمني ما يجزئني منه، فقال: قل: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم ......الخ. (سنن أبي داؤد ۱/۱۲۰ رقم: ۸۳۲، مسند أحمد ۳۵۳/۴)

فائدة: إنما يجوز الاكتفاء بالتسبيح والتمجيد وغيرهما لمن لم يحفظ الفاتحة أو آية واحدة ...... حتى يتعلما ويحفظا آية، وتعلم الآية الواحدة وحفظها فرض عين متعين على كل مكلف، وحفظ فاتحة الكتاب وسورة أو ما يقوم بمقامها من ثلاث آيات قصار واجب على كل مسلم، صرح به في الدر ورد المحتار ۵۶۱/۱. (إعلاء السنن ۲۲۹/۲)

ولا تصح صلاته إذا أمكنه الاقتداء بمن يحسنه، أو ترك جهده أو وجد قدر الفرض مما لا لثغ فيه، وفي الشامي: وعلى ما إذا ترك جهده لما علمت من أنه مادام في التصحيح ولم يقدر عليه فصلاته جائزة، وإن ترك جهده فصلاته فاسدة. (درمختار مع الشامي ۳۲۸/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۱۱/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرض کی آخری دو رکعتوں میں اگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۲۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرض کے اخیر میں رکعات جس میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے جو کہ سنت ہے، اگر کوئی سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اور صرف کچھ دیر کھڑا رہ کر رکوع میں چلا جائے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس صورت میں اس شخص کی نماز درست ہوجائے گی۔

وعلي وابن مسعود كان يقولان: المصلي بالخيار في الأخريين إن شاء قرأ وإن شاء سكت وإن شاء سبّح، وسأل رجل عن عائشة رضي الله عنه عن قراءة الفاتحة في الأخريين فقالت: ''لكن على وجه الثناء'' ولم يرو عن غيرهم خلاف ذٰلك فيكون ذٰلك إجماعاً ولأن القراءة في الأخريين ذكر يخافت بها على كل حالٍ فلا تكون فرضا كثناء الافتتاح. (بدائع الصنائع / الكلام في القراءة ۱/۲۹۵ زكريا)

وهو مخير بين قراءة الفاتحة ...... وتسبيح ثلاثاً وسكوت قدرها. (درمختار مع الشامي ۲/۲۸ زكريا، البحر الرائق / باب إذا أراد الدخول في الصلاة كبر ۱/۳۲٦ كوئٹه)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۸/۱/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ظہر اور عصر کی تیسری چوتھی رکعت پر ضم سورت کا حکم

سوال (۲۹۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ظہر وعصر کی تیسری چوتھی رکعت میں ضم سورت ہوجائے تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں یا دونوں رکعتوں میں سورت ملالی، تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔

وضم أقصر سورة في الأوليين من الفرض، وهل يكره في الأخريين، المختار لا (درمختار) قوله المختار: لا، قال في المنية: وشرحها فإن ضم السورة إلى الفاتحة ساهيًا يجب عليه سجدتا السهو في قول أبي يوسف لتأخير الركوع عن محله. وفي أظهر الروايات: لا يجب؛ لأن القراءة فيهما مشروعة من غير تقدير والإقتصار على الفاتحة مسنون، لا واجب. (شامي ۲/۱۵۰ زكريا)

Marfat.com

حتى لو قرأها في الأخريين ساهياً لم يلزمه السجود، وفي الذخيرة: وهو المختار، وفي المحيط: وهو الأصح، وإن كان الأولىٰ الاكتفاء بها لحديث أبي قتادة. (البحر الرائق ۱/۳۲٦ كوئٹہ)

وحديث أبي قتادة أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الركعتين الأوليين بفاتحة الكتاب وسورة، وفي الأخريين بفاتحة الكتاب. (المصنف لابن أبي شيبة ۳/۲٦۱ رقم: ۳۷٤۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں کوئی سورت شروع کر کے پھر دوسری سورت پڑھنا؟

سوال (۳۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز فجر ادا کرتے ہوئے امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ قرأت کرتے ہوئے لفظ ﴿حِمَارًا﴾ بالکل چھوڑ کر آگے پڑھتے ہوئے پہلا رکوع ختم کیا، پھر دوسری رکعت میں سورۂ حشر کا آخری رکوع شروع کیا ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ تک پڑھ کر چھوڑ دیا، پھر سورۂ جمعہ کے دوسرے رکوع پر واپس آکر سورۂ جمعہ کا آخری رکوع پڑھ کر نماز کو مکمل کیا، آپ سے گذارش ہے کہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو اس حالت میں نماز دوہرانی چاہئے یا سجدۂ سہو کرنا لازم تھا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسئولہ صورت میں چوں کہ معنی میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی، اس لئے نماز صحیح ہوگئی، اعادہ یا سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں، دوسری رکعت میں محض ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ پڑھنے کی وجہ سے ترتیب قرأت کی خلاف ورزی نہیں ہوئی، اس لئے اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم: قد سمعتك وأنت تقرأ من هٰذه السورة

Marfat.com

ومن هذه السورة، قال: كلام طيب يجمع الله بعضه إلى بعض، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: كلكم قد أصاب. (رواه أبو داؤد بسنده عن أبي هريرة مرفوعاً في حديث طويل، تفريع أبواب قيام الليل / باب في رفع الصوت بالقراءة في صلاة الليل رقم: ١٣٣٠)

والأفضل أن يقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة كاملة في المكتوبة

(عمدة القاري ٣/١٠١، إعلاء السنن ٤/١٢٤ بيروت)

وإن ترك كلمة من آية ولم يتغير المعنى كما لو قرأ: ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ وترك ذا لا تفسد صلوته؛ لأنه يفهم به بدون الترك. (خانية على الفتاوى الهندية ١٥٤/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز ایک سورت شروع کرکے بھول جانے پر دوسری شروع کرنا؟

سوال (۳۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب نے فجر کی نماز میں ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ شروع کی، مگر آگے کچھ یاد نہ آیا، پھر اس سورت کو چھوڑ کر سورۂ قیامہ پڑھی، کیا نماز درست ہوگئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: بلا عذر کے ایک سورت شروع کرنے کے بعد دوسری سورت کی طرف منتقل ہونا مکروہ ہے؛ لیکن اگر عذر کی وجہ سے ایسا کیا تو مکروہ نہ ہوگا؛ لہٰذا شروع کرنے کے بعد آگے یاد نہ آنے کی وجہ سے سورۂ قیامہ پڑھ کر نماز مکمل کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

(مستفاد احسن الفتاوی ۳/۴۴)

عن سعيد بن المسيب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر ببلال رضي

Marfat.com

اللّٰه عنه وهو يقرأ من هٰذه السورة ومن هٰذه السورة، فقال: يا بلال! مررت بك وأنت تقرأ من هٰذه السورة ومن هٰذه السورة، فقال: اخلطت الطيب بالطيب، فقال: اقرأ السورة على وجهها، أو قال: على نحوها. (أخرجه أبو عبيد وهو مرسل صحيح، كذا في الاتقان ١٤/١، بحواله: إعلاء السنن ١٢٩/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا تصح صلاته إذا أمكنه الاقتداء بمن يحسنه، أو ترك جهده أو وجد قدر الفرض مما لالثغ فيه، وفي الشامي: وعلى ما إذا ترك جهده لما علمت من أنه مادام في التصحيح ولم يقدر عليه فصلاته جائزة، وإن ترك جهده فصلاته فاسدة. (درمختار مع الشامي ٣٢٨/٢ زكريا)

فإنه صلى اللّٰه عليه وسلم نهىٰ بلالاً عن الانتقال من سورة إلى سورة، وقال له: إذا ابتدأت بسورة فأتمها على نحوها حين سمعه ينتقل من سورة إلى سورة في التهجد. (شامي ٢٦٩/٢ زكريا)

لو انتقل في الركعة الواحدة من آية إلى آية يكره وإن كان بينهما آيات بلا ضرورة. (شامي، فصل في القراءة / مطلب الاستماع للقران فرض كفاية ٢٦٩/٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٧٨/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۳/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا نماز میں واجب قرأت کی ادائیگی کے لئے ایک ہی جگہ سے پڑھنا ضروری ہے؟

سوال (۳۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں جو سورت کا ملانا واجب ہے، تین چھوٹی آیت یا ایک بڑی آیت، کیا ایک ہی جگہ سے پڑھنا واجب ہے یا اگر متفرق جگہوں سے اتنا پڑھ دیا جو ۳/ آیت کے بقدر ہوگیا اور معانی

Marfat.com

مفہوم میں بھی تغیر نہیں ہوا، تو کیا نماز درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ضم سورت کے واجب کی ادائیگی کے لئے ایک ہی جگہ سے تین آیات کے بقدر پڑھنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اگر متفرق طور پر اتنی مقدار پڑھ لی جائے تو واجب اداء ہو جائے گا؛ لیکن نظم قرآن کی رعایت نہ رکھنے کی وجہ سے کراہت ضرور ہوگی، اور اگر اس طرح آیتوں کو ملایا کہ معنی بالکل غلط ہو گئے، تو ایسی صورت میں نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔

عن ابن عوف قال: سألت ابن سيرين عن الرجل يقرأ من السورة آيتين ثم يدعها ويأخذ في غيرها، قال: ليتق أحدكم أن يأثم إثما كبيراً من حيث لا يشعر. أخرجه أبوعبيد، كذا في الإتقان (١١٥/١) قلت: سند صحيح، وابن عوف تصحيف، وإنما هو ابن عون بالنون من ثقات أصحاب ابن سيرين، كذا في مقدمة الصحيح لمسلم ٤/١. (إعلاء السنن ١٣٠/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

المتبادر من قوله: "ثلاثا قصاراً" الإكتفاء بقدر الثلاث من الآية أو الآيتين وإن لم تكن الثلاث على ترتيب العظم القرآني، واشتراط ذلك لا تدل عليه عبارة الحلبي إذ قوله "تعدل ثلاث آيات قصاراً" شامل لما إذا كانت على الوجه المشروع بأن تكون متوالية أولا، وإثباته لابد له من دليل فعند عدم وجوده يعمل بإطلاق عبارة الحلبي. (تقريرات رافعي ٥٧/١، ملحقا بشامي زكريا ٢)

لو انتقل في الركعة الواحدة من آية إلى آية أخرى يكره. (شامي ٢٦٩/٢ زكريا)

قال العلامة العثماني التهانوي: والحاصل أن الانتقال من آية من سورة إلى آية من سورة أخرى، أو من هذه السورة في ركعة واحدة مكروه فرضا كان أو نفلا. (إعلاء السنن ١٣٠/٤ دار الكتب العلمية بيروت، الفتاوى التاتارخانية ٦٧/٢، رقم: ١٧٦٤)

Marfat.com

وإن ذكـر آية مكان آية ...... وإن لم يقف وقرأ موصولاً إن لم يتغير الأولى بـالثـانية ...... لا تـفسـد صلا ته، وإن تغير المعني تفسد صلا تـه. (خانية على هامش الفتاوىٰ الهندية ۱/۱۵۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز قرأت میں کوئی آیت چھوٹ گئی؟

سوال (۳۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد ﴿اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا، وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَالَهَا﴾ الخ پڑھا، ایک دن ﴿اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا﴾ پڑھ کر ایک آیت چھوٹ گئی، پھر ﴿وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَالَهَا﴾ الخ پڑھا، کیا دونوں صورت میں نماز ہوگئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر غلطی سے نماز میں کسی سورت کی ایک آیت چھوٹ جائے، یا آیت کا بعض حصہ چھوٹ جائے، اور فی الجملہ تین آیتوں کے بعد قرأت پائی جائے، تو اس کی وجہ سے نماز پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، اور نماز درست ہو جائے گی؛ لہٰذا سوال نامہ میں ذکر کردہ دونوں صورتوں میں نماز درست ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/۴۴۵)

قال النبي صلى الله عليه وسلم: قد سمعتك وأنت تقرأ من هٰذه السورة ومـن هٰذه السورة، قال: كلام طيب يجمع اللّٰه بعضه إلى بعض، فقال النبي صلى اللّٰـه عـليه وسلم: كلكم قد أصاب. (رواه أبو داؤد بسنده عن أبي هريرة مرفوعاً في حديث طويل، تفريع أبواب قيام الليل / باب في رفع الصوت بالقراءة في صلاة الليل رقم: ۱۳۳۰)

لـو انتـقـل في الركعة الواحدة من آية إلى آية يكره وإن كان بينهما آيات بلا ضرورة، فإن سها ثم تذكر يعود مراعاة لترتيب الآيات. (شامي ۲/۲٦۹ زكريا)

Marfat.com

وإذا جمع بين آيتين بينهما آيات أو آية واحدة في ركعة واحدة أو في ركعتين فهو على ما ذكرنا في السور أي مكروه. (الفتاوى الهندية ۷۸/۱، إعلاء السنن ۱۲۲/٤ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۳/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آیت میں ایک کلمہ چھوڑ دیا؟

سوال (۳۰۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز فجر میں قرأت کے اندر ﴿لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ﴾ میں امام صاحب نے "اِلَّا" چھوڑ دیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں نماز درست ہوگئی۔

وإن ترک کلمة من آية فإن لم يتغير المعنی ...... لا تفسد. (شامی ۳۹۶/۲ زکریا)

ولو زاد كلمة أو نقص كلمة أو نقص حرفا لم تفسد ما لم يتغير المعنى.

(درمختار مع الشامي / باب زلة القاري ۳۹۵/۲ زكريا، الفتاوى الهندية / لفصل لخامس في زلة القاري ۸۰/۱، خلاصة الفتاوى / النوع الثاني عشر في زلة القاري ۱۱۷/۱، أمجد أكيڈمي لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۳/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام نے ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ چھوڑ دیا؟

سوال (۳۰۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام نے سورۂ فاتحہ میں ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کو چھوڑ کر آگے پڑھ دیا، کسی مقتدی نے لقمہ بھی نہیں دیا، بعد میں مقتدی نے بتایا، اب اس نماز کو دوبارہ پڑھنا ہے یا نہیں؟ اگر پڑھنا ہے تو وقت گذرنے کے بعد اس کی ادائیگی واجب ہے یا مستحب، نیز با جماعت یا منفرد؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سورۂ فاتحہ سے اگر ایک حرف بھی سہواً چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے، اور بغیر سجدۂ سہو کئے نماز پوری کرلے تو اس کا اعادہ وقت اور بعد الوقت دونوں صورتوں میں واجب ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں بعد الوقت اس کا ادا کرنا واجب ہے، اور اس کے لئے جماعت کا اہتمام ضروری نہیں ہے؛ بلکہ لوگوں کو مطلع کردیا جائے؛ تاکہ اپنی اپنی نماز کا اعادہ کرلیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱/۱۶۲، احسن الفتاویٰ ۴/۳۲)

فیسجد للسهو بترک أكثرها لا أقلها؛ لكن في المجتبیٰ يسجد بترک اٰية منها وهو أولیٰ (درمختار) وفي الشامية: وفيه نظر؛ لأن الظاهر أن ما في المجتبیٰ مبني على قول الإمام بأنها بتمامها واجبة وذكر الاٰية تمثيل لا تقييد؛ إذ بترک شيء منها اٰية أو أقل وهو حرفاً لا يكون اٰتياً بكلها الذي هو الواجب.

(شامي ۲/۱٤۹ زكريا، الفتاویٰ الهندية ۱/٥٥)

وترجيح القول بالوجوب في الوقت وبعده. (شامي ۲/۱٤۸ زكريا، البحر الرائق ۲/۹٤ كوئٹه، طحطاوي على مراقي الفلاح ۲٥۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۶/۷ ۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں درمیان سورت یا آخر سورت سے قرأت کرنا؟

سوال (۳۰۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز جہری ہو یا سری، درمیان سورت سے پڑھنا یا آخری سورت سے پڑھنا کیسا ہے؟ یا کوئی ایسا مسئلہ ہے کہ نماز میں جو قرأت کی جائے تو سورت کے شروع سے ہی پڑھی جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز میں درمیان سورت سے یا اخیر سورت سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ تاہم بہتر یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورت پڑھی جائے۔

Marfat.com

وأخرج الطبراني عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: ما من سورة في المفصل صغيرة ولا كبيرة إلا قد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرؤها في الصلاة كلها. (المعجم الكبير للإمام الطبراني ١٢/٢٨٠ رقم: ١٣٣٥٩)

ولو قرأ في ركعة من وسط سورة أو من آخر سورة، وقرأ في الركعة الأخرىٰ من وسط سورة أخرىٰ أو من آخر سورة أخرىٰ لا ينبغي له أن يفعل ذٰلک على ما هو ظاهر الرواية، ولكن لو فعل ذٰلک لا بأس به، والأفضل أن يقرأ في كل ركعة الفاتحة وسورة كاملة في المكتوبة. (الفتاویٰ الهندية ١/٧٨، الفتاویٰ التاتارخانية ٢/٦٦ رقم: ١٧٥٩ زكريا، شامي / فصل في القراءة ١/٥٤١ كراچی، ٢/٢٦١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۴/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں صرف دو آیت کی تلاوت کرنا؟

سوال (۳۰۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی نے نماز پڑھائی، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد صرف دو آیتیں پڑھیں: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَنَهَرٍ. فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُقْتَدِرٍ﴾ [القمر:] اتنی قرأت سے واجب ادا ہوگیا یا نماز واجب الاعادہ ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء نے لکھا ہے کہ قرأتِ واجبہ کی کم سے کم مقدار ۳۰/حروف پر مشتمل ایک آیت یا چند آیتوں کا پڑھنا ہے، اور إن المتقين ...... میں ۳۹/حروف ہیں؛ لہٰذا محض اتنی مقدار ایک رکعت میں پڑھنے سے بھی نماز درست ہوگئی، اور واجب قرأت کی ادائیگی ہوگئی۔

قال الشامي: لو قرأ آية تعدل أقصر سورة جاز، وفي بعض العبارات تعدل

Marfat.com

ثلاثاً قصاراً أي كقوله تعالىٰ: ﴿ثُمَّ نَظَرَ. ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ. ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ [المدثر] وقدرها من حيث الكلمات عشر و من جيث الحروف ثلاثون ...... فعلى ما قلناه لو اقتصر غلى هٰذا القدر في كل ركعة كفى عن الواجب ولم أر من تعرض لشيءٍ من ذٰلک فليتأمل. (شامی ۲/۲۵۷ زکریا)

فرض القراءة عند أبي حنيفة رحمه الله يتأدى بآية واحدة وإن كانت قصيرة وهو الأصح، وروى الحسن عن أبي حنيفة: أدنى ما يجوز من القراءة في الصلاة في كل ركعة ثلاث اٰيات تكون تلک الاٰيات الثلاث مثل أقصر سورة من القراٰن، وإن قرأ باٰيتين طويلتين أو باٰية طويلة تكون تلک الاٰيات مثل أقصر سورة في القراٰن يجزيه ذٰلک. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۵۹ رقم: ۱۷۳۵ زكريا، الفتاوىٰ الهندية / الفصل الثاني في واجبات الصلاة ۱/۷۱، البحر الرائق / باب صفة الصلاة ۱/۵۱۶ رشيدية، مراقي الفلاح مع الطحطاوي / فصل في بيان واجب الصلاة ۲۰۰، هداية / باب النوافل ۱/۱۴۷ ياسر نديم، مجمع الأنهر، الصلاة / باب صفة الصلاة ۱/۱۳۰ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرض نماز میں آیت کو دُہرانا؟

سوال (۳۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے نماز میں قرأت کرتے ہوئے ایک آیت کو دو مرتبہ یا تین مرتبہ پڑھ دیا، تو کیا اس کی نماز ہوجائے گی؟ فرض اور نفل نماز ہر ایک کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرض نماز میں بلاضرورت قصداً ایک ہی آیت کو دہرانا مکروہ ہے، نفل نماز میں مکروہ نہیں؛ لیکن اگر دہرالیا تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، نماز

Marfat.com

ہوجائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۴/۳۳۸)

عن جسرة بنت دجاجة قالت: سمعت أبا ذر رضي الله عنه يقول: قام النبي صلى الله عليه وسلم حتى أصبح بآية، والآية: إن تعذبهم فإنهم عبادك وان تغفر لهم فإنك أنت العزيز الحكيم. (سنن النسائي ١/١٦١ رقم: ١٠٠٦)

إذا كرر آية واحدة مراراً إن كان في التطوع الذي يصليه وحده فذلك غير مكروه، وإن كان في الفريضة فهو مكروه، وهذا في حالة الاختيار، وأما في حالة العذر والنسيان فلا بأس به. (غنية المستملي / ٤٦٢، كذا في الفتاوى الهندية ١/١٠٧)

ولا يكره تكرار السورة في ركعة أو في ركعتين في النفل؛ لأن باب التطوع أوسع، وقد ورد أنه عليه السلام قام إلى الصباح بآية واحدة يكررها في تهجده فدل على جواز التكرار في التطوع كذا في شرح المنية. (مراقي الفلاح / فصل في المكروهات ١٠٧ ط: مكة المكرمة، إمداد الفتاوى مع الحاشية ١/٣٨١، فتاوى دار العلوم زكريا جنوبی افریقہ ٢/٢٢٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کی دو آیت آہستہ پڑھنا؟

سوال (۳۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی امام نے جہری نماز میں دوسری رکعت کے اندر سورۂ فاتحہ کی دو آیت آہستہ آواز سے قرأت کی، پھر یاد آنے یا لقمہ دینے پر سورۂ فاتحہ از سرِ نو جہراً پڑھنی شروع کردی، تو کیا اس حالت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر اس حالت میں سجدۂ سہو نہیں کیا تو کیا نماز کا اعادہ واجب ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہاں دو باتیں قابل غور ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ جہری

Marfat.com

جگہ سر اور سر کی جگہ جہر کرنا، تو اس میں اصول یہ ہے کہ اگر تین چھوٹی آیتوں کے بقدر (جن کے کم سے کم حروف ۳۰ رہیں) جہر کی جگہ سر اور سر کی جگہ جہر کرے، تو اس بنیاد پر سجدۂ سہو واجب ہوگا، اور اگر اس سے کم الفاظ میں مخالفت ہوئی تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا، اس اعتبار سے سورۂ فاتحہ کی دو ابتدائی آیتوں کے حروف ۳۲ بنتے ہیں؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں اس نے از سر نو آیات پڑھ کر تکرار فاتحہ کا ارتکاب کیا ہے، تو اس سلسلہ میں ایک اصول یہ ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ کا اکثر حصہ مکرر پڑھا، تو سجدۂ سہو جب ہوگا ورنہ نہیں، اور یہ مقدار سورۂ فاتحہ کی دو ابتدائی آیتوں میں پوری نہیں ہوتی؛ اس لئے یہ وجہ موجبِ سجدۂ سہو نہیں ہے۔

أخرج ابن أبي شيبة عن إبراهيم قال: إذا جهر فيما يخافت فيه، أو خافت فيما يجهر فيه، فعليه سجدتا السهو. (المصنف لابن أبي شيبة ٢٤٥/٣ رقم: ٣٦٤٩)

والجهر فيما يخافت فيه للإمام وعكسه لكل مصل في الأصح، والأصح تقديره بقدر ما تجوز به الصلاة في الفصلين، قال ابن عابدين تحت قوله "الأصح" صححه في الهداية والفتح والتبيين والمنية؛ لأن اليسير من الجهر والإخفاء لا يمكن الاحتراز عنه: (شامي، الصلاة / باب سجود السهو ٥٤٥/٢ زكريا)

لو كرر الفاتحة أو بعضها في أحد الأولين قبل السورة سجد للسهو. (طحطاوي ٢٥٠)

وكذا لو قرأ أكثرها ثم أعادها كما في الظهيرية. (شامي ١٥٢/٢ زكريا)

وعن أبي يوسف إذا جهر فيما يخافت يجب وإن كان حرفاً، وإن خافت فيما يجهر لا يجب. (الفتاوى التاتارخانية، الصلاة / سجود السهو ٣٩٥/٢ رقم: ٢٧٧٦ زكريا)

والصحيح ظاهر الرواية وهو التقدير بما تجوز به الصلاة من غير تفرقة؛ لأن القليل من الجهر في موضع المخافتة عفو أيضا. (كبيري ٤٥٧، البحر الرائق ٩٦/٢، الفتاوى الهندية ١٢٨/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۸/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

فرض جہری نماز میں امام کو لقمہ دینا؟

سوال (۳۱۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا فرض جہری نماز کی قرأت میں لقمہ دے اور لے سکتے ہیں، اور اس سے سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لقمہ دینا فرض نماز میں بھی درست ہے، اور اس کی وجہ سے سجدۂ سہو وغیرہ بھی لازم نہیں ہوتا؛ لیکن امام کو چاہئے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو لقمہ کی نوبت نہ آنے دے۔

بخلاف فتحه على إمامه فإنه لايفسد مطلقاً لفاتح، وآخذ بكل حال، وفي الشامية: قوله بكل حال: سواء قرأ الإمام قدر ما تجوز به الصلاة أم لا، انتقل إلى آية آخرى أم لا، تكرر الفتح أم لا، هو الأصح. (الدر المختار على هامش رد المحتار / باب مايفسد الصلاة ۲/۳۸۱ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ۲/۲۲۵ رقم: ۲۲۳٦ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سری نمازوں میں جہری قرأت کرنا؟

سوال (۳۱۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جن چھوٹی آیتوں کو چھوٹی تین آیتوں کا معیار بنایا جائے اگر ان کے بقدر سری نمازوں میں جہراً قرأت کرلے، تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ مثلاً: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کو سری نماز میں جہراً پڑھ دیا، تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ جب کہ یہ دونوں آیتیں مذکورہ بالا معیار سے من حیث الحروف بڑی ہیں؟ صاحبِ احسن الفتاویٰ نے وجوبِ سجدۂ سہو کا حکم

Marfat.com

دیا، کیا یہ صحیح ہے؟ اور اگر صحیح نہیں ہے تو کیوں؟ وجوبِ سجدۂ سہو کے بعد سجدہ نہ کرنے سے نماز واجب الاعادہ وقت کے اندر ہے مطلقاً؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سری نمازوں میں اگر ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کو جہراً پڑھ دیا، تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بالاتفاق سجدۂ سہو واجب ہوگا، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ایک آیت کے سری نماز میں جہری کرنے کی وجہ سے، اور صاحبین کے یہاں تیس حروف جو معیار تین آیتوں کا ہے جہر کرنے کی وجہ سے؛ لہٰذا احسن الفتاویٰ کا سجدۂ سہو کا حکم لگانا درست ہے اور سجدۂ سہو نہ کرنے کی وجہ سے اعادۂ صلوٰۃ وقت کے اندر واجب ہے، خروجِ وقت کے بعد واجب نہیں رہتا؛ بلکہ مستحب ہوجاتا ہے۔

البتہ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے کراہتِ تحریمی سے اعادۂ صلوٰۃ کے سلسلہ میں لمبی بحث فرما کر آخری فیصلہ یہ فرمایا کہ بہرصورت نماز واجب الاعادہ ہے، خواہ اندرونِ وقت ہو یا بیرونِ وقت، اور مقید بالوقت پر کوئی دلیل نہیں؛ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ مطلقاً اعادۂ صلوٰۃ کے مسئلہ پر عمل کیا جائے۔

أخرج ابن أبي شيبة عن إبراهيم قال: إذا جهر فيما يخافت فيه، أو خافت فيما يجهر فيه، فعليه سجدتا السهو. (المصنف لابن أبي شيبة ۲۴۵/۳ رقم: ۳۶۴۹)

الأصح في المقدار الجهر الذي يجب به السهو القراءة قدر ما تصح به الصلاة وهو ثلاث آيات أو آية طويلة بالاتفاق، أو آية قصيرة على مذهب أبي حنيفة، واحترز بقوله: والأصح عما ذكره شمس الأئمة السرخسي أنه يجب سجدتا السهو وإن كان ذلك كلمة. (البناية شرح الهداية للعلامة لعيني ۶۱۴/۲ نعيمية ديوبند)

وفي البدائع: إن فرض القراءة عند أبي حنيفة يتأدى بآية واحدة وإن كانت قصيرة، فإذا غير صفة القراءة في هذا القدر تعلق به السهو وعندهما لا

Marfat.com

يتأدى فرض القراءة بآية طويلة أو ثلاث آيات قصار فما لم يتمكن التغير في هذا القدر لا يجب السهو. (بدائع الصنائع ۱/۱٦٢)

وفي الشامية: أما كونها واجبة في الوقت مندوبة بعده أي بناءً على أن الإعادة لا تختص بالوقت. وظاهر ما قدمناه عن شرح التحرير ترجيحه، وقد علمت أيضاً ترجيح القول بالوجوب، فيكون المرجح وجوب الإعادة في الوقت وبعده، ويشير إليه ما قدمناه عن الميزان من قوله يجب عليه الإعادة وهو إتيان مثل الأول. ذاتا مع صفة الكمال: أي كمال ما نقصه منها، و ذلک يعم وجوب الإتيان بها كاملة في الوقت وبعده كما مر. (شامي ٦٤/٢ كراچی، شامي ٥٢٢/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۷/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تین آیتوں پر بھولنے کی وجہ سے رکوع کرنے والا؟

سوال (۳۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے جہری نماز پڑھائی بایں طور کہ اولیین میں سے کسی ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ لہب پڑھنا شروع کیا اور ﴿سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ تک پڑھنے کے بعد بھول گیا، چناں چہ فوراً رکوع کرکے بقیہ نماز کی تکمیل کی، بعد نماز نمازیوں کے درمیان اختلاف ہوگیا، ان میں بعض کا کہنا تھا کہ نماز ہوگئی اور بعض اس پر مصر تھے کہ نماز نہیں ہوئی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر صحیح ہوئی تو بلا کراہت یا کراہت کے ساتھ؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں نماز صحیح ہوگئی اور کوئی کراہت بھی نہیں آئی؛ اس لئے کہ تین آیتیں پڑھ لی گئی ہیں۔

Marfat.com

والثاني ضم سورة قصيرة أو ثلاث ايات قصار. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۱۳۵)

وضم آية سورة أو ما قام مقامها وهو ثلاث ايات قصار نحو: ﴿ثُمَّ نَظَرَ. ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ. ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ وكذا لو كانت الأيت أو الأيتان تعدل ثلاثاً قصاراً. (درمختار) أي مثل ثم نظر …… وهي ثلاثون حرفاً. (شامی ۱۴۹/۲ زکریا، الفتاوی التاتارخانية ۵۹/۲ رقم: ۱۷۳۵ زکریا، الفتاوی الهندية ۷۱/۱، مجمع الأنهر ۱۳۰/۱ بیروت، البحر الرائق ۵۱۶/۱ رشیدیة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۴/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو آیت پڑھ کر رکوع کرنے سے نماز کا حکم؟

سوال (۳۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص نے نماز پڑھنا شروع کیا اور سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت پڑھنی شروع کی؛ لیکن ابھی تین چھوٹی آیت کے بقدر پڑھ نہیں پایا تھا کہ بھول گیا، یعنی ایک دو چھوٹی آیت پڑھ کر بھول گیا، اس کے بعد رکوع سجدہ کر کے نماز پوری کی۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ سجدۂ سہو کرنا پڑے گا یا بغیر سجدۂ سہو نماز ہو جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وہ دو آیتیں اتنی ہیں کہ وہ تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو سکتی ہیں تو نماز صحیح ہو جائے گی، سجدۂ سہو کی ضرورت نہ ہوگی، اور اگر اتنی چھوٹی دو آیتیں پڑھیں جو تین چھوٹی آیتوں کے بقدر قرار نہیں دی جا سکتیں، تو نماز کی صحت کے لئے سجدۂ سہو کرنا ہوگا، ورنہ وقت کے اندر اندر نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

ولو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاث ايات قصاراً انتفت كراهة التحريم ذكره الحلبي. (درمختار ۴۹۲/۱ کراچی، شامی ۱۹۴/۲ زکریا)

وإن قرأ بآيتين طويلتين أو بآية طويلة تكون تلك الآيات مثل أقصر

Marfat.com

سورة في القرآن يجزيه أيضاً، وإن لم تكن الآيتان أو الآية مثل أقصر سورة من القرآن لا يجزيه. (الفتاوى التاتارخانية ۲/ ۵۹ رقم: ۱۷۳۵ زكريا، الفتاوى الهندية ۱/ ۷۱، مجمع الأنهر ۱/ ۱۳۰ بيروت، البحر الرائق ۱/ ۵۱۶ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۸/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز کی قرأت میں چھوٹی سورت کا فصل کرنا؟

سوال (۳۱۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مغرب کی نماز میں امام نے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قریش پڑھی، دوسری میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کوثر پڑھی، تو کیا نماز دوبارہ لوٹائی جائے گی یا صرف نماز مکروہ ہوئی، اور لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز صحیح ہوگئی، لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے؛ البتہ آئندہ ایسا نہ کیا جائے، ایسا کرنا مکروہ ہے۔

ويكره الفصل بسورة قصيرة. (شامي ۲/ ۲۹ زكريا، درمختار ۱/ ۵۴۶ كراچی)

لو قرأ في كل ركعة سورة وترك بين السورتين سورة يكره لما قلنا إلا أن يكون تلك السورة أطول من التي قرأها في الركعة الأولى بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فحينئذٍ لا يكره. (حلبي كبير ۴۹۴، الفتاوى الهندية ۱/ ۷۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۰/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا کھڑے ہو کر قرأت کرنا؟

سوال (۳۱۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: زید بیٹھ کر رکوع وسجدہ سے نماز ادا کرنے پر قادر نہیں ہے؛ اس لئے وہ کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے رکوع وسجدہ کی ادائیگی کرتا ہے؛ لیکن قرأت کھڑے ہوکر انجام دیتا ہے، تو کیا اس کا ایسا کرنا درست ہے؟ اور کرسی پر نماز ادا کرنے کی صورت میں اس کا قدم دیگر نمازیوں کے برابر میں نہیں رہتا، جب کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ کے رسول نمازیوں کی صفوں کو درست فرماتے تھے، اور اس کی تاکید بھی فرماتے تھے، تو کیا حدیث کی خلاف ورزی تو لازم نہیں آتی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص باقاعدہ سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو اس سے نماز میں قیام کا فریضہ ساقط ہے، ایسے شخص کے لئے اگرچہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنا جائز ہے؛ لیکن افضل یہی ہے کہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے، اور جماعت سے نماز پڑھتے وقت بہر حال صفوں کی درستگی کا اہتمام رکھنا چاہئے۔

أخرج الطبراني عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله عليه وسلم: من استطاع منكم أن يسجد فليسجد، ومن لم يستطع فلا يرفع إلى جبهته شيئا ليسجد عليه، ولكن ركوعه وسجوده يؤمي برأسه. (المعجم الأوسط للطبراني ۲۰۷/۵ رقم: ۷۰۸۹، السنن الكبرىٰ للبيهقي ۲۳۶/۳ رقم: ۳۷۷۱)

وكذا لو عجز عن الركوع والسجود وقدر على القيام، فالمستحب أن يصلي قاعداً بإيماء، وإن صلى قائما بإيماء جاز عندنا، هكذا في فتاوى قاضيخان. (الفتاوىٰ الهندية ۱۳۶/۱)

فإن كان يقدر على القيام ولا يقدر على السجود أو إيماء وهو قاعد ...... وذكر الشيخ الصفار أنه بالخيار، إن شاء صلى قائما بإيماء، وإن شاء صلى قاعداً بإيماء، وهو الأفضل عندنا، وفي الخانية: فالمستحب أن يصلى قاعدا بإيماء. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۶۷۰/۲ رقم: ۳۵٤۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۴/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

فاتحہ خلف الامام کے بارے میں حنفیہ کا موقف اور اسکے دلائل

سوال (۳۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جہری اور سری نمازوں میں امام کے پیچھے مقتدی کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں حنفیہ کا موقف کیا ہے؟ اور وہ کن دلائل سے اس مسئلہ پر استدلال کرتے ہیں؟ اس کی تفصیل بیان فرمائیں؛ اس لئے کہ ہمارے یہاں کچھ غیر مقلد لوگوں نے یہ بحث چھیڑ رکھی ہے کہ جب تک مقتدی سورۂ فاتحہ نہ پڑھے، اس کی نماز ہی پوری نہ ہوگی؛ لہٰذا وضاحت فرمائیں کہ مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت کن دلائل سے ثابت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ’’قرأت فاتحہ خلف الامام‘‘ کا مسئلہ سلفِ صالحین اور ائمۂ متبوعین کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے، اور اس بارے میں مختلف اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول (جو اُن کے علماء متأخرین کے نزدیک مفتی بہ اور معمول بہ ہے) یہ ہے کہ جہری اور سری سب نمازوں میں مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

قال النووي في شرح المهذب: وأما المأموم فالمذهب الصحيح وجوبها – الفاتحة – عليه في كل ركعة في الصلاة السرية والجهرية، وقال الشافعي في القديم: لا تجب عليه في الجهر. وحكى الرافعي: أنها لا تجب عليه وجهاً في السرية، وهو شاذٌ ضعيفٌ. وقال في الجديد: بعد ما دخل مصر بوجوبها في السرية والجهرية جميعًا. (شرح المهذب ۳/۲۲۳ بیروت)

وفي رواية المزني عن الشافعي رضي الله عنه أنه يقرأ في الجهرية والسرية. (روح المعاني ۱/۱۲۱ زکریا)

(۲) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت

Marfat.com

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ جہری نمازوں میں تو مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا لازم نہیں؛ لیکن سری نمازوں میں پڑھ سکتا ہے۔

قال أبو عمرو في الاستذكار: والقراءة عند مالك وأصحابه خلف الإمام فيما لا يجهر فيه الإمام بالقراءة مستحبةٌ مندوب إليها ...... وقال أيضًا: وأما المأموم فيقرأ في الصلاة السرية الفاتحة والسورة، ولا يقرأ شيئًا عند المالكية والحنابلة في الجهرية. (الاستذكار لابن عبد البرّ ٢٢٢/٤)

وجملة ذلك أن المأموم إذا كان يسمع قراءة الإمام لم تجب عليه القراءة، ولا تستحب عند إمامنا ...... وأحد قولي الشافعي. (المغني لابن قدامة ٣٩٤/١)

وذهب قوم إلى أن المأموم يقرأ إذا أسر القوم القراءة، ولا يقرأ إذا جهر، وهو قول عروة بن الزبير والقاسم بن محمد والزهري ومالك وابن المبارك وأحمد وإسحق. (روح المعاني ١٢١/٦)

(۳) حنفیہ اور بہت سے علماء کے نزدیک مقتدی کے لئے جہری یا سری کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

قال أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد وأحمد في رواية وعبد الله بن وهب لا يقرأ المؤتم شيئًا من القرآن ولا بفاتحة الكتاب في شيء من الصلوات وهو قول ابن المسيب في جماعة من التابعين. (عمدة القاري ٤٤٧/٤، كذا في بذل المجهود ٢١٣/٤ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي مظفر فور، أعظم جراه)

دیگر ائمۂ کرام نے اپنے قول کا مدار جن دلائل پر رکھا ہے، ان کو مفصل کتابوں میں دیکھنا چاہئے، ہم اس مختصر تحریر میں صرف احناف کے دلائل اختصار کے ساتھ عرض کرتے ہیں:

آیتِ کریمہ:

دلیل (۱):- حنفیہ کا اس مسئلہ میں بنیادی استدلال سورۂ اعراف کی درج ذیل آیت سے ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

Marfat.com

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [الاعراف: ٢٠٤]

(اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو؛ تاکہ تم پر رحم کیا جائے)

واضح ہو کہ بہت سی تفسیری روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس آیت کا تعلق نماز ہی سے ہے؛ چناں چہ حضرت مجاہدؒ، حضرت عبد اللہ بن مغفل، حضرت ابو العالیہ وغیرہ حضرات سے یہ صراحت منقول ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

١:- أخرج الطبري بسنده عن يسير بن جابر قال: صلّى بن مسعود رضي الله عنه فسمع ناسًا يقرأون مع الإمام، فلما انصرف قال: أما آن لكم أن تفقهوا، أما آن لكم أن تعقلوا؟ ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ كما أمركم الله. (تفسير الطبري ٣٧٨/١١) ورجاله ثقات من رجال الجماعة، فالحديث صحيح بلا غبار. (إعلاء لسنن ٥٠/٤)

٢:- أخرج الطبري بسنده عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: ...... إن نبي الله صلى الله عليه وسلم قرأ في صلاة مكتوبة وقرأ أصحابه ورائه فخلطوا، قال: فنزل القرآن: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ فهٰذا في المكتوبة. (تفسير الطبري ١١٢/٩ ورجاله ثقات: إعلاء السنن ٥١/٤)

٣:- أخرج البيهقي عن مجاهد قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الصلاة، فسمع قراءة فتى من الأنصار، فنزل: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [الاعراف: ٢٠٤] (نصب الراية ٤٣٢/١) قال البيهقي: هٰذا مرسل. (كتاب القراءة ٧٢) قلت: مراسيل مجاهد مقبولة، قال الحافظ ابن حجر: قال علي بن المديني: مرسلات مجاهد أحب إلي من مرسلات عطاء بن كثير. (تهذيب التهذيب ٢٠٢/٧) وقد أخرجه الطبري في تفسيره عن الزهري. (تفسير الطبري ١٢/٩) ورجاله كلهم ثقات. (تهذيب التهذيب لابن حجر ١٢٨/٤ – ٣٥٤/١)

Marfat.com

٤ :– أخرج ابن مردوية في تفسيره: عن معاوية بن قرة قال: سألت بعض أشياخنا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال المسروقي: أحسبه قال: "عبد الله بن مغفل" قلت له: كل من سمع القرآن وجب عليه الاستماع والإنصات؟ قال: إنما نزلت هذه الآية: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [الاعراف: ٢٠٤] في القراءة خلف الإمام، إذا قرأ القرآن فاستمع له وانصت. (تفسير بن مردوية ٢٣٢/١، كذا في فتح القدير ٢٨٢/٢) قلت: رجاله كلهم ثقات، ما خلا أبي المقدام فهو ضعيف، والضعيف إذا تعددت طرقه أو وجدت له شواهد يرتقي إلى الحسن، فلا بأس به في المتابعات. (إعلاء السنن ٥١/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

٥ :– أخرج البيهقي بسنده عن أبي العالية قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى قرأ فقرأ أصحابه، فنزلت: ﴿فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا﴾ فسكت القوم وقرأ النبي صلى الله عليه وسلم. (كتاب القراءة للبيهقي ٧٢) قلت: هو حجة عندنا ولم يتكلم البيهقي على أحد من رواة مع كونه لا يترك حديثًا يخالف مذهبه عن الكلام في هذا الكتاب، وهذا يدل على أنهم ثقات بأثرهم. (إعلاء لسنن ٥٢/٤ دار لكتب لعلمية بيروت)

٦ :– قال الإمام أبوعمر ابن عبد البرّ في التمهيد: وأجمع العلماء أن مراد الله عزوجلّ في قوله: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا﴾ يعني في الصلاة. (التمهيد لابن عبد البرّ ١٧/٢٢)

٧ :– قال الإمام أحمد بن حنبل: فالناس على أن هذا في الصلاة، وعن سعيد بن المسيب والحسن وإبراهيم ومحمد بن كعب والزهري أنها نزلت في شأن الصلاة. وقال زيد بن أسلم وأبو العالية: كانوا يقرأون خلف الإمام، فنزلت: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا﴾ وقال أحمد في رواية أبي داؤد: أجمع الناس على أن هذه الآية في الصلاة. (المغني لابن قدامة ٢٢٩/١)

Marfat.com

٨:– قال الإمام أبو عبد الله القرطبي: قال النقاش: أجمع أهل التفسير أن هٰذا الاستماع في الصلاة المكتوبة ......الخ. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ٣٥٣/٧)

٩:– قال صاحب لباب النقول في أسباب النزول: ظاهر ذٰلک الرواية أن الآية مدنية. (تفسير المظهري ٤٨٠/٣)

وجہِ استدلال:

مذکورہ آیت سے جہری اور سری دونوں نمازوں میں مقتدی کے لئے خاموش رہنے کا حکم مستفاد ہوتا ہے، جہری نماز میں تو دلالت بالکل واضح ہے، اور سری نماز میں دلالت اس طرح ہے کہ اگرچہ آواز نہ آرہی ہو؛ لیکن یہ تو یقین ہے کہ امام قرأت کررہا ہے، اس لئے سری نمازوں میں استماع تو نہیں پایا جائے گا؛ لیکن انصات (خاموش رہنے) کا حکم برقرار رہے گا۔ چناں چہ علامہ ابوبکر جصاص رازیؒ اس آیت کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں:

کما دلت الآية على النهي عن القراءة خلف الإمام فيما يجهر به، فهي دلالة على النهي فيما يخفى؛ لأنه أوجب الاستماع والإنصات عند القراءة، ولم يشترط في حال الجهر من الإخفاء، فإذا جهر فعلينا الاستماع والإنصات، وإذا أخفى فعلينا الإنصات بحكم اللفظ لعلمنا به قارئاً للقرآن. (أحكام القرآن للجصاص ٢١٦/٤)

اور مفسر قرآن علامہ محمود آلوسیؒ فرماتے ہیں:

والآية دليل لأبي حنيفة رضي الله عنه في أن المأموم لا يقرأ في سرية ولا جهرية؛ لأنها تقتضي وجوب الاستماع عند قراءة القرآن في الصلاة وغيرها، وقد قامت الدليل في غيرها على جواز الاستماع وتركه، فبقي فيها على حاله في الإنصات للجهر، وكذا في الإخفاء لعلمنا بأنه يقرأ. (روح المعاني ٢١٨٦ زكريا)

أحادیثِ شریفہ:

حنفیہ نے آیتِ مذکورہ سے جو مطلب سمجھا ہے اس کی تائید متعدد احادیثِ شریفہ سے بھی

Marfat.com

ہوتی ہے، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

دلیل (۲):- نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: ”جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو“۔

اس مضمون کی حدیثیں حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

○ عن أبي موسىٰ الأشعري (في حديث طويل) أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم خطبنا، فبين لنا سنتنا، وعلمنا صلاتنا، فقال: إذا صليتم فأقيموا صفوفكم، ثم ليؤمكم أحدكم، فإذا كبر فكبروا. وفي رواية: وإذا قرأ فأنصتوا.

(صحيح مسلم ١٧٤/١ رقم: ٣٠٣-٤٠٤، ومثله في المسند للإمام أحمد ابن حنبل ٤١٥/٤، والصحيح لابن عوانة، كذا في تعليق التعليق الآثار السنن ٥/١)

○ عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إنما جعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، واذا قرأ فانصتوا. (صحيح مسلم رقم ٤١٤، سنن النسائي ١٤٦:١ رقم: ٩٢١-٩٢٢، سنن أبي داؤد رقم: ٦٠٣، السنن الكبرى للنسائي ٣٢٠/١ رقم: ٩٩٤، طحاوي شريف ١٢٨/١ رقم: ١٢٥٧، سنن ابن ماجة ٦١ رقم: ٨٤٦)

○ عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا قرأ القرآن فأنصتوا. (كتاب القراءة للبيهقي ١١٣)

دلیل (۳):- نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کے لئے بھی قرأت کے درجہ میں ہے“۔ یعنی امام کا قرأت کرنا مقتدی کی قرأت کی طرف سے بھی کافی ہے۔

اس مضمون کی روایات حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت نواس بن سمعان، حضرت علی اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

○ عن جابر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كل من كان له إمام فقراء ته له قراءة. (إسناده صحيح) (مصنف ابن أبي شيبة ۲۸۲/۳ رقم: ۳۸۲۳، كذا في كتاب القراءة للبيهقي ۱۳۸)

○ وقد أخرج مثل هٰذا الحديث الإمام البيهقي في كتاب القراءة عن أبي هريرة وابن عمر وأنس بن مالك ونواس ابن سمعان رضي الله عنهم. (كتاب القراءة للبيهقي ۱۵۳-۱۵۶-۱۷۰-۱۷۶)

○ عن علي رضي الله عنه سأل رجل النبي صلى الله عليه وسلم أقرأ خلف الإمام أم أنصت؟ قال: لا، بل أنصت، فإنه يكفيك. (كتاب القراءة للبيهقي ۱۶۳)

عن أبي الدرداء رضي الله عنه أن رجلاً قال: يا رسول الله! في كلّ الصلاة قران؟ قال: نعم، فقال رجل من الأنصار: وجبت قال: وقال أبو الدرداء: أرى أن الإمام إذا أمّ القوم فقد كفاهم. (طحاوي شريف ۱۲۷/۱، جديد ۲۸۰، رقم: ۱۲۵٤، كذا في السنن الكبرى للنسائي ۳۲۰/۱ رقم: ۹۹۰)

دلیل (۴):- متعدد روایات سے ثابت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض مقتدیوں کے قرأت کرنے پر نا گواری کا اظہار فرمایا اور مقتدی کو قرأت کرنے سے منع بھی فرمایا۔ اور یہ واقعات جہری اور سری دونوں طرح کی نمازوں میں پیش آئے، اس لئے اس معاملہ میں جہری اور سری دونوں طرح کی نمازوں کا حکم یکساں ہے۔

اس مضمون کی روایات حضرت عمران بن حصین، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن بحینہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی ہیں۔ چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

○ عن عمران بن حصين رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الظهر، فجعل رجل يقرأ خلفه بـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ فلما

Marfat.com

انصرف قال: أيكم قرأ؟ أو أيكم القاري؟ قال رجل: أنا، فقال: قد ظننت أن بعضكم خالجنيها. (صحيح مسلم ١٧٢/١، رقم: ٣٩٨، السنن الكبرى للنسائي ٣١٨/١، رقم: ٩٨٩، مصنف ابن أبي شيبة ٣٧٦/١، جديد ٢٧٣/٣، رقم: ٣٧٩٨)

○ عن عبد الله رضي الله عنه قال: كنا نقرأ خلف النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: خلطتم عليّ القرآن. (طحاوي شريف ١٢٨/١ رقم: ١٢٥٨، مصنف ابن أبي شيبة ٢٧٦/١ جديد ٢٧٤/٣، رقم: ٣٧٩٩)

○ عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلاة جهر فيها بالقراءة، فقال: هل قرأ معي منكم أحد آنفًا؟ فقال رجل: نعم! أنا يا رسول الله! قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إني أقول ما لي أنازع القرآن، فانتهى الناس عن القراءة فيما جهر فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقراءة حين سمعوا ذلك من رسول الله صلى الله عليه وسلم. (رواه مالك في الموطأ/باب ما جاء في ترك القراءة خلف الإمام فيما يجهر فيه ٤٤، سنن النسائي، كتاب الافتتاح رقم: ١١)

○ وقد أخرج هذا الحديث الإمام البيهقي في كتاب القراءة بسنده عن جابر بن عبد الله وعمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنهما نحوه. (كتاب القراءة للبيهقي ١١٤-١٢٥)

○ عن عبد الله بن بحينة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: هل قرأ أحد منكم آنفًا، قالوا نعم! قال: إني أقول مالي أنازع القرآن، فانتهى الناس عن القراءة معه حين قال ذلك. (مسند أحمد ٣٤٥/٥)

○ عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم أقبل بوجهه، فقال: أتقرؤون والإمام يقرأ؟ فسكتوا فسألهم ثلاثًا، فقالوا: إنّا لنفعل، قال: فلا تفعلوا. (طحاوي شريف ١٢٨/١، جديد ٢٨٢/١، رقم: ١٢٦٨)

Marfat.com

○ عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم: ما كان من صلاة يجهر فيها الإمام بالقراءة فليس لأحد أن يقرأ معه. (كتاب القراءة للبيهقي ٩٩)

دلیل (۵):- بعض صحیح روایات میں ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس شخص نے کوئی رکعت اس طرح پڑھی کہ اس میں سورۂ فاتحہ کی قرأت نہ کی ہو تو گویا اس نے نماز ہی نہ پڑھی، الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو‘‘۔ یعنی اگر امام کے پیچھے ہو تو سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس مضمون کی ایک روایت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جسے امام ترمذی علیہ الرحمہ نے ’’حسن صحیح‘‘ کہا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت منقول ہے۔

○ عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم أنه قال: من صلى ركعة فلم يقرأ فيها بأم القرآن فلم يصل، إلا وراء الإمام. قال: هذا حديث حسنٌ صحيح. (سنن الترمذي ٧١/١ رقم: ٣١٣، طحاوي ١٢٨/١، جديد ٢٨٢/١، رقم: ١٢٦٥)

○ عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: كل صلاة لا يقرأ فيها بأم الكتاب فهي خداج إلا صلاة خلف الإمام. (كتاب القراءة للبيهقي ١٧١)

آثارِ صحابہؓ:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی بہت سے حضرات سے قرأت خلف الامام کی ممانعت منقول ہے۔ چند آثار صحابہ ملاحظہ فرمائیں:

دلیل (۶):- حضرت موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وسلم

Marfat.com

اور خلفاء ثلاثہ سیدنا حضرت ابوبکر، سیدنا حضرت عمر اور سیدنا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہم، یہ سب امام کے پیچھے قرأت سے منع فرماتے تھے۔

عن موسیٰ بن عقبة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبابكر وعمر وعثمان كانوا ينهون عن القراءة خلف الإمام. (المصنف لعبد الرزاق ۱۳۹/۲ رقم: ۲۸۱۰)

دلیل (۷):- امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ: ”امام کے پیچھے جہری یا سری کسی بھی نماز میں قرأت نہ کی جائے“۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ”امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے“۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: ”کاش اس شخص کے منہ میں پتھر ہوں جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہو“۔ یعنی امام کے پیچھے قرأت کرنا بہت معیوب بات ہے۔

عن القاسم بن محمد قال: قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: لا يقرأ خلف الإمام جَهرَ أو لم يجهر. (كتاب القراءة للبيهقي ۱۸٤)

عن نافع وأنس بن سيرين قال: قال عمر ابن الخطاب تكفيك قراءة الإمام. (المصنف لابن أبي شيبة ۳۷٦/۱)

عن محمد بن عجلان أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: ليت في فمِ الذي يقرأ خلف الإمام حجراً. (موطا إمام محمد ۱۰۲)

دلیل (۸):- امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ: ”جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے وہ فطرت کے خلاف کرنے والا ہے“۔

عن عبد الرحمن بن أبي ليلىٰ قال: قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه من قرأ خلف الإمام فقد أخطأ الفطرة. (سنن الدار قطني ۳۳۲/۱، المصنف لابن أبي شيبة ۳۷٦/۱)

Marfat.com

دلیل (۹):- حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جہری یا سری کسی بھی نماز میں شروع کی یا اخیر کی کسی بھی رکعت میں امام کے پیچھے قرأت نہیں فرماتے تھے“۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ کے پاس آ کر سوال کیا کہ کیا میں اما کے پیچھے قرأت کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ:”قرآن پڑھے جانے کے وقت خاموش رہو؛ کیوں کہ نماز میں مشغولیت ہے، اور تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے“۔

عن علقمة بن قيس أن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه كان لا يقرأ خلف الإمام فيما يجهر فيه و فيما يخافت في الأولين و لا في الأخريين. (الموطأ لإمام محمد ٩٦)

عن أبي وائل قال: جاء رجل إلى عبد الله بن مسعود رضي الله عنه فقال يا أبا عبد الرحمن! أقرأ خلف الإمام؟ قال: أنصت للقرآن، فإن في الصلاة شغلاً وسيكفيك ذلك الإمام. (المصنف لعبد الرزاق ٢/ ١٣٨، المصنف ابن أبي شيبة ١/ ٣٧٦، كتاب القراءة للبيهقي ١٤٦)

دلیل (۱۰):- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ کیا مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنی چاہئے، تو آپ جواب دیتے تھے کہ:”اگر تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے، اور اگر اکیلے نماز پڑھے تو خود قرأت کیا کرے“۔

اور حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

اور قاسم بن محمد کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سری یا جہری کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہیں فرماتے تھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

Marfat.com

عـن نافع أن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما كان إذا سئل هل يقرأ أحدٌ خـلف الإمـام؟ يقـول: إذا صـلّى أحدكم خلف الإمام فحسبهُ قراء ة الإمام، وإذا صلي وحده فليقرأ، قال: وكان عبد الله بن عمر لا يقرأ خلف الإمام. (المؤطا لإمام مالك ۲۹، طحاوي شريف ۲۸٤/۱، جديد رقم: ۱۲۸۳)

عـن نـافـع أن عبـد الله بن عـمر رضي الله عنه قال: من صلى خلف الإمام كفته قراء ته. (الموطأ لإمام محمد ۹٤)

عـن الـقـاسـم بـن مـحمد قال: كان ابن عمر رضي الله عنه لا يقرأ خلف الإمام، جهر أو لم يجهر. (كتاب القراءة للبيهقي ۱۸٤)

عـن ابـن عمر رضي الله عنه كان ينهى عن القراء ة خلف الإمام. (المصنف لعبد الرزاق ۱٤٠/۲)

دليـــل (۱۱):- حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے فرمایا کہ: ''امام کے ساتھ کوئی قرأت نہیں کی جائے گی''۔ اسی طرح کی روایات حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں۔

عـن عطاء بن يسار أنه أخبره أنه سأل زيد بن ثابت عن القراء ة مع الإمام، فقال: لا قراء ة مع الإمام في شيء. (صحيح مسلم ۲۱٥/۱، سنن النسائي ۱۱۱/۱)

عن عبيد الله بن مِقسَم أنه سأل عبد الله بن عمر وزيد بن ثابت وجابر بن عبـد الـلّٰـه رضـي الله عنهم فقالوا: لا تقرأوا خلف الإمام في شيء من الصلوات. (طحاوي ۱٥٠/۱)

عـن عبيـد الـلّٰـه بن مقسم قال: سألت جابر بن عبد الله أتقرأ خلف الإمام في الظهر والعصر شيئاً، فقال: لا. (المصنف لعبد الرزاق ۱٤٠/۲)

Marfat.com

دلیــــل (۱۲):- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: ''میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے، اس کے منہ میں انگاراڈال دیا جائے''۔

إن سعداً رضي الله عنه قال: وددت أن الذي يقرأ خلف الإمام في فيه جمرة. (موطا إمام محمد ۱۰۱)

دلیل (۱۳):- حبر الامہ مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا گیا کہ کچھ مقتدی ظہر اور عصر میں قرأت کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ: ''اگر میرا ان پر بس چلتا تو میں ان کی زبانیں کھینچ لیتا؛ اس لئے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرأت فرمائی، تو آپ کی قرأت ہمارے لئے قرأت تھی، اور آپ کا خاموش رہنا ہمارے لئے خاموش رہنا تھا''۔

اسی طرح آپ سے فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا۔

عن عكرمة عن ابن عباس أنه قيل له أن ناسا يقرأون في الظهر والعصر، فقال: لو كان لي عليهم سبيل لقلعت ألسنتهم، إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ، فكانت قراءته لنا قراءة، وسكوته لنا سكوتاً. (طحاوي شريف ۱/۱۴۱)

عن أبي حمزة قال: قلت لابن عباس: أقرأ والإمام بين يدي، فقال: لا. (طحاوي شريف ۱/۱۵۱)

مذکورہ بالا دلائل کی بنیاد پر حضراتِ حنفیہ نے جہری اور سری نمازوں میں مقتدی کے لئے قرأت کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے؛ کیوں کہ قرأت کی ممانعت کے عموم میں سورۂ فاتحہ بھی شامل ہے؛ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سورۂ فاتحہ اور دیگر قرآن کا حکم اس معاملہ میں الگ الگ ہے، جیسا کہ بعض ائمہ کا خیال ہے۔ اور جہری اور سری کا بھی فرق نہیں کیا جا سکتا؛ کیوں کہ درج بالا دلائل سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ سری نمازوں میں بھی مقتدی کی قرأت پر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ نے ناگواری ظاہر فرمائی ہے۔

Marfat.com

فقہی عبارات:

یہی وہ بنیادیں ہیں جن کی وجہ سے فقہاء احناف نے مقتدی کی قرأت کو مطلقاً ممنوع کہا ہے۔ چند فقہی عبارتیں درج ذیل ہیں:

۱:— قال محمد: لا قراءة خلف الإمام فيما جهر فيه، ولا فيما لم يجهر بذلك جاءت عامة الآثار، وقول أبي حنيفة رحمه الله. (الموطأ لإمام محمد ٩٨-٩٩)

عن إبراهيم قال: ما قرأ علقمة بن قيس قط فيما يجهر فيه ولا فيما لا يجهر فيه ولا في الركعتين الأخريين أم القران ولا غيرها خلف الإمام، قال محمد: وبه نأخذ، لا نرى القراءة خلف الإمام في شيء من الصلاة يجهر فيه أو لا يُجهر فيه. (الكتاب الآثار للإمام محمد ١٦٣-١٦٤ المجلس العلمي ڈابھيل)

۲:— ولا يقرأ المؤتم خلف الإمام ...... وعليه إجماع الصحابة، ويستمع وينصت. (هداية ١/١٢١-١٢٢ بلال ديوبند، كذا في فتح القدير ١/٣٥٠)

۳:— والمؤتم لا يقرأ مطلقًا، فإن قرأ كره تحريمًا؛ بل يستمع إذا جهر، وينصت إذا أسرّ، لقول أبي هريرة: كنا نقرأ خلف فنزل: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ (الدر المختار ٢/٢٦٦ زكريا، كذا في البحر الرائق ١/٥٩٩ رشيدية، تبيين الحقائق ٣٣٧ دار الكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع ١/٥١٨ بيروت)

٤:— ولا يقرأ المؤتم خلف الإمام في السرية والجهرية؛ بل يستمع وينصت ...... ولنا قوله تعالىٰ: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ وقوله عليه السلام: ”من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة، وعليه إجماع الصحابة رضي الله عنهم. (مجمع الأنهر ١/١٠٦ دار إحياء التراث العربي بيروت)

علامہ ابن تیمیہؒ کا ایک فتویٰ:

غیر مقلدینؒ حضرات چوں کہ علامہ ابن تیمیہؒ کے فتویٰ کو بہت اہمیت دیتے ہیں، اس لئے

Marfat.com

ان کا ایک فتویٰ ذیل میں درج ہے، جس میں جہری نمازوں میں مقتدی کے لئے فاتحہ وغیرہ نہ پڑھنے کے موقف کی تائید کی گئی ہے، اور اسے جمہور سلف وخلف کا قول بتایا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، موصوف فرماتے ہیں:

"ليس له أن يقرأ حال جهر الإمام إذا كان يسمع لا بالفاتحة ولا غيرها، وهذا قول الجمهور من السلف والخلف...... وقول الجمهور هو الصحيح، فإن سبحانه وتعالىٰ قال: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا﴾". (فتاویٰ ابن تیمیة ۲۹٤/۲۲)

(مقتدی کے لئے امام کے جہر کرنے کی حالت میں جب کہ وہ امام کی آواز سن رہا ہو، سورۂ فاتحہ یا کسی اور جگہ سے قرأت کرنے کا حکم نہیں ہے، یہی سلف اور خلف جمہور کا قول ہے ......اور جمہور کا قول ہی صحیح ہے؛ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو''۔)

حدیثِ عبادہ کا محمل:

عام طور پر فاتحہ خلف الامام کی تائید میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث "لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب". (صحیح مسلم ۱۶۹/۱ وغیرہ) (بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز معتبر نہیں ہے) پیش کی جاتی ہے، اور یہ باور کرایا جاتا ہے کہ حنفیہ اس حدیث پر عمل نہیں کرتے، حالاں کہ یہ بات خلافِ واقعہ ہے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث گو کہ صحیح ہے؛ لیکن اس کا تعلق مقتدی سے نہیں؛ بلکہ امام اور اکیلے نماز پڑھنے والے سے ہے، اور اس تخصیص کی مضبوط دلیلیں وہ روایات ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں؛ لہٰذا یہ کہنا کہ حنفیہ اس حدیث کے تارک ہیں، الزامِ محض ہے، جو کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

اور حدیثِ عبادہ کی جو توجیہ حنفیہ نے فرمائی ہے، تقریباً اسی طرح کی بات حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت سفیان ابن عیینہؒ سے بھی منقول ہے۔ چناں چہ حضرت امام ترمذیؒ، امام احمدؒ کا موقف نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

Marfat.com

وأما أحمد بن حنبلؒ فقال: معنى قول النبي صلى الله عليه وسلم: ''لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب'' إن هٰذا إذا كان وحده، واحتج بحديث جابر بن عبد اللّٰهؓ حيث قال: من صلى ركعة لم يقرأ فيها بأم القرآن فلم يصل إلا أن يكون وراء الإمام، قال أحمد: فهٰذا رجل من أصحاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم تأول قول النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: ''لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب'' إن هٰذا إذا كان وحده. (سنن الترمذي ۱/۱ ۷)

اورحضرت امام ابوداؤدؒ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے: قال سفيان: لمن يصلي وحده. (سنن أبي داؤد ۱/۱۱۹)

لہٰذا معلوم ہوا کہ حنفیہ نے ''لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب'' جیسی حدیثوں کو جو امام یا منفرد کے لئے خاص کیا ہے، یہ صرف حنفیہ ہی کا موقف نہیں؛ بلکہ بعض دیگر معتبر ائمہ سے بھی یہی توجیہ منقول ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟

سوال (۳۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب جو معمولی پڑھے لکھے ہیں؛ لیکن کچھ دنوں سے ان کا اٹھنا بیٹھنا بعض غیر مقلدین کے ساتھ ہوگیا ہے، جس کی بنا پر وہ یہ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا ہر مقتدی کے لئے لازم ہے، اور امام کو سورۂ فاتحہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنی چاہئے؛ تاکہ درمیانی وقفہ میں مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھ لے، ان کا کہنا یہ ہے کہ جن روایتوں میں امام کے قرأت کرتے وقت مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم ہے، اس سے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنا مراد نہیں ہے؛ بلکہ سورۂ فاتحہ کے بعد والی قرأت سے ممانعت مقصود ہے، اور وہ بھی صرف جہری نمازوں میں، سری نماز میں سورۂ فاتحہ کے

Marfat.com

ساتھ دیگر قرأت پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت مفتی صاحب سے درخواست ہے کہ مذکورہ صاحب کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدی خاموش رہیں، اور قرأت کے عموم میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا بھی شامل ہے؛ لہٰذا راجح قول کے مطابق امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا ممنوع قرار دیا جائے گا، اور جن روایات میں اس طرح کے الفاظ آئے ہیں کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز ہی صحیح نہیں ہوتی، ان سے مراد امام اور منفرد کی نماز ہے، مقتدی کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ اور جہری اور سری سب نمازوں میں مقتدی کے لئے خاموش رہنے کا حکم ہے؛ لہٰذا یہ تفریق کرنا کہ ممانعت صرف جہری نمازوں کے ساتھ خاص ہے، یا یہ کہنا کہ ممانعت کا تعلق سورۂ فاتحہ کے علاوہ دیگر قرأت سے ہے، یہ دونوں باتیں دلیل کے اعتبار سے مرجوح ہیں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنما جعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا قرأ فانصتوا. (صحيح مسلم رقم ٤١٤، سنن النسائي ١٤٦:١ رقم: ٩٢١-٩٢٢، سنن أبي داؤد رقم: ٦٠٣، السنن الكبرى للنسائي ٣٢٠/١ رقم: ٩٩٤، طحاوي شريف ١٢٨/١ رقم: ١٢٥٧، سنن ابن ماجة ٦١ رقم: ٨٤٦)

وأما أحمد بن حنبل فقال: معنى قول النبي صلى الله عليه وسلم: "لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب" إن هذا إذا كان وحده، واحتج بحديث جابر بن عبد الله حيث قال: من صلى ركعة لم يقرأ فيها بأم القرآن فلم يصل إلا أن يكون وراء الإمام، قال أحمد: فهذا رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم تأول قول النبي صلى الله عليه وسلم: "لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب" إن هذا إذا كان وحده. (سنن الترمذي ٧١/١)

Marfat.com

قال سفيان: لمن يصلي وحده. (سنن أبي داؤد ١١٩/١)

كما دلت الآية على النهي عن القراءة خلف الإمام فيما يجهر به، فهي دلالة على النهي فيما يخفى؛ لأنه أوجب الاستماع والإنصات عند القراءة، ولم يشترط في حال الجهر من الإخفاء، فإذا جهر فعلينا الاستماع والإنصات، وإذا أخفى فعلينا الإنصات بحكم اللفظ لعلمنا به قارئاً للقرآن. (أحكام القرآن للجصاص ٢١٦/٤)

قال في الخزائن: وفي الكافي: منع المؤتم من القراءة ماثور عن ثمانين نفرًا من كبار الصحابة، منهم المرتضىٰ والعبادلة، وقد دوّن أهل الحديث أساميهم. (شامي ٢٦٦/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۳/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر حنفی مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرلے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۳۱۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حنفیہ کے نزدیک امام کے پیچھے قرأت کرنا جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر کوئی حنفی مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرلے تو اس کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کے نزدیک مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرأت کرنا اگرچہ ممنوع ہے؛ لیکن اگر وہ قرأت کرلے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، اور سہواً قرأت کی صورت میں اس پر سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہوتا؛ اس لئے کہ اصول یہ ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی اگر کسی سہو کا ارتکاب کرے، تو اس کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا؛ لیکن اگر عمداً قرأت کرے گا تو بعض فقہاء نے اعادۂ صلوٰۃ کا حکم دیا ہے؛ اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ قرأت نہ کرے۔

قوله: (وإنصات المقتدي) فلو قرأ خلف إمامه كُره تحريماً ولا تفسد في

Marfat.com

لأصح، كما سيأتي قبيل باب الإمامة، ولا يلزمه سجود سهوٍ لو قرأه سهواً؛ لأنه سهو على المقتدي. وهل يلزم المتعمّد الإعادة جزم ح، وتبعه ط بوجوبها. شامي ١٦٥/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۳/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا فاتحہ اور سورت کے درمیان دیر تک سکوت کرنا؟

سوال (۳۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے یں کہ: زید مسلکاً شافعی ہے اور ایک مسجد کا امام ہے، جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت شروع کرنے سے پہلے اتنی مقدار میں سکوت کرتا ہے کہ جتنے وقفہ میں تعجیل کرنے کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھی جاسکے۔ وضاحت کی جاتی ہے کہ مقتدی حضرات سب ہی حنفی المسلک ہیں، دریں صورت امام موصوف کا درمیان فاتحہ وسورت کے یہ وقفہ کرنا کیسا ہے؟ اور امام صاحب کے ایسا کرنے سے مقتدی حضرات کی نماز میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شافعی مسلک میں فاتحہ اور سورت کے درمیان وقفہ کا حکم جن دلائل پر مبنی ہے، وہ ضعیف اور غیر معتبر ہیں؛ کیوں کہ احادیثِ صحیحہ میں امام کے قرأت کرنے پر مقتدی کو مطلقاً خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے، جب کہ امام کے سکتات میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی صراحت جن روایات میں ہے، اُن میں ایک راوی (محمد بن عبد اللہ بن عبید بن عمیر لیثی) انتہائی ضعیف اور کمزور ہے، اس لئے وہ استدلال کے قابل نہیں۔ روایات ملاحظہ فرمائیں:

روى الحاكم بطريق محمد بن عبد الله بن عبيد بن عمير الليثي عن عطاء عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى صلاة مكتوبة مع الإمام فليقرأ فاتحة الكتاب في سكناته، ومن انتهى إلى أم الكتاب فقد أجزأه. (المستدرك للحاكم ٣٥٤/١ رقم: ٨٦٨)

Marfat.com

وروى الدار قطني أيضًا بطريق محمد بن عبد اللّٰه بن عبيد بن عمير عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من صلى صلاة مكتوبة أو تطوعًا فليقرأ فيها بأم الكتاب وسورة معها، فإن انتهى إلى أم الكتاب فقد أجزأ، ومن صلى صلاة مع الإمام يجهر بفاتحة الكتاب في بعض سكتاته، فمن لم يفعل فصلاته خداج غير تمام. (سنن الدار قطني ۳۱۹/۱ رقم: ۱۲۱۰ – ۲۱۵/۱ رقم: ۱۱۹٦)

محمد بن عبد اللّٰه بن عبيد بن عمير الليثي ضعفه يحيىٰ بن معين، وقال البخاري: منكر الحديث، وقال النسائي: متروك، وقال أبو داؤد: ليس بثقة. (لسان الميزان ۳۱٦/۵)

لیکن چوں کہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے، اس لئے سکتۂ طویلہ کرنے والے مذکورہ شافعی امام کے پیچھے اگر حنفی مقتدی نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز فاسد نہ ہوگی؛ البتہ اگر کوئی حنفی امام سورۂ فاتحہ اور ضم سورت کے درمیان بلا عذر ایک رکن کے بقدر فصل کرے گا تو اس کی نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

وأما الاقتداء بالمخالف في الفروع كالشافعي فيجوز ما لم يعلم منه ما يفسد الصلاة على اعتقاد المقتدي، عليه الإجماع. إنما اختلف في الكراهة الخ. لا فيما هو سنة عنده مكروه عندنا، كرفع اليدين في الانتقالات وجهر البسملة وإخفائها، فهٰذا وأمثاله لا يمكن فيه الخروج عن عهدة الخلاف، فكلهم يتبع مذهبه ولا يمنع مشربه. وفي حاشية الأشباه للخير الرملي: الذي يميل إليه خاطري القول بعدم الكراهة إذا لم يتحقق منه مفسد. (شامي ۳۰۲/۲-۳۰۳ زكريا)

ومن الواجب تقديم الفاتحة على السورة وأن لا يؤخر السورة عنها بمقدار ركن. (مراقي الفلاح ۲۵۰، شامي ۱٤۲/۲ ۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳٦/۳/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

منفرد کارات کی نماز میں زور سے تکبیر اور قرأت کرنا؟

سوال (۳۲۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید سنن ونوافل، وتر کی نمازوں میں تکبیریں ہر نماز میں زور سے کہتا ہے، تو کیا یہ درست ہے؟ اسی طرح منفرد کو فرض نماز کی تکبیریں اور قرأت زور سے کرنا چاہئے یا آہستہ، شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جہری نمازوں کے وقت میں منفرد کو اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے جہر کرے یا آہستہ پڑھے، وتر اور رات کے نوافل کا بھی یہی حکم ہے؛ البتہ دن کی نوافل میں جہر نہیں ہے۔

کمتنفل بالنهار فإنه يسر ويخير المنفرد في الجهر وهو أفضل ويكتفي بأدناه. (درمختار ۲/۲۵۱ زکریا)

ويجب الإسرار في نفل النهار للمواظبة على ذلك. (مراقي الفلاح علی الطحطاوي ۲۰۵، البحر الرائق ۱/۳۳۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۴/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پہلی رکعت میں سورۂ فیل اور دوسری میں سورۂ فلق پڑھنا؟

سوال (۳۲۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ فیل پڑھی، اور دوسری رکعت میں سورۂ فلق پڑھ دی، تو اس طرح سے پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ فیل پڑھنا اور دوسری رکعت میں سورۂ فلق پڑھنا درست ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

Marfat.com

(يكره الفصل بسورة قصيرة) أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فلا يكره، شرح المنية، كما إذا كانت سورتان قصيرتان. (شامی ۲/۲٦۹ زکریا)

وإن كان في الركعتين، فإن كان بينهما سورة لا يكره، وإن كانت سورة واحدة، قال بعضهم: يكره وقال بعضهم: إن كانت السورة طويلة لا يكره.

(الفتاویٰ التاتارخانية ۲/٦٨ رقم: ١٧٦٤ زكريا، كذا في مراقي الفلاح ٥٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طوالِ مفصل میں سورت کا فصل کر کے پڑھنا؟

سوال (۳۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طوالِ مفصلات کے اندر کسی ایک سورت کا فصل نماز میں درست ہے یا نہیں؟ مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ نباء پڑھنے کے بعد دوسری رکعت میں سورۂ نازعات کو چھوڑ کر سورۂ عبس پڑھنے میں کوئی کراہت ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طوالِ مفصل کی سورتوں میں سے دو رکعتوں کے درمیان کسی ایک لمبی سورت کے فصل ہو جانے سے نماز بلا کراہت درست ہو جاتی ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں پہلی رکعت میں سورۂ نباء پڑھنے کے بعد دوسری رکعت میں سورۂ عبس کے پڑھنے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں ہوتی۔

(يكره الفصل بسورة قصيرة) أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فلا يكره، شرح المنية، كما إذا كانت سورتان قصيرتان. (شامی ۲/۲٦۹ زکریا، مراقي الفلاح مع الطحطاوي ٥٣)

وأما في ركعتين إن كان بينهما سور لا يكره وإن كان بينهما سورة

Marfat.com

واحدة، قال: بعضهم يكره، وقال بعضهم: إن كانت السورة طويلة لا يكره.

(الفتاوىٰ الهندية ۱/۷۸، الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۶۸ رقم: ۱۷۶٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسافر کا مقیم امام کو نماز میں لقمہ دینا؟

سوال (۳۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص سفر میں جائے اور کسی مسجد میں کوئی نماز مثلاً فجر کی نماز پڑھے اور امام کوئی سورت مثلاً سورۂ یٰس پڑھے اور وہ مسافر اس کو لقمہ دے دے اور ایک جگہ نہیں؛ بلکہ کئی جگہ لقمہ دیا، تو حضرت سے درخواست ہے کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں بتلائیں کہ وہ لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو کیوں، اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ کیا لقمہ دینے یا نہ دینے پر اس کے مسافر ہونے کو بھی دخل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر امام سے قرأت میں غلطی ہوجائے اور اس کو لقمہ دینا ناگزیر ہو، تو نماز میں شریک مقتدیوں میں سے کوئی بھی غلطی بتاسکتا ہے، خواہ مسافر ہو یا مقیم، اس سے مقتدی یا امام کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

بخلاف فتحه على إمامه فإنه لا يفسد مطلقاً لفاتح وآخذ بكل حال. (شامي ۲/۳۸۱ زکریا، الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۲۲۵ رقم: ۲۲۳٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۶/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فجر کی پہلی رکعت میں ﴿اَقِمِ الصَّلاةَ﴾ کا رکوع اور دوسری میں ''سورۂ شمس'' پڑھنا

سوال (۳۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فجر کی نماز میں کسی حافظ نے پہلی رکعت میں پندرہویں پارہ میں سے ایک رکوع ﴿اَقِمِ الصَّلاةَ﴾

Marfat.com

سے قرأت کی، اور دوسری رکعت میں تیسویں پارہ میں سے ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ پوری سورت قرأت کی، نماز ہوئی یا نہیں؟ کیا نماز فاسد ہوگئی یا مکروہ؟ امام صاحب نے نماز کو دوبارہ پڑھوائی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں فجر کی نماز بلا کراہت ادا ہوگئی، دوبارہ لوٹانی نہیں چاہئے تھی؛ البتہ جب دوبارہ لوٹائی گئی تو یہ لوٹائی گئی نماز نفل ہو جائے گی۔

(يكره الفصل بسورة قصيرة) أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فلا يكره، شرح المنية، كما إذا كانت سورتان قصيرتان. (شامی ۲/ ۲۶۹ زکریا، مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۵۳)

وأما في ركعتين إن كان بينهما سور لا يكره وإن كان بينهما سورة واحدة، قال: بعضهم يكره، وقال بعضهم: إن كانت السورة طويلة لا يكره.

(الفتاویٰ الهندية ۱/ ۷۸، الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۶۸ رقم: ۱۷۶٤ زكريا)

وبالأول يخرج عن العهدة. (البحر الرائق ۲/ ۱۳۹ زكريا)

فإن أعادها كانت نفلاً. (البحر الرائق ۲/ ۱۵۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/ ۳/ ۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پہلی رکعت میں ﴿اِذَا جَآءَ﴾ اور دوسری میں ﴿تَبَّتْ يَدَآ﴾ پڑھنا؟

سوال (۳۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو سورت یا رکوع پہلی رکعت میں پڑھی جائے اگر دوسری رکعت کی سورت اس سے کچھ بڑی ہو جائے، مثلاً پہلی رکعت میں ﴿اِذَا جَآءَ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ﴾ پڑھی تو کیا اس سے نماز کی افضلیت اور ثواب میں کچھ فرق بھی آئے گا؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چھوٹی سورتوں میں اگر پہلی رکعت میں پڑھی جانے والی سورت کے مقابلہ میں دوسری رکعت کی صورت تین آیتیں یا اس سے زیادہ بڑی ہے، تو ایسی صورت میں اس طرح پڑھنا مکروہ ہوگا اور اگر دو ایک آیتوں کا فرق ہو تو کراہت نہ ہوگی۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ پہلی رکعت میں ﴿إِذَا جَآءَ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿تَبَّتْ يَدَآ﴾ پڑھنے میں کراہت نہیں ہے؛ کیوں کہ دونوں سورتوں میں تین آیتوں سے کم کا تفاوت ہے۔

وإنما يكره التفاوت بثلاث آيات فإن كان آية أو آيتين لا يكره. (البحر الرائق ۱/۱ ۳۰٤، شامی ۱/۲٤۲ ٥ كراچی، ۲/۲٦۳ زکریا، امداد الفتاوی ۱/ ۲۰٦، طحطاوي ۱۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۱۲/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شبِ جمعہ کو نمازِ مغرب میں سورہ الکافرون اور سورہ اخلاص پڑھنا؟

سوال (۳۲٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) کیا شب جمعہ نماز مغرب میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو اس کا حوالہ تحریر فرمادیں؟

نیز اس کو مستحب سمجھتے ہوئے گاہ گاہ ناغہ کے ساتھ پابندی کرنا جس طرح روز جمعہ نماز فجر اور نماز جمعہ میں منقول سورتوں کا پابندی کرنا فقہاء نے لکھا ہے، تو کیا اسی طرح شبِ جمعہ کی سورتیں بھی فقہاء نے لکھی ہیں، حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شبِ جمعہ کو نمازِ مغرب میں سورۂ ''کافرون'' اور سورۂ ''اخلاص'' پڑھنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، لہٰذا کبھی کبھی ناغہ کے ساتھ ان سورتوں کا شبِ جمعہ کی نماز مغرب میں پڑھنا مستحب ہوگا۔

عن جابر بن سمرة قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ في صلاة

Marfat.com

المغرب ليلة الجمعة ﴿قُلْ يٰٓأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ و ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (مشكوة المصابيح مع شرحه مرقاة المفاتيح ٩٩/٢، السنن الكبرىٰ للبيهقي ٣٩١/٢ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۵/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرض نماز میں رکوع کا جز پڑھنے سے نماز کا حکم؟

سوال (۳۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرض نماز باجماعت میں امام صاحب عموماً رکوع کا جز پڑھتے ہیں، کچھ حضرات جز پڑھنے پر اعتراض کرتے ہیں، شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح نماز گوکہ صحیح ہوجاتی ہے؛ لیکن مستحب یہ ہے کہ مفصلات میں سے کوئی سورت مکمل پڑھی جائے، اس کے خلاف معمول بنالینا مناسب نہیں ہے۔

أخرج الطبراني في المعجم الكبير عن ابن عمر عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: ما من سورة في المفصل صغيرة ولا كبيرة إلا قد سمعت من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقرؤها في الصلاة كلها. (المعجم الكبير للطبراني ١٢ ٢٨٠ رقم: ١٣٣٥٩، الفتاوىٰ التاتارخانية ٦٦/٢ رقم: ١٧٥٩ زكريا)

صرحوا بأن الأفضل في كل ركعة الفاتحة وسورة تامة، وعن عمر أنه كتب إلى أبي موسىٰ الأشعري أن اقرأ في الفجر والظهر بطوال المفصل، وفي العصر والعشاء بأوساط المفصل، وفي المغرب بقصار المفصل، قال في الكافي: وهو مروي عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لأن المقادير لا تعرف إلا سماعاً. (شامي ٥٠٥/١ كراچی، شامي ٢٦١/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

قرأت میں غلطی

قرأت میں فحش غلطی

سوال (۳۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نماز پڑھتا ہے، اور قرآنِ کریم پڑھتے ہوئے ایسی فحش غلطی کرتا ہے کہ جس سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں، مثلاً ''ض'' کی جگہ ''ظ''، ''ط'' کی جگہ ''ت'' اور ''ح'' کی جگہ ''ہ'' پڑھتا ہے، تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے دوران اگر قرآنِ کریم پڑھتے ہوئے ایسی فحش غلطی ہوجائے جس سے معنی بالکل بدل جائیں اور تاویل کی کوئی صورت نہ رہے، تو اس فحش غلطی سے نماز فاسد ہوجائے گی، اگر قریب المخارج حروف میں اَدل بدل ہوجائے، مثلاً: ''ظا'' اور ''ضاد'' ''طا'' اور ''تا''، یا ''ہا'' اور ''حا'' وغیرہ، تو متأخرین کے نزدیک مطلقاً نماز فاسد نہ ہوگی، الا یہ کہ کوئی شخص قصداً غلط پڑھے، تو پھر یقیناً فساد کا حکم لگایا جائے گا۔

قال في الخانية والخلاصة: الأصل فيما إذا ذكر حرفاً مكان حرف وغير المعنى، إن أمكن الفصل بينهما بلا مشقة تفسد، وإلا يمكن إلا بمشقةٍ، كالظاء مع الضاد المعجمتين، والصاد مع السين المهملتين، والطاء مع التاء. قال أكثرهم: لا تفسد. وفي خزانة الأكمل، قال القاضي أبو عاصم: إن تعمد ذلك تفسد. (شامي ٣٩٦/٢ زكريا، طحطاوي ١٨٦) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱/۷/۱۴۲۹ھ

Marfat.com

نماز میں غلط قرأت کرنا؟

سوال (۳۲۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص جمعہ کی نماز پڑھا رہا ہے، اور اس نے ایک رکعت میں بڑی ایک آیت پڑھی؛ لیکن اس آیت کو غلط پڑھا، سلام پھیرنے کے بعد لوگوں میں اختلاف ہوگیا، کچھ کہہ رہے تھے کہ نماز ہوگئی؛ کیوں کہ اکثر حصہ صحیح پڑھا گیا ہے، کچھ کہہ رہے تھے کہ نماز نہیں ہوئی، غرض یہ ہے کہ اختلاف شدید کی وجہ سے نماز کو دوہرایا گیا، اس مسئلہ کی وضاحت فرمادیجئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے اندر ہر رکعت میں چاہے جتنا بھی قرآن پڑھے اس کو صحیح پڑھنا ضروری ہے، اگر کوئی ایسی غلطی ہوجائے جو مفسد صلوٰۃ ہو، تو اگر اسی رکعت میں اس کا تدارک کرلیا یعنی لوٹا کر صحیح پڑھ لیا، تو نماز ہوجائے گی۔

وفي المضمرات: قرأ في الصلاة بخطاء فاحش ثم أعاد وقرأ صحيحاً فصلاته جائزة. (طحطاوي على الدر ۱/۲۶۷، الفتاوى الهندية ۱/۸۲، أحسن الفتاویٰ ۳/۴۵، فتاویٰ دار العلوم ۱/۸۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوران نماز ش، ص، ض، ث، ط، کی ادائیگی میں غلطی کرنا؟

سوال (۳۳۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز کے اندر قراءت کرتے ہوئے امام نے ش کی جگہ س اور خ کی جگہ ، ص کی جگہ س ، ث ، ط کی جگہ ت ض کی جگہ ظ یا ض کی جگہ دال پڑھ کر کے پڑھی یا ان کے علاوہ ان جیسی غلطیوں سے فساد صلوٰۃ کا حکم لگےگا یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص اپنی دانست میں مثلاً: ث کی قرأت کرتا ہے اور ث کو صحیح مخرج سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے، مگر سننے والوں کو ث کے بجائے س سنائی دیتی ہے اور اس طرح ح اور ہ اور س اور ث کا معاملہ ہے، تو ان حروف کے آپس میں تشابہ کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

قال في الخانية والخلاصة: الأصل فيما إذا ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنى إن أمكن الفصل بينهما بلا مشقة تفسد، وإلا يمكن إلا بمشقة، كالظاء مع الضاد المعجمتين، والصاد مع السين المهملتين، والطاء مع التاء، قال أكثرهم: لا تفسد. وفي خزانة الأكمل، قال القاضي أبو عاصم: إن تعمد ذلك تفسد، وإن جرى على لسانه أو لا يعرف التمييز لا تفسد هو المختار. وفي التاتارخانية: الخطاء إذا دخل في الحروف لا تفسد؛ لأن فيه بلوى عامة الناس؛ لأنهم لا يقيمون الحروف إلا بمشقة، قلت: فينبغي على هذا عدم الفساد في إبدال الثاء سينا والقاف همزة - إلى قوله - فاعمل بما تختار، والاحتياط أولى.

(شامي ۲/۳۹۶ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ۲/۸۴ رقم: ۱۸۱۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں ﴿اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کے بجائے ﴿اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ پڑھنا؟

سوال (۱۳۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب نے ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً، قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کے بجائے ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ

Marfat.com

جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً، قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ پڑھا تو کیا نماز فاسد ہوجائے گی یا نہیں؟ برائے کرم زلۃ القاری کے مختصر ضوابط بھی تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ﴿اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کے بجائے ﴿اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی؛ کیوں کہ یہ خود اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے۔ اس میں ''من اللّٰہ'' کا اضافہ اگر چہ زائد ہے؛ لیکن اس سے معنی میں ایسی تبدیلی نہیں ہوئی جو موجب فساد ہو اور زلۃ القاری کے ضوابط فقہی کتابوں میں ملاحظہ کیے جائیں۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ آیت میں غلطی کی وجہ سے اگر اس طرح معنی بدل جائیں کہ تاویل کی کوئی گنجائش نہ رہے، تو نماز فاسد ہوتی ہے ورنہ نہیں۔

لو زاد كلمة أو نقص حرفا أو قدمه أو بدله بآخر ...... لم تفسد ما لم يتغير المعنى. (شامي ۶۳۲/۱ كراچی)

وإن زاد كلمة في آية إن كانت في القرآن ولا يتغير المعنى ...... لا تفسد صلاته في قولهم. (بزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية ۱۵۴/۱، حلبي كبير ۴۹۲، الفتاوىٰ الهندية ۹۷/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۳/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں ﴿اَرَادَ شُکُوْرًا﴾ کے بجائے ﴿عِبَادَ شُکُوْرًا﴾ پڑھنا

سوال (۴۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام جمعہ کی نماز پڑھا رہا ہے اور میں نے پہلی رکعت میں ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ

Marfat.com

خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ پڑھا؛ لیکن ﴿اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ اراد کے بجائے ”عباد“ پڑھ دیا تو نماز جمعہ ہوئی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اراد کے جگہ عباد پڑھنے سے مذکورہ آیت کے معنی میں تغیر فاحش نہیں ہوا؛ اس لئے نماز درست ہوگی۔

ومنها ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل إن كانت الكلمة التي قرأها مكان كلمة يقرب معناها، وهي في القرآن لا تفسد صلاته. (الفتاوی الهندية ١/ ٨٠، حلبي كبير ٤٨٨، رد المحتار / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: مسائل زلة القاري ٢/١ ٦٣ كراچی)

إن كانت الكلمة التي قرأها مكان كلمة يقرب معناها وهي في القرآن لا تفسد صلاته. (الفتاوی الهندية ١/ ٨٠)

أن لا تخرج الكلمة بحرف البدل من ألفاظ القرآن ومعناه: أن هذه الكلمة مع حرف البدل توجد في القرآن ...... ففي هذا الوجه لا تفسد صلاته. (الفتاوی التاتارخانية ٢/ ٨٢ رقم: ١٨٠٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۲/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

”الٓمٓ“ کی جگہ ”حٰمٓ“ پڑھنے سے نماز کا حکم

سوال (۳۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب نے فجر کی دوسری رکعت میں سورۂ ﴿الٓمّٓ. تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی تلاوت کی، جس میں الٓمٓ کی جگہ حٰمٓ پڑھ کر چلا گیا، تو اس صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوئی۔

Marfat.com

إن كانت الكلمة التي قرأها مكان كلمة يقرب معناها وهي في القرآن لا تفسد صلاته. (الفتاوى الهندية ۱/ ۸۰)

أن لا تخرج الكلمة بحرف البدل من ألفاظ القرآن ومعناه: أن هذه الكلمة مع حرف البدل توجد في القرآن ...... ففي هذا الوجه لا تفسد صلاته.

(الفتاوى التاتارخانية ۲/ ۸۲ رقم: ۱۸۰۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/ ۴/ ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں ﴿لا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ﴾ کولوٹاتے وقت ﴿یَعْصُوْنَ اللّٰہَ﴾ پڑھنا؟

سوال (۳۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب نے فجر کی نماز میں سورہ تحریم پڑھتے ہوئے ﴿لا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ﴾ پر وقف کیا، پھر پیچھے سے لوٹا کر پڑھا، تو ﴿لا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ﴾ سے پڑھا "لا" دوبارہ میں چھوڑ دیا، امام صاحب صرف حافظ ہیں مثبت منفی کو نہیں جانتے، کیا اس حالت میں نماز پر تو کوئی اثر نہیں پڑا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں امام صاحب نے آیت دہرانے میں غلطی کی ہے، انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا؛ لیکن نماز بہر حال درست ہوگئی؛ اس لئے کہ عام لوگوں کو معنی کا استحضار نہیں رہتا۔

أو بوقف وابتداء لم تفسد وإن غير المعنى به يفتى، وفي الشامي: الابتداء إن كان لا يغير المعنى تغيراً فاحشاً لا تفسد، وإن غير المعنى نحو ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ﴾ ثم ابتدأ "بإلا هو" لا يفسد عند عامة المشايخ؛ لأن العوام لا يميزون، ولو

Marfat.com

وقف على "وقالت اليهود" ثم ابتدأ بما بعده أي عزير ابن الله لاتفسد بالإجماع، وفي شرح المنية: والصحيح عدم الفساد في ذلك كله. (شامي ۲/۳۹۵ زکریا، الفتاویٰ التاتارخانية ۲/۴ ۱۰، رقم: ۱۸۶۷ زکریا، المحیط البرهاني ۲/۷۴ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۲/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں تین آیت کے بعد ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ﴾ کے بجائے ﴿كَفَرُوْا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ﴾ پڑھ دیا

سوال (۳۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب نے تین آیتیں صحیح پڑھنے کے بعد آیت: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ﴾ میں ﴿امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ﴾ کی جگہ ﴿كَفَرُوْا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ﴾ پڑھا تو کیا نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو اعادہ واجب ہوگیا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: ﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا امْرَأَةَ﴾ کی جگہ ﴿كَفَرُوْا امْرَأَةَ﴾ پڑھنے سے معنی بالکل بدل گئے ہیں؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں نماز فاسد ہوگئی، اس کا اعادہ لازم ہے اور قرأت میں فحش غلطی کی وجہ سے جو نماز فاسد ہوتی ہے، اس میں تین آیتیں پڑھنے یا نہ پڑھنے سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا، یعنی اگر صحیح طور پر تین آیتیں پڑھنے کے بعد فحش غلطی ہو جائے، تو بھی نماز میں فساد کا حکم ہوگا۔

فإن كان يغير المعنى تفسد صلاته بلاخوف نحو إن قرأ: "والذين آمنوا وكفروا بالله ورسوله أولئك هم الصديقون". (الفتاوی التاتارخانية ۲/۲ ۱، رقم: ۱۸۶۲ زکریا)

أما إذا غير المعنى بأن قرأ: "إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات أولئك هم شر البرية" - إلى قوله - "خالدين فيها أولئك هم خير البرية" تفسد عند

Marfat.com

عامة علمائنا وهو الصحيح. (الفتاویٰ الهندية ۱/۸۱)

وإن تغير المعنى بأن قرأ: ﴿إن الابرار لفي جحيم و إن الفجار لفي نعيم﴾. أو قرأ: ''إن الذين آمنوا و عملوا الصالحات أولئک هم شر البرية''، أو قرأ: ''وجوه يومئذ عليها غبرة، أولئک هم المؤمنون حقا'' تفسد صلاته؛ لأنه أخبر بخلاف ما أخبر الله تعالىٰ به، وقال بعضهم: لا تفسد صلاته لعموم البلویٰ، والأول أصح. (فتاویٰ قاضي خان علی الفتاویٰ الهندية ۱/۱۵۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۵/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدُ، نِ اللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ پڑھنا؟

سوال (۳۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تراویح میں قرآن سناتے میں حافظ نے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ کے بجائے ﴿نِ اللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ بغیر سانس توڑے پڑھ دیا، برائے کرم واضح فرمائیں کہ کیا ﴿نِ اللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ نہیں پڑھ سکتے؟ اور کیا یہ غلط ہے؟ اور کیا اس طرح پڑھنے سے معنی بدل جاتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ازروئے قواعد تجوید آیتوں کو ملا کر پڑھتے وقت ﴿اَحَدُ، نِ اللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ پڑھنا درست ہے، اس سے معنی نہیں بدلتے؛ تاہم بہتر یہ ہے کہ ہر آیت پر وقف کرکے ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ ہی پڑھا جائے؛ تاکہ مقتدی شش وپنج میں مبتلا نہ ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۱۰/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

﴿اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ﴾ پر سانس توڑنے سے نماز کا حکم

سوال (۳۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

Marfat.com

کہ: سورۂ غاشیہ کے اندر آیت ہے: ﴿اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ﴾ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اگر کسی امام نے نماز میں مذکورہ سورت پڑھی اور ''کـفـر'' پر سانس توڑ دیا، تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟ جو کہ معنی کی خرابی پائی جارہی ہے، اور کیا نماز کا اعادہ بھی ضروری ہوگا یا نہیں؟ جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ﴿وَ كَفَرَ﴾ پر آیت کرنے سے معنی میں کوئی خرابی نہیں آتی؛ لیکن چوں کہ اس آیت پر ''لا'' کا نشان لگا ہوا ہے، اس لئے رموز اوقاف کی رعایت کرتے ہوئے یہاں سانس نہ توڑے تو بہتر ہے۔ (مستفاد ترجمہ شیخ الہند بحث رموز واوقاف)

الأصل أن حفظ الوقوف ومعرفة ذٰلک من باب الفضيلة ولا يتعلق به قطع الصلاة أينما وقف لا تفسد صلاته، وهذا مذهب الفقهاء، فأما مذهب القراء فهم يزعمون أن عدد من الوقف في القرآن بمواضع معينة، لو وقف غيرها يقطع الصلاة، وسمعت أنهم يكفرون به صاحبها، ولكن الكفر إنما يكون بالقصد وسوء الاعتقاد، فالذي يقف للتنفس والضرورة لا يكون للكفر فيه مدخل، ولا يقطع الصلاة. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲/۱۰۵ رقم: ۱۸۸۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں ﴿فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ﴾ کے بجائے ﴿فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ﴾ پڑھ دیا؟

سوال (۳۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے سورۂ فجر کی تلاوت کی، اور ﴿فَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَكْرَمَنِ﴾ کے بجائے ﴿فَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَقَدَرَ عَلَيْهِ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَكْرَمَنِ﴾ پڑھ دیا، تو اس کی نماز میں خرابی آتی ہے یا نہیں، جب کہ امام کو نماز کے

Marfat.com

اندر ہی غلطی کا احساس ہوگیا، مگر اس کے باوجود سجدۂ سہو نہیں کیا، تو ایسی نماز کا کیا حکم ہے؟ مکروہ یا فاسد، کراہتِ تحریمی یا تنزیہی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں ”فقدر علیه نعمة“ پڑھنے سے معنی میں ایسا تغیر نہیں ہوا ہے جو فسادِ صلوٰۃ کا موجب ہو؛ لہٰذا نماز فی الجملہ کراہت کے ساتھ درست ہوگئی، وہ واجب الاعادہ نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۱/۴۴۳، عزیز الفتاویٰ ۲۳۷)

إن قدم كلمة على كلمة أو أخر إن لم يتغير المعنى لا تفسد. (الفتاوى الهندية ۱/ ۸۰)

ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل إن كانت الكلمة التي قرأها مكان كلمة يقرب معناها وهي في القرآن لا تفسد صلاته. (الفتاوى الهندية ۱/ ۸۰، شامي ۱/ ۶۳۳ كراچی، حلبي كبير ۴۸۸)

الفصل السابع: من زلة القاري في الخطأ في التقديم والتأخير، وإنه على وجوه، أحدها: أن يقدم جملة على جملة ويفهم بالتقديم ما يفهم بالتاخير، نحو أن يقرأ: ﴿يَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوهٌ وَتَبْيَضُّ وُجُوهٌ﴾ ونحو ذلك، لا تفسد صلاته.

(الفتاوى التاتارخانية ۲/ ۱۰۳ رقم: ۱۸۶۴ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۴/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

نماز میں ﴿فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ﴾ کے بعد ﴿فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ﴾ پڑھنا؟

سوال (۳۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب نے مغرب کی نماز میں ﴿فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ﴾ کے بعد ﴿فَأُمُّهُ

Marfat.com

ھَاوِیَۃٌ﴾ پڑھا، جب کہ اس کے بعد ﴿فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ﴾ ہے، تو ایسی صورت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ نماز فاسد ہوئی یا درست؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام صاحب کے نماز میں ﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ﴾ کے بعد ﴿فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ﴾ کے بجائے ﴿فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ﴾ پڑھنے سے نماز فاسد ہوگئی ہے؛ اس لئے کہ قرأت کے معنی میں تغیر فاحش ہوا ہے، جس کی وجہ سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

وإن كان اختلافا فتباعدا نحو أن يختم أية الرحمة بأية العذاب أو آية العذاب بآية الرحمة فعلى قول أبي حنيفةؒ ومحمدؒ تفسد صلاته ...... وفي الخانية: والصحيح هو الفساد. (الفتاوى التاتارخانية ۲/ ۹۶ رقم: ۱۸۴۳ زكريا)

أما إذا غير المعنى بأن قرأ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ إلى قوله: ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ تفسد عند عامة علماءنا وهو الصحيح. (الفتاوى الهندية ۱/ ۸۱)

وإن تغير المعنى بأن قرأ: ’’إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ. وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ‘‘، أو قرأ: ’’إن الذين آمنوا و عملوا الصالحات أولئك هم شر البرية‘‘، أو قرأ: ’’وجوه يومئذ عليها غبرة، أولئك هم المؤمنون حقا‘‘ تفسد صلاته؛ لأنه أخبر بخلاف ما أخبر اللّٰه تعالىٰ به، وقال بعضهم: لا تفسد صلاته لعموم البلوىٰ، والأول أصح. (فتاوى قاضي خان على الفتاوى الهندية ۱/ ۱۵۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

﴿مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ کے بجائے ’’ما تعبد‘‘ پڑھنا؟

سوال (۳۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام نے نماز پڑھائی، سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون میں ﴿لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ کے

Marfat.com

بجائے ''لا اعبد ما تعبد'' پڑھا، تین مرتبہ اعادہ کیا، ہر مرتبہ ''ما تعبد'' پڑھا، تو نماز درست ہوئی یا نہیں؟ یا اعادہ کرنا ہوگا، کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب کہ امام صاحب نے ''ماتعبدون'' کی جگہ ''ما تعبد'' پڑھ دیا، تو اس صورت میں نماز درست ہوجائے گی؛ کیوں کہ معنی میں کوئی فحش غلطی نہیں ہوئی۔

إن كان لما ذكر من الشطر وجه صحيح في اللغة، ولا يكون لغوا، ولا يتغير به المعنى، ينبغي أن لا يوجب فساد الصلوة. (لفتاویٰ التاتارخانية ۱۰۱۳/۲ رقم: ۱۸۸۹ زكريا)

ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل إن كانت الكلمة التي قرأها مكان كلمة يقرب معناها وهي في القرآن لا تفسد صلاته. (الفتاوىٰ الهندية ۸۰/۱، شامي ۶۳۳/۱ كراچی، حلبي كبير ۴۸۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۳/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ قرأت ''ازواجا'' کی جگہ ''اجواجا'' اور ''سرابا'' کی جگہ ''ترابا'' پڑھ دیا؟

سوال (۳۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر امام صاحب سے فجر کی فرض نماز یا دیگر جہری قرأت میں تبدیلی حروف ہوجائے، جس سے معنی میں بگاڑ پیدا ہوجائے، مثال کے طور پر ﴿وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا﴾ کی جگہ ﴿وَخَلَقْنٰكُمْ اَجْوَاجًا﴾ دوسری آیت: ﴿وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا﴾ کی جگہ ﴿وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ تَرَابًا﴾ پڑھے، تو نماز درست ہے یا فاسد ہوجاتی ہے، یہاں کے ایک مفتی صاحب یہ کہہ کر نماز پڑھا رہے ہیں کہ، اگر امام صاحب کے اعتقاد میں حرف ''زا'' ہے ''جیم'' نہیں

Marfat.com

ہے تو درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر امام اپنی دانست میں ”اَزْوَاجًا“ ہی پڑھتا ہے، مگر سننے والوں کو بجائے زاء کے جیم کا پڑھنا محسوس ہوتا ہے، اسی طرح ”سَرَابًا“ میں ثاء کا پڑھنا محسوس ہوتا ہے، تو نماز فی نفسہ درست ہے؛ البتہ امام کو اپنی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

قال القاضي أبو عاصم: إن تعمد ذلك تفسد، وإن جرى على لسانه أولا يعرف التمييز، لا تفسد، وهو المختار، وفي البزازية: وهو أعدل الأقاويل وهو المختار. (شامی ۲/۳۹٦ زکریا)

ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل إن كانت الكلمة التي قرأها مكان كلمة يقرب معناها وهي في القرآن لا تفسد صلاته. (الفتاوى الهندية ۱/۸۰، حلبي كبير ٤۸۸ لاهور)

وإن ذكر حرفاً مكان حرف وغير المعنى، فإن أمكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد تفسد صلاته عند الكل، وإن كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء، اختلف المشائخ فيه، قال أكرهم: لا تفسد صلاته. (فتاوى قاضي خان / فصل في القراءة ۱/۱٤۱-۱٤۳، الفتاوى التاتارخانية ۲/۸۲ رقم: ۱۸۱۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲٦/۱۱/۱٤۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خارجِ نماز قرأت میں لحن کرنے والے کی امامت؟

سوال (۳۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: بعض حضرات خارجِ نماز قرآنِ کریم پڑھنے میں لحن کرتے ہیں، حروف کو مخارج سے ادا نہیں کرتے، اور الفاظِ قرآنی کو تجوید کے خلاف پڑھتے ہیں، تو ایسی تلاوت کا کیا حکم ہے؟ کیا اس پر ثواب ملے گا یا گناہ؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خارجِ نماز بھی عمداً قرآنِ کریم غلط پڑھنا موجبِ گناہ ہے، ایسے شخص کو اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ (عالمگیری ۸۲/۱)

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال لنا عليه السلام: يؤم القوم أقرأهم لكتاب اللّٰه وأقدمهم قراءة. (صحيح مسلم ۲۳۶/۱ رقم: ۶۷۳، سنن الترمذي ۵۵/۱)

منها القراءة بالحان إن غير المعنى وإلا لا، وفي الشامية: إلا في حرف مد ولين إن فحش فإنه يفسد. (الدر المختار مع الشامي / باب ما يفسد الصلاة ۳۹۳/۲ زكريا)

الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تلاوة، وتجويداً للقراءة ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقاً ثم الأحسن وجهاً ثم الأشرف نسباً. (تنوير الأبصار مع الشامي ۲۹۴/۲-۲۹۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۸/۱۰/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

نماز کے واجبات

واجب کا حکم اور اس کی شرعی حیثیت

سوال (۳۴۴۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اصطلاحِ شرع میں واجب کی کیا حیثیت ہے؟ اور شریعت میں اس پر عمل کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز فقہاء احناف کے نزدیک واجب کا اطلاق کس قسم کے احکام پر ہوتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء احناف کے نزدیک "واجب" ایک خاص اصطلاح ہے جس کا اطلاق ایسے احکام پر ہوتا ہے جن کا ثبوت فرض کے مقابلے میں ایک گونہ کم تر دلائل سے ہو؛ لیکن عمل کے اعتبار سے واجب اور فرض مین زیادہ فرق نہیں ہے، جس طرح فرض پر عمل لازم ہے اسی طرح واجب پر بھی عمل کرنا ضروری ہے، اور فرض وواجب ہر ایک کا تارک گنہگار ہے، اسی لئے واجب کو "فرضِ عملی" بھی کہا جاتا ہے؛ تاہم ان دونوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ نظریاتی اعتبار سے فرض کا انکار کرنے والا کافر قرار پاتا ہے، جب کہ واجب کے منکر کو کافر نہیں کہتے۔ اور نماز وغیرہ اعمال میں ترکِ فرض کی تلافی کسی طرح نہیں ہوسکتی؛ لیکن ترکِ واجب کی تلافی نماز میں سجدۂ سہو سے، اور حج میں دم سے ممکن ہے۔ (اس کے بالمقابل کسی بات کے ممنوع ہونے کا ثبوت اگر قطعی دلائل سے ہو تو اُسے حرام کہتے ہیں اور اگر قطعیت میں کچھ شبہ ہو تو اس کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے کتبِ فقہ واصول کا مطالعہ کیا جائے)

ثم إن المجتهد قد يقوي عنده الدليل الظني حتى يصير قريباً عنده من القطعي فما ثبت به يسميه فرضاً عملياً؛ لأنه يُعامل معاملةَ الفرضِ في وجوب

Marfat.com

العمل فيسمى واجباً نظراً إلى ظنية دليله. (شامي ٢٠٧/١ زكريا)

وفي الشرع: إسم لما لزمنا بدليل فيه شبهة الخ، وحكم الواجب استحقاق العقاب بتركه عمداً وعدم إكفار جاحده والثواب بفعله ولزوم سجود السهو بنقص الصلاة بتركه سهواً، وإعادتها بتركه عمداً، وسقوط الفرض ناقصاً إن لم يسجد ولم يُعِد. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ١٣٤، شامي ١٤٦/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

واجب اور شرط میں کیا فرق ہے؟

سوال (۳۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: واجب اور شرط میں کیا فرق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شرط کا اطلاق ایسے عمل پر کیا جاتا ہے جو کسی شیٔ کے داخلی ارکان میں شامل نہ ہو، مگر اس شیٔ کی صحت وانعقاد کا مدار اس عمل پر ہو۔

الشرط: ما يتوقف عليه وجود الشيء ويكون خارجا عن ماهيته ولا يكون مؤثراً في وجوده. (قواعد الفقه ٣٣٦، كتاب التعريفات للمرجان ١٤٣، قاموس الفقه ١٨٤/٤)

وشرعاً ما يتوقف عليه الشيء ولا يدخل فيه. (درمختار ٤٠٢/١)

اور واجب شیٔ کے اندرونی اعمال ہی کا ایک جزء ہوتا ہے؛ اس کے نہ پائے جانے سے شیٔ ختم نہیں ہوتی، مگر ناقص ہوجاتی ہے اور کبھی واجب مستقل عمل ہوجاتا ہے جیسے وتر، اسے فقہاء فرض عملی سے تعبیر کرتے ہیں۔

الواجب: هو في عرف الفقهاء عبارة عما ثبت وجوب بدليل فيه ظني الثبوت، وحكمه: أنه يثاب بفعله ويستحق بتركه عقوبة لولا العذر حتى يضلل جاحده ولا يكفر به. (قواعد الفقه: ٥٣٩، كتاب التعريفات للمرجان ٢٧٧، قاموس الفقه ٢٥٦/٥)

Marfat.com

ولها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً في العمد والسهو إن لم يسجد له. (درمختار) وتحته في الشامي: وتقسيم الواجب إلى قسمين: أحدهما وهو المراد ههنا. (شامی ۴۵۶/۱ کراچی، شامی ۱۴۶/۲ زکریا)

أما الواجبات الأصلية في الصلاة فستة...... حتى لو تركهما أو أحدهما فإن كان عامداً كان مسيئاً، وإن كان ساهيا يلزمه سجود السهو. (بدائع الصنائع ۳۹۴/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۲/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز کے واجبات کتنے ہیں؟

سوال (۳۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: واجبات نماز کے سلسلہ میں کہ وہ مختلف کتابوں میں مختلف حوالوں سے کہیں چودہ کہیں اٹھارہ کہیں تیرہ کہیں نونظر سے گذرے، نیز اٹھارہ کا حوالہ نورالایضاح سے ہے، اور چودہ کا رد المختار سے ہے، یہ بھی دیکھنے کا موقع ہوا کہ مکاتب دینیہ میں نونہالوں کو اسی طرز سے مختلف فیہا واجبات نماز سکھائے جاتے ہیں، جب کہ جہاں ۱۸/ واجبات مذکور ہیں ان میں چودہ سے بعضے نہیں ہیں، اور جہاں ۱۴ ہیں ان میں وہ کئی واجبات متروک ہیں، جن کا ذکر اٹھارہ میں ہے؛ لہٰذا تعلیمی ڈائری مدرسہ اشاعت العلوم گوونڈی ممبئی میں بحوالہ "ایک منٹ کا مدرسہ" مذکورہ واجبات نماز نیز نصاب دینیات بحوالہ ردالمختار واجبات نماز کے زیراکس عریضہ ہذا کے ساتھ منسلک کئے جارہے ہیں، چوں کہ واجبات نماز کا مسئلہ نہایت اہم ہے، اس لئے گذارش ہے کہ غور وخوض کے بعد متفقہ ومتعینہ واجبات نماز کی تعداد سے روشناس فرمائیں؟ تاکہ مکاتب دینیہ کے کم عمر بچوں کو یاد کرانے میں سہولت ہو، نیز اوروں کو بھی ایک تعداد معین کے معلوم ہونے سے حفظ وعمل میں آسانی ہو؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے اصل واجبات کل چھ ہیں: (۱) سورۂ فاتحہ اور ضم سورت (۲) جہری نمازوں میں جہر اور سری نمازوں میں سر (۳) تعدیل ارکان (۴) قعدۂ اولیٰ (۵) تشہد (۶) ترتیب افعال۔ اس کے بعد ان واجبات اور فرائض سے متعلق کچھ امور واجب ہیں، ان سب کو ملانے سے واجبات کی تعداد اس سے کہیں زیادہ پہنچ جاتی ہے، مثال کے طور پر سجدہ فرض ہے، لیکن اس میں پیشانی کے ساتھ ناک رکھنا واجب ہے، تو یہ واجب اصالۃً نہیں ہے؛ بلکہ سجدہ کے تابع ہو کر واجب ہے، اسی طرح تشہد واجب ہے اور تشہد کے ساتھ یہ بھی واجب ہے کہ نہ تو اس میں کمی کرے اور نہ زیادتی کرے، اس طرح سورۂ فاتحہ واجب ہے، اور اس کا ضم سورت سے پہلے پڑھنا الگ سے واجب ہے وغیرہ، اس بنیاد پر فقہاء کے کلام میں واجبات کی تعداد بیان کرنے میں اختلاف ہوگیا ہے، اس لئے جس کتاب میں زیادہ واجبات بیان کئے گئے ہیں، بچوں کو انہیں یاد کرانا زیادہ بہتر ہے۔

أما الواجبات الأصلية في الصلوة فستة: منها قراء ة الفاتحة والسورة، ومنها الجهر بالقراء ة فيما يجهر والمخافتة فيما يخافت، ومنها الطمانينة والقرار في الركوع والسجود، ومنها القعدة الأولى، ومنها التشهد، ومنها مراعاة الترتيب فيما شرع مكررا من الأفعال في الصلاة. (بدائع الصنائع ۳۹۴/۱-۴۰۰)

والتتبع ينفي الحصر فتبصر، وفي الشامي: وبيان ذلك أن التشهد في نفسه واجب، ويجب له القعدة، وأن يترك نقصا منه وزيادة فيه أو عليه. (شامی ۱۶۹/۲ زکریا)

ولها واجبات وهي قراء ة الفاتحة، وضم سورة، وتقديم الفاتحة على كل السورة. (شامی ۱۵۱/۲ زکریا)

ثم إن اقتصر على الجبهة فوضع جزأ منها وإن قل فرض، ووضع أكثرها

Marfat.com

واجب. (شامی ۱/ ۱۳۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

واجباتِ نماز

سوال (۳۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں کتنی چیزیں واجب ہیں فقہ وفتاویٰ کی کتابوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ واجباتِ نماز کی تعداد بے شمار ہے، جس کا احاطہ مشکل ہے، تو پھر ایک عام انسان اپنی نماز کو فرائض اور واجبات کی تکمیل کرتے ہوئے کیسے پوری کرے گا؟ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ واجباتِ نماز کو تلخیص کے ساتھ ترتیب وار ذکر فرمادیں، نیز جن واجبات پر عمل کرنا نماز کے صحیح ہونے کے لئے لازم اور ضروری ہے، خاص طور سے ان کی نشان دہی فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صاحبِ بدائع ملک العلماء علامہ کاسانیؒ (المتوفی: ۵۸۷ھ) کے بقول نماز کے اصل واجبات کل ۶ رہیں: (۱) سورۂ فاتحہ اور ضم سورت (۲) جہری نمازوں میں جہر اور سری نمازوں میں سر (۳) تعدیلِ ارکان (۴) قعدۂ اولیٰ (۵) تشہد (۶) ترتیبِ افعال۔

أما الواجبات الأصلية في الصلاة، فستة: منها: قراءة الفاتحة والسورة في صلاة ذات ركعتين، وفي الأوليين من ذوات الأربع والثلاث حتى لو تركهما أو أحدهما، فإن كان عامدا كان مسيأ، وإن كان ساهيا يلزمه سجود السهو، ومنها: الجهر بالقراءة فيما يجهر وهو الفجر، والمغرب، والعشاء في الأوليين، والمخافتة فيما يخافت وهو الظهر والعصر، ومنها: الطمأنينة والقرار في الركوع والسجود، ومنها: القعدة الأولى للفصل بين الشفعين، ومنها: التشهد

Marfat.com

في القعدة الأخيرة، ومنها: مراعاة الترتيب فيما شرع مكررا من الأفعال في الصلاة. (بدائع الصنائع ۳۹٤/۱-٤۰۰، كراچى ۱۶۰/۱-۱۶۳ زكريا)

تاہم متعلقات اور جزئی صورتوں کے اعتبار سے یہ تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوسکتی ہے، اس لئے دیگر تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے درج ذیل ۲۱/ واجبات زیادہ قابلِ لحاظ اور اہم معلوم ہوتے ہیں، جن کو ترتیب وار یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) نماز شروع کرتے وقت خاص ''اللہ اکبر'' کے لفظ سے تکبیرِ تحریمہ کہنا، اللہ اکبر کے علاوہ کسی اور ذکر (مثلاً: اللہ اعظم) سے نماز شروع کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مفتاح الصلوٰة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب في تحريم الصلاة و تحليلها ۹۱/۱ رقم: ٦۱۸ دار الفكر بيروت، سنن الترمذي، الطهارة / باب ما جاء مفتاح الصلاة الطهور ٦/۱ رقم: ۳)

ويجب تعيين لفظ التكبير لافتتاح كل صلاة للمواظبة عليه. (طحطاوي ۱۳۷ كراچى، شامي ۱۷۸/۲ زكريا، مجمع الأنهر ۸۹/۱)

(۲) امام اور اکیلے نماز پڑھنے والے کے لئے فرض کی دو رکعتوں اور وتر اور سنن ونوافل کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا۔

عن جابر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة. (رواه الإمام أحمد في مسنده، نصب الراية ۱۲/۲)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: وإذا قرأ فانصتوا. (صحيح مسلم / باب التشهد في الصلاة ۱۷٤/۱)

عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم: لاصلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب. (صحيح مسلم ۱۶۹/۱ رقم: ۳۹٤، صحيح البخاري رقم: ۷۵٦، سنن الترمذي ۷۰/۱)

Marfat.com

عن عبد اللّٰه بن أبي قتادة عن أبيه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان يقرأ في الركعتين الأولين بفاتحة الكتاب وسورة، وفي الأخريين بفاتحة الكتاب.

(مصنف بن أبي شيبة، الصلاة / باب من كان يقرأ في الأولين بفاتحة الكتاب وسورة ۲۶۱/۳ رقم: ۳۷۶۲)

(۳) امام اور منفرد کے لئے سورۂ فاتحہ کے ساتھ فرض کی دو رکعتوں میں اور باقی سب نمازوں کی ہر رکعت میں سورت ملانا یعنی قرآنِ کریم کی کم از کم تین آیتوں یا ایک لمبی آیت کے بقدر قرأت کرنا۔

عن عبد اللّٰه بن أبي قتادة عن أبيه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان يقرأ في الركعتين الأولين بفاتحة الكتاب وسورة، وفي الأخريين بفاتحة الكتاب.

(مصنف بن أبي شيبة، الصلاة / باب من كان يقرأ في الأولين بفاتحة الكتاب وسورة ۲۶۱/۳ رقم: ۳۷۶۲)

وضم آية سورة أو ما قام مقامها وهو ثلاث آيات قصار نحو: ﴿ثُمَّ نَظَرَ. ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ. ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ وكذا لو كانت الأية أو الأيتان تعدل ثلاثاً قصاراً. (درمختار) أي مثل ثم نظر ...... وهي ثلاثون حرفاً. (شامي ۱۴۹/۲ زكريا)

محل القراءة في التطوع الركعات حتى يفترض القراءة في الركعات كلها، وفي الفرائض محل القراءة الركعتان، حتى يفترض القراءة في الركعتين، إن كانت الصلاة من ذوات المثنى يقرأ فيهما جميعاً، وإن كانت من ذوات الأربع يقرأ في الركعتين الأولين، وفي الآخرين بالخيار إن شاء قرأ، وإن شاء سبح وإن شاء سكت. (الفتاوى التاتارخانية، الصلاة / باب القراءة ۵۶/۲-۵۷ رقم: ۱۷۲۴ زكريا)

ومنها ضم السورة أو ما يقوم مقامها من الأيات التي تعدل سورةً إليها أي إلى الفاتحة. (حلبي كبير ۲۹۶)

(۴) فرض کی ابتدائی دو رکعتوں کو قرأت کے لئے متعین کرنا۔

عن عبد اللّٰه بن أبي قتادة عن أبيه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان يقرأ

Marfat.com

بأم الكتاب وسورة معها في الركعتين الأوليين من صلوٰة الظهر وصلوٰة العصر ويسمعنا الآية أحياناً وكان يطيل في الركعة الأولىٰ. (صحيح البخاري، الأذان / باب إذا نسمع الإمام ١٠٧/١ رقم: ٧٧٠)

ويجب تعيين القراءة في الأوليين من الفرض لمواظبة النبي ﷺ على القراءة فيهما. (مراقي الفلاح ١٣٥، الفتاوىٰ الهندية ٧١/١، شامي ١٥١/٢ زكريا)

(۵) سورۂ فاتحہ کا قرأت سے پہلے پڑھنا۔

ويجب تقديم الفاتحة على السورة. (الفتاوىٰ الهندية ١/ ٧١، حلبي كبير ٢٩٦، شامي ٢٥١/٢ زكريا، طحطاوي ١٣٥)

(۶) فرض کی ابتدائی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ بلافصل صرف ایک بار پڑھنا۔

ومنها الاقتصار فيهما أي في الركعتين الأوليين على مرةٍ واحدةٍ في كل واحدة فإنه واجب، حتى لو كررها في كل ركعةٍ كره إن عمداً ووجب سجود السهو لو سهواً. (حلبي كبير ٢٩٥)

أما لو قرأها قبل السورة مرةً وبعدها مرةً فلا يجب كما في الخانية، واختاره في المحيط والظهيرية والخلاصة. (شامي ١٣٥/٢ بيروت، ١٥٢/٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٧١/١، طحطاوي ١٣٥)

(۷) جہری نمازوں جیسے فجر، جمعہ، عیدین، مغرب اور عشاء کی اول دو رکعتوں اور وتر وتراویح کی سب رکعتوں میں امام کے لئے بلند آواز سے قرأت کرنا۔

عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه قال: قيل: يا رسول الله! إن ههنا قوماً يجهرون بالقراءة في صلاة النهار، فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم: أفلا ترمونهم بالبعر. (المعجم الكبير ١٣١/٤ رقم: ٣٨٩٦)

ومن أي الواجبات الجهر بالقراءة فيما يُجهر فيه بها كالفجر والجمعة

Marfat.com

والعيدين وأولي المغرب والعشاء وكالتراويح والوتر فإن الجهر بالجميع في ذلك واجبٌ على الإمام. (حلبي كبير ۲۹٦، الفتاوىٰ التاترخانية ۱۳۲/۲ رقم: ۱۹۵٤ زكريا، طحطاوي ۱۳۷)

(۸) سری نمازوں جیسے ظہر اور عصر کی سب رکعتیں، مغرب کی تیسری رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعتیں اور دن کے اوقات میں (جماعت کے بغیر) پڑھی جانے والی سنن ونوافل میں آہستہ قرأت کرنا۔

ویسر في غیرها الخ. کمتنفّل بالنهار فإنه یسر. (الدرالمختار مع الشامي ۲۲۲/۲ بیروت، ۱/۲ ۲۵ زکریا، الفتاویٰ التاتارخانیة ۲/ ٦٠-٦١ رقم: ۱۷۰٤۳ زکریا).

والإسرار یجب علی الإمام والمنفرد فیما یسر فیه وهو صلاة الظهر والعصر والثالثة من المغرب والأخریان من العشاء. (شامی ۱٦۳/۲ زکریا، حلبي کبیر ۲۹٦).

(۹) نماز کے افعال (قیام، رکوع، سجدہ، قعدۂ اخیرہ، قومہ اور جلسہ کی ادائیگی) میں اطمینان اور تعدیل کرنا، جس کی حد یہ ہے کہ ہر رکن میں اعضاء وجوارح ساکن ہوکر اپنی اپنی جگہ برقرار ہوجائیں، اور یہ کیفیت کم از کم ایک مرتبہ "سبحان ربي العظیم" کہنے تک باقی رہے۔

عن أبي هریرة رضي الله عنه في رجل صلی سرعة، فسلّم علی رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إرجع فصلّ فإنک لم تصل، فقال في الثالثة: فأعلمني، قال: إذا قمت إلی الصلاة فأسبغ الوضوء، ثم استقبل القبلة، فکبر، واقرأ بما تیسر معک من القرآن، ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً، ثم ارفع رأسک حتی تعتدل قائماً، ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً، الخ.

(صحیح البخاري، کتاب الإیمان والنذور / باب إذا حنث ناسیاً في الأیمان ۹۸٦/۲ رقم: ٦٤١١)

ویجب الاطمئنان وهو التعدیل في الأرکان بتسکین الجوارح في الرکوع والسجود حتی تطمئن مفاصله في الصحیح. (مراقي الفلاح)

Marfat.com

وفي الطحطاوي: ويستقر كل عضو في محله بقدر تسبيحة كما في القهستاني، هذا قول أبي حنيفةؒ ومحمدؒ على تخريج الكرخي. (الطحطاوي على المراقي ١٣٥، شامي ١٥٧/٢ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ١٣١/٢ رقم: ١٩٤٧ زكريا)

(١٠) رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑا ہونا جسے قومہ کہتے ہیں۔

عن أبي مسعود الأنصاري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تجزئ صلاة لا يقيم الرجل فيها يعني صلبه في الركوع وفي السجود. (سنن الترمذي، الصلاة / باب ما جاء فيمن لا يقيم صلبه في الركوع والسجود ٦١/١ رقم: ٢٦٤)

وينبغي أن تكون القومة والجلسة واجبتين للمواظبة. (حلبي كبير ٢٩٤، شامي ١٥٨/٢ زكريا، مجمع الأنهر ٩٠/١)

(١١) سجدہ میں پیشانی کے ساتھ ناک کا زمین پر ٹیکنا۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: أمرت أن أسجد على سبعة أعظم: على الجبهة وأشار بيده على أنفه واليدين والركبتين وأطراف القدمين ولا نكفت الثياب والشعر. (صحيح البخاري، الأذان / باب السجود على الأنف ١١٢/١ رقم: ٨٠٤)

ويجب ضم الأنف أي ما صلب منه للجبهة في السجود للمواظبة عليه، ولا تجوز الصلاة بالاقتصار على الأنف في السجود على الصحيح. (مراقي الفلاح ١٣٥، شامي ٢٠٤/٢ زكريا، الجوهرة النيرة ٧٥/١)

(١٢) ہر رکعت میں دونوں سجدوں کا بلا فصل ادا کرنا یعنی دونوں سجدوں کے درمیان نماز کا کوئی اور رکن ادا نہ کیا جائے ورنہ سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه في رجل صلى سرعة، فسلّم على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إرجع فصلّ فإنک

Marfat.com

لم تصل، فقال في الثالثة: فأعلمني، قال: إذا قمت إلى الصلاة فأسبغ الوضوء، ثم استقبل القبلة، فكبر، واقرأ بما تيسر معك من القرآن، ثم اركع حتى تطمئن راكعاً، ثم ارفع رأسك حتى تعتدل قائماً، ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً، الخ.

(صحيح البخاري، كتاب الإيمان والنذور / باب إذا حنث ناسياً في الأيمان ٩٨٦/٢، رقم: ٦٤١١)

ويجب مراعاة الترتيب فيما بين السجدتين وهو الاتيان بالسجدة الثانية في كل ركعة من الفرض وغيره قبل الإنتقال لغيرها أي لغير السجدة من باقي أفعال الصلاة للمواظبة. (مراقي الفلاح ١٣٥، شامي ١٥٣/٢ زكريا)

(۱۳) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا (جلسہ کرنا) واجب ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه في رجل صلى سرعة، فسلّم على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إرجع فصلّ فإنك لم تصل، فقال في الثالثة: فأعلمني، قال: إذا قمت إلى الصلاة فأسبغ الوضوء، ثم استقبل القبلة، فكبر، واقرأ بما تيسر معك من القرآن، ثم اركع حتى تطمئن راكعاً، ثم ارفع رأسك حتى تعتدل قائماً، ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً، الخ.

(صحيح البخاري، كتاب الإيمان والنذور / باب إذا حنث ناسياً في الأيمان ٩٨٦/٢ رقم: ٦٤١١)

وينبغي أن تكون القومة والجلسة واجبتين للمواظبة. (حلبي كبير ٢٩٤، شامي ١٥٨/٢ زكريا)

(۱۴) تین یا چار رکعت والی فرض یا نفل نمازوں میں دو رکعت کی ادائیگی کے بعد کم از کم اتنی دیر بیٹھنا جس میں التحیات پڑھی جا سکتی ہو۔

عن عبد الله رضي الله عنه قال: كنا لا ندري ما نقول في كل ركعتين، غير أن نسبح ونكبر ونحمد ربنا وأن محمداً صلى الله عليه وسلم علّم فواتح الخير وخواتيمه، فقال: إذا قعدتم في كل ركعتين فقولوا: التحيات لله

Marfat.com

والصلوات والطيبات، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، وليتخير أحدكم من الدعاء أعجبه إليه، فليدع الله عزوجل. (سنن النسائي، كتاب التطبيق / باب كيف التشهد الأول ١٣٠/١ رقم: ١١٥٩ دار الفكر بيروت)

ويجب القعود الأول مقدار قراءة التشهد بأسرع ما يكون بلا فرق في ذلك بين الفرائض والواجبات والنوافل استحساناً عندهما وهو ظاهر الرواية والأصح، وقال محمدٌ وزفرٌ والشافعيٌ هو فرض في النوافل وهو القياس.

(طحطاوي ١٣٦، شامي ١٥٨/٢ زكريا، بدائع الصنائع ٣٩٩/١)

(١٥) قعدہ اولیٰ اور قعدہ اخیرہ دونوں میں تشہد یعنی التحیات پڑھنا۔

عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: لا تجوز صلاة إلا بتشهد.

(مصنف ابن عبد الرزاق، الصلاة / باب من نسي التشهد ٢٠٦/٢ رقم: ٣٠٨٠)

ويجب قراءة التشهد أي في الأول وفي الجلوس الأخير أيضا للمواظبة.

(مراقي الفلاح ١٣٦، شامي ١٥٩/٢ زكريا)

(١٦) دو سے زائد رکعت والی فرض نمازوں میں قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھتے ہی تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونا واجب ہے، اگر بھول سے دیر کردی اور درود شریف پڑھنا شروع کردیا تو سجدۂ سہو واجب ہوجائے گا۔

عن الشعبي قال: من زاد في الركعتين الأوليين على التشهد فعليه سجدتا السهو. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٧/٣ رقم: ٣٠٣٩)

ويجب القيام إلى الركعة الثالثة من غير تراخ بعد قراءة التشهد حتى لو زاد عليه بمقدار أداء ركن ساهيا يسجد للسهو لتأخير واجب القيام للثالثة.

(مراقي الفلاح ١٣٦).

Marfat.com

(۱۷) نماز کے سب افعال کی بغیر کسی فصل کے بالترتیب ادائیگی کرنا؛ لہٰذا اگر مثلاً پہلی رکعت میں دوسرے سجدہ سے اٹھتے ہوئے سیدھے کھڑے ہونے کے بجائے کوئی شخص قعدہ میں بیٹھ گیا یا لگاتار دو مرتبہ رکوع یا تین مرتبہ سجدے کر لئے تو ترتیب میں خلل پڑنے کی بنا پر سجدۂ سہو لازم ہوجائے گا۔

ومنها الانتقال من الفرض الذی هو فیه إلی الفرض الذی بعده فإن ذلک واجب حتی لو أخلّ به کما إذا رکع رکوعین یجب علیه سجود السهو الخ، أو قعد عن النهوض إلی الثانیة أو الرابعة ثم قام. (حلبي کبیر ۲۹۷)

(۱۸) لفظ "السلام" دو مرتبہ کہہ کر نماز کی تکمیل کرنا، عام فقہاء کے نزدیک امام کے پہلی مرتبہ السلام کہتے ہی اس کی اقتداء کا حق ختم ہوجاتا ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ امام پہلی مرتبہ "السلام" کہہ چکا تھا تو اب اس کی اقتداء درست نہ ہوگی، گوکہ اس نے ابھی "علیکم" نہ کہا ہو۔

ولفظ السلام مرتین فالثاني واجبٌ علی الأصح، برهان، دون علیکم وتنقضي قدوة بالأول قبل علیکم علی المشهور عندنا وعلیه الشافعیة خلافا للتکملة. (درمختار مع الشامي ۲/ ۱۶۲ زکریا)

قال في التجنیس: الإمام إذا فرغ من صلاته فلما قال السلام جاء رجل واقتدی به قبل أن یقول علیکم لا یصیر داخلاً في صلاته. (شامي ۲/ ۱۶۲ زکریا)

(۱۹) وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا۔

عن أبي بن کعب رضي اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یوتر فیقنت قبل الرکوع. (سنن ابن ماجة، ما جاء في الوتر/ باب ما جاء في القنوت قبل الرکوع وبعده ۱/ ۸۳ رقم: ۱۱۸۲ دار الفکر بیروت، صحیح البخاري ۲/ ۵۸۶ رقم: ۳۹۴۱)

ثم وجوب القنوت مبني علی قول الإمام. (شامي ۲/ ۱۶۳ زکریا، مراقي الفلاح ۹۳ بیروت)

Marfat.com

(۲۰) عیدین کی نمازوں میں چھ زائد تکبیریں کہنا، تین پہلی رکعت میں اور تین دوسری رکعت میں اور ان میں سے ہر ایک تکبیر مستقل واجب ہے۔

عن ابن مسعود رضي الله عنه أنه قال في التكبير في العيدين تسع تكبيرات في الركعة الأولىٰ خمس تكبيرات قبل القراءة، وفي الركعة الثانية يبدأ بالقراءة ثم يكبر أربعاً مع تكبيرة الركوع. (سنن الترمذي، العيدين / باب ما جاء في التكبير في العيدين ١ / ١٢٠ تحت رقم: ٥٣٤)

ويجب تكبيرات العيدين وكل تكبيرة منها واجبةٌ. (مراقي الفلاح ٩٣ بيروت، مراقي ١٣٧ كراچي، شامی ٢ / ١٦٣ زكريا)

(۲۱) عیدین کی دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر کہنا دیگر نمازوں میں یہ تکبیر صرف سنت ہے۔

ويجب تكبيرة الركوع في الثانية أي الركعة الثانية من العيدين تبعاً لتكبيرات الزوائد فيها لإتصالها. (مراقي الفلاح ٩٣ بيروت، مراقي ١٣٧ كراچي)

لكن تكبير ركوع الركعة الثانية التحق فيهما بالزوائد لاتصاله بها حتى يجب سجود السهو بتركه ساهيا وإن كان سنة في غيرها. (حلبي كبير ٢٩٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۶/۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

سجدۂ سہو کے مسائل

ایک جانب سلام پھیر کر سجدۂ سہو کا ثبوت

سوال (۳۴۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صرف ایک طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرنا سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اصل مسئلہ یہ ہے کہ سجدۂ سہو کے متعلق دوطرح کی روایات آتی ہیں، بعض میں یہ صراحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے سجدۂ سہو کیا اور بعض روایتوں میں سلام کے بعد سجدۂ سہو کا ذکر ہے، اِن دونوں روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ ایک سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کریں اور پھر تشہد پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیریں، نماز اور سجدۂ سہو کا درمیانی سلام چوں کہ صرف فصل کے لئے ہے، اس لئے اس کی ضرورت ایک سلام سے پوری ہو جاتی ہے، دونوں طرف پھیرنے کی ضرورت نہیں رہتی، جب کہ آخری سلام؛ سلامِ تحیت وانصراف ہے، اس میں دونوں طرف سلام پھیرا جائے گا، اس لئے صرف ایک طرف سلام پھیرنے کا مسلک اگرچہ صراحۃً حدیث سے ثابت نہیں؛ لیکن دونوں روایتوں کو ملانے سے یہی مستفاد ہوتا ہے اور محدثین کا مذہب بھی یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو متعارض روایتوں میں تطبیق کی کوشش کرنی چاہئے۔

قال ابن الهمام علی أن فیما قاله الحنفیة جمعاً بین روایات فعله صلی اللّٰه علیه وسلم؛ لأنهم قالوا: إنه یسلم بعد التشهد عن یمینه فیسجد سجدتي السهو

Marfat.com

فيتشهد ويصلي ثم يسلم، وهكذا ورد في بعض الروايات المفصلة في فعله صلى الله عليه وسلم فهذا أوجه ما يجمع به اختلاف الحديث، فالروايات التي ورد فيها سجوده صلى الله عليه وسلم قبل السلام، فالمراد فيها من السلام سلام الانصراف عن الصلاة وهو التسليم الثاني في قولنا، وما ورد فيه السجود وبعد السلام فالمراد فيه سلام الفصل بين الصلاة والسجدتين وأيضاً فيه العمل بكل نوع من روايات القول والفعل. وقد قال الزرقاني بخثاً: أن مذهب المحدثين والأصوليين والفقهاء وأنه متى أمكن الجمع بين الحديثين وجب الجمع. (أوجز المسالك ١/٢٩٩ يحيوي سهارنپور قديم، وكذا في إعلاء السنن ٧/١٤٥، والعرف الشذي على سنن الترمذي ١/٩٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۶/۲۹ھ

دوواجب کے چھوٹنے پر ایک سجدۂ سہو کافی ہے؟

سوال (۳۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دوواجب کے چھوٹنے پر ایک سجدۂ سہو کافی ہوجائے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دوواجب چھوٹنے پر ایک ہی سجدۂ سہو کافی ہے۔

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سجدتا السهو تجزيان من كل زيادة ونقصان. (السنن الكبرىٰ للإمام البيهقي ٣٠٤/٣ رقم: ٣٩٦٧)

ولو سها في صلاته مراراً يكفيه سجدتان. (الفتاوىٰ الهندية ١٣٠/١)

يجب بعد سلام واحد عن يمينه فقط سجدتان، وإن تكرر بالآن تكراره

Marfat.com

غیر مشروع، حتی لو ترک جمیع واجبات الصلاۃ سہواً لا یلزمہ إلا سجدتان. (درمختار الشامي ۲/ ٤٧٤ بیروت، کذا في التبیین الحقائق ۱/ ٤٧٠ بیروت، البحر الرائق ۲/ ۱۷٤ زشیدیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۴/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں سجدہ سہو کے لئے سلام کب پھیرے؟

سوال (۳۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جب نماز میں خواہ فرض ہو یا نفل، تو عام طور پر ہم اس طریقے کو اختیار کرتے ہیں کہ قعدہ میں التحیات پڑھ کر سلام پھیرتے ہیں، پھر سہو کے دو سجدوں کے بعد تشہد درود ودعا کے بعد سلام پھیرتے ہیں اور اسی کو عمدۃ الفقہ جلد ۲/ ۲۲۲ میں صحیح مختار بتایا ہے؛ لیکن تحفۃ الالمعی ۲/ ۲۱۹ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں سب کچھ پڑھ لے یعنی تشہد بھی، درود بھی اور دعا بھی، پھر سلام پھیرے، پھر دو سجدے کرے، پھر صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیرے۔

مزید یہ لکھا ہے کہ جماعت کی نماز میں عارضی مصلحت سے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے، پھر سجدے کئے جائیں اور دُرود ودعا ہوں، قعدہ میں تشہد کے بعد پڑھے جائیں؛ تاکہ مسبوق جان لے کہ ایمرجنسی سلام ہے، مگر اب طریقہ یہ چل پڑا ہے کہ نماز میں صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیتے ہیں؛ بلکہ بعض کتابوں میں یہی مسئلہ لکھ دیا ہے۔ ان دونوں طریقوں میں کون سا معمول بہ ومفتی بہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحیح صورت مسئلہ یہ ہے کہ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کے سلام سے پہلے ہی درود شریف اور دعائیں پڑھی جائیں گی، اور سجدۂ سہو کے بعد جو تشہد پڑھا جاتا ہے اس میں درود شریف اور دعائیں

Marfat.com

نہیں پڑھی جائیں گی؛ بلکہ تشہد کے فوراً بعد سلام پھیر دیا جائے گا۔ اس کے برخلاف حضرت امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ سجدۂ سہو کے سلام سے پہلے درود شریف اور دعائیں نہیں پڑھی جائیں گی؛ بلکہ سہو کے بعد والے تشہد میں انھیں پڑھا جائے گا اور ان دونوں اقوال میں سے متاخرین بالخصوص امام کرخیؒ نے امام محمدؒ کے قول کو ترجیح دی ہے، اور آج کل اسی قول پر فتوی ہے۔ اور حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم نے عارضی مصلحت کہہ کر اسی مصلحت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اور اس مسئلہ میں ایک تیسری رائے بھی ہے کہ دونوں قعدوں میں درود پڑھا جائے، اسی کو بعض فقہاء نے احوط قرار دیا ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱/۳۲۸، فتاوی محمودیہ ۷/۴۳۳ ڈابھیل، ۱۱/۵۳۱ میرٹھ)

عبارات ملاحظہ فرمائیں:

ومن عليه السهو يصلي على النبي عليه الصلاة والسلام في القعدة الأولى في قول أبي حنيفة وأبي يوسفؒ وفي قول محمد في القعدة الثانية، والأحوط أن يصلي في قعدتين. (قاضي خان على هامش الهندية ۱/۱۲۱)

ويأتي بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم والدعاء في القعود الأخيرة في المختار، وقيل فيهما احتياطا. (الدر مع الدر ۲/۵۴۲ زكريا)

ويأتي بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم والدعاء في قعدة السهو وهو الصحيح. (هداية ۱/۱۶۳ المكتبة البشرى كراچی)

ثم اختلفو في الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم والدعوات أنها في قعدة الصلاة أم في قعدة سجدتي السهو، ذكر الكرخي في مختصره أنها في قعدة سجدتي السهو، وفي الحجة وهو الصحيح. (الفتاوى التاتارخانية ۲/۳۸۶ رقم: ۲۷۴۹ زكريا)

وكيفيته أن يكبر بعد سلامه الأول يخر ساجدا أو يسبح في سجوده ثم يفعل ثانيا كذلك ثم يتشهد ثانيا ثم يسلم، كذا في المحيط. ويأتي بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم والدعاء في قعدة السهو وهو الصحيح. (الفتاوى الهندية ۱/۱۲۵)

Marfat.com

اختلفو في الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم وفي الدعوات أنها في قعدة الصلاة أم في سجدتي السهو ذكر أبو جعفر الاستروشي أن ذلك قبل سلام السهو، وذكر الكرخي في مختصره أنها في قعدتي سجدة السهو؛ لأنها هي القعدة الأخيرة، واختار فخر الإسلام ما اختاره المصنف. (البناية ۷۷۹/۲، وهكذا في العناية مع الفتح ۵۱۸/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۳؍صفر ۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''سبحانک اللّٰھم'' کی جگہ دعاءِ قنوت پڑھ دیا؟

سوال (۳۵۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عمر نے نماز کی نیت باندھی، ''سبحانک اللّٰھم'' کی جگہ دعاءِ قنوت پڑھ دیا تو سجدۂ سہو واجب ہوا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قنوت کو ثنا کی جگہ پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔

کذا تستفاد من عبارة الطحطاوي: لكن قراءة التشهد في قيام الأولى قبل الفاتحة ...... لا سهو عليه. (طحطاوي ۲۵۱)

ولو قرأ التشهد قائماً أو راكعاً أو ساجداً لا سهو عليه لأن التشهد ثناء، والقيام موضع الثناء والقراءة. (كذا في الفتاوى التاتارخانية ۳۹۷/۲ رقم: ۲۷۸٤ زكريا)

وذكر الناطفي في الأجناس عن محمد: لو تشهد في قيامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزم. (حلبي كبير ٤٦٠، الفتاوى الهندية ۱۲۷/۱، البحر الرائق ۱۷۲/۲، تبيين الحقائق ٤٧٤/۱ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱؍۴؍۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

فاتحہ کے بعد سورت ملانے میں تاخیر کرنا؟

سوال (۳۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی امام نماز پڑھا رہا ہو جو کہ اصل امام کی اجازت سے نماز پڑھا رہا ہو، تو اس نے سورۂ فاتحہ کے بعد چند منٹ ٹھہر کر کوئی سورت پڑھی، تو سورت کے پڑھنے میں دیر ہونے کی وجہ سے نماز میں کوئی خرابی آ جاتی ہے، اگر آئی ہے تو اس کا خلاصہ کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالتِ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورۃ ملانے میں بلا کسی شرعی عذر کے ایک رکن یعنی تین تسبیح ادا کرنے کے بقدر تاخیر کر دینے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔

أو فرغ من الفاتحة وتفكر أي سورة يقرأ وطال تفكره يجب عليه سجود السهو. (كبيري ٤٣٧)

ويسجد للسهو لتاخير الواجب عن محله. (حاشية الطحطاوي على المراقي الفلاح ٤٦٠)

اور سجدۂ سہو نہ کرنے کی صورت میں چوں کہ وقت کے اندر نماز نہیں لوٹائی گئی؛ اس لئے اب لوٹانا واجب نہیں؛ البتہ توبہ واستغفار کے ذریعہ اس کی تلافی کی جائے۔

كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تعاد أي وجوباً في الوقت وأما بعده فندبا. (شامي ٢/ ١٢١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محض جھک کر سجدہ کرنے سے رکوعِ ثانی کا حکم لگانا؟

سوال (۳۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

ہیں کہ: سجدہ میں جاتے ہوئے سر اور سینہ پہلے جھک جائے تو کتب فتاوی میں اسے دوسرا رکوع شمار کیا ہے، تو سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں نماز درست ہے یا نہیں؟ نیز اس کی بھی وضاحت فرمادیں کہ تکرارِ فرض مفسد صلوٰۃ ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شامی کی بعض عبارات سے دوسرے رکوع ہونے کا اشتباہ معلوم ہوتا ہے، اور اسی بنا پر اس مسئلہ میں عوام وخواص کے حکم میں فرق کرنے کوشش کی گئی ہے؛ لیکن یہ مسئلہ ہمارے نزدیک محل نظر ہے، اس لئے کہ محض جھک کر سجدہ کرنے میں نئے رکوع کا تحقق نہیں ہوتا، بلکہ یہ جھکنا سجدہ ہی کے لئے ہوتا ہے، اسے نیا رکوع سمجھنا بے دلیل ہے۔

اور رہ گیا تکرار فرض کا مسئلہ تو اگر واقعتا فرض کا تکرار ہو، تو سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

ومنها (أي سنن الصلاة) أن يضع ركبتيه على الأرض ثم يديه، وهذا عندنا وهذا إذا كان الرجل حافيا يمكنه ذلك، فإن كان ذا خف لايمكنه وضع الركبتين قبل اليدين؛ فإنه يضع يديه أولاً، ويقدم اليمنى على اليسرى، ولنا أيضاً ما ثبت عن وائل بن حجر رضي الله عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سجد ويضع ركبتيه قبل يديه. (سنن الترمذي رقم: ٢٢٨، بدائع الصنائع للكاساني ١/٤٩١ زكريا)

أو كرر ركنا أو قدم الركن أو أخره، ففي هذه الفصول كلها يجب سجود السهو. (الفتاوى الهندية ١/١٢٦، حلبي كبير ٤٥٦، شامي ٢/٥٤٣ زكريا، حاشية الطحطاوي على المراقي الفلاح ٤٦٠، كذا في التاتارخانية ٢/٣٨٨ رقم: ٢٧٥٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ٢٩/٧/١٤٢٧ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری رکعت میں سورت ملانا بھول گیا، پھر قومہ میں یاد آیا؟

سوال (٣٥٣): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

میں کہ: جب کہ دوسری رکعت میں سورت بھول کر رکوع ہی کرلیا اور رکوع کے بعد قومہ میں یاد بھی آ گیا کہ سورۃ پڑھنا رہ گئی ہے؟ مگر یہ سوچ کر کہ سجدۂ سہو سے کام چل جائے گا، سورت کا ملانا واجب ہی ہے آخر میں سجدۂ سہو کرلیا، کیا نماز صحیح ہوگئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملانا بھول جائے، اور پھر اسے رکوع میں، یا رکوع سے اٹھنے کے بعد سجدہ میں جانے سے پہلے اس بھول کا احساس ہوا، تو اس کے لئے اصل حکم شرعی یہ ہے کہ پہلے سورت پڑھے، پھر دوبارہ رکوع کرے، اور اخیر میں سجدۂ سہو کرلے؛ لیکن اگر اس نے واپس آ کر سورت نہیں پڑھی، اور اخیر میں سجدۂ سہو کرلیا تب بھی نماز درست ہوجائے گی؛ لیکن علم کے باوجود حکم شرعی کی رعایت نہ رکھنے کی وجہ سے اسے گناہ ہوگا۔

عن سفيان الثوري قال: إذا لم يقرأ في ركعة حتى يركع، فإنه يرفع رأسه إذا ذكر، ويقرأ ثم يسجد سجدتي السهو فإن سجد مضى. (المصنف لعبد الرزاق ١٢٧/٢ رقم: ٢٧٦٤)

ولو ترك السورة فتذكرها في الركوع، أو بعد الرفع منه قبل السجود؛ فإنه يعود ويقرأ السورة ويعيد الركوع وعليه السهو. (طحطاوي على المراقي ٢٥٠)

وفي الخلاصة: إذا ركع ولم يقرأ السورة رفع رأسه وقرأ السورة وأعاد الركوع وعليه السهو. (الفتاوىٰ الهندية ١٢٦/١)

ولو قرأ الفاتحة وحدها، وترك السورة يجب عليه سجود السهو. (الفتاوىٰ الهندية ١٢٦/١، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٤١٥/٢ رقم: ٢٨٣١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۶/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

سری اور جہری نمازوں میں علی العکس کتنی قرأت سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؟

سوال (۳۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سری اور جہری نمازوں میں علی العکس کتنی قرأت سجدۂ سہو کولازم کردیتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تین چھوٹی آیتوں یاایک لمبی آیت جہری نماز میں سراًیا سری نماز میں جہراً پڑھ لینے سے سجدۂ سہولازم ہوجاتا ہے۔

عن ابراهيم قال: إذا جهر فيما يخافت فيه أو خافت فيما يجهر فيه فعليه سجدتا السهو. (المصنف لابن أبي شيبة ۲٤٥/۳ رقم: ۳٦٤۹)

ومنها جهر الإمام فيما يجهر فيه والإسرار في محله مطلقاً، واختلف في القدر الموجب للسهو، والأصح أنه قدر ما تجوز به الصلاة في الفصلين. (طحطاوي ۲٥۱، كذا في البحر الرائق ۹٦/۲، شامي ٥٤٥/۲ زكريا، هداية مع الفتح ٥٠٤/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرض کی پہلی دورکعتوں میں قرأت کرنے کے بعد بھولے سے آخری رکعتوں میں قرأت کرنا؟

سوال (۳۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص چار رکعت والی فرض نماز میں پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنے کے بعد بھولے سے آخری دونوں رکعتوں یا کسی ایک میں بھی قرأت کرلے تو کیا اس کے اوپر سجدۂ سہو واجب ہوگا؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرض کی آخری دو رکعتوں میں مسنون یہی ہے کہ صرف سورۂ فاتحہ پڑھے؛ لیکن اگر سورۂ فاتحہ کی ساتھ قرأت بھی کر لے، تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۷/۴۱۲)

ولو قرأ في الأخريين الفاتحة والسورة لا يلزمه السهو وهو الأصح.

(الفتاوى الهندية ١/١٢٦، تبين الحقائق ١/٤٧٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سجدہ میں دونوں پاؤں کا زمین سے اٹھ جانا؟

سوال (۳۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سجدہ کی حالت میں دونوں پاؤں کے اٹھ جانے سے نماز میں کیا فرق آتا ہے؟ چار رکعت کی نماز میں آٹھ مرتبہ یہ عمل ہوا، عمل کثیر کی وجہ سے نماز باقی رہی یا نہیں، جتنی نمازیں اس طرح پڑھی گئی ہیں، لوٹانا ضروری ہے؟ اتنی دیر تک پاؤں اٹھے رہے کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ پڑھا جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دونوں پاؤں سجدے میں ایک تسبیح کے بقدر زمین پر رکھے رہنے کے بعد انہیں اٹھا لیا گیا تو نماز میں خرابی نہیں آئی، ہاں اگر پورے سجدہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی پاؤں یا ان کا کوئی جز و زمین پر نہ رکھے تو ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/۳۹۸) اور الگ الگ سجدہ میں یہ عمل کثیر کی تعریف میں نہیں آتا ہے۔

قال الشامي: والحاصل أن المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية والأرجح من حيث الدليل والقواعد عدم الفرضية، ولذا قال في العناية والدر: أنه الحق، ثم الأوجه حمل عدم الفرضية على الوجوب، والله أعلم. (شامي ٢/٢٠٥ زكريا، ١/٤٨١ بيروت، العناية مع الفتح ١/٣٠٥، فتح القدير ١/٣٠٥)

Marfat.com

أما وضع القدمين فقد ذكر القدوري رحمه الله تعالىٰ أنه فريضة في السجود. (هداية مع الفتح ١/ ٣٠٥، شرح المنية حلبي كبير ٢٨٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تیسری رکعت کے لئے سیدھا کھڑا ہونے کے بعد تشہد کی طرف لوٹنا؟

سوال (۳۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عشاء کی نماز میں قعدۂ اولیٰ بھول کر کھڑے ہوگئے امام صاحب مقتدیوں کے لقمہ دینے پر امام صاحب تشہد میں لوٹ آئے اور تشہد پڑھ کر باقی نماز حسبِ قاعدہ پوری کی، اور آخر میں سجدہ سہو بھی کیا، سلام پھیرتے ہی ایک صاحب کہنے لگے؛ کہ نماز نہیں ہوئی؛ کیوں کہ آپ سیدھے کھڑے ہوگئے تھے تو پھر لوٹنا تشہد میں نہیں چاہئے تھا آپ چوں کہ تشہد میں لوٹ گئے، اب آپ کی نماز فاسد ہوگئی، صورت مسئولہ کی وضاحت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب امام قعدۂ اولیٰ بھول کر سیدھا کھڑا ہوگیا تھا، تو اس کے لئے بہتر یہی تھا کہ واپس قعدہ کی طرف نہ لوٹتا؛ بلکہ اخیر میں صرف سجدۂ سہو کرلیتا؛ لیکن وہ اگر لوٹ گیا اور پھر جب حسبِ قاعدہ نماز پوری کرکے سجدۂ سہو کرلیا، تو بھی اس کی نماز استحساناً درست ہوگی؛ لہٰذا جن صاحب نے سلام پھیرنے کے بعد کہا کہ نماز نہیں ہوئی، ان کی بات راجح قول کے خلاف ہے۔

سها عن القعود الأول من الفرض ولو عمليا ثم تذكره عاد إليه ...... مالم يستقم قائما في ظاهر المذهب وهو الصحيح. فتح. وإن استقام قائما، لا يعود لاشتغاله بفرض القيام، وسجد للسهو لترك الواجب، فلو عاد إلى القعود بعد

Marfat.com

ذلک، تفسد صلاته لرفض الفرض – إلى قوله – وقيل: لا تفسد لكنه يكون مسيئا، ويسجد لتأخير الواجب وهو الأشبه، كما حققه الكمال وهو الحق. بحر.

(شامي ٤٧/٢ ٥-٥٤٩ زكريا، لفتاوى لهندية ١٢٧/١، الفتاوى التاتارخانية ٣٩٩/٢ رقم: ٢٧٨٩ زكريا)

ومن سها وكان إماما أو منفردا عن القعود الأول من الفرض ولو عمليا، وهو الوتر عاد إليه، وفي الهداية: والكنز، إن كان إلى القيام أقرب لا يعود وإلا عاد، فإن عاد وهو إلى القيام أقرب، سجد للسهو لترك الواجب، وإن عاد بعد ما استتم قائما، اختلف التصحيح في فساد صلاته، أرجحها عدم الفساد، قال صاحب البحر: والحق عدم الفساد. (حاشية الطحطاوي على المراقي ٤٦٦-٤٦٧، دارالکتاب دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۴/۶/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تعدادِ رکعات میں شک ہو جانے پر سجدۂ سہو کرنا؟

سوال (۳۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کو نماز کی رکعات میں شک ہو جائے تو سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی یا ازسرنو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ شخص کو نماز میں شک پیدا ہونے کی عادت نہیں ہے، پھر اتفاقی طور سے شک پیدا ہو گیا کہ تین رکعت پڑھی یا چار رکعت، تو اس صورت میں نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی، اور اگر شک پیدا ہونے کی عادت ہے، یعنی اکثر وبیشتر اسے نماز میں شک ہوتا رہتا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی؛ بلکہ جتنی رکعت پر ظنِ غالب ہو اسی کا اعتبار کرتے ہوئے نماز پوری کرے گا۔

Marfat.com

من شک في صلاته فلم يدر أثلاثاً صلّى أم أربعاً؟ وذٰلک أول ما عرض له استانف. وإن كان يعرض له كثيراً بنى على أكبر رأيه، لقوله عليه السلام: من شک في صلاته فليتحر الصواب. وإن لم يكن له رأي بنى على اليقين لقوله عليه السلام: من شک في صلاته فلم يدر أثلاثاً صلّى أم أربعاً بنى على الأقل.

(هداية ١/ ١٦٠، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/ ٤٢٩ رقم: ٢٨٧٨ زكريا، والحديث: أخرجه الإمام الترمذي في سننه ١/ ٩٠ رقم: ٣٩٨، وأبوداؤد ١/ ١٤٦ رقم: ١٠٢٠ دار الفكر بيروت)

وفي الهندية: معنى قوله أول ما عرض له، قال بعضهم: إن السهو ليس بعادة له لا أنه لم يسهه في عمره. (الفتاوىٰ الهندية ١/ ١٣٠، كذا في الدر المختار مع الشامي ٢/ ٥٦٠- ٥٦٢ زكريا، ٢/ ٤٨٩- ٤٩١ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۶/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز کسی رکن کی کمی زیادتی میں شک ہوجائے تو کیا کرے؟

سوال (۳۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں کبھی کبھی فاسد خیالات آتے ہیں، اور گمان ہوتا ہے کہ نماز میں سجدہ میں ایک رہ تو نہیں گیا، یا الحمد کے بعد سورۃ پڑھی یا نہیں؟ تو سجدۂ سہو کرلیتی ہوں، کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی صورت میں ظنِ غالب پر عمل کیا جائے گا، یعنی اگر غالب گمان ہو کہ دونوں سجدے کئے ہیں، تو سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر کسی جانب غلبہ نہ ہو تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

(قوله لكن في السراج) استدراک عن ما في الفتح من لزوم السجود في الصورتين، وقوله: مطلقاً أي سواء تفكر قدر ركن أولا، وهٰذا التفصيل هو الظاهر؛ لأنه غلبة الظن بمنزلة التيقن فإذا تحرىٰ غلب على ظنه شيءٌ لزمه الأخذ

Marfat.com

بـه ولا يـظهـر وجـه لإيجاب السجود عليه. (شـامـي ٢/ ٥٦٣ زكـريـا، كذا في التاتارخانية ٢/ ٤٣٢ رقم: ٢٨٨٥ زكريا، فتح القدير ١/ ٥١٨ باب سجود السهو مصري) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۵/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تعداد رکعات میں شک ہو جائے تو غالب گمان پر عمل کر کے سجدۂ سہو کرے

سوال (۳۶۰): -: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں ہم بھول جائیں کہ ہم نے کونسی رکعت پڑھی ہے تیسری یا چوتھی، اس کے لئے سجدۂ سہو کر لیتے ہیں، تو کیا پھر بھی فرض کو دہرانا ضروری ہوگا؛ کیوں کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فرض کو دہرانا ضروری ہے سنت کو نہیں، صحیح کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر بار بار بھولنے کی شکل پیش آتی ہے تو غالب ظن اور یقین پر عمل کرتے ہوئے کم سے کم رکعت پر بنا کرنی چاہئے اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لینا چاہئے؛ اور جب سجدۂ سہو کر لیا اب نماز کو دہرانے کی ضرورت نہیں، چاہے نماز فرض ہو یا سنت، اس معاملہ میں سنت اور فرض میں کوئی فرق نہیں ہے؛ البتہ اگر کسی شخص کو پہلی مرتبہ یا کبھی کبھار ایسا شک ہوتا ہے تو اسے چاہئے کہ نیت توڑ کر از سرِ نو نماز پڑھے؛ تاکہ کوئی شک شبہ نہ رہے۔

وإن كثر الشك تحرى وعمل بغالب ظنه، ...... فإن لم يغلب له ظن أخذ بالأقل، لقوله عليه السلام: إذا سها أحدكم في صلاته فلم يدر واحدة صلى أو ثنتين فليبن على واحدة، فإن لم يدر ثنتين صلى أو ثلاثا فليبن على ثنتين فإن لم يدر ثلاثا صلى أو أربعا فليبن على ثلاث، و يسجد سجدتين قبل أن يسلم،...... وقعد و تشهد بعد كل ركعة ظنها آخر صلاته. (حاشية الطحطاوي على المراقي ٤٧٧)

Marfat.com

والحديث أخرجه الإمام أبو عيسىٰ الترمذي في سننه. (سنن الترمذي، الصلاة/ باب فيمن يشك في الزيادة والنقصان ٩٠/١ رقم: ٣٩٦)

وذكر في الفتاوىٰ الخانية: فقال رجل صلى ولم يدر ثلاثا صلى أم أربعا، قال: إن كان ذٰلک أول ما سهى استقبل. (حلبي كبير ٤٧٠، الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٢٩/٢ رقم: ٢٨٧٨ زكريا، هداية ١٦٠/٢، الفتاوىٰ الهندية ١٣٠/١، الدر المختار مع الشامي ٥٦٠/٢-٥٦٢ زكريا، ٤٨٩/٢-٤٩١ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو رکعت پر بھول سے کھڑا ہو گیا پھر یاد آنے پر بیٹھ گیا؟

سوال (۳۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مالابد منہ ۵۴ پر ایک مسئلہ ہے کہ اگر مصلی بعد دو رکعت بھول کر کھڑا ہو گیا یا یاد آنے پر بیٹھ گیا، تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؛ لیکن دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک فاسد ہو جائے گی اور بعض کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ نماز ہو جاتی ہے، درست کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اس مسئلہ میں دونوں طرح کی روایتیں ہیں، اور دونوں کی تصحیح کی گئی ہے؛ لیکن محققین فقہاء نے عدمِ فساد کی روایت کو ترجیح دی ہے، اور مالا بدمنہ کا مسئلہ دوسری روایت پر مبنی ہے۔

فلو أعاد إلى القعود تفسد صلاته لرفض الفرض لما ليس بفرض، وصححه الزيلعي، وقيل: لا تفسد لكنه يكون مسيئاً ويسجد لتاخير الواجب وهو الأشبه كما حققه الكمال وهو الحق. (شامي ٤٩/٢ زكريا)

وإن عاد الساهي عن القعود الأول إليه بعد ما استتم قائماً، اختلف التصحيح في فساد صلاته، وأرجحهما عدم الفساد؛ لأن غاية ما في الرجوع إلى

Marfat.com

القعدة زيادة قيام في الصلاة...... وقد بالغ في المنتقى في رد القول بالفساد وجعله غلطاً؛ لأنه تاخير لا رفض. (حاشية الطحطاوي مع المراقي الفلاح ٤٦٧، البحر الرائق ١٧٨/٢، شامي ٨٤/٢ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۲/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سہواً دو یا تین رکعت پر سلام پھیر دینا؟

سوال (۳۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں عشاء کی نماز چار رکعت فرض پڑھ رہا تھا، غلطی سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا، پھر دوبارہ چار رکعت کی نیت سے نماز شروع کی اور تین رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا، پھر چار رکعت کی نیت سے تیسری بار نماز شروع کی اور مکمل نماز ادا کی، اگر ایسا اتفاق ہو جائے کہ چار رکعت والی نماز میں دو یا تین رکعت کے بعد سلام پھیر دے تو اسے باقی نماز کس طرح ادا کرنی چاہئے؟ کیا وہ دوبارہ چار رکعت کی نیت سے چار رکعت نماز پڑھے یا دو رکعت ادا کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر کوئی شخص چار رکعات والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دے، یا قعدۂ اولیٰ کرنے کے بعد تیسری رکعت پر بھول سے سلام پھیر دے، تو ان دونوں صورتوں میں اس سلام سے وہ شخص نماز سے خارج نہیں ہوا؛ لہٰذا اسے چاہئے کہ چار رکعت پوری کر کے اخیر میں سجدۂ سہو کر لے۔

عن أبي سفيان مولى ابن أبي أحمد أنه قال: سمعت أبا هريرة رضي الله عنه يقول: صلى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة العصر، فسلم في ركتين فقام ذو اليدين، فقال: أقصرت الصلاة؟ يا رسول الله أم نسيت؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل ذلك لم يكن، فقال: قد كان بعض ذلك يا رسول الله، فأقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم على الناس فقال: أصدق

Marfat.com

ذو اليدين، فقالوا: نعم! يا رسول الله! فأتم رسول الله صلى الله عليه وسلم ما بقي من الصلاة، ثم سجد سجدتين وهو جالس بعد التسليم. (صحيح مسلم ٢١٣/١ رقم: ٥٧٣، صحيح البخاري ١٦٣/١ رقم: ١٢٢٧)

سلم مصلي الظهر مثلا على رأس الركعتين توهما إتمامها، أتمها أربعا وسجد للسهو؛ لأن السلام ساهيا لا يبطل؛ لأنه دعاء من وجه. (شامي ٥٥٩/٢ زكريا، كذا في الفتاوى التاتارخانية ٤١٣/٢ رقم: ٢٨٢٧ زكريا)

حاصل المسئلة: أنه إذا سلم ساهياً على الركعتين مثلاً، وهو في مكانه، ولم يصرف وجهه عن القبلة ولم يأت بمناف عاد إلى الصلاة من غير تحريمة وبنى على ما مضى وأتم ما عليه. (حاشية الطحطاوي على المراقي الفلاح ٤٧٣)

وكذا القعدة في آخر الركعة الأولى أو الثالثة فيجب تركها ويلزم من فعلها أيضا تأخير القيام إلى الثانية أو الرابعة عن محله، وهذا إذا كانت القعدة طويلة. (شامي ١٦٤/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام نے تین رکعت پر سلام پھیر دیا، پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پوری کی؟

سوال (۳۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام نے ۴ رکعت والی نماز میں تین رکعت پر سلام پھیر دیا اور بعد میں مقتدیوں کے کہنے سے کہ تین رکعتیں ہوئی ہیں، امام نے خاموشی سے کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پوری کرادی اور سجدۂ سہو کرلیا، یہ نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو سب کی ہوگئی یا کس کی ہوئی اور کس کی نہیں ہوئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر امام نے درمیان میں کوئی مانع صلوٰۃ عمل (مثلاً

Marfat.com

گفتگو اور قبلہ سے بے رخی) نہیں کی اور اسے خود یاد آ گیا یا کسی ایسے مقتدی کے کہنے سے وہ کھڑا ہوگیا جس نے درمیان نماز ہی میں اللہ اکبر کہہ کر لقمہ دیا ہو، یعنی اس مقتدی کی نماز تکلم سے فاسد نہ ہوئی ہو، تو سجدۂ سہو کے بعد ایسے امام اور غیر متکلم مقتدیوں کی نماز درست ہوجائے گی اور جن مقتدیوں نے اردو میں تکلم کرلیا ہے، ان کی نماز بہر حال فاسد ہوگئی، حتی کہ اگر امام نے بھی محض ان کی گفتگو پر اعتماد کرتے ہوئے اگلی رکعت ملائی ہو، تو امام سمیت سارے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوگی۔

ویسجد للسهو ولو مع سلامه ناويًا للقطع؛ لأن فيه تغيير المشروع لغو ما لم يتحول عن القبلة أو يتكلم. (درمختار مع الشامي ۲/۹۱ کراچی، ۲/۵۵۸ زکریا)

يفسدها التكلم. (التنوير مع الشامي ۱/۶۱۳ کراچی)

أو أخذ الإمام بفتح من ليس في صلوته. (شامي ۱/۶۲۲ کراچی، شامي ۲/۳۸۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۷/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غفلت کی وجہ سے امام سے قبل سلام پھیر کر بعد میں امام کے ساتھ شریک ہوکر دوبارہ سلام پھیرنا؟

سوال (۳۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ تک تمام ارکان ادا کئے؛ لیکن قعدۂ اخیرہ میں کچھ دیر تک شرکت کے بعد غفلت کے عالم میں بیٹھے بیٹھے تکبیرِ تحریمہ پر رکوع یا سجدہ کرلیا، امام کے سلام پھیرنے سے قبل وہ متنبہ ہوگیا اور امام کی اتباع میں سلام پھیرا۔ تو دریافت یہ کرنا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں نماز ہوگی یا نہیں؟ اسی طرح ایک شخص نے بھول کر امام سے قبل دونوں طرف سلام پھیر دیا، اس کے بعد یاد آنے پر امام کے ساتھ شریک ہوگیا اور امام کے ساتھ ہی سلام پھیرا، تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ دونوں صورتوں میں مقتدی کے اس عمل سے گوکہ نماز میں فساد نہیں آیا؛ اس لئے کہ موجبِ سجدۂ سہو جب مقتدی سے صادر ہو جائے تو مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے؛ تاہم بلا عذر ایسا نہیں کرنا چاہئے؛ اس لئے کہ ایسا عمل خشوع وخضوع کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۳۱۰، امداد الفتاویٰ ۱/۲۰۴، فتاویٰ رحیمیہ ۴/۳۴۳)

لو أتم المؤتم التشهد، بأن أسرع فيه وفرغ منه قبل إتمامه فأتى بما يخرجه من الصلاة كسلام أو كلام أو قيام جاز أي صحت صلاته لحصوله بعد تمام الأركان. (شامي ۲/۲٤۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۲/۶/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قعدۂ اولیٰ میں بھول سے ''السلام'' کہہ دیا؟

سوال (۳۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لفظ ''السلام'' دو مرتبہ کہہ کر نماز کی تکمیل کرنا واجب ہے، اور عام فقہاء کے نزدیک ایک ''السلام'' کہتے ہی نماز پوری ہو جائے گی؛ کیوں کہ ان کے نزدیک دوسرا ''السلام'' سنت ہے۔ (نور الایضاح ۷۰، حاشیہ ۳)

تو اب عام فقہاء کی طرف نظر کرتے ہوئے امام صاحب نے اگر چار یا تین رکعت والی نماز میں دو رکعت پر بھولے سے سلام کہہ دیا، تو نماز نہ ہونی چاہئے؛ کیوں کہ اس وقت کوئی مقتدی آکر دیکھے کہ امام نے ایک طرف ''السلام'' کہہ دیا، تو اس کی اقتداء درست نہیں ہے؛ کیوں کہ نماز کی تکمیل ہو چکی ہے، بعض علماء نے کہتے ہیں کہ سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اقتداء صحیح ہونی چاہئے نہ کہ اعادہ کرنا، جو افضل ہو، وضاحت فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قعدۂ اخیرہ میں تکمیلِ صلاۃ کی نیت سے ''السلام'' کا

Marfat.com

لفظ کہتے ہی نماز پوری ہو جاتی ہے؛ لیکن قعدۂ اولیٰ میں سہواً ''السلام'' کہہ دینے سے نماز کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا؛ البتہ تکرار واجب کی وجہ سے اخیر میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، اور اس سہواً سلام کے بعد بھی اس امام کی اقتداء شرعاً درست ہے؛ کیوں کہ ابھی نماز مکمل نہیں ہوئی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۷/۴۵۲ ڈابھیل، کتاب المسائل ۱/۳۱۰)

سلم مصلي الظهر مثلاً على رأس الركعتين توهما إتمامها أتمها أربعاً، وسجد للسهو؛ لأن السلام ساهيا لا يبطل؛ لأنه دعا من وجه. (درمختار مع لشامي ۲/۵۵۹ زكريا)

وإن توهم مصلي الظهر أنه أتمها فسلم ثم علم أنه صلى ركعتين أتمها وسجد للسهو ...... لأن سلامه لم يخرجه عن الصلاة. (البحر الرائق ۲/۱۱۱ كراچی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۴/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دعاءِ قنوت سے قبل ''سبحانک اللّٰھم'' پڑھنا؟

سوال (۳۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وتر میں دعاءِ قنوت کی جگہ سبحانک اللّٰھم الخ پڑھ گئے، پھر جب یاد آیا تو دعاءِ قنوت پڑھی، تو سجدۂ سہو واجب ہوا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دعائے قنوت سے قبل ثنا پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا۔

ومن لم يحسن دعاء القنوت المتقدم، قال الفقيه أبو الليث يقول: اللّٰهم اغفرلي. (مراقي الفلاح) وفي الطحطاوي: قوله: ومن لم يحسن التقييد به ليس بشرط؛ بل يجوز لمن يعرف الدعاء المعروف أن يقتصر على واحد ذكر أفاده صاحب البحر. (طحطاوي على المراقي ۲۱۰)

Marfat.com

وليس الدعاء المشهور وذكر في البحر عن الكرخي أن القنوت ليس فيه دعاء مؤقت؛ لأنه روي عن الصحابة أدعية مختلفة، ولأن المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب. (شامي ٦/٢ كراچی، تبيين الحقائق ٤٢٥/١ بيروت، حاشية الطحطاوي ٣/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٤١٧/٤/١١ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وتر میں دعائے قنوت چھوٹ گئی؟

سوال (٣٦٧): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وتر میں اگر امام دو رکعت پوری پڑھے، تیسری رکعت میں الحمد للہ شریف اور کوئی سورت لگا کر رکوع سجدہ کرے، لقمہ پڑنے پر بھی وہ رکوع سجدہ کر کے سجدۂ سہو کیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ یا پھر دوبارہ پڑھائی جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں وتر صحیح ہو گئے، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، دعائے قنوت پڑھنا واجب ہے، اس کو چھوڑنے کی تلافی سجدۂ سہو سے ہو جاتی ہے۔

ومنها القنوت فإذا تركه يجب عليه السهو. (الفتاوى الهندية ١٢٨/١)

أما السهو في القنوت إن ترك القنوت ساهياً ثم تذكر بعد ما سجد لا يعود إلى القيام في هٰذه الصورة ولا يقنت؛ بل يمضي في صلاته ويسجد للسهو في آخره وكذلك إذا تذكر بعد ما قام من الركوع مضى ولا يقنت، وفي الخلاصة: وكان عليه السهو. (الفتاوى التاتارخانية ٣٩٨/٢ رقم: ٢٧٨٦ زكريا)

عن الحسن قال: من نسي القنوت في الوتر سجد سجدتي السهو. (السنن الكبرى للإمام البيهقي ٣٠٩/٣ رقم: ٣٩٨٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

١٤١٧/٩/١٥ھ

Marfat.com

فرض نماز میں قعدۂ اولیٰ میں ’’اللّٰھم صل علی محمد‘‘ تک پڑھ دیا؟

سوال (۳٦۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے چار رکعت فرض کی نماز شروع کی، پھر دو رکعت پر بیٹھ کر تشہد کے بعد درود شریف محمد تک پڑھ دیا، تو سجدۂ سہو واجب ہوا یا نہیں؟ اللّٰھم صل علی محمد کہاں تک پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرض نماز میں اگر قعدۂ اولیٰ میں ’’وعلی آل محمد‘‘ تک درود شریف پڑھ دیا ہے تو سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا، اس سے پہلے تک پڑھنے سے واجب نہ ہوگا، اور نفل نماز کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

عن الشعبي قال: من زاد في الركعتين الأوليين على التشهد فعليه سجدتا السهو. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٧/٣ رقم: ٣٠٣٩)

وقدمنا عن القاضي الإمام أنه لايجب ما لم يقل وعلى آل محمد، وفي شرح المنية الصغير: أنه قول الأكثر وهو الأصح. (شامي ٨١/٢ كراچی، شامی ٥٤٥/٢ زكريا، كذا في التاتارخانية ٤٠٠/٢ رقم: ٢٧٩٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قعدۂ اخیرہ چھوڑ کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہونا؟

سوال (۳٦۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چار رکعت والی فرض نماز میں قعدۂ اخیرہ چھوڑ کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے، پھر

Marfat.com

پانچویں رکعت کو چوتھی رکعت سمجھ کر قعدہ کرلیا، اسی دوران یاد آیا کہ یہ میری پانچویں رکعت ہے، اب کیا کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ چوتھی رکعت کے ساتھ پانچویں رکعت بھی بلالی ہے، اس لئے اب حکم یہ ہے کہ چھٹی رکعت بھی ملالے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیردے، یہ پوری نماز نفل ہوجائے گی، فرض دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

عن حماد قال: إذا صلى الرجل خمساً ولم يجلس في الرابعة فإنه يزيد السادسة ثم يسلم ثم يستأنف صلاته. (مصنف عبد الرزاق / باب الرجل يصلي الظهر أو العصر خمساً ۲/۳۰۳ رقم: ۳٤٦۱)

وإن سهى عن القعدة الأخيرة حتى قام إلى الخامسة – إلى قوله – وإن قيد الخامسة بسجدة بطل فرضه – إلى قوله – وتحولت صلاته نفلاً ...... فيضم إليها ركعة سادسة. (هداية باب سجود السهو ۱/۱۵۹، درمختار مع الشامي ۲/۵۵۱ زكريا، ۲/۸۵–۸۷ کراچی، البحر الرائق ۲/۱۸۲–۱۸۲، تبيين الحقائق ۱/٤۸۰–٤۸۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۳/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا قعدۂ اول چھوڑ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوکر بیٹھنا اور مقتدیوں کا کھڑے رہنا؟

سوال (۳۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب عشاء کی نماز میں قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے، اور مقتدی بھی کھڑے ہوگئے، پھر امام صاحب خود ہی پیچھے سے لقمہ دینے پر قعدۂ اولیٰ کی طرف لوٹ گئے؛ لیکن مقتدی کھڑے ہی رہے وہ نہیں لوٹے، امام صاحب قعدۂ اولیٰ سے کھڑے ہوئے بقیہ

Marfat.com

نماز مکمل کر کے آخر میں سجدۂ سہو کرلیا، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا امام صاحب کا لوٹنا صحیح تھا؟ اور جو مقتدی امام صاحب کے ساتھ کھڑے ہوکر پھر قعدۂ اولیٰ کی طرف نہیں لوٹے بقیہ نماز امام صاحب کے ساتھ مکمل کی، کیا ان مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں امام صاحب کو قعدۂ اولیٰ کی طرف لوٹنا نہیں چاہئے تھا؛ بلکہ صرف اخیر میں سجدۂ سہو کرلینا کافی تھا؛ لیکن صحیح قول کے مطابق لوٹنے کے باوجود نماز فاسد نہیں ہوتی اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لینے سے غلطی کی تلافی ہوگئی، اور جو مقتدی امام صاحب کے ساتھ قعدۂ اولیٰ کی طرف نہیں لوٹے انہوں نے اچھا کیا ان کی نماز درست ہوگئی اور مقتدیوں کو ایسی غلطی میں امام کی اتباع نہیں کرنی چاہئے۔

فلو عاد إلى القعود بعد ذلك تفسد صلا ته...... وقيل: لاتفسد لكنه يكون مسيئا، ويسجد لتاخير الواجب، وهو الأشبه كما حققه الكمال، وهو الحق.

(الدر المختار ۲/۵۴۹ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۱/۱۲۷، الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۳۹۹ رقم: ۲۷۸۹ زكريا)

ولو عاد الإمام يعني إلى القعدة الأولى بعد ما قام لايعود معه القوم تحقيقاً للمخالفة. (منحة الخالق على البحر الرائق ۲/۱۰۱، حلبي كبير ۴۵۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۲/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تین رکعت پر سلام پھیر کر بات کرنے سے پہلے یاد آیا کہ ایک رکعت باقی ہے؟

سوال (۳۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تین رکعت پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دیا، مگر ابھی بات یا سینہ قبلہ سے نہیں پھرا تھا کہ اس کو یاد آگیا کہ ایک رکعت باقی ہے، تو ایسی صورت میں اسی نیت پر بنا کرلے یا دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے؟

Marfat.com

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر سلام پھیرنے کے بعد اگر کوئی منافی صلوٰۃ عمل نہیں کیا ہے، تو اس پر چوتھی رکعت کی بنا کرے گا اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے گا۔

فيسجد للسهو لبقاء حرمة الصلاة ما لم يتحول عن القبلة أو يتكلم لإبطالها التحريمة، وقيل: التحول لا يضره مالم يخرج من المسجد أو يتكلم.

(مراقي الفلاح ۲۵۷)

حاصل المسئلة: أنه إذا سلم ساهياً على رأس الركعتين مثلاً وهو في مكانه ولم يصرف وجهه عن القبلة ولم يأت بمناف عاد إلى الصلاة من غير تحريمة وبنى على مضى وأتم ما عليه، وأما إذا انصرف وجهه عن القبلة فإن كان في المسجد ولم يأت بمناف فكذلك؛ لأن المسجد كله في حكم مكان واحد. (حاشية الطحطاوي على المراقي الفلاح ۲۵۷، البحر الرائق ۱۹۶/۲ رشيدية، طحطاوي على الدر المختار ۳۱۵/۱، غنية المستملي ۴۶۲ لاهور)

اور اگر رکعت کے رہ جانے کے بعد نماز میں شک ہو رہا ہے تو اس شک کا کوئی اعتبار نہیں ہے، نماز مکمل ہوگئی۔

عن الحسن قال: إذا شكه بعد الانصراف فلا بأس به. (المصنف لعبد الرزاق ۳۱۸/۲ رقم: ۳۵۱۹، الفتاوى التاتارخانية ۴۳۱/۲ رقم: ۲۸۸۴ زكريا)

وإذا شك بعد السلام أو قبل السلام لكن بعد ما فرغ من التشهد يحكم بالجواز ولا يعتبر هذا الشك. (الفتاوى الهندية ۱۳۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۴/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مغرب کی نماز میں قعدہ نہ کر کے بھولے سے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا؟

سوال (۳۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

Marfat.com

ہیں کہ: مغرب کی نماز میں قعدۂ اولیٰ میں بیٹھنے کے بجائے امام صاحب سیدھے کھڑے ہوگئے مقتدیوں کے لقمہ پر دوبارہ بیٹھے، پھر اخیر میں سجدۂ سہو کیا گیا، نماز ہوگی یا نہیں؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ نماز ہوگئی، اور کچھ لوگوں نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی، اس کے بعد دوبارہ امام صاحب نے نماز پڑھائی، تو کیا اس صورت میں پہلی والی نماز ہوگئی تھی یا اخیر والی نماز ہوئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں امام جب کہ کھڑا ہوگیا تھا، تو اسے قعدۂ اولیٰ کی طرف لوٹ کر نہیں آنا چاہئے تھا؛ لیکن اگر لوٹ آیا اور سجدۂ سہو بھی کرلیا، تو یہ پہلی نماز درست ہوگئی، بعد میں نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں تھی۔

وعن عبد الله بن بحينة رضي الله عنه قال: صلى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين ثم قام فلم يجلس، فقام الناس معه، فلما قضى صلاته ونظرنا تسليمه، كبر وسجد سجدتين، وهو جالس قبل التسليم ثم سلّم. (سنن النسائي ١٣٧/١ رقم: ١٢١٨)

سها عن القعود الأول من الفرض، ثم تذكره عاد إليه مالم يستقم قائما في ظاهر المذهب وهو الأصح. (فتح) وإلا أي وإن استقام قائماً لايعود لاشتغاله بفرض القيام، وسجد للسهو لترك الواجب، فلو عاد إلى القعود بعد ذلك تفسد صلاته، وقيل: لاتفسد لكنه يكون مسيئاً، ويسجد لتاخير الواجب وهو الأشبه، كما حققه الكمال وهو الحق. (شامي ٥٤٧/٢-٥٤٩ زكريا، فتاوىٰ الفتاوىٰ الهندية ١٢٧/١)

وإن عاد الساهي عن القعود الأول إليه بعد ما استتم قائماً، اختلف التصحيح في فساد صلاته، وارجعهما عدم الفساد؛ لأن غاية ما في الرجوع إلى القعدة زيادة قيام في الصلاة...... وقد بالغ في المنتقى في رد القول بالفساد وجعله غلطاً؛ لأنه تاخير لا رفض. (حاشية الطحطاوي مع المراقي الفلاح ٤٦٧، البحر الرائق ١٧٨/٢، شامي ٨٤/٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

دورانِ نماز گفتگو کرنے والی حدیث منسوخ ہے

سوال (۳۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک حدیث ہے کہ جس کا مفہوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعت نماز پڑھائی، پھر سلام پھیر دیا، پھر سلام پھیرنے کے بعد صحابہ نے اس کی اطلاع دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف سجدۂ سہو کیا اور نماز نہیں دہرائی، یا اسی طرح دوسری حدیث کا مفہوم ہے کہ آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھائی اور گھر تشریف لے آئے، پھر صحابہ نے اطلاع دی تو آپ نے آکر سجدہ سہو کیا اور نماز نہیں دہرائی، تو ایسا کرنا اب بھی صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں صحیح ہے تو اس حدیث کا جواب اگر منسوخ ہے تو ناسخ حدیث مع ترجمہ تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ابتداء اسلام میں نماز کے دوران گفتگو کرنے کی اجازت تھی، جو حدیثیں آپ نے نقل فرمائی ہیں، وہ اسی زمانہ کی ہے، بعد میں جب دوران نماز گفتگو کرنے کا حکم منسوخ ہوگیا تو اب مذکورہ حدیثوں کے مطابق عمل کرنا جائز نہیں رہا، اور اس مسئلہ میں ناسخ حدیث درج ذیل ہے:

عن زيد بن أرقم قال: كنا نتكلم في الصلاة يكلم الرجل صاحبه، وهو إلى جنبه في الصلاة حتى نزلت: ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ فأمرنا بالسكوت ونهينا عن الكلام. (صحيح مسلم ٢٠٤/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۸/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قعدۂ اولیٰ کئے بغیر کھڑا ہوگیا؟

سوال (۳۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قعدۂ اولیٰ کے ترک کے بعد لوٹ کر آنا کیسا ہے؟ آیا سجدہ سہو سے نماز ہو جائے گی یا اعادہ

Marfat.com

صلاۃ ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اصل مسئلہ یہی ہے کہ اگر چار یا تین رکعت والی فرض نماز میں قعدۂ اولی بھول کر کھڑا ہو جائے تو قعدہ کی طرف نہ لوٹے؛ بلکہ آخر میں سجدہ سہو کر لے؛ لیکن اگر لاعلمی کی وجہ سے لوٹ آیا اور آخر میں سجدۂ سہو کر لیا تو بھی نماز درست ہو جائے گی، فتوی اسی پر ہے۔

سها عن القعود الأول من الفرض، ثم تذكره عاد إليه مالم يستقم قائما في ظاهر المذهب وهو الأصح. (فتح) وإلا أي وإن استقام قائماً لايعود لاشتغاله بفرض القيام، وسجد للسهو لترك الواجب، فلو عاد إلى القعود بعد ذلك تفسد صلاته، وقيل: لاتفسد لكنه يكون مسيئاً، ويسجد لتاخير الواجب وهو الأشبه، كما حققه الكمال وهو الحق. (شامي ۵۴۷/۲-۵۴۹ زكريا، فتاوىٰ الفتاوىٰ الهندية ۱۲۷/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۱/۱۱/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں فساد واقع ہو جانے پر نماز توڑنا؟

سوال (۳۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی وجہ سے نماز میں فساد واقع ہو گیا، تو کیا نماز کو آخر تک مکمل کرے پھر نماز کو لوٹائے یا بیچ ہی میں نماز کو توڑ دے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز میں کس طرح کا فساد مراد ہے؟ اگر ایسا فساد ہے جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے، مثلاً وضو ٹوٹ جائے اور بناء کی نیت نہ ہو تو ایسی صورت میں نماز خود بخود ٹوٹ ہی جائے گی، اور بعد میں دوبارہ پڑھنی ہوگی، اور اگر ترک واجب وغیرہ کی وجہ سے فساد

Marfat.com

واقع ہوا ہوتو اس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہوسکتی ہے؛ لہٰذا بیچ میں نماز توڑنے کی اجازت نہ ہوگی؛ بلکہ اخیر میں سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تُبْطِلُوٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ [محمد: ٣٣]

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: سجدتا السهو تجزیان من کل زیادة ونقصان. (السنن الکبریٰ للبیهقي ٣/٢٠٤ رقم: ٣٩٦٧)

لها واجبات لا تفسد بترکها وتعاد وجوباً في العمد والسهو إن لم یسجد له. (درمختار مع الشامي ٢/١٤٦ زکریا، الفتاویٰ التاتارخانیة ٢/٣٨٧ رقم: ٢٧٥١ زکریا)

کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها. (شامي ٢/١٤٧ زکریا)

لأنه لإصلاح ما فات أي ما ترک من الواجبات في محله. (شامي ٢/٥٣٩ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۳/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوران نماز امام کو حدیث لاحق ہوگیا، جب کہ اس پر سجدۂ سہو واجب تھا؟

سوال (٣٧٦):- کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک امام نماز پڑھا رہا تھا، اس پر کس وجہ سے سجدہ واجب ہوگیا؛ لیکن دورانِ نماز اسے حدث لاحق ہوا اور اس نے اپنا نائب بنادیا، تو اب سوال یہ ہے کہ یہ نائب اپنی نماز کے ختم پر سجدۂ سہو کرے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب باللّٰہ التوفیق: مسؤلہ صورت میں امام کی نیابت کرنے والے شخص پر سجدۂ سہو واجب ہے؛ کیوں کہ وہ پوری نماز میں اصل امام کا نائب ہے، اور اس کی نماز مکمل کرنے والا ہے؛ لہٰذا جب امام پر سجدۂ سہو واجب ہوا، تو نائب پر بھی واجب ہوگا؛ البتہ اگر سجدۂ سہو کا وجوب ایسا ظاہر ہوا

Marfat.com

کہ نائب پہلے سے علم میں ہو، تب تو مسئلہ بالکل واضح ہے؛ لیکن اگر وجوبِ سجدۂ سہو کا سبب مخفی ہو اور صرف امام کے علم میں ہو، مثلاً اس نے چار رکعت والی نماز فرض نماز کے قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود پڑھ لیا ہو، تو ایسی صورت میں اصل امام کی ذمہ داری ہے کہ وہ نائب کو اشارہ سے سجدۂ سہو کی بات سمجھادے، زبان سے کچھ نہ کہے اور اشارہ کے لئے فقہاء سے دو باتیں منقول ہیں، اول یہ کہ انگلی سے سینہ کی طرف اشارہ کرے، دوسرے یہ کہ گردن کو دائیں، بائیں گھما کر اشارہ کرے۔ الغرض کوئی بھی ایسا اشارہ ہونا چاہئے کہ جس سے امام کو پتہ چل جائے کہ امام (اول) پر سجدۂ سہو واجب تھا۔

وإذا أحدث الإمام وقد سها فاستخلف رجلا سجد خليفته للسهو بعد السلام لقيامه مقام الأوّل، وإن سها خليفته فيما يتم أيضا كفاه سجدتان لسهوه ولسهو الأوّل، كما لوسها الأول مرتين. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۴۲۵ زکریا)

من سبقه حدث وكان إماما فإنه يستخلف رجلا مكانه يأخذ بثوب رجل إلى المحراب أو يشير إليه، ولو تكلم بطلت صلاتهم، ولو ترك ركوعاً يشير بوضع يده على ركبتيه ...... وللسهو على صدره، وقيل يحول رأسه يميناً وشمالاً، كذا في الظهيرية. (البحر الرائق ۱/ ۳۶۹ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۶/۲/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسبوق نے بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا؟

سوال (۳۷۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی مسبوق بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے پھر اس کے بعد اس کو یاد آیا، تو اس کا کیا حکم ہے؟ سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسبوق شخص نے بھول سے سلام پھیر دیا تو اس کی تین صورتیں ہیں:

Marfat.com

(۱) امام سے پہلے سلام پھیرا۔

(۲) امام کے بالکل ساتھ ساتھ سلام پھیرا۔

(۳) امام کے بعد سلام پھیرا (جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے) تو ان میں پہلی اور دوسری صورت میں مسبوق پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے اور تیسری صورت میں واجب ہے، خواہ ایک طرف سلام پھیرا ہو یا دونوں طرف پھیر دیا ہو۔

عن إبراهيم في الرجل يفوته من الصلاة شيء ثم يسلم ناسياً قال: يقوم، فيبني، ثم يسجد سجدتي السهو. (مصنف عبد الرزاق، الصلاة / باب هل على من خلف الإمام سهو ٣١٦/٢ رقم: ٣٥١١)

ومن أحكامه أنه لو سلّم مع الإمام ساهياً أو قبله لا يلزمه سجود السهو؛ لأنه مقتد وإن سلّم بعده لزمه. (البحر الرائق ٦٦٢/١، الفتاوى التاتارخانية ٤٢٦/٢ رقم: ٢٨٦٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۲/۵ھ

مسبوق کا امام کے ساتھ سجدۂ سہو پر سلام پھیرنا؟

سوال (۳۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسبوق امام کے ساتھ سجدۂ سہو کے سلام میں یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی کہ ابھی اس کی نماز مکمل نہیں ہوئی مطابقت کرے، تو کیا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسبوق اگر امام کے ساتھ سہواً سجدۂ سہو پر سلام پھیر دے، تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی؛ اس لئے کہ سجدۂ سہو بھی امام کی نماز ہی میں داخل ہے۔

والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً، سواء كان السهو قبل الاقتداء أو

Marfat.com

بعده، ثم يقضي ما فاته. (شامي ٢/٤٦٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسافر نے چار رکعت پڑھادی اور سجدۂ سہو نہ کیا؟

سوال (۳۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید مسافر تھا اور کسی گاؤں میں پڑھانے کی بات چیت ہوچکی تھی جب دوسرے دن اس گاؤں میں پہنچا تو بطور امتحان مسافر ہونے کی حالت میں ظہر وعصر کی نماز بھولے سے بجائے قصر کے پوری چار رکعت پڑھادی اور قعدۂ اولیٰ بھی کیا تھا اور عصر کی تیسری یا چوتھی رکعت میں یاد آ گیا تھا کہ میں مسافر ہوں جب بھی سجدۂ سہو نہیں کیا تو کیا نماز ہوگئی یا نہیں؟ اور اگر یہ اعلان کیا جائے کہ نماز نہیں ہوئی اپنی اپنی نمازیں لوٹالیں تو فتنہ کا اندیشہ ہے تو ایسی حالت میں کیا کیا جائے؟ نیز مقتدی حضرات میں سے کچھ راہ گیر بھی تھے، ان کا پتہ نہیں کہاں کے تھے اگر نماز نہیں ہوئی تو ان کا کیا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب زید نے بحالتِ مسافرت چار رکعت نماز پڑھادی اور دو رکعت پر قعدہ کرلیا، تو خود زید کا فریضہ تو ادا ہوگیا؛ لیکن چوں کہ اس نے تاخیر سلام کی بنا پر واجب سجدۂ سہو نہیں کیا، اس لئے قولِ راجح کے مطابق اس کی نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

اور اس کے پیچھے پڑھنے والے تمام مقتدیوں کی نماز فرض ادا نہیں ہوئی؛ لہٰذا زید پر ضروری ہے کہ مقتدیوں میں سے جتنے لوگ مل سکیں، فسادِ نماز کی اطلاع دے، ورنہ وہ گنہگار ہوگا اور جو مقتدی چلے گئے اور ان کو اطلاع دینے کی کوئی صورت نہیں ہے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۴/۷۶)

لو اقتدیٰ مقیمون بمسافر وأتم بلا نية إقامة وتابعوه فسدت صلاتهم لكونه متنفلاً في الأخريين. (شامي ١/٥٨١ كراچی، شامي ٢/٦٢٧ زكريا)

يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو بالقدر الممكن بكتاب

Marfat.com

أو رسول على الأصح لو معنيين وإلا لا يلزمه – إلى قوله – لكونه عن خطأ معفو عنه.-(تنویر علی الشامي ۵۹۱/۱ کراچی، شامي ۳٤٠/۲ زکریا)

فإن صلى أربعاً وقعد في الثانية قدر التشهد أجزأته والأخريان نافلة ويصير مسيئاً لتاخير السلام، وإن لم يقعد في الثانية قدرها بطلت، كذا في الهداية. (الفتاوی الهندية ۱۳۹/۱، البحر الرائق ۶۰۹/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۵/۹/۱۴۱۵ھ

قعدۂ اولیٰ میں بار بار تشہد پڑھنا؟

سوال (۳۸۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آدمی نے التحیات پڑھنی شروع کی؛ لیکن کچھ سوچنے لگا پھر دوبارہ شروع سے التحیات پڑھنی شروع کی، تھوڑی ہی پڑھی پھر ذہن کہیں چلا گیا، پھر شروع سے پڑھنی شروع کی تو اس شخص پر سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر قعدۂ اولی میں کوئی شخص تشہد کو بار بار شروع سے پڑھتا ہے تو قیام میں تاخیر ہونے کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو لازم ہوگا، اور اگر قعدۂ اخیرہ میں تشہد کو بار بار پڑھتا ہے تو اس کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۶۹/۴)

لو كرر التشهد في القعدة الأولى، فعليه السهو لتاخير القيام –إلى قوله – ولو كرر التشهد في القعدة الأخيرة، فلا سهو عليه. (البحر الرائق ۱۷۲/۲– ۱۷۳ زکریا، الفتاوی الهندية ۱۲۷/۱، كذا في الحاشية الطحطاوية ٤٦١، حلبی کبیر ٤٦٠، الفتاوی التاتارخانية ٤٠١/۲ رقم: ۲۷۹٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اگر سجدۂ سہو میں سہو ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۳۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر سجدۂ سہو میں سہو ہو جائے یعنی یہ یاد نہ رہے کہ میں نے دو سجدے کئے ہیں یا نہیں؟ یا تشہد پڑھی ہے کہ نہیں، تو پھر کیا کرنا ہوگا؟ نماز ہوگی یا نہیں یا دوبارہ سے نماز کا اعادہ کرنا ہوگا یا پھر سے سہو کے اندر ہی سہو کرنا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر سجدۂ سہو میں سہو ہو جائے اور غالب گمان ہو کہ سجدۂ سہو نہیں کیا ہے، تو سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دے، اور اگر کسی ایک جانب گمان غالب نہ ہونے پائے تو بہتر ہے کہ نماز کا اعادہ کرلے۔

عن عبد الله رضي الله عنه قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم – وطرفه – وقال: **إذا شك أحدكم في صلاته فليتحر الصواب فليتم عليه، ثم ليسلم ثم ليسجد سجدتين.** (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب إذا صلى خمساً ١٤٦/١ رقم: ١٠٢٠ دار الفكر بيروت)

إذا شك في صلاته عمل بغالب ظنه إن كان له ظن للحرج أي في تكليفه بالعمل اليقين. (شامي ٥٦١/٢ زكريا)

ولو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه، فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد لاقتدائه في موضع الإنفراد (درمختار) وقيل: لا تفسد وبه يفتى. وفي البحر عن الظهيرية: قال الفقيه أبو الليث: في زماننا لا تفسد؛ لأن الجهل في القراء غالب.

(درمختار مع الشامي / باب الإمامة قبيل باب الاستخلاف ٣٥٠/٢ زكريا، شامي ٥٩٥/١ كراچی، حلبي كبير ٤٦٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۵/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

سجدۂ سہو کے وجوب کے بغیر سجدۂ سہو کرنے سے نماز کا حکم؟

سوال (۳۸۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سجدۂ سہو کے وجوب کے بغیر اگر سجدۂ سہو کرلیا گیا تو نماز کی صحت پر اس کا کیا اثر ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسی طرح کے سوال کے جواب میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ''نماز ہوجائے گی، اگر دونوں طرف سلام پھیرا ہے تو اعادہ واجب نہیں، اور اگر ایک طرف سلام پھیرا ہے تو چوں کہ ایک واجب یعنی سلام ثانی ترک کردیا، اعادہ واجب ہوگا''۔ (امداد الفتاویٰ ۱/۵۴۷)

حضرت موصوفؒ نے اس فتویٰ کے متعلق کوئی عربی عبارت نقل نہیں فرمائی؛ لیکن تلاش کے بعد بدائع الصنائع کے ایک اصول سے مذکورہ حکم کی تائید معلوم ہوئی کہ اگر ایک سلام پھیر کر بلا ضرورت سجدۂ سہو کرے تو چوں کہ سجدۂ سہو میں اشتغال صحیح نہیں ہے، اس لئے وہ ایک سلام نمازی کو تحریمہ سے خارج کردے گا، اور جب آدمی تحریمہ ہی سے خارج ہوگیا تو اب سجدۂ سہو سے ترک واجب (سلام ثانی) کی تلافی نہیں ہوسکتی؛ لہٰذا اعادہ واجب ہوگا، اور جب دونوں طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے گا تو اس وقت اگرچہ سجدۂ سہو کا سابقہ نماز سے تعلق منقطع ہے؛ لیکن چوں کہ کوئی واجب ترک نہیں ہوا؛ اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

فإن اشتغل بسجدتي السهو وصح اشتغاله بهما تحققت الضرورة إلى بقاء التحريمية فبقيت وإن لم يشتغل لم تحقق الضرورة فيعمل ...... السلام في الإخراج عن الصلاة وإبطال التحريمة عمله. (بدائع الصنائع ۱/۱۷٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۳/۲۶ھ

Marfat.com

بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا سجدہ سے اٹھ کر نیت باندھنے کے بجائے رانوں پر ہاتھ رکھنا؟

سوال (۳۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید بیٹھ کر ظہر کے چار فرض پڑھ رہا تھا، پہلی ہی رکعت میں بھول سے سجدہ سے اٹھ کر بجائے ہاتھ باندھنے کے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لئے، کچھ دیر بعد یاد آنے پر پھر باندھ لئے، پھر دوسری رکعت میں سجدہ سے اٹھ کر ہاتھ بجائے رانوں پر رکھنے کے اور التحیات پڑھنے کے باندھ لئے، اور الحمد شروع کردی، پھر یاد آنے پر دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ کر التحیات پڑھی، پھر بقیہ ہر رکعت مکمل کر کے چار رکعت پر سلام پھیردیا، مگر سجدۂ سہو نہیں کیا، کیا ایسی صورت میں نماز درست ہوگئی یا سجدۂ سہو واجب تھا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زید نے جب کہ پہلی رکعت میں سجدے سے اٹھ کر ہاتھ باندھنے کے بجائے سہواً ہاتھ رانوں پر رکھ کر تین تسبیح کے بقدر وقت گذرنے سے پہلے اس نے ہاتھ باندھ لئے تو اس صورت میں اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوا؛ البتہ دوسری رکعت میں سجدہ سے اٹھ کر بجائے ہاتھ رانوں پر رکھ کر التحیات پڑھنے کے ہاتھ باندھ لئے اور الحمد شریف شروع کردی تھی، پھر یاد آنے پر اس نے ہاتھ رانوں پر رکھ کر التحیات پڑھنی شروع کی، تو اس صورت میں اس پر سجدۂ سہو لازم ہوگا اور سجدۂ سہو نہ کرنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

(فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۷/۴۲۳-۴۶۰)

أما التقديم والتأخير فلأن مراعات الترتيب واجبة عند أصحابنا الثلاثة ووجوبه بشيء واحد وهو ترك الواجب. (الفتاوىٰ لتاتارخانية ۳۸۹/۲ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۱۲۶/۱)

قوله: وجب عليه سجود السهو إذا شغله التفكر عن أداء واجب بقدر

Marfat.com

ركن وهو مقدر بثلاث تسبيحات. (طحطاوي على المراقي ٤٧٤ أشرفية)

إذا قرأ الفاتحة مكان التشهد أو قرأ آية من القرآن فعليه السهو، وكذا إذا بدأ في موضع التشهد بالقراءة ثم تشهد فعليه السهو. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣٩٧/٢ رقم: ٢٧٨١ زكريا)

فلو عاد إلى القعود بعد ذلك أي بعد ما استقام قائماً تفسد صلاته لرفض الفرض لما ليس بفرض وصححه الزيلعي، وقيل: لا تفسد، لكنه يكون مسيئاً أي يأثم ويسجد لتأخير الواجب وهو الأشبه كما حققه الكمال وهو الحق. (درمختار مع الشامي ٥٤٩/٢ زكريا)

وفي الشامي: إذا كان الوقت صالحاً أي لأداء تلك الصلاة فيه. ثم رأيته في البدائع: علّل هٰذا بأن السجدة تجبر النقصان المتمكن فجرىٰ مجرى القضا وقد وجبت كاملة فلا تقضىٰ بالناقص. (شامي ٥٤٢/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری رکعت میں سورت کے بجائے التحیات یا درود شریف پڑھنا

سوال (۳۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص نے پہلی رکعت کے سجدے سے اٹھنے کے بعد دوسری رکعت میں سورت سے پہلے التحیات یا درود شریف شروع کردیا، یا نوافل کی دوسری تیسری یا چوتھی رکعت میں ایسا کیا، تو کیا سجدۂ سہو کرنا واجب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے؛ کیوں کہ یہ سورت پڑھنے کا محل ہے، جس کا پڑھنا واجب ہے، اس وجہ سے تاخیر واجب کی بناء پر سجدۂ سہو لازم

Marfat.com

آئے گا۔

وذكر الناطفي في الأجناس عن محمدؒ: لو تشهد في قيامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو وبعدها يلزمه، قال السروجيؒ وهو الأصح؛ لأنه محل قراءة السورة فقد أخر الواجب أيضاً. (غنية المستملي ٤٦٠، الفتاوىٰ الهندية ١/١٢٧، البحر الرائق ٢/١٧٢، تبيين الحقائق ١/٤٧٤ بيروت، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/٣٩٧ رقم: ٢٧٨٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قعدۂ اخیرہ میں التحیات اور درود شریف پڑھنے کے بعد دیر تک خاموش رہنا؟

سوال (۳۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی نے قعدۂ اخیرہ میں التحیات، درود شریف پڑھنے کے بعد سلام نہیں پھیرا؛ بلکہ کسی سوچ میں دیر تک خاموش رہا، تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (مسائل سجدہ سہو بحوالہ کبیری ۴۳۷)

کیا مذکورہ مسئلہ صحیح ہے؟ جب کہ اصول یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد سہو ہوجائے تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳/۳۶۸)

التحیات کے بعد قعدۂ اخیرہ میں دیر تک خاموش رہا تو اس پر سجدۂ سہو وجب نہیں۔ (مسائل نماز، بحوالہ شامی ۷۰۷، فتاویٰ رحیمیہ ۵/۱۹، عالمگیری ۱/۱۲۸) مذکورہ نمبر ۲/ اور ۳/ میں سے کونسا مسئلہ صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسائل سجدۂ سہو سے جو مسئلہ کبیری کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے، اس کی عبارت یہ ہے:

وإن سها عن السلام يعني بالسهو عن السلام بأنه أطال القعدة الأخيرة

Marfat.com

ساكتاً قدر أداء ركن أو أكثر على ظن أنه خرج من الصلاة ثم علم أنه لم يخرج ولم يسلم فسلم يسجد للسهو لتاخيره الواجب. (كبيري ٤٣٧، مسائل سجدهٔ سهو ٧٢)

اور آپ کے مسائل اوران کا حل ۲/ ۳٦۸ میں جو اصول لکھا گیا ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد سہو ہوجائے تو سجدۂ سہو واجب نہیں، یہ بغیر کسی حوالہ کے مذکور ہے۔ نیز عربی کتابوں میں بھی ایسا کوئی اصول نظر سے نہیں گذرا۔

اور "مسائل نماز" میں جن کتابوں کے حوالہ سے مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو کا وجب نہ ہونا لکھا ہے، یہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ شامی میں سجدۂ سہو کے وجوب کا اثبات ہے۔

كما قال الشامي: فقيل ما لزم منه تاخير الواجب أو الركن عن محله بأن قطع الاشتغال بالركن أو الواجب قدر أداء ركن وهو الأصح.

وقال أيضاً: ودخل في قوله أو عن أداء واجب ما لو شغله عن السلام لما في الظهيرية: لو شك بعد ما قدر التشهد أصلیٰ ثلاثاً أو أربعاً حتى شغله ذٰلك عن السلام ثم استيقن وأتم صلاته فعليه السهو......، وعلله في البدائع: بأنه أخر الواجب وهو السلام. (بدائع الصنائع ۲/ ٥٦٢، شامي ٢/ ٥٦٢ زكريا)

كما قال: وإذا قعد المصلي في صلاته وتشهد ثم شك أنه صلى ثلاثاً أم أربعاً حتى شغله ذٰلك عن التسليم ثم استيقن أنه صلى أربعاً فأتم صلاته فعليه سجود السهو. (الفتاوىٰ الهندية ١/ ١٢٩)

اور فتاویٰ رحیمیہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ غلط ہے؛ بلکہ اسی نوعیت کا مسئلہ فتاویٰ رحیمیہ ۵/ ۱۸۱ پر موجود ہے، جس میں سجدۂ سہو کے وجوب کی نفی کے بجائے اثبات ہے۔

لہٰذا مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مسائل سجدۂ سہو کا مسئلہ صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/ ۴/ ۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com

قعدۂ اخیرہ میں سلام سے پہلے تین تسبیحات کے بقدر خاموش رہنا؟

سوال (۳۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص تشہد، درود شریف اور دعاء کے بعد بقدر تین تسبیحات خاموش رہتا ہے، تو تاخیر واجب سلام کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں، اور اگر سجدۂ سہو واجب ہے تو پھر سلام کے لئے دوبارہ تشہد اور درود شریف وغیرہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بالقصد تین تسبیحات کے بقدر تاخیر سلام کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو واجب ہے، اور سجدۂ سہو کے بعد دوبارہ تشہد اور درود پڑھے۔

وإذا قعد المصلي في صلاته وتشهد ثم شک أنه صلى ثلاثاً أو أربعاً حتى شغله ذلک عن التسليم ثم استيقن أنه صلى أربعاً فأتم صلاته فعليه سجدة السهو. (الفتاوىٰ الهندية ١/١٢٦-١٣١، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/٤٣٢ رقم: ٢٨٨٦ زكريا)

ويجب أيضاً تشهد وسلام لأن سجود السهو يرفع التشهد ويأتي بالصلاة على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم والدعاء في القعود الأخير في المختار. (شامي ٢/٧٩ كراچی، ٢/٥٤١ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ١/١٢٥، تبيين الحقائق ١/٤٧٢ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۴/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھ کر بھول سے اٹھا اور پورا کھڑا ہونے سے پہلے بیٹھ گیا؟

سوال (۳۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا کہ قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھ کر کھڑا ہو گیا، اور ابھی سیدھا ہونے

Marfat.com

کے قریب ہی تھا کہ اچانک یاد آیا اور وہ واپس بیٹھ گیا، پھر از سر نو تشہد پڑھا اور سلام پھیر کر سجدۂ سہو کیا، پھر مکمل التحیات و دعا وغیرہ پڑھ کر نماز پوری کی، تو مذکورہ صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو پھر ایسی صورت پیش آنے کی صورت میں نماز کس طرح مکمل کی جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں نماز درست ہوگئی، ایسی شکل پیش آنے کی صورت میں رکوع وسجود سے قبل قعدۂ اخیرہ میں واپس آنے کے بعد پہلے تشہد پڑھے اور پھر سجدۂ سہو کرے، اس کے بعد تشہد ودعا وغیرہ پڑھ کر نماز کو مکمل کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۴/۳۸۳)

إن قعد في الرابعة مثلاً قدر التشهد ثم قام أي ولم يسجد عاد وسلم أي عاد للجلوس لما مرَّ أن ما دون الركعة محل للرفع، وفيه إشارة إلى أنه لا يعيد التشهد...... والعود للتسليم جالساً سنةٌ. (درمختار مع الشامي ۲/ ۵۵۳ زكريا، ۲/ ۸۷ كراچی، البحر الرائق ۲/ ۱۸٤، فتح القدير ۱/ ۵۱۱ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۲/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چار یا تین رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دینا؟

سوال (۳۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے چار یا تین رکعت والی نماز میں قعدۂ اولیٰ کے بعد سلام پھیر دیا اور قعدۂ اولیٰ کو قعدۂ اخیرہ سمجھا، تو ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور اگر یہ سمجھ کر قعدۂ اولیٰ میں سلام پھیرا کہ وہ مسافر ہے اور اس کے ذمہ دو ہی رکعت واجب ہیں، حالاں کہ وہ مقیم تھا تو کیا حکم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کسی شخص نے چار یا تین رکعت والی نماز میں قعدۂ اولیٰ کے بعد یہ سمجھتے ہوئے سلام پھیرا کہ یہی قعدۂ اخیرہ ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور اخیر میں سجدۂ

Marfat.com

سہو سے کام بن جائے گا؛ لیکن اگر مذکورہ نمازوں میں قعدہ کے بعد یہ سمجھ کر سلام پھیرا کہ اس پر دو ہی رکعت واجب ہے، حالاں کہ درحقیقت چار واجب تھیں، مثلاً: مقیم شخص اپنے کو مسافر سمجھتے ہوئے دو رکعت پر سلام پھیر دے، یا ظہر کی نماز کو جمعہ کی نماز سمجھتے ہوئے دو رکعت پر سلام پھیرے، تو اس صورت میں سلام پھیرتے ہی نماز فاسد ہوجائے گی۔

إلا السلام ساهياً، للتحليل أي للخروج من الصلاة قبل إتمامها على ظن إكمالها فلا يفسد، بخلاف السلام على إنسان للتحية، أو على ظن أنها ترويحة مثلاً فإنه يفسدها مطلقاً. (درمختار) قال الشامي: أي بأن كان يصلي العشاء فظن أنها التراويح ومثله ما لو صلى ركعتين من الظهر فسلم على ظن أنه مسافر أو أنها جمعة أو فجر. (شامي ۲/ ۳۷۲ زكريا، طحطاوي ۱۷۶، الفتاوى التاتارخانية ۲/ ۴۱۳ رقم: ۲۸۲۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفر لہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چار رکعت والی نماز میں امام نے تیسری پر سلام پھیر دیا؟

سوال (۳۸۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب نے ظہر کی نماز میں تین رکعت پر ہی قعدۂ اخیرہ کر کے نماز پوری کر دی، بعض لوگ ایسے تھے کہ جن کی ایک رکعت دو رکعت تین رکعتیں ہوئی تھیں، تو پھر امام صاحب نے نماز دوبارہ ادا کرائی، جس میں رکعت چھوڑنے والے بھی تھے اور نئے لوگ بھی تھے، جن کو کوئی رکعت نہیں ملی تھی، تو کس کی نماز ہوئی اور کس کی نہیں ہوئی؟ اور نہ ہونے کا سبب بھی بتائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تین رکعت پر سلام پھیرنے کی وجہ سے امام اور مقتدی سبھی کی نماز فرض باطل ہوگئی اور دوبارہ نماز گویا کہ از سر نو پڑھی گئی ہے؛ لہٰذا دوسری جماعت میں

Marfat.com

شریک سبھی لوگوں کی نماز درست اور صحیح ہو جائے گی، خواہ وہ پہلی نماز میں شریک رہے ہوں یا بعد میں آئے ہوں، یا بیچ میں شریک ہوئے ہوں۔

قال الملا علي القاري: لأن صلاة الإمام متضمنة بصلاة المقتدي صحة وفساداً لقوله عليه السلام: الإمام ضامن. (مرقاة المفاتيح)

إن صلاة الإمام متضمنة لصلاة المقتدي فإذا صحت صلاة الإمام صحت صلاة المقتدي إلاّ لمانع آخر، وإذا فسدت صلاته فسدت صلاة المقتدي؛ لأنه متى فسد الشيء فسد ما في ضمنه. (شامي ۵۹۱/۱ کراچی، شامي ۳۴۰/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۴/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چار رکعت پر قعدہ کر کے بھولے سے پانچویں کے ساتھ چھ رکعت پوری کر لی؟

سوال (۳۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم نے نماز میں چار فرض رکعت کی نیت باندھی اور چار پوری کر کے پانچویں کے لئے کھڑے ہو گئے، تو چھٹی بھی ملالی اور نماز پوری کر لی تو چار رکعت فرض ہماری ادا ہوئی یا سب نفل ہو گئی یا فرض دوبارہ پڑھنا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر چار رکعت پر قعدہ کر کے مزید دو رکعت ملائی ہے، تو چار رکعت فرض ہو گئی، اور دو رکعت نفل تاہم اس میں سجدۂ سہو ضروری ہے، اگر سجدۂ سہو نہ کیا، تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

Marfat.com

عن قتادة في رجل صلى الظهر خمساً قال: يزيد إليها ركعة فتكون صلاة الظهر وركعتين بعدها تطوعاً. (مصنف عبد الرزاق / باب الرجل يصلي الظهر أو العصر خمساً ٣٠٣/٢ رقم: ٣٤٦٠)

وإن قعد الأخيرة ثم قام عاد وسلم من غير إعادة التشهد وسجد للسهو.

(نور الإيضاح على الطحطاوي ٤٦٩ زكريا، مراقي الفلاح ٤٧٠، كذا في الشامي ٨٧/٢، البحر الرائق ١٨٤/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

Marfat.com